١٩٠٦
فصل الباری فی تنقید
صحیح البخاری
١٩٠٩ ١٩٠٨
حصہ ثالثہ حصہ ثالثہ

يخرج الحي من الميت

حصہ ثانیہ

فضل الباری

فی

تنقید صحیح البخاری

من

تالیفات محی السنۃ قامع البدعۃ سیف الاسلام قاطع اعناق الکفرۃ اللئام ناصر شریعۃ جدہ خیر الانام فخر الحکماء الالٰہیین ظہیر الملۃ والدین مولینا السید علی اظہر دامت برکاتہ۔ جو محض اس غرض سے لکھی گئی کہ تمامی اہل اسلام میں اتفاق ہو اور باخود ہا کا اختلاف دفع ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث صحیحہ غیر صحیحہ سے متمیز ہوں۔ اتفاقی اختلافی میں فرق نمایاں ہو تاکہ اتفاقی حدیثوں پر تمامی اہل اسلام عامل ہوں اور اختلافی کی تحقیقات کریں اور موضوعات وضعاف سے محفوظ رہیں اور اختلاف ونزاع کی بیخ کنی ہو۔

واللہ علی کل شیء قدیر

مطبع اصلاح کجھوا ضلع سارن سے نظیر حسین نے چھاپ کر شایع کیا

احقر الزمن علی حسن جونپوری تحریر نمود

فہرست کتب موجودہ دفتر اصلاح کھجوہ ضلع سارن

امتحان اہلقرآن ۔ قول فصل، الکوثر یہ تین رسالے بجواب اہلقرآن شائع ہوے جو اسکے مدعی ہیں کہ ہمارا تمام قرآن پر ہے نہ حدیث پر نہ اجماع پر ان رسالوں نے یہ ثابت کر دیا کہ ایک معمولی حکم وضو ہی جسمیں مسح رجلین کا حکم ہے مگر تمھارا عمل اسکے بالکل خلاف ہے قول فصل ۱/ الکوثر جو آخری رسالہ ہے۔

امراء شیعہ ۔ اس میں اون سلاطین اور امرا کی تاریخ ہے جنھوں نے نہایت کامیابی سے سلطنت کی خصوصاً آل بویہ جسمیں کئی نسل تک سلطنت رہی اور خلفائے بنی عباس اونکے ماتحت رہے ۸/

ارسال الیدین جسمیں یہ ثابت کیا گیا کہ اصل عمل رسول مقبول نماز پڑھنے میں یہی تھا کہ مثل شیعوں کے نماز ہاتھ کھول کر پڑھتے اہلسنت نے محض مخالفت شیعہ کی غرض سے یہ ایجاد کیا کہ نماز میں ہاتھ باندھتے ہیں قیمت ۸/

اصلاح کی پرانی جلدیں تو نہیں ہیں مگر جلد ۷، جلد ۸، جلد ۹، جلد ۱۰، جلد ۱۱، جلد ۱۲، جلد ۱۳، جلد ۱۴، جلد ۱۵، جلد ۱۶، جلد ۱۷ مل سکتی ہیں اور نامرتب جلدیں فی نمبر ۱ کے حساب سے مل سکتے ہیں

البسملہ جسمیں بیشمار حدیثوں سے یہ ثابت کیا گیا ہی کہ جناب رسالتمآب نماز میں بسم اللہ باواز بلند پڑھتے تھے جو شعار شیعہ ہے مگر خلفائے ثلثہ نے بسم اللہ کو اوڑا دیا کیونکہ کفار مکہ اس سے چڑھتے تھے۔ قیمت ۲/

بدعت اہلسنت جسمیں ہزاروں بدعتیں انکی درج ہیں قیمت ۸/

تاریخ الاذان حصہ اول۔ اذان کو تو سب مسلمان جانتے ہیں کہ جو پنجوقتہ نماز کے قبل دیجاتی ہی مگر اسکا کسکو علم ہے کہ اذان کی ابتدا کیونکر ہوئی۔ اسپر کیا کیا حادثے گذرے کس کس خلیفہ نے کیا کیا کام کیا۔ ان سب حالات کو آپ اس کتاب میں دیکھ سکتے ہیں۔ دوسرا حصہ اسکے بعد چھپے گا قیمت ۱/

تصحیح تاریخ حصہ اول۔ جن لوگوں کو فن تواریخ سے مناسبت ہے اور اس فن کے حالات سے مطلع ہونا چاہتے ہیں اونکو اس سے بہتر کوئی کتاب نہیں ملسکتی جس میں اون مورخین کی ایمانداری نہایت وضاحت سے دکھائی گئی ہی جو بڑے عالم علم تاریخ ہیں اگر آپنے اسکی قدردانی کی تو دوسرا حصہ بھی جلد شائع ہوگا ۱۲/

تحقیق صوم عاشورا یہ رسالہ بھی اصلاح کیساتھ شائع ہو چکا ہے اب علیحدہ بصورت کتاب ہی جسمیں اسکی تحقیقات کیگئی ہے کہ جتنی روایتیں اہلسنت نے اس مادہ میں بنائی ہیں کہ آنحضرت بتقلید یہود روزہ عاشورہ رکھتے تھے محض موضوع ہیں۔ قیمت ۴/

تنقید بخاری حصہ اول حصہ دوم حصہ سوم۔ یہ عجیب کتاب ہے جسمیں صحیح بخاری کے ہر ہر روایت کی حقیقت دکھائی ہی باب بسم اللہ سے تا بہ آخر تنقید کیگئی ہی تخمیناً سو حصہ ہوگا جسمیں سے تین حصہ چھپ چکا ہی اور چوتھا زیر طبع ہی اگر خدا نے چاہا اور یہ کتاب پوری تیار ہوگئی تو الحق کو ہمیشہ کیلئے سنیوں کے جھگڑوں سے فرصت ہوجائیگی کیونکہ اسلام میں بڑا یہ مرض پیدا ہو گیا ہے کہ قرآن کے مقابلہ میں صحیح بخاری و صحیح مسلم پیش کی جاتی ہے۔

[illegible]

حصہ ثانیہ

فصل الباری فی تنقیح صحیح البخاری

من

تالیفات محی السنۃ قامع البدعۃ سیف الاسلام قاطع اعناق الکفرۃ
اللئام ناصر شریعۃ جدہ خیر الانام فخر العلماء الالٰھیین
ظھیر الملۃ والدین مولینا السید علی اظھر دامت برکاتہ

جو محض اس غرض سے لکھی گئی کہ تمامی اہل اسلام مین اتفاق ہو اور باہم خودہا کا اختلاف
دفع ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث صحیحہ غیر صحیحہ سے متمیز ہون۔
اتفاقی۔ اختلافی مین فرق نمایان ہو تاکہ اتفاقی حدیثون پر تمامی اہل اسلام عامل
ہون اور اختلافی کی تحقیقات کرین اور موضوعات وضعاف سے محفوظ رہین
اور اختلاف ونزاع کی بیخ کنی ہو۔ واللہ علی کل شیء قدیر

در مطبع اصلاح کجھوہ ضلع سارن مطبوع شد

فہرست مضامین ضروریہ تنقید بخاری حصہ ثانیہ

ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی سید المرسلین واٰلہ الطاہرین **امابعد** یہ دوسرا حصہ ہے **فضل الباری فی تنقید بخاری** کا جسکی ابتدا کتاب الایمان سے کی جاتی ہے کیونکہ اب تک جتنی حدیثیں مذکور ہوئیں وہ بمنزلہ خطبہ یا دیباچہ کتاب تھیں جن پر خود علمائے اہل سنت نے بہت کچھ اعتراضات کئے ہیں کہ حمد و نعت کو اوڑا کر انہون نے باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ سے شروع کیا۔

اس تالیف کی اصلی غرض جیسا کہ مین پہلے عرض کر چکا ہون مسلمانون مین اتحاد و اتفاق پیدا کرنا ہے تاکہ صحیح صحیح حدیثین رسول اللہ کی ہمکو مل جائین اور ان پر عمل کر کے فلاح دارین حاصل ہو اسیوجہ سے جو کچھ یہان لکھا جاتا ہے وہ خود علماء اہل سنت کے اقوال سے ماخوذ ہے۔ علماء شیعہ کے اقوال سے کسی طرح نہ استناد کیا جاتا ہے نہ استدلال واللہ الموفق والمعین وعلیہ نتوکل وبہ نستعین +

صحیح البخاری

کتاب الایمان بسم اللہ الرحمن
الرحیم باب قول النبی صلے اللہ
علیہ وسلم بنی الاسلام علی خمس
وھو قول و فعل ویزید وینقص
قال اللہ تعالی لیزدادوا ایمانا
مع ایمانھم وزدناھم ھدی ویزید اللہ الذین
اھتدوا ھدی والذین اھتدوا
زادھم ھدی واتیھم تقویھم و
یزداد الذین امنوا ایمانا وقولہ
عزوجل ایکم زادتہ ھذہ ایمانا
فاما الذین امنوا فزادتھم ایمانا
وقولہ جل ذکرہ فاخشوھم فزادھم ایمانا
وقولہ وما زادھم الا ایمانا وتسلیما
والحب فی اللہ والبغض فی اللہ
من الایمان وکتب عمر بن عبد
العزیز الی عدی بن عدی ان
للایمان فرائض وشرائع وحدود
وسننا فمن استکملھا
استکمل الایمان ومن لم
یستکملھا لم یستکمل الایمان

کتاب ایمان کے بیان میں بسم اللہ
الرحمن الرحیم باب نبی صلی اللہ علیہ و
سلم نے فرمایا کہ اسلام کی بنا پانچ چیزوں
پر ہے اور ایمان قول اور فعل ہے اور
بڑھتا ہے اور گھٹتا ہے فرمایا اللہ تعالی
نے البتہ زیادہ ہوتے ہیں ایمان میں ساتھ
ایمان اپنے کے اور دیا ہمنے انکو ہدایت
(یعنی ایمان) زیادہ کی ہے اور اللہ تعالی
جو لوگ ہدایت کا ارادہ کرتے ہیں انکو
ہدایت زیادہ کرتا ہے اور جو لوگ ہدایت
طلب کرتے ہیں انکو اللہ ہدایت زیادہ
کرتا ہے اور دیا ہمنے انکو تقوی انکا اور
زیادہ ہوتے ہیں ایمان والے ایمان میں
اور قول اللہ عزوجل کسکو اسنے ایمان زیادہ
کیا ہے لیکن ایمان والوں کو اس نے
ایمان زیادہ کیا ہے ڈرو تم اس سے بس
زیادہ کیا انکو ایمان اور قول اللہ
تعالی کا اور نہ زیادہ کیا تم میں مگر ایمان
اور تسلیم اور اللہ کیلئے حب اور اللہ
کیلئے بغض ایمان سے ہے اور عمر بن عبد العزیز

فان اعش فسابینها لکم حتی
تعملوا بها وان امت فما انا
علی صحبتکم بحریص وقال ابراهیم
علیہم السلام ولکن لیطمئن
قلبی وقال معاذ اجلس بنا
نؤمن ساعة وقال ابن مسعود
الیقین الایمان کله وقال ابن
عمر لا یبلغ العبد حقیقة التقوی
حتی یدع ما حاک فی الصدر
وقال مجاهد شرع لکم من
الدین ما وصی به نوحا اوصیناک
یا محمد وایاه دینا واحدا
وقال ابن عباس رض شرعة
ومنهاجا سبیلا وسنة ودعاؤکم
ایمانکم حدثنا عبید
الله بن موسی قال انا حنظلة
بن ابی سفیان عن عکرمة
بن خالد عن ابن عمر قال قال
رسول الله صلی الله علیه
وسلم بنی الاسلام علی
خمس شهادة ان لا اله الا
الله وان محمدا رسول الله و
اقام الصلوة وایتاء الزکوة والحج

نے عدی بن عدی کی طرف لکھا کہ ایمان
کے لئے کئی فرائض اور عقائد اور منہیات
اور سنتین ہین۔ پس جسنے اونکو کامل
کیا اسنے ایمان کو کامل کیا اور جسنے
انکو کامل نہ کیا اس نے ایمان کو کامل
نہ کیا اگر مین جیتا رہا ہون اونکو تمہارے
لئے بیان کرونگا کہ تم ان کے ساتھ عمل کرو
اور اگر مین مرگیا تو مین تمھاری صحبت کا
نہین ہون اور ابراہیم علیہ السلام نے
فرمایا ہے اور لیکن تاکہ تسلی پکڑے میرا دل
اور کہا معاذ نے (اسود بن ہلال) سے
ہمارے پاس بیٹھ ایک ساعت تاکہ
نصیحت پکڑین اور کہا ابن مسعود رض نے یقین
سب کا سب ایمان ہے اور کہا ابن عمر نے
کوئی آدمی حقیقت ایمانی کو نہین پہونچتا
تاکہ چھوڑے وہ چیز جو کہ سینہ مین متردد ہوتی
ہے اور کہا مجاہد نے اللہ تعالی نے تمہارے
لئے وہ دین مشروع کیا ہے جسکی نوح کو وصیت
کی ہے۔ اے محمد تجھے اور اسکو ہمنے ایک
دین کی وصیت کی ہے اور کہا ابن عباس
نے شرعة ومنہاجا یعنی راستہ اور طریقہ
اور اگر نہ ہوتی پکار تمہاری یعنی اگر تم مین
ایمان نہ ہوتا تو اللہ تعالی تمہاری

وصوم رمضان } پرواہ نہ کرتا پس ایمان کا ہی مرتبہ
ہے ایمان ایسی چیز ہے کہ سوا اوسکے کسی طرح سے خلاصی
کی امید نہین -

حدیث کی ہمسے عبید اللہ بن موسی نے کہا خبر دی ہمکو حنظلہ بن ابی سفیان نے عکرمہ
بن خالد سے اسنے ابن عمر سے کہا اوس نے فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے
اسلام کی پانچ چیزون پر بنا ہے گواہی دینی اسکی کہ نہین کوئی معبود سوا اللہ کے اور
بیشک محمد صلعم بھیجے ہوے اوسکے ہین اور پڑھنا نماز کا اور دینا زکوۃ کا اور کرنا حج کا اور
رمضان کے روزے رکھنے - ترجمہ فضل الباری -

اس پوری عبارت کے پڑھنے سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ مصنف کی غرض صرف
جمع احادیث صحیحہ نہین ہی - بلکہ اپنے خیال اور عقیدہ پر استدلال قائم کرنا - کیونکہ بخاری صاحب
نے اس باب کو تین غرض کے لئے مقرر کیا ہے - ایک ذکر قول رسول اللہ کہ اسلام کی بنا
پانچ اصول پر ہی دوسری غرض یہ ہے کہ ایمان نام ہے قول اور فعل کا - تیسری غرض یہ ہے
کہ ایمان زیادہ اور کم ہو سکتا ہے - جس سے مناسب تھا کہ اسی ترتیب سے احادیث رسول
اللہ کو ذکر تے مگر ایسا نہین کیا بلکہ صرف تیسری بحث پر آٹھ آیتین کلام اللہ کی لائے اور
ایک قول عمر بن عبد العزیز کا جو بنی مروان کا چوتھا خلیفہ تھا پھر قول ابن مسعود سے
پھر قول ابن عمر پھر قول مجاہد پھر قول **ابن عباس** تب اوسکے بعد وہ حدیث ہے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی جس کے ذکر کو شروع باب مین ذکر کیا تھا - اس ترکیب سے
جہان اس کا پتہ چلتا ہی کہ اسکے مصنف کو محض جمع احادیث رسول اللہ ہی نہین مطلب ہے بلکہ ہر قسم
کے لوگون کے اقوال کا مجموعہ تیار کرنا ہی وہان یہ بھی معلوم ہوا کہ خلاف ترتیب مقرر کردہ
خود یہ استدلال کسی خاص غرض سے ہے -

اصل یہ ہی کہ **ایمان** کی تعریف اور اوسکی حقیقت مین اہل سنت کے یہان اسقدر اختلاف
ہے کہ اوسکی حد ہی نہین کیونکہ جتنے فرقے ہین اوسی قدر ایمان کی تعریف بھی ہے جس سے
کہہ سکتے ہین کہ ہنوز اہل سنت کے یہان **اصل ایمان** ہی نہین محقق ہی کہ ایمان کسکو کہتے ہیں

چنانچہ بنا بر تحقیق علامہ ابن حجر عسقلانی سلف اہل سنت کے نزدیک ایمان نام ہے اعتقاد
بالقلب اور نطق باللسان اور عمل بالارکان کا یہ تو سلف کا قول ہے اور مراد اونکی
یہ ہے کہ اعمال شرط ہین کمال ایمان کے جس سے وہ قائل ہوئے کہ ایمان کم اور زیادہ
ہوسکتا ہے اور مرجیہ قائل ہین کہ ایمان فقط اعتقاد اور نطق کا نام ہے اور کرامیہ قائل
ہین کہ صرف نطق کا نام ایمان ہو اور معتزلہ قائل ہین کہ عمل اور نطق اور اعتقاد کو ایمان
کہتے ہین - تو اب درمیان معتزلہ اور سلف کے یہی فرق ہوا کہ معتزلہ اعمال کو شرط
صحت ایمان قرار دیتے ہین اور سلف اہل سنت اوسکو شرط کمال ایمان کہتے ہین - اور
علامہ عینی نے اپنی شرح مین اس بحث کو نہایت تفصیل سے لکھا ہے جسکا خلاصہ یہ
ہے کہ اس مین چار قول ہے پہلا فرقہ تو اسکا قائل ہے کہ ایمان صرف فعل قلب ہے اس
مین بھی دو قول ہے ابو الحسن اشعری (جو آج کل کے تمامی اہل سنت کے امام ہین) اور
قاضی عبد الجبار وغیرہ تو اسکے قائل ہین کہ مجرد تصدیق بالقلب کو ایمان کہتے ہین دوسرا
قول یہ ہے کہ معرفت خدا بالقلب ہی ایمان ہے اور اقرار بہ لسان نہ شرط ہے نہ رکن ہے
دوسرا فرقہ یہ کہتا ہے کہ ایمان عمل باللسان ہے فقط اس مین بھی دو فریق ہین ایک کہتے
ہین کہ اقرار باللسان ایمان ہے مگر اوسکے ساتھ یہ بھی شرط ہے کہ معرفت بھی قلب مین
ہو - پس معرفت شرط ہے اقرار لسانی کے ایمان ہونے کا یہ قول غیلان بن مسلم دمشقی
وفضل رقاشی ہے دوسرا فریق کہتا ہے کہ مجرد اقرار باللسان ایمان ہے یہ قول کرامیہ
اور اونکا گمان یہ ہے کہ منافق ظاہر مین مومن ہے اور باطن مین کافر ہے - تیسرا فرقہ
اسکا قائل ہے کہ ایمان عمل قلب اور لسان دونون ہے اس مین بھی تین قول ہے ایک
یہ کہ ایمان اقرار لسان اور معرفت بالقلب کا نام ہے یہ قول ابو حنیفہ وعامہ فقہا
وبعض متکلمین ہے دوسرے یہ کہ ایمان نام ہے تصدیق بالقلب واللسان کا یہ قول
بشر مریسی وابو الحسن اشعری ہے تیسرے یہ کہ ایمان اقرار باللسان اور اعتقاد
بالقلب کا نام ہے - پھر اس مین بھی اختلاف ہے کہ اقرار باللسان رکن ایمان ہے
یا شرط ہے اجراء احکام مین -

چوتھا فرقہ اس کا قایل ہے کہ ایمان فعل قلب ولسان ہی مع سائر الجوارح مذہب اصحاب حدیث وامام مالک وامام شافعی واحمد واوزاعی کا ہی اور یہی مذہب معتزلہ وخوارج وزیدیہ ہی۔ اصحاب حدیث مین پھر اختلاف پیدا ہوا عبد اللہ ابن سعید وغیرہ اس کے قایل ہین کہ معرفتہ ایمان کامل ہے اور وہی اصل ہے اس کے بعد جتنے اعمال ہوتے ہین وہ سب علیحدہ علیحدہ ایمان ہین اور وہ اس کے بھی قایل ہین کہ جحود وانکار قلبی کفر ہے اور ہر معصیت علیحدہ علیحدہ کفر ہین۔

دوسرا قول یہ ہے کہ ایمان نام ہے کل طاعات کا خواہ فرائض ہون یا نوافل اون سب کا مجموعہ نبکر ایک ایمان بنتا ہے اب جو کسی فریضہ کو ترک کرتا ہے تو اوس کا ایمان ناقص ہوتا ہی مگر نوافل کے ترک سے ایمان نہین ناقص ہوتا۔

تیسرا قول یہ ہے کہ ایمان نام ہی فرائض کا نہ نوافل کا۔ دیکھو عینی صفحہ ۱۲۱

ان اقوال مختلفہ کی نقل سے ہماری غرض یہ ہے کہ ناظرین دیکھین اہل سنتہ نے صرف ایمان کی تعریف مین کس قدر اختلاف کیا ہی اور پھر براہ حق پرنہ پھونچے کیونکہ ایمان نام ہی تصدیق کا جو دل کا کام ہی اور علاوہ اس کے اس کو تصدیق حاصل ہوا نہین ہوتا مگر اقرار باللسان سے لہذا ان دونون کا ہونا ضروری ہے مگر اب چونکہ اقرار باللسان بھی دو طرح کا ہوتا ہے ایک بجبر واکراہ دوسرے برضا ورغبت لہذا دیگر اعضا وجوارح کے اعمال سے اوسکا انکشاف ہو جاتا ہی کہ آیا اس کا اقرار و اعتراف بخوشی ورضا ورغبت ہی یا بجبر واکراہ اسی لئے یہ تعریف سب سے زیادہ جامع ہے کہ تصدیق بہ قلب واقرار

بہ لسان وعمل بہ اعضا وجوارح ملکہ ایمان حاصل ہوتا ہی نہ تنہا تصدیق قلبی سے چنانچہ خود خداوند عالم فرماتا ہی وجحدوا بہا واستیقنتہا انفسہم یعنی انکار کیا اوسکے ساتھ حالانکہ اون کے دلون نے یقین کیا تہا اوسکے ساتھ جس سے معلوم ہوا کہ باوصف یقین قلبی انکار ہوسکتا ہی دوسری آیہ مین فرماتا ہی ومن الناس من یقول امنا باللہ وبالیوم الآخر وما ہم بمومنین یعنے بعض آدمیون سے وہ لوگ ہین جو کہتے ہین ایمان لائے ہم خدا اور یوم آخر کے ساتھ حالانکہ وہ مومنین نہین ہین۔ جس سے معلوم ہوا کہ باوصف اقرار لسانی وہ مومن نہین ہین تیسرا آیہ ہی الا من اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان جس سے زبانی تکذیب نمایان ہی باوصف وجود تصدیق قلبی کے۔

اصل یہ ہی کہ ایمان کی دو حالت ہی ایک تو بہ ظاہر احکام شریعت جسکے لئے دیگر مومنین کا علم اور وقوف اوس کی حالت کے ساتہ ضروری ہی اوسکے لئے اظہار تصدیق قلبی کو اقرار لسانی وعمل بالارکان ضروری ہی۔ دوسرے وہ حالت ہی جو درمیان اوسکے اور خدا کے ہی جس کا علم ہمکو نہین ہوسکتا ہی۔

بہرحال عبارت بخاری صاحب پر بہت سے اعتراضات کئے گئے ہین افسوس کہ معترضون نے ترتیب کا نہین خیال کیا لہذا ہم اون کے اعتراضات کو بترتیب لکھتے ہین۔ پہلا اعتراض یہ ہے ماوجہ من اعاد الضمیر اعنی ہو الی الاسلام یعنی اسکی کیا وجہ کہ ضمیر ہو کو اسلام کی طرف پہیرا علامہ عینی لکھتے ہین قلت وجہہ ان الایمان والاسلام واحد عند البخاری فاذا کان کلاہما واحدا یجوز عود الضمیر الی کل واحد منہما یعنی اسکا جواب یہ ہی کہ بخاری کے نزدیک ایمان واسلام ایک چیز ہے پس جب دونون متحد ہوے تو جائز ہوا پہیرنا ضمیر کا ہر ایک کی طرف۔ مگر یہ جواب غلط ہی کیونکہ خود علامہ عینی لکھتے ہین کہ حضرت نے بہ جواب جبرئیل امین درباب فرق ایمان واسلام فرمایا الایمان

ان تومن باللہ وملائکتہ وکتبہ ورسلہ والیوم الآخر وتومن بالقدر خیرہ وشرہ

والاسلام ان تشہد ان لا الہ الا اللہ وان محمد رسول اللہ وتقیم الصلوۃ وتوتی الزکوۃ الخ۔ جس سے بصراحت ظاہر ہے کہ ایمان و اسلام مین فرق ہے چنانچہ خود لکھتے ہین یدل علی المغایرۃ بینہما لان العطف تقتضی تغائر المعطوف والمعطوف علیہ یعنی یہ حدیث دلالت کرتی ہے ایمان و اسلام کی مغائرت پر کیونکہ عطف مقتضی مغائرت ہے درمیان معطوف و معطوف علیہ کے اور نیز علامہ عینی لکھتے ہین اختلف العلماء فیہما فذہب المحققون الی انہما متغائران وہو الصحیح یعنے علما نے ایمان و اسلام کے اتحاد و اختلاف مین اختلاف کیا ہے محققین اسکے قائل ہین کہ وہ دونون متغائر ہین کیونکہ یہ بھی لکھتے ہین اصل ایمان تصدیق ہے اور اصل اسلام انقیاد و اطاعت ہے پس نہ دونون مین لزوم ہے نہ عموم خصوص مطلق بلکہ عموم خصوص من وجہ ہے کیونکہ ایمان کہین بلا اسلام پایا جاتا ہے مثل اسکے کہ کوئی شخص شاہق جبال پر ہو اور خدا پر ایمان لائے بغیر اس کے کہ کسی نبی کی دعوت اوسکو پہونچی ہو اور اوسکی تصدیق کی ہو اسیطرح اسلام بلا ایمان پایا جاتا ہے کہ کوئی کافر زبانی سب باتون کا اقرار کرے اور دل سے وہ معتقد نہ ہو تو اسلام پایا گیا اور ایمان نہ پایا گیا کما فی العینی صفحہ ۱۲۹ جس سے بخوبی معلوم ہوا کہ ایمان و اسلام ایک شے نہین ہے بلکہ دو چیزین علحدہ ہین اور یہی وجہ ہے کہ خود حضرت نے بھی دونو کا فرق بتا دیا ہے جسے خود بخاری صاحب نے اپنی صحیح مین وارد کیا تو اب اوسکے خلاف کیونکر اعتقاد اس کا رکھ سکتے ہین کہ ایمان و اسلام دونون ایک چیز ہے جو ہو کی ضمیر اسلام کی طرف پھیری حالانکہ خود قرآن نے اس کا فیصلہ کر دیا ہے کہ ایمان و اسلام دو چیز ہین یقولون آمنا قل لم تؤمنوا ولکن قولوا اسلمنا لہذا پہلا اعتراض یہ ہونا چاہیے کہ جب اونھون نے کتاب الایمان لکھنا شروع کیا تہا تو اوس مین اوس حدیث کو کیون لائے جو اسلام سے متعلق ہے اور وہ ایمان سے متمیز ہے۔ اور بالفرض اگر کسی وجہ سے ایسا کیا تہا تو ہو کی ضمیر اودھر کیون پھیری۔

دوسرا اعتراض علامہ عینی یہ لکھتے ہین فان قلت الایمان عندہ قول و فعل و
اعتقاد فکیف ذکر القول والفعل ولم یذکر الاعتقاد الذی ہو الاصل قلت لانزاع
ان الاعتقاد لابد منہ والکلام فی القول والفعل بل ہما منہ ام لا فلاجل ذلک ذکر ما
المتنازع و اجیب ایضا بان الفعل اعم من فعل الجوارح فیتناول فعل القلب و فیہ نظر
من وجہین احدہما ہو ان یقال لاحاجۃ الی ذکر القول ایضا لانہ فعل اللسان والاخر
ان الاعتقاد من مقولۃ الانفعال او الفعل و فیہ تامل صد ۱۳۱ کہ جب بخاری کے نزدیک
ایمان نام ہی قول - فعل - اعتقاد کا تو یہان صرف قول و فعل کیون کہا اور اعتقاد کو
کیون نہ ذکر کیا جو اصل ہے اسکا جواب عینی یہ دیتے ہین کہ چونکہ قول و فعل کے بارے
مین اختلاف تہا کہ وہ داخل ایمان ہی یا نہین اسلئے اوس امر متنازعہ کو ذکر کیا اور
جس مین اختلاف نہ تھا اوس کو چھوڑ دیا اور بعض نے یہ جواب دیا ہی کہ فعل کا لفظ
چونکہ عام تہا اسلئے اوسیکو ذکر کیا جسمین فعل قلب یعنی اعتقاد بھی داخل ہے اسپر
عینی اعتراض کرتے ہین کہ پھر قول کو کیون ذکر کیا وہ بھی فعل لسان ہی یعنی فعل مین وہ
بھی داخل ہے پھر اوسکو علحدہ کیون لکھا

دوسرا اعتراض اسپر یہ ہے کہ اس مین اختلاف ہی کہ اعتقاد مقولہ فعل سے ہی یا انفعال
سے اگر مقولہ انفعال سے ہے تو کیونکر لفظ فعل مین داخل ہو گا۔

بہر حال ان اعتراضات اور جواب سے بھی خود ظاہر ہے کہ بخاری کی یہ کتاب کس درجہ
کی ہی کہ کوئی باب اعتراض سے خالی نہین کیونکہ اونکا یہ کہنا ہو قول و فعل بصراحت دلالت کرتا
ہی کہ اعتقاد کی ضرورت نہین اور درحقیقت جتنے منافق تھے اونپر اسلام کا اطلاق اسلئے
سے ہوتا ہی کہ قول یعنی اقرار اونکا اور عمل یعنے ظاہری افعال روزہ نماز مطابق مسلمانون
کے ہے اور دل اونکا تصدیق اور نور ایمان سے خالی ہی اسلئے بخاری صاحب نے ہو قول و
فعل لکھا کیونکہ اگر اعتقاد کو بھی داخل کرتے تو بہت سے وہ حضرات جنسے روایتین

لیگئی ہین خارج ہوجاتے۔

اب اس کو بھی سن لیجے کہ یہ جملہ نہ حدیث ہی نہ قرآن ہی بلکہ ھذا الذی قالہ البخاری عن سفیان بن عیینہ فانہ قال الایمان قول وفعل یزید وینقص یعنی جو کچھ یہان بخاری نے کہا ہی یہی منقول ہو سفیان بن عیینہ سے کہ اونسے کہا ایمان قول وفعل ہو زیادہ ہوتا ہی اور کم ہوتا ہی۔ پس اوسکو ایسے محل مین لانا کہ لوگون کو شبہہ ہو یہ حدیث رسول ہی کس درجہ کی عقلمندی ہے جس سے ابن التین ایسے محدث عالی قدر کو وہم ہوا وھم ابن التین فظن ان قولہ وھو الی آخرہ مرفوع لما رآہ معطوفا ولیس ذالک مراد المصنف وان کان ورد ذلک باسناد ضعیف فتح الباری ص۲۶ یعنی ابن التین کو اسکا وہم ہوا کہ بخاری کا قول ہو قول وفعل بھی حدیث مرفوع رسول اللہ ہی کیونکہ قول رسول پر معطوف ہے حالانکہ یہ مراد مصنف نہین ہے۔ مگر اس مین ابن التین کا کوی قصور نہین معلوم ہوتا کیونکہ سیاق عبارت ہی ایسا ہی۔

دوسرا جملہ یزید وینقص ایسا اختلافی جملہ ہی کہ خود امام ابوحنیفہ اسکے خلاف ہین چنانچہ اونکی کتاب فقہ اکبر مین ہو و ایمان اھل السماء والارض لا یزید وینقص یعنی ایمان تمامی اہل آسمان وزمین کا نہ زیادہ ہوتا ہے نہ کم۔

یہان تمامی عقلاے عالم کو حیرت ہوگی کہ یہ دونو بزرگوار یعنی امام اعظم ابوحنیفہ اور امام بخاری مذہب اہل سنۃ کے امام مسلم الثبوت ہین اور اون مین اس قدر اختلاف کہ بخاری صاحب تو کہین ایمان زیادہ بھی ہوتا ہی اور کم بھی اور اوسکے مقابلہ مین امام ابوحنیفہ یہ بلند پروازی فرماتے ہین کہ آسمان وزمین والون مین کسی کا بھی ایمان نہ زیادہ ہوتا ہی نہ کم۔ آخر ان دونو مین کیونکر اتفاق ممکن ہے۔

ہمکو یہان مولوی عبدالحی صاحب کا ایک فقرہ یاد پڑا جو رسالہ احکام القنطرہ مین لکھتے ہین و البخاری کثیر التتبع مما یرد علی الحنفیۃ بمخالفۃ السنۃ الحدیث ثم

یعرض بذکرہ یقول قال رسول اللہ صلعم کذا وکذا وقال بعض الناس کذا وکذا فیشیر ببعض الناس الیہ ویشنع علیہ پھر لکھتے ہین وقد قال فی اول کتاب باب الصلوٰۃ من الایمان ثم ساق احادیث الباب وقصد الرد علی ابی حنیفہ فی قولہ ان الاعمال لیست من الایمان مع غموض ذلک علی کثیر من الفقہاء صفحہ ۲۵۹ یعنی بخاری صاحب بہت پیچھا کرتے ہین ابو حنیفہ کا بہ مخالفت سنت کہ پہلے حدیثین لاتے ہین پھر کہتے ہین کہا رسول اللہ نے ایسا اور بعض آدمی ایسا کہتے ہین مراد اس بعض آدمی سے ابو حنیفہ ہوتے ہین جنپر وہ تشنیع کرتے ہین پھر لکھتے ہین اول کتاب مین باب نماز ایمان سے ہی۔ پھر لکھا حدیثین اس باب کی اور قصد کیا رد ابو حنیفہ کا جو اسکے قایل ہین کہ اعمال داخل ایمان نہین ہین حالانکہ یہ مسئلہ بہت غامض ہے کہ اکثر فقہا نہین سمجھے اور تذکرۃ الراشدین مین ہے فقد رد البخاری امام المحدثین فی مواضع من صحیحہ علی ابی حنیفہ سید ائمۃ الدین صفحہ ۶ پھر لکھتے ہین الا تری ان البخاری یرد علی ابی حنیفہ فی کثیر من المسائل صفحہ ۶۳ جس سے معلوم ہوا کہ بخاری کے عادت ہو گئی تھی رد کرتے ہین ابو حنیفہ پر بہت سے مسایل مین تو اب معلوم ہوا کہ بخاری صاحب نے جو اس باب مین یہ جملہ لکھا یزید وینقص تو مقصود اون کا رد کرنا ہے ابو حنیفہ پر جو اس کے قایل ہین کہ اہل آسمان و زمین سے کسی کا بھی ایمان نہ زیادہ ہوتا ہے نہ کم پھر فرمای جس کتاب کی بنیاد اور اصلی غرض یہ ہو کہ وہ اپنے حریف پر رد کرے اوسمین کہان تک روحانیت و حقانیت ہو گی کیونکہ محدث کا فرض منصبی ہے کہ جو حدیث صحیح اوس کو ملے اوس کو جمع کرے مگر جب اوس کا کوی خاص مذہب ہو گا تو کب اوس سے اس کی امید ہو سکتی ہے کہ وہ صرف جامع احادیث ہو گا۔

اب اہل سنت باخود ہا تصفیہ کر لین کہ ان کا کون سا امام حق پر ہے اور کون باطل پر مگر اہل فہم تو یہی سمجھین گے کہ مقصود بخاری رد ابو حنیفہ ہے جبھی تو نہ پہلے اوس حدیث

کو لکھا جس کا ذکر شروع باب میں ہے نہ ایمان کے قول و فعل ہونے پر کوئی حدیث لائے مگر ایمان کی زیادتی و نقصان پر آٹھ آیتیں لکھدیں جسکے نسبت علامہ عینی لکھتے ہین ولکن ذکر ہذہ الایات ماکان یناسب فی باب زیادۃ الایمان ونقصانہ صا۱۳ یعنی اون آیتون کا ذکر باب زیادہ و نقصان ایمان مین مناسب نہ تہا مگر افسوس کہ وجہ عدم مناسبت کو نہ لکھا کہ کیون مناسب نہ تھا۔

بہرحال جس قدر امام بخاری نے یہان رد امام اعظم کی کوشش کی ہے اوسی قدر امام ابو حنیفہ نے بھی ان کے یا آیات و احادیث کی مخالفت مین کوشش کی ہے چنانچہ لکھتے ہین والمومنون مستوون فی الایمان والتوحید یعنے تمام مومنین ایمان و توحید مین مساوی ہین جسکے صریحی مطلب تو یہی ہین کہ معمولی درجہ کے مومن کا ایمان اور صحابہ بلکہ انبیا کا ایمان مساوی ہے چنانچہ خود امام صاحب فرماتے ہین کہ میرا ایمان اور ابو بکر کا ایمان برابر ہے جسکی نسبت مولوی شبلی سیرۃ النعمان مین لکھتے ہین۔

امام صاحب پر یہ الزام لگایا ہو کہ وہ قایل تھے کہ ،، میرا ایمان اور ابو بکر صدیق کا ایمان برابر ہے ،، اگرچہ امام صاحب کی طرف اس قول کی اسناد ثابت نہین لیکن اگر ثابت ہو تو کیا نقصان ہے جس اعتبار سے وہ مساوات کے مدعی ہین اوس سے کس کو انکار ہو سکتا ہے صنہ ۱۳

جس سے خود شبلی صاحب کا اقرار بھی اسکے ساتھ نمایان طور پر ظاہر ہے کہ اگر ایسا دعوی کیا جاے کہ ابو حنیفہ کا ایمان اور ابو بکر صاحب کا ایمان یکسان ہے تو کوئی مضایقہ نہین۔

رہا یہ اعتراض کہ اسناد اسکی ثابت نہین پس اوسکا جواب اسی قدر کافی ہے کہ علامہ خطیب اپنی تاریخ مین بہ سند اپنے روایت کرتے ہین اور اس تاریخ کا یہ درجہ تھا کہ حسب روایت شاہ عبد العزیز صاحب بستان المحدثین مین اس تاریخ کے سننے کو سوال

مساوات ایمان ابو حنیفہ و ابو بکر صاحب

تشریف لایا کرتے تھے۔
ہان وہی علامہ خطیب اسکے بھی ناقل ہین کہ امام ابوحنیفہ کہتے تھے کہ ایمان ابی بکر الصدیق و ایمان ابلیس واحد یعنی حضرت ابوبکر کا ایمان اور شیطان کا ایمان برابر ہے۔ اور ظاہر ہے کہ جو اصول امام ابوحنیفہ نے مقرر کئے ہین اوسکے مطابق کسی طرح اوسپر اعتراض نہین ہوسکتا۔
اسکو جانے دیجئے خود علامہ عبد العلی بحر العلوم شرح مسلم الثبوت مین لکھتے ہین و یجوز نسخ وجوب الایمان وحرمۃ الکفر عند الاشاعرۃ فالایمان والکفر سیئان عندھم یعنی جائز ہے نسخ وجوب ایمان وحرمت کفر اشاعرہ کے نزدیک کیونکہ ایمان وکفر ان کے نزدیک مساوی ہے پس اس قاعدہ سے بھی مساوات ایمان ابوبکر وابلیس مین کوئی عذر نہین ہوسکتا ملا علی قاری شرح فقہ اکبر مین لکھتے ہین فالتحقیق ان الایمان کما قال الامام الرازی لایقبل الزیادۃ والنقصان من حیثیۃ اصل التصدیق لا من جھۃ الیقین فان مراتب اھلھا مختلفۃ وکمال الدین کما اشار الیہ سبحانہ بقولہ تعالی و اذ قال ابراھیم رب ارنی کیف تحی الموتی قال اولم تؤمن قال بلی ولکن لیطمئن قلبی فان مرتبۃ عین الیقین فوق علم الیقین ولذا ورد لیس الخبر کالمعاینۃ وان قال بعضھم لو کشف الغطاء ما ازددت یقینا یعنی اصل الیقین لمطابقۃ علم الیقین فی ذلک الخبر وھو لا ینافی زیادۃ الیقین عند الرؤیۃ کما ھو مشاھد لمن لہ علم بالکعبۃ فی الغیبۃ ثم حصل لہ المشاھدۃ فی علم الحضرۃ ص ۱۰۳ یعنی تحقیق یہ ہے کہ ایمان جیسا کہ کہا امام رازی نے نہین قبول کرتا زیادہ ونقصان کو بہ حیثیت اصل تصدیق کے نہ جہۃ یقین سے کیونکہ مراتب یقین مختلف ہین کمال دین مین جیسا کہ اشارہ کیا طرف

اوس کے خدا نے اپنے اقوال ہین کہ جسوقت کہا حضرت ابراہیم نے خداوندا دکھا تو مجھے کیونکر
زندہ کرتا ہی مردونکو تو خدا نے کہا کیا تو ایمان نہین لایا کہا ہان لیکن تا کہ مطمئن ہو میرا قلب
پس تحقیق کہ مرتبہ عین الیقین فوق مرتبہ علم الیقین ہی۔
اسی وجہ سے حدیث مین ہی کہ نہین ہی خبر مانند معائنہ کے اگرچہ کہا ہی بعض اون کے نے
کہ اگر کھول دیا جائے پردہ تو نہ زیادہ ہوگا میرا یقین یعنی اصل یقین بسبب مطابقت
علم الیقین کے اس خبر مین اور یہ اسکے منافی نہین ہی کہ یقین زیادہ ہو بسبب رویت
کے جیسا کہ وہ مشاہد ہی اوس شخص کے حق مین جس کو علم کعبہ حاصل ہی غیبت مین پھر اوسکو
مشاہد ہو عالم حضرت مین"

افسوس کہ ملا علی قاری اپنے امام رازی کے قول پر تو ایمان لائے مگر جناب امیر المومنین ع
کے ارشاد فیض بنیاد لو کشف الغطاء ما ازددت یقینا پر ایمان نہ لاسکے جسے بقول
وان قال بعضہم تعبیر کیا حالانکہ اگر وہ غور کرتے تو یہ قول جناب امیر المومنین ع نہ مخالف حدیث
لیس الخبر کالمعاینۃ ہی کیونکہ یہان خبر نہین ہی نہ مخالف قول خلیل اللہ کیونکہ حضرت ابراہیم کیفیت احیاء
موتی کا دیکھنا چاہتے تھے چنانچہ علامہ شیخ محی الدین عربی باب ۲۲ فتوحات مکیہ مین لکھتے ہین
وفیہ علم تنزیہ الانبیاء مما نسب الیہم المفسرون من الطامات مما لم یجی فی کتاب
اللہ وہم یزعمون انہم قد فسروا کلام اللہ فیما اخبر بہ عنہم نسال اللہ العصمۃ فی
القول والعمل فلقد جاؤا فی ذلک باکبر الکبائر کمسئلۃ ابراہیم خلیل اللہ وما
نسبوا الیہ من الشک وما نظروا فی قول رسول اللہ ص نحن اولی بالشک من ابراہیم
ما شک فی احیاء الموتی ولکن علم ان لاحیاء الموتی وجوہا مختلفۃ لم یدر بای وجہ
یکون احیاء الموتی وہو مجبول علی طلب العلم فعین اللہ لہ وجہا من تلک الوجوہ
حتی سکن اللہ قلبہ فعلم کیف یحیی الموتی۔ اس باب مین ہی جاننا تنزیہ انبیا کا اون چیزون
سے کہ نسبت دیا ہی طرف اون کے مفسرین نے طامات سے حالانکہ وہ باتین کتاب
خدا مین نہین ہین۔ اور مفسر لوگ گمان کرتے ہین کہ اونھون نے کتاب خدا کی تفسیر کی ہی
بیچ اوسکے کہ خبر دیا ہی اون لوگون سے۔ ہم خدا سے سوال کرتے ہین عصمت کو قول و عمل مین

بہ تحقیق وہ مفترین مرتکب ہوئے ہین اکبر کبائر کے مثل مسئلہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے کہ اون کی طرف شک کی نسبت دی اور نہ نظر کیا اوںھون نے قول رسول اللہ مین کہ حضرت نے فرمایا ہمکو زیادہ مستحق شک ہین بہ نسبت حضرت ابراہیم کے - کیونکہ حضرت ابراہیم کو احیاء موتی مین نہین شک ہوا تھا بلکہ وہ جانتے تھے کہ مردون کے زندہ کرنے کے وجوہ مختلف ہین لہذا اوںھون نے اس کو جاننا چاہا کہ کس وجہ سے زندہ کیا جاتا ہی پس خدا نے معین کیا اون کے لئے ایک وجہ کو بہت سے وجوہ سے ،، جس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیم طالب تعیین وجہ احیاء اموات تھے اور اوسیکے نسبت فرماتے ہین لیطمئن قلبی بخلاف یہان کے جو حضرت فرماتے ہین لوکشف الغطا ماازددت یقینا کہ خداوند عالم کے وجود یا قدرت و حکمت مین پردہ سے کسی طرح کا فرق نہین پڑتا -

ہان چونکہ ملا علی قاری اون لوگون سے ہین جو اسکے قائل ہین کہ خداوند عالم کی رویت دنیا مین بھی ممکن ہے اور قیامت مین تو ضروری ہی اس وجہ سے اسکی تمثیل لائے کہ ہمارا علم بوجود کعبہ غیبت مین اور مشاہدہ مین فرق رکہتا ہی - حالانکہ یہ بالکل غلط ہی کیونکہ غیر محسوس کا قیاس محسوس پر بالکل باطل ہی - اور لیس الخبر کالمعاینہ کو وجود باری سے تعلق ہی نہین کیونکہ یہان تو صرف معاینہ ہی مگر اس کا علم اونہین لوگون کو ہوسکتا ہی جنکا دل نور ایمان سے منور ہی اور علم کو انا مدینۃ العلم و علی بابہا سے لیتے ہین نہ اون لوگون کو جو پیرو مارقین و قاسطین و ناکثین و سارقین ہین اور قیامت مین خدا کو ماہ شب چاردہ کیطرح دیکہنے کا اعتقاد رکہتے ہین -

بہر حال اگر ملا علی قاری کو ناصبیت نے مادہ اعتدال سے نہ ہٹا دیا ہوتا تو اس قول لوکشف الغطا ماازددت یقینا پر فخر کرتے اور سمجھتے کہ قول وصی حبیب اللہ اور خلیل اللہ مین کیا فرق ہی نہ یہ کہ اس قول سے یاد کرتے وان قال بعضہم -

اب ہم بقیہ کلام بخاری کی طرف متوجہ ہوتے ہین کیونکہ وہ بمقابلہ ادعائے امام ابو حنیفہ کہ ایمان نہ زیادہ ہوتا ہی نہ کم آٹھ آیتین کلام اللہ کی لائے ہین مگر افسوس کہ بہت سے ائمہ اہل سنت اوس پر بھی ایمان نہ لائے کیونکہ امام مالک بھی لفحوائے افتومن ببعض الکتاب اس کے قائل ہین کہ ایمان زیادہ ہوتا ہی مگر کم نہین ہوتا جیسا کہ عینی مین ہی وقال اخرون انہ لا ینقص

کمی زیادتی ایمان

لانہ لو ینقص لا یبقی ایمانا پھر لکھتے ہین قال الداؤدی سئل مالک عن نقص الایمان وقال قد ذکر اللہ تعالی زیادتہ فی القران و توقف عن نقصہ وقال لو نقص لذہب کلہ ص ۱۲۶ جس سے بصراحت ظاہر ہے کہ امام مالک نقصان ایمان کے نہین قائل ہین حالانکہ علامہ عینی بہت سے صحابہ و تابعین سے اس کے ناقل ہین کہ ایمان زیادہ اور کم ہوتا ہے وقال سہل بن متوکل ادرکت الف استاذ کلہم یقول الایمان قول و عمل و یزید و ینقص وقال یعقوب بن سفیان ان اہل السنۃ والجماعۃ علی ذلک بمکۃ والمدینۃ والبصرۃ والکوفۃ والشام عینی ص ۱۲۷ کہا سہل بن متوکل نے کہ ہم نے ہزار استادون کو یہی کہتے سنا ہے کہ ایمان قول و عمل ہے زیادہ ہوتا ہے اور کم اور یعقوب بن سفیان نے کہا کہ اہلسنت والجماعت اسیکے قائل ہین مکہ۔ مدینہ۔ بصرہ۔ کوفہ۔ شام مین کہ ایمان کم و زیادہ ہوتا ہے۔ تو اب امام ابوحنیفہ و امام مالک دونون فرقہ اہل سنت سے خارج ہوئے جن مین سے ایک تو نہ کم ہونے کا قائل ہے نہ زیادہ ہونے کا اور دوسرے کم ہونیکا منکر ہے پھر نہ معلوم یہ دونون امام کس فرقہ مین داخل ہون گے۔

تیسرا جملہ ان سب کے بعد بخاری صاحب الحب فی اللہ والبغض فی اللہ من الایمان لکھتے ہین جس مین بقول عینی دو احتمال ہے ایک تو یہ کہ عطف ہو بنی الاسلام پر جس سے یہ مطلب نکلین گے کہ اس باب مین اسکا بھی بیان ہے مگر اس پر نہ کوئی حدیث لائے نہ آیہ دوسرا احتمال یہ ہے کہ ایمان کے کمی و زیادتی کی یہ بھی ایک دلیل ہے ابن حجر اسی احتمال کے قائل ہین مگر ہر حال مین نہ یہ حدیث ہے نہ آیہ ہے نہ کسی کا مقولہ ہے بلکہ خود بخاری صاحب کا یہ جملہ ہے کیونکہ سنن ابوداؤد مین یہ حدیث اس طرح وارد ہے قال رسول اللہ صلعم افضل الاعمال الحب فی اللہ والبغض فی اللہ اور مصنف ابن ابی شیبہ مین اسطرح ہے قال رسول اللہ صلعم اوثق عری الایمان الحب فی اللہ والبغض فی اللہ اور دوسری روایت ان کی یہ ہے اوثق عری الاسلام الحب فی اللہ والبغض فی اللہ اور جامع ترمذی مین ان الفاظ سے ہے ان النبی صلعم قال من اعطی للہ و منع للہ و احب للہ و ابغض للہ فقد استکمل الایمان جس سے بصراحت معلوم ہوا کہ یہ فقرہ بخاری صاحب کا ہے نہ کہ جملہ حدیث ہو۔

بخاری کا جملہ ہے نہ حدیث

افسوس کہ جو شخص امام المحدثین کہا جاوے وہ خاص حدیث کی کتاب مین حدیث کو بلفظہ نہ لائے اور اپنے دل سے گڑھ کر ایک جملہ لاوے جس سے لوگون کو حدیث کا شبہہ ہو۔ کیون صاحب جب وہ حافظ حدیث تھے۔ حدیثین حفظ تھین تو نفس حدیث کو کیون نہ لائے جو اپنی طرف سے فقرہ بنانے کے محتاج ہوئے۔

حافظ ابن حجر کی یہ جرأت ہو لفظ حدیث اخرجہ ابوداود نہایت ہی قابل حیرت ہی کیونکہ حدیث تو وہی لکھتے ہین جیسے مین ابھی سنن ابوداود سے لکھ چکا اور پھر اس فقرہ بخاری کی نسبت کہتے ہین کہ یہ لفظ حدیث ہی جسے اخراج کیا ابوداود نے حالانکہ دونون کے الفاظ مین تفاوت صریح ہی۔ پھر اس پر دوسرا اعتراض یہ ہوتا ہی کہ اگر حدیث ہی تو معلق ہی کیونکہ اسناد وغیرہ کچھ نہین پھر ایسی حدیث صحیح کیونکر ہوگی اور جس کتاب کی ایک ایک حدیث یا ایک ایک فقرہ کا یہ حال ہو وہ اصح الکتب بعد کتاب الباری کا لقب کیونکر حاصل کر سکتی ہی فاعتبروا یا اولی الابصار

چوتھا جملہ اس کے بعد لکھتے ہین وکتب عمر بن عبد العزیز الخ پہلے یہ سمجھنا چاہیے کہ عمر بن عبد العزیز ایک خلیفہ ہین خلفائے بنی مروان سے جنھون نے دو برس ۵ مہینہ خلیفہ رہ کر خود بنی امیہ کے زہر سے سنہ ۱۰۲ھ مین وفات پائی۔ پھر اون کے قول کو مجموعۂ احادیث رسول اللہ صلعم مین لانا دلیل عقلمندی نہین تو کیا ہے۔

علامہ عینی لکھتے ہین ھذا من تعالیق البخاری یعنی یہ تعلیقات بخاری سے ہی جسکی سند وغیرہ کچھ نہین۔ اور یہ امر تمامی اہل سنت کے یہان مسلم ہے کہ معلق یا منقطع السند کو صحیح نہین کہتے اور معلقات کی ضرورت شواہد مین ہوتی ہی کہ اگر کوئی روایت صحیح نہ ہو تو اوس کے تائید مین اسکو لاتے ہین اور جب یہ خود ضعیف ہوئی تو اس کی تمیز کیونکر ہوگی۔ مگر چونکہ امام ابو حنیفہ کا غبار ان کے دل مین بھرا ہوا تھا اون کے قول لا یزید ولا ینقص کو رد کرنا تھا لہذا نہ صحیح کا خیال رہا نہ مرفوع متصل کا ہر رطب یا یابس کو بھر دیا تعجب ہی کہ آٹھ آیتین اون کے مطلب کو نہ کافی ہوئین جو اس کی ضرورت پڑی کہ عمر بن عبد العزیز کے قول سے سند لائین جو نہ خود صحابی ہین نہ ائمہ مجتہدین سے اور اسپر لطف یہ ہی کہ ایک روایت بھی عمر بن عبد العزیز کی صحیحین مین نہین ہے جیسا کہ عینی لکھتے ہین ولیس لہ فی الصحیحین شیٔ

ولا فی الترمذی کہ نہ صحیح بخاری مین انکی روایت ہو نہ صحیح مسلم مین نہ ترمذی مین مگر رد ابو حنیفہ کے لئے اون کا قول یہان لکھدیا اور وہ کئی آیتون کے بعد جس سے معلوم ہوتا ہو کہ اس قول کا وزن اون کے نزدیک آیتون سے زیادہ تہا۔

عینی لکھتے ہین ولما فهم البخاری من قول عمر فمن استکملها الی آخرہ لا ای انہ قائل بہ انہ یقبل الزیادة والنقصان ذکرہ فی هذا الباب عقیب الآیات المذکورة یعنی چونکہ بخاری نے قول عمر فمن استکملها سے یہ سمجھا تھا کہ وہ اسکے قائل ہین کہ ایمان کم و زیادہ ہوتا ہو لہذا بعد آیات مذکورہ اوسکے قول کو لائے۔ مگر افسوس کہ علامہ کرمانی نے بخاری کی اس غلط فہمی کی خوب ہی دھجی اوڑائی لکھتے ہین لقائل ان یقول لا یدل ذلک علیہ بل علی خلافہ اذ قال للایمان کذا وکذا فجعل الایمان غیر الفرائض واخواتها وقال استکملها ای الفرائض ونحوها لا الایمان فجعل الکمال لما للایمان لا للایمان یعنی معترض یہ کہہ سکتا ہو کہ اس جملہ سے خلاف فہم بخاری ثابت ہوتا ہو کیونکہ عمر بن عبد العزیز نے کہا ہو واسطے ایمان کے فرائض و سنن ہین جس سے معلوم ہوا کہ وہ ایمان کو مغائر فرائض و سنن جانتے ہین۔ اور استکمال کی نسبت کی ہو تو فرائض کی طرف نہ ایمان کی طرف۔ پھر تمہارا یہ دعوی کیونکر ثابت ہوا کہ ایمان مین کمی و زیادتی ہوتی ہے

اس اعتراض نے عینی کو تو یون کہلا دیا کوئی جواب نہ بن پڑا بجز اسکے کہ کہین لو وقف الکرمانی علی روایة ابن ابی شیبہ لما قال ذلک لان فی روایة جعل الفرائض واخواتها عین الایمان کہ اگر کرمانی کو روایت ابن ابی شیبہ ملتی تو یہ اعتراض نہ کرتے کیونکہ اوس روایت مین فرائض وغیرہ کو عین ایمان کہا ہے۔ مگر افسوس کہ عینی کو یہ سوجہا کہ اعتراض کی بنیاد تو اوسی روایت یا قول پر ہوتی ہو جس کو وہ شخص بیان کرتا ہو نہ یہ کہ تمامی روایات و اقوال پر پس کرمانی کا اعتراض بخاری کی روایت پر تو درست ہو دوسرے علامہ ابن حجر لکھتے ہین کہ معظم روایات مین تو یون ہی ہے۔ ان للایمان اور یہی روایت بطریق موصول وارد ہو بخلاف روایت ابن عساکر ان للایمان کے کہ وہ روایت غیر متصل ہو کیونکہ اس مین ایمان و فرایض متحد ہو جاتے ہین اگرچہ بقاعدہ محدثین اہلسنت

یہ درست ہی مگر تمامی عقلا کے نزدیک اسکی حماقت ظاہر ہے جو اس کا مدعی ہو کہ ایمان و فرائض شئی واحد ہین۔

ہان ابن حجر کا یہ جواب کرمانی کے مقابلہ مین درست ہی کہ آخر مین استکمال ایمان کو بھی تو عمر بن عبد العزیز نے لکھا ہی جس سے اوسکی قابلیت زیادتی و نقصان ظاہر ہی مگر ہو سکتا ہی کہ کہا جائے یہان استکمال کا اطلاق مجازاً ہی۔

پانچوان جملہ اس کے بعد بخاری صاحب لکھتے ہین وقال ابراھیم ولکن لیطمئن قلبی اس جملہ سے ہر شخص کو بخاری صاحب کا سلیقہ معلوم ہو گیا کہ پہلے تو آٹھ آیت لائے بعدہ ایک جملہ اپنی طرف سے۔ پھر قول عمر بن عبد العزیز۔ اوسکے بعد پھر آیت۔ قربان جائیے اس سلیقہ کے۔

علامہ عینی لکھتے ہین قیل کان المناسب للسیاق ان یذکر ھذہ الایہ عند سایر الایات یعنی مناسب یہ تہا کہ اس آیہ کو بھی اونہین آیتون کے ساتھہ ذکر کرتے جنہین پہلے لکھہ چکے ہین۔

یہ ایک کہلا ہوا اعتراض ہی جو ہر با فہم و ادراک کی سمجھ مین آسکتا ہی۔ مگر چونکہ ان لوگون نے قسم کہالی ہی کہ حمایت بخاری سے کبھی باز نہ آئین گے لہذا اس معقول اعتراض کا یہ جواب دیا ہی واجیب بان تلک الایات دلت علی الزیادۃ صریحا وھذہ تلزم الزیادۃ فیھا ففصل بینھما اشعارا بالتفاوت اور ابن حجر نے یہ مضمون تراشا ہی لان الدلیل یوخذ من تلک بالنص و من ھذہ بالاشارۃ کہ چونکہ پہلی آیتون مین لفظ زیادتی بصراحت تہی اور اسمین وہ تصریح نہ تھی لہذا دونون کو جدا کر دیا تاکہ تفاوت دونون کا معلوم ہو۔ یہ ایسا جواب ہے کہ بے اختیار آدمی ہنس پڑے کیونکہ یہ تو کوئی ایسا راز نہ تہا جسکے لیے ایسی ضرورت ہوئی کہ آیتون کے بعد الحب فی اللہ والبغض فی اللہ لایا جائے اور پھر خط عمر بن عبد العزیز اوسکے بعد آیہ لیطمئن قلبی تاکہ لوگون کو تفاوت استدلال کا حال معلوم ہو حالانکہ وہ اگر سب آیتون کے پہلے اسیکو لکھتے تو نہایت انسب تہا کیونکہ یہی قاعدہ ہے پہلے مجمل لاتے ہین پھر مفصل۔ بنا بر روایات اہل سنت لیطمئن قلبی کے معنی لیزداد یقینی

بلکہ ہم کہتے ہین کہ اس آیہ کو اگر وہ سب آیتون پر مقدم کرتے تو زیادہ اونکا مطلب ثابت ہوتا
کیونکہ اس آیہ مین پہلے خطاب ہی اولم تؤمن کیا تو ایمان نہین لایا جسپر حضرت خلیل اللہ نے
اقرار کیا کہ بلیٰ ولکن لیطمئن قلبی جو اس بارہ مین صریح ہی کہ اطمینان کا درجہ ایمان سے بڑھا ہوا ہی
کیونکہ وہ عین الیقین ہے بخلاف اون آیتون کے جنہین بخاری صاحب نے لکھا کہ وہ سب
علم الیقین ہی کے درجہ مین ہے۔

چھٹا جملہ بہرحال جب فہم اور سلیقہ امام بخاری کا حال معلوم ہو چکا تو اس کو ملاحظہ فرمائی کہ اسکے
بعد لکھتے ہین قال معاذ رض اجلس بنا نؤمن ساعۃ جو قول معاذ بن جبل صحابی ہی نہ حدیث
رسول اللہ اور پھر معلق ہے یعنی بلا سند جیسا ابن حجر لکھتے ہین و التعلیق المذکور وصلہ احمد
کہ اس تعلیق کو وصل کیا ہی احمد نے مگر اس سے بخاری صاحب کو کیا نفع ہوا ہی کیونکہ وہ تو کتاب
صحیح لکھ رہے ہین اور لاتے ہین اوس مین معلق جو مقطوع السند ہی پھر حدیث صحیح کہان رہی۔
یہ اعتراض تعلیق یا قطع سند کا ان سب اثر وغیرہ کہا گیا ہی جو بیان ابن مسعود اور ابن عمر
سے مروی ہی کہ سب قول صحابی ہی اور بلا سند۔

ان دونون قولون کے بعد قول مجاہد ہی جس کے نسبت حافظ ابن حجر لکھتے ہین قال شیخ
الاسلام البلقینی وقع فی اصل الصحیح فی جمیع الروایات فی اثر مجاھد ھذا تصحیف
قل من تعرض لبیانہ و ذلک ان لفظہ وقال مجاھد شرع لکم اوصیناک یا محمد و ایاہ
دینا واحدا والصواب اوصاک یا محمد و انبیاءہ کذا اخرجہ عبد بن حمید و الفریابی
والطبری و ابن المنذر فی تفاسیرھم و بہ یستقیم الکلام وکیف یفرد مجاھد الضمیر
لنوح وحدہ مع ان فی السیاق ذکر جماعۃ انتہی ص۲۷

یعنی کہا شیخ الاسلام بلقینی نے کہ اصل صحیح کے کل ان روایتون مین جو مجاہد سے منقول ہیں تصحیف
ہو گئی ہی جس سے کمتر لوگون نے تعرض کیا ہی کیونکہ اس عبارت قال مجاہد شرع لکم اوصیناک یا محمد و ایاہ
دینا واحدا مین صواب اس طرح ہی اوصاک یا محمد و انبیاءہ جیسا کہ اس کا اخراج کیا ہی عبد بن حمید
اور فریابی اور طبری اور ابن منذر نے اپنی تفسیرون مین۔ اور اسی صورت مین مستقیم ہوتا ہی
کلام اور کیونکر ضمیر مفرد لا سکتا ہی مجاہد نوح کے لئے تنہا حالانکہ سیاق آیہ مین ذکر ہے ایک

جماعت کا انبیا سے۔

الحمد للہ کہ خود شیخ الاسلام بلقینی کے بیان سے ثابت ہوا کہ صحیح بخاری کے تمامی نسخوں میں یہ تصحیف ہوئی ہے پھر ایسی کتاب کے بنسبت صحت کا دعوی کیسا لغو ہے۔

جو شخص کچھ بھی غور و فکر کا مادہ رکھتا ہے وہ سمجھ سکتا ہے کہ امام بخاری صاحب نے کس عالم میں اس مجموعہ کو مرتب کیا ہے جس کا ایک جملہ ایک فقرہ بھی صحت کا جامہ نہیں پہن سکتا اگرچہ مذہب اہل سنت میں نبیذ عام طور پر حلال ہے مگر ہم نہیں کہہ سکتے کہ کیا بات ہے جو بخاری صاحب اس طرح کا مجموعہ ترتیب دے رہے ہیں کیونکہ جو قول مجاہد لکھ رہے ہیں وہ درحقیقت قول مجاہد نہیں ہے بلکہ آیہ کلام اللہ ہے جسکے وہ مفسر ہیں اور تفسیر بیان کر رہے ہیں چنانچہ اصل آیہ یوں ہے سورہ شوری میں شرع لکم من الدین ما وصی بہ نوحا والذی اوحینا الیک وما وصینا بہ ابراھیم وموسی وعیسی ان اقیموا الدین ولا تتفرقوا فیہ کبر علی المشرکین ما تدعوھم الیہ اللہ یجتبی الیہ من یشاء ویھدی الیہ من ینیب اسی آیہ کی تفسیر میں مجاہد نے کہا اوصیناک یا محمد وایاہ دینا واحدا جسے بخاری نے یہاں نقل کیا اور غرض اونکی اس سے یہ ہے کہ ثابت ہو کہ ایمان میں اعمال بھی داخل ہے جسکے خلاف امام ابو حنیفہ نے یہ دعوی کیا ہے کہ اعمال جزو ایمان نہیں ہے مگر افسوس کہ نہ مجاہد کو معلوم ہوا نہ بخاری صاحب کو کہ یہ تفسیر کس قسم کی ہے اور اس حذف و محذوف کی کیا ضرورت ہے۔

اعتراض بلقینی کا جواب عینی نے یہ دیا ہے کہ تصحیف نہیں ہے کیونکہ آیہ میں حضرت نوح کا ذکر بھی علحدہ ہوا ہے اور ابن حجر بھی یہی جواب دیتے ہیں اور آخر میں لکھتے ہیں غایۃ ما ذکر من التفاسیر بخلاف لفظہ ان یکون مذکورا عند المصنف بالمعنی مگر اس کا کیا جواب ہے کہ اصل آیہ کو چھوڑ کر اوس کی تفسیر کو لکھا حالانکہ اصل آیہ بھی اون کے مقصد پر اوسی طرح دلالت کرتا ہے جس طرح کہ یہ تفسیر۔ اور وہ ان اعتراضوں سے بھی بالکل مبرا ہے۔ بہرحال یہ قول مجاہد بھی تعلیق ہے جس کی کوئی سند نہیں۔

ساتواں جملہ اس کے بعد قول ابن عباس لکھا ہے وقال ابن عباس شرعۃ ومنہاجا سبیلا وسنۃ یہ قول بھی بلا سند ہے اور تفسیر ہے قولہ تعالی لکل جعلنا منکم شرعۃ و

منہاجا کے ہی پس نفس آیہ کو چھوڑ کر اوس کی تفسیر کو لکھنا کمال عقلمندی ہی یہ اعتراض بھی کیا گیا ہی کہ قول مجاہد سے تو اتحاد شریعت انبیا ثابت ہوتی ہی اور اس قول سے اختلاف کیونکہ یہان یہ مذکور ہی کہ ہر نبی کے لیے شریعت و منہاج علحدہ ہی جو صریحی تعارض ہے۔

اس کا جواب یہ دیا ہی کہ اتحاد اصول دین مین ہی اور اختلاف فروع دین مین لہذا تعارض نہین ہی۔

اٹھوان جملہ اسکے بعد یہ جملہ لکہا دعاؤکم ایمانکم یہ قول بھی حضرت ابن عباس کا ہی تفسیر مین آیہ قل ما یعبؤ بکم ربی لولا دعاؤکم یعنی لولا ایمانکم جس کی غرض صرف اس قدر ہی کہ دعا ایمان مین اتحاد ہی یہان اکثر نسخ بخاری مین ایک دوسری عقلمندی بھی دکہائی گئی ہی کہ دعاؤکم ایمانکم کے قبل لفظ باب لکہ دیا ہی اور موجودہ نسخون مین تو واؤ عاطفہ بھی نہین ہی جس سے معلوم ہوتا ہی کہ بخاری صاحب نے دونون قول ابن عباس کو ایک کر دیا حالانکہ کس قدر فرق ہی جسکی وجہ ابن حجر صاحب یہ لکھتے ہین فقوله دعاؤكم ايمانكم من قول ابن عباس وعطفه على ما قبله كعادته في حذف اداة العطف حيث ينقل التفسير یعنی بخاری کی عادت ہی کہ جہان تفسیر کو نقل کرتے ہین وہان حرف عطف کو حذف کر دیتے ہین۔ مگر یہ کیسا معقول عذر ہی اور جب یہی اونکی عادت ہی تو پھر ستم کیا کہا ہین

ہان اب باب کی بات سنئے کہ یہان باب کا لانا کیسا بے جوڑ ہی علامہ عینی اوس نسخہ سے جسپر خط علامہ قطب الدین حلبی شارح بخاری تہا نقل کرتے ہین وفیہا باب دعاؤکم ایمانکم حافظ ابن حجر لکھتے ہین قال النووی ما نقع في كثير من النسخ هنا باب وهو غلط فاحش وصوابه بحذفه ولا يصح ادخال باب هنا اذ لا تعلق له هنا قلت ثبت باب في كثير من الروايات المتصلة منها رواية ابي ذر ويمكن توجيهه یعنی امام نووی فرماتے ہین کہ اکثر نسخون مین یہان باب ہی جو غلطی فاش ہی کیونکہ لفظ باب یہان کسی طرح صحیح نہین ابن حجر اوس کے جواب مین لکھتے ہین کہ اکثر روایات متصلہ مین یہان لفظ باب ہی کہ منجملہ اون روایتون کے روایت ابوذر ہی اور توجیہہ

اس کی بھی ممکن ہے۔

عینی لکھتے ہین کہ یہان باب کا لانا کسی طرح جائز نہین کیونکہ پہلے شروع باب مین ابتدا کیا تہا قول رسول اللہ بنی الاسلام سے جسے ابھی تک ذکر نہین کیا پھر بغیر اوسکے ذکر کے لفظ باب لانا کیسا۔ دوسرے یہ کہ اگر لفظ باب مان لیا جائے تو پھر اوس کے مطابق حدیث لانا چاہیے حالانکہ اوسکے مطابق کوئی حدیث نہین لائے۔

ان عبارتون سے آپ اچھی طرح سمجھ سکتے ہین کہ یہ کتاب بخاری کس شان کی ہی کیونکہ اگر خود امام بخاری نے یہان لفظ باب لکھا تو بجائے خود اون کے عقلمندی ہی۔ اور اگر اون کے بعد والے محدثین نے لکھا یا نکال ڈالا تو پھر عقلمندی دیانت داری سبھی کچھ ثابت ہوی کہ جسنے جو چاہا گھٹا دیا یا بڑھا دیا اسپر اصح الکتب کا لقب کس درجہ زیبا ہی۔

علامہ عینی لکھتے ہین واعلم ان من قولہ وقال ابن مسعود الی ھنا غیر ظاھر الدلالہ علی الدعوی وھو موضع بحث ونظر یعنی جہان سے قال ابن مسعود کو امام بخاری نے لکھا ہی یہان تک اون کے دعوی پر ظاھر الدلالۃ نہین ہی اور اسمین بہت کچھ بحث و نظر کو دخل ہی۔ پس جس بخاری کی یہ حالت ہو اوسکو اصح الکتب بنانا کیسا پیارا معلوم ہوتا ہی۔ ان سب کے بعد بخاری صاحب اوس حدیث کو لکھتے ہین جسکے لئے یہ باب بنایا تہا اور ابھی تک بیرون در امام اعظم سے لڑ رہے تھے وہ حدیث یہ ہے

حدثنا عبید اللہ بن موسیٰ اخبرنا حنظلہ بن ابی سفیان عن عکرمہ بن خالد عن ابن عمر رض قال قال رسول اللہ صلعم بنی الاسلام علی خمس شھادۃ ان لا الہ الا اللہ وان محمدا رسول اللہ واقام الصلوۃ وایتاء الزکوۃ والحج وصوم رمضان۔ ترجمہ پہلے لکھا جا چکا ہے۔

تعداد حدیث اس حدیث کو بخاری صاحب نے دو مقام پر لکھا ہی ایک یہان دوسرے تفسیر مین اور امام مسلم نے صرف کتاب الایمان مین۔ بخاری کے طریق سے یہ حدیث رباعی ہی اور مسلم کے یہان خماسی۔

رواۃ حدیث اس حدیث کی روایت مین چار نام لئے گئے ہین پہلے عبید اللہ بن موسےٰ بن

بازام عیسی بن المتوفی سنہ ۲۱۳ یا ۲۱۴ قال ابن قتیبہ فی المعارف کان عبید اللہ یتشیع و یروی احادیث منکرة فضعف بذلك عند كثير من الناس وقال النووی وقع فی الصحیحین وغیرهما من کتب ائمة الحدیث الاحتجاج بكثير من المبتدعة غیر الدعاة الیہ عنهم ولم تزل السلف والخلف علی قبول الروایة منهم الاستدلال بها والسماع منهم واسماعهم من غیر انکار صفحہ ۱۳۵

اصل کتاب صحیح بخاری کی یہ پہلی حدیث ہی جس کا پہلا راوی جو امام بخاری کا اوستاد ہی۔ وہ احادیث منکرہ کا راوی ہی جس سے اکثر آدمیون کے نزدیک وہ ضعیف قرار پایا پس جس کتاب کے پہلے راوی کا یہ حال ہو اوس کی حدیثون کا کیا کہنا ہی۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

شرح حدیث اگرچہ یہ حدیث واضح ہی اپنے مطلب مین مگر علماء اہل سنت کو چونکہ بات بات مین اختلاف زیادہ پسند ہی اس لئے اس حدیث پر بہت سے اعتراضات ہوئے پہلا اعتراض تو ترتیب پر ہی کیونکہ اس حدیث سے ترتیب نکلتی ہی جسکا جواب یہ دیا گیا ہی کہ واو عطف ترتیب کے لئے نہین ہی دوسرے یہ کہ اسلام تو نام ہی کلمہ کا کیونکہ جو شخص اقرار شہادتین کرتا ہی اوس کے اسلام کا حکم کیا جاتا ہی پھر ان امور کو کیون ذکر کیا جس کا جواب یہ دیا جاتا ہی کہ بغرض تعظیم ان اعمال کے تذکرہ ہوا تیسرے یہ کہ جب اسلام ان پانچ چیزون کا نام ہوا تو اتحاد لازم آیا حالانکہ مبنی و مبنی علیہ مین تغائر ضروری ہی چوتھے یہ کہ ایمان بہ ملایکہ و انبیا کو یہان کیون نہ ذکر کیا حالانکہ خود بخاری کی اوس روایت مین موجود ہی جو حضرت نے بجواب جبرئیل امین فرمایا تھا پانچوین یہ کہ پھر جہاد کو اس مین کیون نہ ذکر کیا اوس کا جواب یہ دیا گیا۔ بانہ لم یکن فرضا وقیل لانہ من فروض الکفایات وتلك فرائض الاعیان قال الداودی لما فتحت مکہ سقط فرض الجہاد علی من بعد من الکفار وهو فرض علی من یلیهم وکان اولا فرضا علی الاعیان وقیل هو مذهب ابن عمر والثوری وابن شبرمہ الا ان ینزل العدو فیامر الامام بالجہاد وجاء فی البخاری فی هذا الحدیث فی التفسیر ان رجلا قال لابن عمر ما حملك علی ان تحج عاما وتعتمر عاما وتترك الجہاد وفی بعضہا فی اولہ ان رجلا قال لابن عمر الا تغزو قال سمعت رسول اللہ صلعم قال بنی الاسلام علی خمس الحدیث

فهذا يدل على ان ابن عمر كان لا يرى فرضيته اما مطلقا كما نقل عنه او في ذالك الوقت عینی صـ۱۴۳ کہ جہاد فرض نہین ہی اور کہا گیا ہی کہ جہاد واجب کفائی ہی اور یہ سبب واجب عینی ہی کہا داؤدی نے فتح مکہ کے بعد سے فرض جہاد ساقط ہی۔ اور کہا گیا ہی کہ یہی مذہب ابن عمر و ثوری و ابن شبرمہ ہی اور ایک حدیث مین بخاری کے آیا ہی کہ کسیئے ابن عمر سے پوچھا کیا سبب ہی کہ ایک سال تو حج کرتے ہو دوسری سال عمرہ اور جہاد نہین کرتے تو کہا مین نے رسول اللہ سے یہ حدیث سنی ہی بنی الاسلام علی خمس پس یہ دلالت کرتی ہی اسپر کہ ابن عمر یا مطلقاً فرضیت جہاد کے قایل نہ تھے یا اس وقت اس کے قائل نہ تھے۔

کیون نہ ہو آخر فرزند کس کے ہین۔ جہاد سے فرار کرنیکے نسبت تو یہی بہتر ہے کہ شریک ہی نہ ہون جو ہر طرح سلامتی ہی لہذا ابن عمر صاحب نے یہی اجتہاد کرلیا کہ جہاد اصل مین واجب ہی نہین۔ حافظ ابن حجر ابن بطال کا یہ جواب لکھکر کہ یہ حدیث اوسوقت کی ہی جبکہ جہاد نہین واجب ہوا تھا فرماتے ہین فیہ نظر بل ہو خطاء اس جواب مین نظر ہے بلکہ سراسر خطاء ہی کیونکہ جہاد قبل جنگ بدر واجب ہوا تہا اور جنگ بدر ۲ مین ہی کہ روزہ اوس مین فرض ہوا اوس کے بعد زکوۃ اوس کے بعد جہاد کہ یہی صحیح ہے۔

پانچوان اعتراض یہ ہی کہ اس روایت مین بخاری نے حج کو روزہ پر مقدم کیا ہی اور اس ترتیب پر اونھون نے اپنے کتاب کی ترتیب رکھی حالانکہ صحیح مسلم کے دو طریقون مین صوم مقدم ہی حج پر اور دوسرے طرق مین بھی مقدم ہی جسپر اوس شخص نے جس سے ابن عمر نے یہ حدیث بیان کی تہی دوہرا تے مین حج کو مقدم کردیا فقال ابن عمر لا صیام رمضان والحج هكذا سمعت رسول الله ﷺ فتح الباری صـ۳۵۔

جس سے معلوم ہوا کہ ابن عمر نے اوسی وقت رد کیا اور روکا کہ حج کو پہلے نہ کہو بلکہ صوم پہلے ہی بعد اوسکے حج ہے جیساکہ مین نے رسول اللہ سے سنا ہی۔

اس اعتراض نے طرفداران بخاری کو عجب بے چینی مین ڈالا کہ کچھ بات بنائے بن نہین آتی حافظ ابن حجر نے بہت سے جواب تراشے ہین (۱) روایت بخاری بالمعنی ہی یعنی الفاظ حدیث کو بجنسہ نہین لکھا ہی بلکہ اوس کے مطلب کو اپنے لفظون مین ادا کیا۔ علامہ عینی لکھتے

ہین قد اختلف فی ھذہ المسئلہ و ھو جواز نقل الحدیث بالمعنی عن العالم بمواقع
الالفاظ و ترکیبھا و اما من لا یعرف ذلک فلا خلاف فی تحریمہ یعنی حدیث کے بالمعنی
نقل کرنے مین اختلاف ہی جاہل کے لئے تو مطلقا حرام ہی اور عالم کے لئے بعض قایل بہ جواز ہین
اور بعض قایل بہ حرمت۔
پس امام بخاری اگر بالفرض عالم بھی مانے جائین تو بعض کے نزدیک تو مرتکب حرام ہوئے اور
اگر ان سب سے قطع نظر کرین تو زوال دعوے حافظہ مین تو کوئی عذر ہی نہین ہو سکتا کہ اصل
حدیث نہ یاد رہی جو اپنے طرف سے اوس مطلب کو اپنے الفاظ مین ادا کیا جو ان کے کمال
بے احتیاطی کی دلیل ہے۔ چنانچہ ابن حجر یہ بھی لکھتے ہین کہ بخاری کے دوسری روایت
مین لفظ صیام زکوۃ پر مقدم ہے۔
دوسرا جواب یہ دیا ہی کہ ممکن ہی بخاری نے رد ابن عمر کو (جو تقدیم حج پر کیا تھا) نہ سنا ہو
یا سنا ہو پھر بھول گئے ہون بلکہ بعضون نے تو یہان تک ترقی کی کہ کہا ممکن ہے ابن عمر
ہی بھول گئے ہون جنہون نے ایک دفعہ وہ روایت کی اور ایکدفعہ یہہ جیسا ابن حجر لکھتے ہین کہ
تطرق النسیان الی الراوی عن الصحابی اولی من تطرقہ الی الصحابی یعنی راوی
کے نسیان کا قایل ہونا اولی ہی بہ نسبت اس کے کہ صحابی کے نسیان کے قایل ہون۔
غرض یہ روایت بخاری کی جو کتاب کی ملکہ بات ہی اور حضرت ابن عمر کے روایات سے ہی
وہ اہل سنت کے قواعد مقررہ سے خطاب صحیح سے خارج ہی سندا بھی مجروح ہی متنا بھی مقدوح ہی
اب آیئے اس کے مقابلہ مین اہل حق یعنی شیعہ کی روایت ملاحظہ کیجئے کہ خود کتاب مستطاب
اصول کافی مین ہی باب دعائم الاسلام عن ابی حمزہ عن ابی جعفر علیہ السلام قال بنی الا
سلام علی خمس الصلوۃ والزکوۃ والصوم والحج والولایۃ ولم ینادی بشیء ما نودی بالولایۃ صفحہ ۳۶
اس حدیث کی جودت اور متانت کو دیکھئے جو ہر الزام سے پاک اور ہر عیب سے مبرا ہی کیونکہ اس حدیث
سے بنی اور مبنی علیہ متمیز ہو گئے مبنی تو اسلام ہی اور مبنی علیہ پانچ چیز پس دوسرا اور تیسرا اعتراض
دفع ہو گیا اور نیز حج تھا کیونکہ وہ تو شرط استطاعت سے ہی اور نیز پہلا اعتراض بھی کیونکہ یہان ترتیب مقصود
اس روایت مین ولایت جناب امیر المومنین کا بھی نام لیا گیا ہی جس سے کل حضرات

اہل سنت کو انکار ہو مگر زبان پر نہین لا سکتے کیونکہ خود اہل سنتہ بھی اسکے مقر ہین
کہ حضرت کی ولایت داخل اجزائے اسلام ہے جس سے کسی کو انکار نہین چنانچہ امام شافعی
فرماتے ہین۔

یا اہلبیت رسول اللہ حبکم — فرض من اللہ فی القرآن انزلہ
یکفیکم من عظیم الفخر انکم — من لم یصل علیکم لا صلوۃ لہ

مگر افسوس کہ اہل سنت نے اس حکم کو معطل کر دیا اور بجائے اوس کے اون لوگون کی محبت
و ولایت کو قبول کیا جن کی عداوت فرض تھی۔

افسوس کہ خود ابن عمر صاحب نے جو اس حدیث کے راوی ہین اونھون نے اس رکن اسلام
ایسا منہدم کیا کہ اصل حدیث سے خارج کر دیا اور نہ صرف روایت سے خارج کیا بلکہ عملاً بھی اوس
دست بردار رہے نہ جناب امیرؑ کی اونہون نے بیعت کی نہ جناب امام حسنؑ کی حالانکہ مہاجرین
و انصار سب نے بیعت کی تھی۔ بلکہ بعوض اسکے ابن عمر صاحب نے اپنے امام بحق یزید کی بیعت
اور پھر عبد الملک بن مروان کی مگر اس پر نہ راضی ہوئے کہ جناب امیرؑ کی بیعت کرین یہی
ہے کہ بخاری صاحب نے اسی روایت کو داخل صحیح کیا جو اسلام کے رکن اعظم سے معرا ہے
اور اوس روایت کو نہ لیا جو کامل اور صحیح تھی۔

بہر حال چونکہ یہ مسئلہ شیعہ سنی کا اختلافی ہے اس لئے زیادہ لکھنا اس مین مناسب نہین مگر
امر عرض کرنا ضروری ہے۔ کہ شاہ عبد العزیز صاحب نے اپنے تحفہ کے باب چہارم مین شیعہ
یہ اعتراض کیا تھا کہ از ائمہ روایت کنند کہ ایشان از جہاد منع میفرمودند باوصف آنکہ در
مجید قسمیکہ درین امر تاکید و تقید فرمودہ اند بر ہر طفل مکتب پوشیدہ نیست جس کے جواب
علامہ دہلوی نے نزہہ مین خوب ہی انکی تکذیب کی ہے اور روایات ائمہ اطہار سے امر
ظاہر کیا ہے۔ دیکھو ص ۳۸۶ نزہہ جلد چہارم۔ مگر بالفرض اگر قبول بھی کر لیا جائے
اعتراض شاہ صاحب کا ائمہ ہدیٰ علیہم السلام پر یا شیعون پر ہے وہی اعتراض
زیادہ ابن عمر صاحب اور امام ثوری اور ابن شبرمہ پر ہے جو جہاد کے وجوب کے منکر
یہ اصول مسلمہ شیعہ سے ہے کہ بے اذن امام عادل مفترض الطاعہ کبھی جہاد جائز نہین اور

تو امام عادل کے منکر تھے اور بتجویز عباد تقرر خلیفہ کے قائل تھے پھر کیون وہ فرضیت جہاد
کے منکر ہوئے جو پھر کسی جہاد مین نہ شریک ہوے ہو اور حدیث بھی ایسی بنائی جس سے رہی سہی
عزت جہاد کی جاتی رہی۔

اب ہم اس حدیث کی شرح کو ختم کرتے ہین لیکن اوسکے ساتھ بخاری صاحب کی خوش سلیقگی
کے لئے اس قدر لکھنا ضروری ہی کہ کتاب کی ترتیب جو اونھون نے مقرر کی ہی وہ بھی بہت
کچھ قابل داد ہے۔ کیونکہ علامہ عینی لکھتے ہین باب کیف بدء الوحی جو پہلے مذکور ہوا
بمنزلہ مقدمہ کتاب ہی۔ پھر کتاب الایمان لکھا جو مدار امر ہے اور کل امور اوسی پر موقوف
ہی۔ اوس کے بعد کتاب العلم لکھا کیونکہ اس کے بعد جو کتابین مذکور ہونگی اون سب کا مدار علم پر ہے
اور اوسکو ایمان سے اسوجہ سے موخر کیا کہ ایمان اول واجب ہی مکلف پر اور افضل امور ہی
اوس کے بعد کتاب الصلوۃ لائے کیونکہ وہ تالی ایمان ہی کتاب و سنت مین اوس کے بعد
کتاب الزکوۃ لائے کیونکہ ایمان کے بعد اوسکا تیسرا درجہ ہی اور صلوۃ کے بعد دوسرا اوس کے بعد
کتاب الحج لائے کیونکہ یہ عبادت بدنی اور مالی دونون ہی اوسکے بعد کتاب الصوم لائے کیونکہ
حدیث مین یون ہی مذکور ہی وفی بعض النسخ یوجد کتاب الصوم مقدما علی کتاب الحج
کاوضاع الفقہاء اور بعض نسخون مین کتاب الصوم مقدم ہی کتاب الحج پر جیسا کہ عام
فقہا کا قاعدہ ہی جس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بعد کے علما نے ترتیب کو اولٹ دیا۔

علامہ ابن حجر لکھتے ہین کہ چونکہ روایت بخاری مین صوم کا ذکر حدیث مین موخر ہی لہذا بخاری نے
اپنی کتاب کی ترتیب بھی اسی قاعدہ پر رکھی مگر مسلم مین صوم کا ذکر مقدم ہی۔ لہذا اون کی ترتیب
اوسی قاعدہ پر ہوئی اور خود بخاری نے جو کتاب التفسیر مین اس روایت کو لکھا تو وہان بھی
ذکر صوم مقدم ہی جیسا ابن حجر لکھتے ہین فتنویعہ دال علی انہ روی بالمعنی یعنی پس
اس تقسیم سے معلوم ہوا کہ بخاری نے یہ روایت بالمعنی لکھی ہی یعنی جسطرح سے حدیث وارد تھی
بلفظہ نہ لکھا بلکہ اوس کے مطالب کو اپنے لفظون مین ادا کیا۔

پس صرف اسی ترکیب سے معلوم ہوا کہ بخاری صاحب نے نقل احادیث مین کس قسم کا
تصرف کیا ہی۔ علامہ عینی لکھتے ہین واختلف الناس فی الجمع بین الروایات فقال

المازری تحمل مشاحة ابن عمر علی انہ کان لا یری روایة الحدیث بالمعنی
ان اورد بلفظ یحتمل او کان یری الواو توجب الترتیب فیجب المحافظة علی
اللفظ لانہ قد یتعلق بہ احکام وقیل ان ابن عمر رواہ علی الامرین ولکنہ لما رد
علیہ الرجل قال لا ترد علی ما لا علم لک بہ کما رواہ الا فی احدھما وقیل یحتمل انہ کان
ناسیا للاخری عند الانکار ومنہم من قال الصواب تقدیم الصوم والروایة الاخری
وھم لانکار ابن عمر وزجرہ عند ذکرھا واستضعف ھذا بانہ یجر الی توھین الروایة
الصحیحة وطرق احتمال الفساد عنہ فتحہ لانا لو فتحنا ھذا الباب لارتفع الوثوق بکثیر
من الروایات الا القلیل ولان الروایتین فی الصحیح ولا تنافی بینھما کما تقدم
من جواز روایة الامرین قال القاضی وقد یکون رد ابن عمر الرجل الی رمضان لان
وجوب صوم رمضان نزل فی السنة الثانیة من الھجرة وفریضة الحج فی سنة ست و
قیل تسع لمتناہ فجاء لفظ ابن عمر علی نسقھا فی التاریخ واللہ اعلم انتہی واخرہ ص ۱۴۳

علما کو ان روایتون کے جمع اختلاف مین اختلاف ہی (کیونکہ صحیح مسلم کی دو حدیث مین صوم
مقدم ہی حج پر اور بخاری مین حج مقدم ہی) کہا مازری نے کہ ابن عمر (راوی حدیث) نہین جائز
جانتے تھے روایت حدیث بالمعنی کو اگرچہ بلفظ محتمل ادا کیا اور وہ واو کو ترتیب کے لئے
جانتے تھے لہذا لفظ بہ لفظ روایت ضروری ہی کیونکہ اکثر احکام اس سے متعلق ہوتے ہین
(تو روایت بخاری غلط ٹھہری) بعض نے یہ کہا ہی کہ ابن عمر نے دونون طرح کی روایت کی
مگر جب راوی نے رد کیا تو کہا نہ رد کر ہمپر اوسکو جسے تو نہین جانتا جیسا کہ ایک روایت مین
بعض نے یہ کہا ہی کہ وہ اس روایت کو بوقت انکار بھول گئے تھے۔ بعض نے یہ کہا ہی کہ صحیح
یہی ہے کہ صوم مقدم ہے اور جس روایت مین حج مقدم ہی (وہ روایت بخاری ہی) وہ وہم
ہی کیونکہ ابن عمر نے اس پر انکار کیا اور اوسکی زجر و توبیخ کی جس نے حج کو مقدم کیا تھا (اس
قول سے بصراحت غلطی حدیث بخاری ظاہر ہے) مگر یہ قول ضعیف کر دیا گیا ہی کیونکہ اس سے
توہین روایت صحیحہ (بخاری) لازم آتی ہی اور اگر ایسے احتمالات پیدا کیے جائین تو بہت سی
روایتین فاسد ٹھہر جاتی ہین (یہ پردہ داری ہی) اور بجز شاذ و نادر روایتون کے کسی پر وثوق

نہین رہتا حالانکہ دونون روایتین صحیحین مین ہین اور منافات بھی اون مین نہین ہے کیونکہ ممکن ہے دونو طرح کی روایت کی ہو (مگر افسوس کہ خود اسکو بھی لکھتے ہین کہ ابن عمر نے اوس شخص پر انکار کیا تہا جسنے اسکے خلاف بیان کیا تہا) کہا قاضی نے کہ ہوسکتا ہو ابن عمر نے اس وجہ سے رد کیا ہو کہ وجوب صوم سنہ مین ہوا اور وجوب حج سنہ ٦ مین یا سنہ ٩ مین اسلئے ابن عمر نے بہ خیال ترتیب تاریخ ایسا بیان کیا (جس سے معلوم ہوا کہ ابن عمر نے سنا نہین تھا بلکہ اپنے دل سے بہ خیال ترتیب تاریخ بیان کر دیا)

اس پوری عبارت کو ہمنے اس غرض سے نقل کیا کہ ناظرین کو معلوم ہو کہ اتنے علما سے کسی کو اسکی فکر نہ ہوئی کہ اصل حدیث رسول اللہ کیا ہے آن حضرت نے کیا فرمایا ہے بلکہ کسی کو اسکی فکر ہے کہ ابن عمر کو بچائین کسیکو اسکی کہ صحیح بخاری کو غلطی سے بچائین کسی کو اسکی کہ صحیح مسلم کے عمدگی کو ثابت کرین جسمین صوم مقدم ہے حج پر اور یہ نہین دیکھا جاتا کہ فرمان رسول کیا ہے جس کے لیے یہان تک کہدیا گیا کہ ابن عمر نے بہ ترتیب تاریخ وجوب احکام ایسا بیان کیا حالانکہ ہمنے اصول کافی سے جو حدیث نقل کی ہے وہ حدیث ان سب کے خلاف ہے اور سب سے ہر طرح افضل ہے کیونکہ اوس مین صلوٰۃ و زکوٰۃ سب پر مقدم ہے جو تمامی آیات قرآنی مین ایک جگہ مذکور ہین پھر صوم ہے جو اس کے بعد نازل ہوا پھر حج پھر ولایت جناب امیر المومنین جو آخری حکم ہے اور اسی کے بعد آیہ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا نازل ہوا جو آخری آیہ ہے۔

اگر آپ لوگون کو کچھ بھی خدا ترسی کا مادہ ہوتا اور رسول اللہ پر سچا ایمان لائے ہوتے تو آپکو حدیث رسول اللہ کی تلاش ہوتی مگر ہائے آپلوگون کو تو اسکی فکر ہے کہ کسی طرح صحیح بخاری کو صحیح بنائین جو غیر ممکن ہے۔

خدا اب بھی تمامی اہل اسلام کو اسکی توفیق کرامت فرمائے کہ احادیث صحیحہ رسول اللہ کی جستجو کرین اور اوسپر عمل کرین اور ان اختلافات سے نکلین حالانکہ یہ سب اختلافات محض اس غرض سے قایم کئے گئے ہین کہ کوئی امر حق کی طرف نہ رجوع کرے اور کل اہل اسلام انھین اختلافات مین مبتلا رہین۔

باب امور الایمان وقول اللہ عزوجل لیس البر ان تولوا وجوھکم قبل المشرق والمغرب ولکن البر من اٰمن باللہ الی قولہ المتقون قد افلح المومنون الایہ۔

حدثنا عبد اللہ بن محمد الجعفی قال ثنا ابو عامر العقدی قال ثنا سلیمان بن بلال عن عبد اللہ بن دینار عن ابی صالح عن ابی ھریرۃ عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال الایمان بضع وستون شعبۃ والحیاء شعبۃ من الایمان

باب ایمان کے کامون کے بیان مین اور قول اللہ تبارک اور غالب کا نہین بھلائی یہ کہ پھیرو تم اپنے مونہ کو طرف مشرق کے اور مغرب کے اور لیکن بھلائی اوس کو ہے جو ایمان لایا ساتھ اللہ کے آخر آیت تک اور تحقیق خلاصی پائی اون مومنون نے آخر آیت تک۔

حدیث کی ہم سے عبد اللہ بن محمد الجعفی نے کہا حدیث کی ہم سے ابو عامر العقدی نے کہا حدیث کی ہم سے سلیمان بن بلال نے عبد اللہ بن دینار سے انہون نے ابی صالح سے انہون نے ابی ہریرہ سے انہون نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ فرمایا آن حضرتؐ نے ایمان کے کتنی اور ستر شاخین ہین اور حیا (یعنی شرم کرنا برے کامون کے کرنے سے) بڑی شاخ ایمان کی ہے۔

روایت کشمیہنی مین باب امر الایمان ہے اور مقصود بخاری یہ ہے کہ یہ امور موجب تکمیل ایمان ہین۔ علامہ عینی لکھتے ہین کہ مقصود بخاری اس باب سے بھی رد کرنا ہے مرجبہ کا جو اس کے قایل ہین کہ ایمان قول ہے بلا عمل کہا ماذری نے کہ اس مین اختلاف کیا گیا ہے کہ جو قایل تہا دتین ہو اور معصیت کرے تو مرجبہ اس کے قایل ہین معصیت مع الایمان سے کوئی مضرت نہین اور خوارج قایل ہین کہ مضر ہے اور وہ کافر ہو جاتا ہے معتزلہ قائل ہین کہ اگر کبیرہ ہے تو مخلد فی النار ہوگا اور وہ نہ مومن کہا جا سکتا ہے نہ کافر بلکہ وہ فاسق ہے اور اشاعرہ (اہل سنت زمانہ حال) قائل ہین کہ گناہ گار مومن ہے اگرچہ اوسپر عذاب کیون نہو اور وہ ضرور داخل جنت ہوگا۔

تو مرجبہ اور اشاعرہ کا عقیدہ ایک ہوا کہ معصیت سے ایمان کو کوئی نقصان نہین یہی مسلک ہے امام ابو حنیفہ کا بھی جو ایمان کو عمل سے علحدہ مانتے ہین اور مسلک بخاری یہ

معلوم ہوتا ہے کہ اعمال اور ایمان ایک ہے جیسا کہ سابقاً مذکور ہوا خوارج اور بخاری کا عقیدہ متحد ٹھہرا۔
شارحین کو اس میں بھی تردد ہے کہ آیہ لیس البر اور قد افلح المومنون کو اس باب سے کیا تعلق
ہے عینی کہتے ہیں کہ چونکہ دونوں آیتوں نے حصر کردیا ہے متقین کو اون لوگوں پر جو ان صفات و اعمال
کے عامل ہیں لہذا معلوم ہوا کہ جس ایمان سے فلاح و نجات حاصل ہوتا ہے وہ یہی ایمان ہے جس میں اعمال
مذکورہ پائے جائیں اور عسقلانی لکھتے ہیں کہ روایت عبد الرزاق میں ہے بطریق مجاہد کہ حضرت ابوذر نے جناب
رسول اللہ سے سوال کیا دربارہ ایمان تو حضرت نے اسی آیہ کی تلاوت کی مگر چونکہ رواۃ اس روایت کے
بخاری کے شرائط کے مطابق نہ تھے لہذا اس روایت کو نہ لکھا اور آیت اوس کی لے لی

پہلا آیہ تو یہ ہے لیس البر ان تولوا وجوھکم قبل المشرق والمغرب ولکن البر من آمن باللہ
والیوم الآخر والملائکۃ والکتاب والنبیین و آتی المال علی حبہ ذوی القربی والیتامی والمساکین
وابن السبیل والسائلین وفی الرقاب واقام الصلوۃ و آتی الزکوۃ والموفون بعھدھم اذا
عاھدوا والصابرین فی الباساء والضراء وحین الباس اولئک الذین صدقوا واولئک
ھم المتقون۔ سورہ بقر پارہ ۲

اور دوسرا آیہ یہ ہے قد افلح المومنون الذین ھم فی صلوتھم خاشعون والذین ھم عن
اللغو معرضون والذین ھم للزکوۃ فاعلون والذین ھم لفروجھم حافظون الا علی ازواجھم
او ما ملکت ایمانھم فانھم غیر ملومین فمن ابتغی وراء ذلک فاولئک ھم العادون۔ سورہ حج
شارحین نے وجہ مناسبت باب اور آیہ تو لکھدی مگر اسپر نہ غور کیا کہ اس عطف کا مقتضا یہ تھا کہ جس
طرح باب امور الایمان کی کچھ شرح کی اوسی طرح اس آیہ کی تفسیر میں بھی کچھ حدیثیں لکھتے جس سے
معلوم ہوتا کہ اس باب میں دونوں کا بیان ہے مگر ایسا نہیں ہوا۔ دونوں آیتوں کو جملاً بلکہ مختصراً لکھکر
چھوڑ دیا۔

اجمال بھی ایسا کیا کہ کسی طرح یہ نہیں معلوم ہوسکتا یہ دو آیہ ہے یا ایک کیونکہ الی قولہ واولئک ھم
المتقون قد افلح المومنون سے ہر شخص یہی سمجھیگا اس آیہ کا خاتمہ مومنون پر ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ
پہلا آیہ تو المومنون پر ختم ہوا اور دوسرا آیہ قد افلح المومنون سے شروع مگر بخاری صاحب نے واو عاطفہ کو
بھی حذف کردیا۔ شاید بنظر اختصار

اسکو تو ہم مکرر لکھ چکے ہین کہ شارحین کی اصلی غرض صرف اس قدر ہو کہ بخاری کی غلطیونکی تاویل کرین
نہ اصل آیہ سے مطلب ہو نہ حدیث سے نہ احکام سے اسیوجہ سے اصل امر سے بحث نہین کرتے اور جہان
کسی قسم کی غلطی ہوتی ہو وہان پہنچے جوڑ کر ٹوٹ پڑتے ہین چنانچہ عسقلانی لکھتے ہین ذکرہ بلا اداۃ
عطف والحذف جائز والتقدیر وقول اللہ قد افلح المومنون وثبت المحذوف فی روایۃ
الاصیلی ویحتمل ان یکون ذکر ذلک تفسیر القولہ المتقون ای المتقون ھم الموصوفون
بقولہ قد افلح الی اخرھا۔ صـ۲۸

عینی لکھتے ہین وقال بعضہم ذکرہ بلا اداۃ عطف والحذف جائز والتقدیر وقول اللہ
عزوجل قد افلح المومنون قلت الحذف غیر جائز ولئن سلمنا فذالک فی باب الشعر
وقال ھذا القائل ایضا ویحتمل ان یکون تفسیر القولہ المتقون ھم الموصوفون بقولہ قد افلح
المومنون الی اخرھا قلت لا یصح ھذا ایضا لان اللہ ذکر فی ھذہ الایۃ من وصفوا
بالاوصاف المذکورۃ فیہا ثم اشار الیہم بقولہ اولئک ھم المتقون بین ان ھولاء
الموصوفین ھم المتقون فای شئ یحتاج بعد ذلک الی تفسیر المتقین فی ھذہ الایۃ حتی
یفسر ھم بقولہ قد افلح الخ وربما کان یمکن صحۃ ھذہ الدعوی لو کانت الایتان متصلتین
فبینہما ایات عدیدۃ بل سور کثیرۃ فکیف یکون ھذا من باب التفسیر وھذا کلام
مستبعد جدا۔ صـ۱۴۵

بعض نے کہا (اشارہ ہو عسقلانی کی طرف) کہ یہان بخاری نے بلا حرف عطف دوسری آیہ کو لکھا
ہی کیونکہ حذف کرنا حرف عطف کا جائز ہے اور اصل اسکی یون ہو کہ قول اللہ قد افلح المومنون عینی
لکھتے ہین کہ حرف عطف کا حذف جائز نہین اور اگر جائز ہو تو بضرورت شعر۔ یہان شعر نہین ہے
دوسری وجہ (عسقلانی نے) یہ بیان کی کہ ممکن ہے قد افلح المومنون تفسیر ہین ہو متقون کے جو
پہلے مذکور ہو لہذا حرف عطف کی ضرورت نہین۔ عینی کہتے ہین یہ بھی صحیح نہین کیونکہ خدا نے
اس آیہ مین ذکر کیا ہو اون لوگون کو جن کے یہ اوصاف مذکور ہوئے اوس کے بعد فرمایا اولئک ہم
المتقون کہ یہی لوگ متقی ہین تو اس کے بعد کیا حاجت رہی جو اون متقین کی تفسیر کی جائے
قد افلح المومنون سے اور اگر کسی طرح یہ جواب چل سکتا تو اوس صورت مین کہ دونون آیتین

یکجائی ہوتین یہان تو بہت سی آیتون کا بلکہ بہت سی سورون کا دونون مین فرق ہو پھر کیونکر تفسیر ممکن ہو۔ بہرحال یہ کلام نہایت ہی مستبعد ہو۔

ہماری غرض صرف اسقدر ہو کہ دکھائین صحیح بخاری کیسی کتاب ہو جسمین کلام اللہ کی آیتین تک غلط لکھی گئی ہین اور علماء اہل سنت اس غلطی کی کس طرح تاویل کر رہے ہین کہ کہان سورہ بقرہ کا آیہ اور کہان سورہ حج کا آیہ ایک کو مفسر کر دیا دوسرے کو مفسیر پھر اس کتاب پر کیونکر اعتماد ہو سکتا ہو اور کیونکر اس کو اصح الکتب کا موقر خطاب مل سکتا ہو۔

ناظرین کو مناسب ہو تنقید بخاری حصہ اول کا صفحہ ۸۳-۸۴-۸۵ ضرور ملاحظہ کرین جسمین اسیطرح کی غلطی بخاری صاحب نے آیہ یا اہل الکتاب مین کی تھی کہ واو عاطفہ بڑھا دیا تھا اس مین بھی عسقلانی نے خوب خوب باتین بنائین پھر کان ابن الناطور دوسری حدیث کا ٹکڑا تھا اوسکا پیوند اس حدیث مین بخاری صاحب نے لگا دیا۔

افسوس باب ایمان لکھ رہے ہین اور اتنا بھی ایمان کا پاس نہین کہ صاف صاف کہدین بخاری سے غلطی ہوئی۔ نہین ایسا نہین کہا جاتا بلکہ اوسکی تاویل کیجاتی ہے بے جوڑ باتین بنائی جاتی ہین آیات قرآنی کی عزت اور عظمت خاک مین ملائی جاتی ہو مگر یہ نہین کہا جاتا کہ بخاری نے غلطی کی ہو۔

اب آئے اصل حدیث پر یہ پہلی روایت ہو ابوہریرہ کی جن کے تحقیق نام مین ۲۰ قول لکھے گئے ہین مگر چونکہ اوس مین کوئی فائدہ نہین لہذا نہ ہم ان سے تعرض کرتے ہین نہ دیگر رجال سے۔

نفس حدیث پر یہ اعتراض کیا گیا ہو کہ بخاری نے الایمان بضع وستون لکھا ہے حالانکہ صحیح مسلم مین بضع وسبعون ہو اور خود بخاری مین جو بطریق ابی ذر ہروی ہے بضع وسبعون ہو و رجحها القاضی عیاض وقال انہا الصواب وکذا رجحها الحلیمی وجماعات منہم النووی لانہا زیادۃ من ثقۃ فقبلت وقدمت ولیس فی روایۃ الاقل ما یمنعہا وقال ابن الصلاح الاشبہ ترجیح الاقل لانہ المتیقن والشک من سہیل کما قال البیہقی وقد روی عن السہیل عن جریرۃ سبعون من غیر شک وکذا روایۃ سلیمان بن بلال فی مسلم وفی البخاری بضع وستون صفحہ ۱۲۴ عینی

اور اسی کو ترجیح دیا ہی قاضی عیاض نے اور کہا یہی صواب ہو اور حلیمی نے اور دوسری جماعتون نے جنمین نووی بھی ہین کیونکہ یہ زیادتی ثقہ کی ہو لہذا وہ مقبول ہوئی اور مقدم کیگئی اور کمتی والی حدیث

مین کوئی ایسی بات نہین ہے جو اوس سے مانع ہو کہا ابن الصلاح نے کہ ترجیح اول کو ہی کیونکہ وہ یقینی ہی اور شک سہیل سے ہوا جیسا کہ کہا بیہقی نے اور روایت کیگئی ہی سہیل سے جریر سے ستر کی بغیر شک کے اور ایسا ہی روایت سلیمان بن بلال ہی مسلم مین اور بخاری مین کچھ اوپر ساٹھ ہے "

اس عبارت سے ہر شخص سمجھ سکتا ہی کہ اس صحیح بخاری کی کیا شان ہی کہ یہان تو کچھ اوپر ساٹھ کہا اور دوسری روایت مین کچھ اوپر ستر ہے اور ابوداود و ترمذی مین بھی ایسا ہی ہی سب نے ترجیح دیا بلکہ کہا کہ صواب یہی ہی کہ بضع وسبعون صحیح ہی تو یہ روایت صحیح بخاری غلط ہوی اس پر اصح الکتب کا دعوی کس وجہ مناسب ہی۔

ابن الصلاح کو چونکہ ہمہ وقت اسکی فکر رہتی ہی کہ کسی طرح صحیح بخاری کی اصلاح کرین لہذا یہ بات بنایا کہ چونکہ ساٹھ ستر مین داخل ہی لہذا یہی عدد متیقن ہی۔ مگر یہ نہ سمجھے کہ دوسری روایت مین بھی تو خود بخاری صاحب ستر والی عدد لاتے ہین تو اگر ساٹھ والی روایت مانی جاے تو وہ غلط ہوتی ہی اور اوس کے ساتھ صحیح مسلم۔ ابوداود۔ ترمذی کی صحت سے بھی دست برداری لازم آتی ہی۔ اور اگر کمی والی عدد صحیح مانی جاے تو پھر وہ حدیث جو حذیفہ سے مروی ہی الاسلام ثمانیۃ اسہم اسلام کے آٹھ حصے ہین کیون نہ زیادہ قابل قبول ہو گی فاعتبروا یا اولی الابصار

ابن حجر صاحب یہ بات بناتے ہین کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم دونون مین یہ عدد مشکوک وارد ہی یعنی بضع وستون اور بضع وسبعون لہذا دونون کتابون کا حال ایک ہی تو بیہقی کا ترجیح دینا روایت بخاری کو محل نظر ٹھہرا اور روایت ترمذی جو اربع وسبعون ہی وہ معلول ہی اور مخالف بخاری نہین تو ان کے نزدیک قول ابن الصلاح کہ کمتر والی عدد متیقن ہی قابل قبول ہی۔ مگر اوسکی خرابی معلوم ہی کہ اگر قلت عدد پر مدار یقین ہے تو آٹھ والی عدد بہت کم ہی لہذا وہی متیقن ہی تو حدیث بخاری بہر طور غلط ٹھہری۔

دوسری بحث یہ ہی کہ ساٹھ یا ستر کی عدد جو اس حدیث مین ہی حقیقۃً یہی عدد مراد ہی یا کیا

فقال بعضهم اريد به التكثير دون التعديد كما في قوله تعالى ان تستغفر لهم سبعين مرة

وقال الطيبي الاظهر معنى التكثير ويكون ذكر البضع للترقي صـ ۱۵۰ عینی

بعض نے کہا ہی کہ مراد اس سے محض کثرت ہی نہ کہ حقیقۃً یہی عدد مراد ہو جیسا کہ قولہ تعالی ان تستغفر لهم سبعین مرۃ۔ کہا طیبی نے کہ مراد تکثیر ہے یعنی محض کثرت تو اب بضع کا لفظ لانا بغرض ترقی ہی

کثرت مین بھی ترقی ثابت ہو۔

تیسری بحث یہان عدد مذکور مین ہو کہ کسی طرح درست نہین ہوتی وقد تکلفت جماعة فی بیان هذا العدد بطریق الاجتهاد وفی الحکم بکون المراد ذلک نظر وصعوبة صنہ ۱ عینی ایک جماعت نے تکلف کیا ہو بیان عدد مین بطریق اجتهاد حالانکہ اسکے مراد ہونے مین نظر ہو اور صعوبت ہو۔ اسپر یہ اعتراض ہوتا ہو کہ جب تم عدد کو شعبہ ہائے ایمان کے نہین بیان کرسکتے فهل یصح ایمانکم بما هو مجهول عندکم تو تمہارا ایمان صحیح ہوا یا نہین کیونکہ وہ تو مجہول ہو۔

اس کا جواب عینی نے یہ دیا ہو کہ ایمان صحیح ہے کیونکہ جب اعلا و ادنے درجہ ایمان کو اس مین بیان کردیا تو مابقی طاعات اس مین داخل ہوگئے اور پھر ہمیہ باعیانہا علم بھی تو نہین واجب ہو۔ مگر اس کا کوئی جواب نہین دیا کہ آپ کے حضرت ابو ہریرہ کیسے صحابی تھے کہ رسول اللہ اون سے فرماتے ہین ایمان کے کچھ اوپر ساٹھ ۶۰ یا ستر شعبے ہین اور یہ نہین پوچھتے کہ یا حضرت وہ کون سے شعبے ہین ارشاد ہو۔ کیونکہ اگر کچھ بھی ان مین ایمان ہوتا یا درد دین ہوتا تو وہ پوچھتے اور اپنے معتقدون سے بیان کرتے۔ یا امام بخاری کو اگر ایمان کی قدر ہوتی تو پوری حدیث لاتے مگر ہائے ان لوگون کو تو اس سے مطلب ہی نہین گنتی یاد کرلی اور صحیح بخاری لکھدی اور شور و غل مچ رہا ہو کہ اصح الکتب صحیح بخاری ہے۔

اب اس کے مقابلہ مین ہم ایک مختصر حدیث اصول کافی کی نقل کرتے ہین جس سے معلوم ہو حدیث کس کا نام ہو اور کیونکر بیان کی جاتی ہو ملاحظہ ہو صفحہ ۳۸۴ باب درجات الایمان عدة من اصحابنا عن احمد بن ابی عبد الله عن الحسن بن محبوب عن عمار بن ابی الاحوص عن ابی عبد الله قال ان الله عز وجل وضع الایمان علی سبعة اسهم علی البر والصدق والیقین والرضا والوفاء والعلم والحلم ثم قسم ذلک بین الناس فمن جعل فیه هذه السبعة الاسهم فهو کامل محتمل وقسم لبعض الناس السهم ولبعض السهمین ولبعض الثلاثة حتی انتهوا الی سبعة ثم قال لا تحملوا علی صاحب السهم سهمین ولا علی صاحب السهمین ثلاثة فتبهظوهم ثم قال کذلک حتی انتهی الی سبعة یعنی فرمایا جناب ابو عبد اللہ (جعفر بن محمد صادق) نے کہ خداوند عالم نے ایمان کے لئے سات حصے مقرر کئے ہین۔ بر (نیکی) صدق (راستی) یقین رضا

وفا۔ علم۔ حلم پھر اسکو تقسیم کیا آدمیون مین پس جس مین ساتون حصہ ہو وہ کامل الایمان ہے
اور بعض کو دو حصہ ملا بعض کو ایک بعض کو تین پس نہ چاہئے کہ ایک حصہ والے پر وہ بات تین بار کی جائے
جو دو حصہ والے کی بات ہو۔

ہماری کوئی غرض خاص طور پر اس حدیث سے نہین متعلق ہو نہ اسکی شرح سے بلکہ نشان حدیث
دکھانا ہو کہ راوی لوگ کسطرح حدیث سنتے ہین اور آیندہ نسل کو سناتے ہین کہ ہر سننے والے کو
اصل مقولہ قایل کا معلوم ہو نہ کہ مثل ابوہریرہ صاحب یہ تو سن لین کہ حضرت نے فرمایا ایمان
کے کچھ اوپر ساٹھ یا ستر مدارج ہین اور یہ نہ اونکو تشخیص نہ دریافت کرین۔

علمائے اہل سنت نے یہ بھی اعتراض کیا ہو کہ یہان حیا کو شعبہ ایمان کہا ہو حالانکہ صاحب
الحیاء قد یستحی من یواجہہ بالحق فیترک امرہ بالمعروف ونھیہ عن المنکر فکیف یکون
ھذا من الایمان صاحب حیا اس سے حیا کرتا ہو کہ اوس کے سامنے کوئی امر قبیح کا مرتکب
ہو تو وہ بسبب حیا کے نہیں منع کرتا اسیطرح امر بالمعروف نہین کرتا۔ پھر حیا کیونکر
داخل ایمان ہو سکتا ہو۔

مگر درحقیقت یہ عقل ہے اون حیاداروں کی جو حیا کو مانع امر بالمعروف ونہی عن المنکر
جانتے ہین۔

علامہ عینی نے خوب لکھا ہو لیس بحیاء حقیقۃ بل ھو عجز ومھانۃ یعنی یہ حیا
نہین ہو بلکہ عاجزی اور ذلت ہو۔

علامہ عینی نے غصہ مین یہ جملہ لکھدیا اور اسکو نہ سوچا کہ پھر حضرت عثمان مین وہ کونسی
صفت تھی جو بہ لفظ حیا مشہور ہوئی۔

باب المسلم من سلم المسلمون من
لسانہ ویدہ حدثنا آدم بن ابی ایاس
قال حدثنا شعبۃ عن عبد اللہ بن
ابی السفر واسماعیل عن الشعبی عن
عبد اللہ بن عمرو عن النبی علیہ السلام

باب مسلمان وہ ہو کہ مسلمان اوس کی زبان
اور ہاتھ سے سلامت رہین **حدیث** کی ہمسے
آدم بن ابی ایاس نے کہا حدیث کی ہمسے شعبہ
نے عبد اللہ بن ابی السفر اور اسمعیل سے ان دونو
نے شعبی سے انہنے عبد اللہ بن عمر سے اسنے

باب المسلم من سلم المسلمون من لسانہ و یدہ

حدثنا آدم ابن ابی ایاس قال حدثنا شعبۃ عن عبد اللہ ابن ابی السفر و اسمعیل عن الشعبی عن عبد اللہ بن عمرو عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال المسلم من سلم المسلمون من لسانہ و یدہ و المھاجر من ھجر ما نہی اللہ عنہ قال ابو عبد اللہ وقال ابو معاویۃ ثنا داؤد بن ابی ھند عن عامر قال سمعت عبد اللہ بن عمرو یحدث عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم وعبد الاعلی عن داؤد عن عامر عن عبد اللہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم

باب مسلمان وہ ہی کہ مسلمان اوسکی زبان اور ہاتھ سے سلامت رہیں **حدیث** کی ہم سے آدم بن ابی ایاس نے کہا حدیث کی ہم سے شعبہ نے عبد اللہ بن ابی السفر اور اسمٰعیل سے ان دونوں نے شعبی سے اوس نے عبد اللہ بن عمرو سے اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ فرمایا آپ نے پورا مسلمان وہ ہی کہ جسکی زبان اور ہاتھ سے مسلمان سلامت رہیں اور مہاجر پورا وہ ہی جس نے چھوڑ دی وہ چیز جس سے اللہ نے منع کیا ہو کہا ابو عبد اللہ یعنی بخاری نے اور کہا ابو معاویہ نے حدیث کی ہم سے داؤد بن ابی ہند نے عامر سے کہا اس نے سنا میں نے عبد اللہ بن عمرو سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث کرتا ہی اور عبد الاعلیٰ داود سے وہ عامر سے وہ عبد اللہ سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتا ہی۔ ترجمہ فضل الباری صفحہ

سب سے پہلے جو خیال رجوع ہوتا ہی وہ سند حدیث کی طرف کہ رواۃ اس حدیث کے کیسے ہیں۔ یہاں نمبر ۲ پر عبد اللہ بن عمرو عاص کا نام ملتا ہی جو صحابی اور پسر صحابی ہیں ان کے حالات میرے رسالہ وضو میں تفصیل مرقوم ہیں۔ وہذہ عبارتہ

ملا علی قاری شرح الشرح نخبۃ الفکر میں فرماتے ہیں۔ خلاصہ ان سب کا یہ ہے۔

وکعبد اللہ بن عمرو بن العاص فانہ کان حصل لہ فی وقعۃ الیرموک کتب کثیرۃ من اھل الکتاب و کان یخبر بما فیھا من الامور الغیبیۃ حتی کان بعض الصحابۃ ربما قال حدثنا عن النبی و لا تحدثنا عن الصحیفۃ ذکرہ السخاوی اور ابو الامداد لقانی مالکی حاشیہ نزہۃ النظر میں لکھتے ہیں وقیل عبد اللہ بن عمرو بن العاص فانہ لما فتح الشام اخذ حمل بعیر من کتب اھل الکتاب و کان

کہ عبد اللہ بن عمرو عاص کو جنگ یرموک میں ایک اونٹ کتابیں اہل کتاب یہود و نصاریٰ کی مل گئی تھیں جس سے وہ اکثر امور غیبیہ کو بیان کرتے تھے اسلئے لوگوں نے اون کی روایتوں سے پرہیز کیا یہاں تک کہ بعض اصحاب نے کہا ہم سے حدیث رسول کو بیان کرو اہل کتاب کی کتابوں سے نہ بیان کرو اسی وجہ سے ان کی حدیثیں کم ہوئیں ورنہ ابوہریرہ سے زیادہ ان کی حدیثیں

ؐ مترجم کی تعریف قابل لحاظ ہی۔ پورا ان کا اضافہ ہی۔ ۱۲

یحدث منہ فلذ التقاہ الناس فقل حدیثہ وانکان اکثر حدیثا من ابی ھریرۃ اور صحیح بخاری میں ہو کان محمد بن جبیرہ بن مطعم یحدث انہ بلغ معویۃ وھو عندہ فی وفد من قریش ان عبد اللہ بن عمرو بن العاص یحدث انہ سیکون ملک من قحطان فغضب معویۃ فقام فاثنی علی اللہ بما ھو اھلہ ثم قال اما بعد فانہ بلغنی ان رجالا منکم یتحدثون احادیث لیست فی کتاب اللہ ولا تؤثر عن رسول اللہ فاولئک جھالکم فایاکم والامانی التی تضل اھلھا فانی سمعت رسول اللہ یقول ان ھذا الامر فی قریش لا یعادیھم احد الا اکبہ اللہ علی وجھہ ما اقاموا الدین

تھیں اور صحیح بخاری میں ہو کہ معویہ نے جب ان کی یہ حدیث سنی کہ قبیلہ قحطان سے ایک بادشاہ ہوگا تو غصہ میں آکر خطبہ پڑھا اور کہا یہ لوگ ایسی حدیثیں بیان کرتے ہیں جو نہ قرآن میں ہیں نہ رسول اللہ سے منقول ہیں یہ لوگ جاہل ہیں تم پرہیز کرو اون آرزوؤں سے جس سے گمراہ ہوجاؤ۔ پس جس صحابی کو صحابہ کبار جھوٹھا اور دروغگو سمجھیں اور امیر شام اوس کو جاہل اوس کی روایت کو خلاف کتاب وسنت کہے اوس کی روایت قابل وثوق واعتماد ہوسکتی ہے۔ استغفر اللہ۔

اس صحابی کی جرح کے بعد دوسرے کسی راوی کے جرح کی ضرورت نہیں رہتی کیونکہ جب راوی اول مجروح ہو تو مابعد کا کیا اعتبار۔

علمای اہل سنت صحابی کی جرح کا اعتبار نہیں کرتے مگر ہم کو اون کے تراشے ہوئے اصول سے بحث نہیں نفس حدیث اور اوس کی سند کا خیال کرنا چاہئے جسکی حالت عبارت صدر سے ظاہر ہوچکی ہو آخران جرحون کے لکھنے والے علماء اہل سنت ہی ہیں اور یہ ایسی جرحیں ہیں کہ قدیم الایام سے دہ مجروح علامہ عینی نے جو کچھہ ان کے حق میں لکھا ہو اگرچہ اوس میں بہت کچھہ ان کی پردہ داری کی ہو اور ان عظمت صحابیت کو صدمہ نہیں پہونچنے دیا ہو مگر اہل فہم اوس سے نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ کیا مقصود ہو وکان اکثر حدیثا من ابی ھریرۃ لانہ کان یکتب وابو ھریرۃ لا یکتب ومع ذلک فالذی روی لہ قلیل بالنسبۃ الی ما روی لابی ھریرۃ روی لہ سبعمائۃ حدیث اتفقا منھا علی سبعۃ عشر وانفرد البخاری بثمانیۃ ومسلم بعشرین مات بمکۃ او بالطایف او بمصر فی ذی الحجۃ من سنۃ خمس او ثلاث او سبع وستین الخ۔ صفحہ ۱۵۴ یعنی عبد اللہ

عمرو عاص کو حدیثیں بہ نسبت ابوہریرہ کے زیادہ تہیں کیونکہ یہ لکھنے جانتے تھے اور ابوہریرہ نہیں لکھ سکتے اسپر بھی انکی روایتیں بہت قلیل ہیں بہ نسبت ابوہریرہ کے سات سو حدیثیں ان سے مروی ہیں جنمیں سے ۷ احادیثوں پر تو بخاری و مسلم کا اتفاق ہے اور بخاری کا انفراد ۸ حدیث میں اور مسلم کا انفراد ۲۰ حدیث میں۔ وفات ۶۵ھ یا ۶۳ یا ۶۷۔

اب اسکی وجہ آپ خود سمجھ سکتے ہیں کہ کیا وجہ ہوئی جو انکی حدیثیں بہ نسبت ابوہریرہ کم ہوئیں حالانکہ یہ لکھے پڑھے آدمی تھے اور عمرو عاص سے چلتے پرزہ کے بیٹے تھے اور معویہ کی حمایت میں بوجہ بغض جناب امیر بہت کچھ نام پیدا کیا تھا مگر تاہم اونکی حدیث کمتر لیگئی اور ابوہریرہ جو ان پڑھ تھے۔ نہ لکھ سکتے۔ نہ پڑھ سکتے مگر اون کی حدیثیں مقبول ہوئیں۔

تصدیق و تطبیق

اس حدیث کی صحت میں نہ شیعونکو عذر ہے کیونکہ اون کے یہاں بھی موجود ہے نہ سنیوں کو کیونکہ خود صحیح بخاری میں یہ حدیث دو مقام پر ہے ایک یہاں دوسرے باب الرقاق میں اور صحیح مسلم میں صرف پہلا ہی جملہ ہے المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ کا مگر وہ بھی دو طریقے سے اور ابن حبان نے اور امام حاکم نے مستدرک میں المومن من امنہ الناس بھی لکھا ہے اور ابوداؤد اور نسائی نے بھی مثل بخاری روایت کیا ہے مگر نسائی میں من ھجر ما حرم اللہ علیہ ہے جس سے اس قدر تو یقینی طور پر معلوم ہوا کہ المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ کا اتفاقی شیخین بلکہ شیوخ ہے۔ پھر اسکی صحت میں کس کو عذر ہو سکتا ہے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ اس حدیث پر کس فریق کا ایمان مستحکم طور سے قایم ہے اور کس کا صرف ظاہری دکھاؤ کے لئے کیونکہ شیعوں کے یہاں جو اصول عصمت انبیا و ایمہ و عدالت علما و امام جماعت نہایت استحکام سے قایم ہیں اسیکے فروع و توابع سے ہے جس سے اس قدر تشدد کیا جاتا ہے کہ پھر اس حدیث کے مخالفت کی جرات نہیں ہو سکتی۔

مگر اہل سنت نے اس حدیث کو اوسی قسم میں داخل کیا ہے جو حضرتؐ کے کلام کے لئے ان کے یہاں قواعد مقرر ہیں ان الرجل لیھجر جس سے پہلے ہی تاویل و تحریف کا دروازہ کھولدیا گیا۔

(۱) علامہ عینی لکھتے ہیں قولہ المسلم من سلم الی اخرہ یدل علی الحصر لوقوع جزئی الجملۃ معرفتین ولکن ھذا من قبیل قولھم زید الرجل ای زید الکامل فی الرجولیۃ فیکون التقدیر المسلم الکامل من سلم الی اخرہ صفحہ ۱۵۵ اھ یعنے اگرچہ یہ قول المسلم من سلم دلالت کرتا ہی حصر پر کہ وہی شخص مسلمان ہے جو اس صفت کا ہو اور جو ایسا نہ ہو وہ مسلم نہیں کیونکہ اس جملہ کے دونوں جز معرفہ ہیں اور جب دونوں معرفہ ہوتے ہیں تو حصر کے معنی پیدا ہوتے ہیں لیکن یہاں مقصود حصر نہیں ہے بلکہ جسطرح وہ یہ کہتے ہیں کہ زید الرجل اور مراد اوس سے یہ ہوتا ہو کہ زید مردانگی میں کامل ہو اوسی طرح یہاں بھی مراد اس سے یہ ہو کہ مسلم کامل وہ ہے جس سے لوگ سلامتی پائیں نہ یہ کہ جسمیں یہ صفت نہ ہو وہ اسلام سے خارج ہو جائے۔

(۲) کہا قاضی عیاض نے کہ مراد اس سے کامل الایمان ہو یعنی یہ صفت کامل الاسلام کی ہو۔

(۳) کہا خطابی نے کہ مراد اس سے یہ ہو کہ مسلم ممدوح وہ ہو جسمیں یہ صفت پائی جائے کہ مسلمین اوسکی زبان اور ہاتھ سے سلامتی میں رہیں نہ یہ کہ جو شخص ایسا ہو کہ اوسکے ہاتھ اور زبان سے سلامتی نہ ملے تو وہ اسلام سے خارج ہے۔ بس مراد یہاں افضل المسلمین ہے۔ اسیطرح مہاجر سے مراد یہ ہو کہ مہاجر ممدوح وہ ہو جو محرمات خدا سے اجتناب کرے۔ نہ یہ کہ وہ مہاجر ہی نہ رہے (یعنی اگر ہزاروں قسم کے افعال ناشایستہ کرے تو بھی وہ مہاجر رہیگا اگرچہ وہ ممدوح نہ ہو)

فتح الباری میں ہو ویحتمل ان یکون المراد بذلک ان یبین علامۃ المسلم التی یستدل بھا علی اسلامہ وھی سلامۃ المسلمین من لسانہ ویدہ کما ذکر مثلہ فی علامۃ المنافق ویحتمل ان یکون المراد بذلک الاشارۃ الی الحث علی حسن معاملۃ العبد مع ربہ لانہ اذا احسن معاملۃ اخوانہ فاولی ان یحسن معاملۃ ربہ من باب التنبیہ بالادنی علی الاعلی صفحہ ۲۹ یعنے یہ احتمال ہو سکتا ہو کہ حضرت نے اس حدیث میں علامت مسلم کو بیان کیا ہو کہ ان علامتوں سے اوس کا اسلام معلوم ہو سکتا ہو کہ جس شخص کی زبان اور ہاتھ سے لوگ محفوظ رہیں وہ مسلم ہے جیسا کہ مثل اسکے ذکر کیا ہو علامت منافق کو (یعنے برعکس اسکے) اور یہ بھی ممکن ہے کہ مراد اس سے رغبت دلانا ہو مسلمانوں کو اس امر پر کہ وہ اپنے رب کے ساتھ اچھا معاملہ کریں کیونکہ جب بھائیوں کے ساتھ اس قسم کے برتاو کا حکم ہے تو خدا کے ساتھ حسن معاملہ تو اور بھی مستحسن ہو گا۔ علامہ عینی نے

اس آخری وجہ کو رد کر دیا ہے جسکے تحریر کی یہاں ضرورت نہیں۔
مگر ان تاویلوں اور تحریفوں سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ ایسے صاف اور پاک جملہ میں اس قدر تقریر کیوں کیجاتی ہے کیونکہ یہ جملہ ایسا صاف اور واضح ہے کہ کسی طرح کی اسمیں گنجلک نہیں خود عینی لکھتے ہیں قول قاضی عیاض ہیں وھذا من جامع کلام وفصیحہ کہ یہ بہترین اور جامع ترین کلام آن حضرت سے ہی۔ پھر کیوں اس قدر تاویل کی جاتی ہے کہ اتنے اتنے بڑے علما کے نام لئے جائیں اور حل ہو سکے صرف اس غرض سے کہ جو لوگ درحقیقت مسلمان نہیں ہیں یا مدعی اسلام ہو کر ان صفات سے علیحدہ ہیں وہ مسلمان بنائے جائیں، خارج نہ ہونے پائیں۔ ابن حجر نے ایک بات اچھی لکھی ہو کہ یہاں مسلمانوں کا ذکر تاکیدا ہے ورنہ کفار کی بھی ایذا دہی کا حکم نہیں ہو (کیونکہ جہاد اور چیز ہے اور ایذا دہی چیزے دیگر)

آپکو یاد ہوگا کہ صحیح بخاری کی پہلی حدیث انما الاعمال بالنیات کی بھی بہت تعریف کیگئی ہے یہاں تک کہ بعض علما نے اوس حدیث کو ربع اسلام بنایا تھا اور بعض نے ثلث اسلام کا خطاب دیا تھا مگر صرف زبانی۔ اور عملی حیثیت سے بالکل مخالفت رہی۔ وہی حال اس حدیث کا ہو کہ ھذا من جامع کلامہ وفصیحہ کے لقب سے یاد کی جاتی ہے مگر عملی حیثیت سے جو گت اس کی بنائی گئی اوس کا حال تو آپکو تاویلات سے معلوم ہو چکا اور آیندہ بہت اچھی طرح معلوم ہوگا۔

شان نزول حدیث

اب سب سے پہلا خیال جو پیدا ہوتا ہے وہ یہ ہو کہ یہ حدیث کس موقع پر کہی گئی اور کیا ضرورت ہوئی اسلئے کہ حضرت کو جس قدر اسکی فکر تھی کہ اسلام کی اشاعت میں ترقی ہو وہ سب کو معلوم ہے پھر ایسی حدیث کیوں فرمائی گئی جس سے اوس مقصد کو سخت صدمہ پہونچنے کا اندیشہ معلوم ہوتا ہو اسلئے کہ اسلام کو منحصر کرنا اس میں کہ لوگ اوس کی زبان اور ہاتھ سے سلامتی میں رہیں کچھہ آسان نہیں جس سے شارحین کو تاویل کرنی پڑی۔
افسوس کہ محدثین نے اور اوس کے شارحوں نے بھی بہت کم اسکی تلاش کی ہو کہ یہ حدیث کس موقع پر وارد ہوئی اور کیا ضرورت داعی ہوئی مگر چونکہ یہ کلام ہے سید الانبیا اور اشرف المرسلین کا جسکی فصاحت و بلاغت اور عصمت میں وہی شک کر سکتا ہو جو کور مادر زاد ہو لہذا خود نفس کلام بتا رہا ہو کہ متکلم عالیمقام نے ان جواہر آبدار کو ایسے موقع اور محل پر استعمال فرمایا ہو کہ جہاں کوی متکبر عرب اپنی ہجرت اور اسلام پر فخر کر رہا ہو اور اتراتا ہو اوسکی سرکشی اور تمرد توڑنے کو حضرت

نے یہ حدیث فرمایا کہ مسلمان یا مہاجر وہی نہیں ہو جو ہجرت کر کے ایک شہر سے دوسرے شہر میں چلا جائے یا زبان سے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہدے بلکہ مسلمان وہ ہے جو مردم آزار نہ ہو۔ لوگونکو اپنی زبان اور ہاتھ سے ایذا نہ پہنچائے اور مہاجر وہ ہو جو محرمات خدا کا تارک ہو نہ کہ مکہ سے مدینہ چلا آئے اور اپنی ہجرت اور اسلام پر نازان ہو۔

مورد حدیث مہاجرین ہیں

لفظ مہاجرین نے اچھی طرح قلعی کھول دی کہ یہہ خطاب پر عتاب مخصوص مہاجرین سے ہو نہ انصار سے یا اور مسلمانون سے کیونکہ نبی معصوم حکیم کا کلام ہو جو ایک لفظ زاید بلا ضرورت نہیں استعمال کرسکتا اسیوجہ سے صحیح بخاری کی پہلی حدیث انما الاعمال بالنیات میں بھی خاص طور پر آپنے ھجرت کو ذکر کیا اور بتایا کہ اگر کوئی کسی عورت پر عاشق ہوکر ہجرت کرے تو اوسکی ہجرت اوسی طرف سمجھی جائے گی نہ واقعی مہاجر ہو تو بداہت معلوم ہوا کہ چونکہ مہاجرین کے نفس میں بالخصوص سرکشی و تمرد کا مادہ زیادہ بھرا ہوا تھا لہذا حضرت کو اوسکی اصلاح نہایت ضروری معلوم ہوئی۔

علامہ ابن حجر لکھتے ہیں وکان المھاجرین خوطبوا بذلک لئلا یتکلوا علی مجرد التحول من دارھم حتی یمتثلوا اوامر الشرع ونواھیہ صفحہ ۲۹ یعنے مہاجرین اس غرض سے مخاطب کیے گئے اس حدیث میں کہ وہ اپنے ترک وطن پر اعتماد و اتکا نہ کرلین بلکہ اوامر و نواہی شرع کا امتثال کرین

دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ ممکن ہو حضرت نے یہ کلام بعد انقطاع زمان ہجرت فرمایا ہو اون کے دل خوش کرنے کو جن کو اس کا موقع نہ ملا ہو۔ کہ حقیقۃً ہجرت وہی ہو جو ترک نواہی الہی سے پیدا ہو مگر یہ گمان کرنا کہ حضرت نے یہ کلمہ محض دل خوش کن فرمایا ہو اونھین لوگون کا کام ہو جو قول رسول پر بخوبی ایمان نہیں لائے۔

خدا فرماتا ہو انما المومنون الذین امنوا باللہ ورسولہ ثم لم یرتابوا وجاھدوا باموالھم وانفسھم فی سبیل اللہ اولئک ھم الصادقون۔ قل اتعلمون اللہ بدینکم واللہ یعلم ما فی السموات وما فی الارض واللہ بکل شئی علیم یمنون علیک ان اسلموا قل لا تمنوا علی اسلامکم بل اللہ یمن علیکم ان ھداکم للایمان ان کنتم صادقین۔ سورہ حجرات

نہیں ہیں مومن مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اللہ اور اوس کے رسول پر۔ پھر کسی طرح کا شک و شبہہ

نہیں کیا۔ اور جہاد کیا اپنے مال اور جان سے خدا کی راہ میں۔ یہی لوگ تو سچے ہیں۔ کہ (اے محمد) کیا تم اللہ کو اپنی دینداری جتاتے ہو حالانکہ اللہ جانتا ہے اوسکو جو آسمان میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور اللہ ہر چیز کے حال سے واقف ہے۔ یہ لوگ تمپر (اے نبی) اسلام لانے کا احسان رکھتے ہیں۔ کہہ دو اون سے کہ مجھپر اپنے اسلام لانے کا احسان نہ رکھو۔ بلکہ اللہ تمپر احسان رکھتا ہے کہ اس نے تمکو ایمان کا رستہ دکھایا بشرطیکہ تم دعوی اسلام میں سچے ہو۔

ان دونوں آیتوں میں صاف فیصلہ کر دیا گیا ہے کہ مومن کی کیا شان ہوتی ہے اور جو لوگ اس طرح کا اسلام لاتے ہیں وہ کہاں تک سچے ہیں۔ مگر ہماری غرض آخری حصہ آیہ سے متعلق ہے کہ اوس زمانہ کے مسلمان کیسے تھے جو حضرت پر اس کا احسان رکھتے تھے کہ ہم اسلام لائے جسکی رد خدا نے کی کہ یہ خدا کا احسان ہے تمپر نہ تمھارا ہمپر تو جن لوگوں میں اسلام اور ہجرت دونوں باتیں جمع تھیں وہ کس قدر آپ پر احسان رکھتے ہونگے ؟ جسکی اصلاح کے لئے حضرت کو مکرر ظاہر کرنا پڑا کہ جس کو تم اسلام سمجھے ہو وہ اسلام نہیں ہے۔ نہ وہ ہجرت ہجرت ہے جس کے تم مدعی ہو بلکہ اسلام تو اس کا نام ہے کہ مردم آزار نہ ہو اور ہجرت اس کا نام ہے کہ تارک محرمات الہی ہو۔

عتاب خدا بر مہاجرین

یہاں صحابہ پرست لوگ ممکن ہے کچھ کٹھ حجتی کریں کہ اس آیہ میں تو بالخصوص ذکر مہاجرین نہیں ہے لہذا میں سورہ حدید کی اوس آیہ کو یہاں پیش کرونگا جو خاص مہاجرین کے بارے میں ہے خداوند عالم فرماتا ہے الم یان للذین امنوا ان تخشع قلوبھم لذکر اللہ وما نزل من الحق ولا یکونوا کالذین اوتوا الکتب من قبل فطال علیھم الامد فقست قلوبھم وکثیر منھم فاسقون ١٨ الایۃ یعنے جو لوگ ایمان لائے کیا ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ دل اون کے نرم ہوں ذکر خدا سے اور اون باتوں سے جو حق تعالی کیطرف سے نازل ہوئے اور وہ لوگ اون اہل کتاب کے مثل نہ بنیں جو ان کے قبل تھے (یہود و نصاری سے) کہ بعد امتداد زمان دل اون کے سخت ہوئے اور بہت لوگ اون میں سے فاسق ہیں اب اسکی شان نزول ملاحظہ فرمائیے ازالۃ الخفا کے صفحہ ۳۴۳ میں ہے عن ابن مسعود قال لما نزلت الم یان للذین امنوا ان تخشع قلوبھم لذکر اللہ الایۃ اقبل بعضنا علی بعض ای شئی احدثنا ای شئی صنعنا عن ابن عباس قال ان اللہ استبطاء قلوب المھاجرین فعاتبھم علی راس ثلثۃ

عشر سنة من نزول القران فقال المریان للذین امنوا الایة عن الاعمش قال لما قدم اصحاب النبی صلعم المدینة فاصابوا من لین العیش بعد ما کان بہم من الجھد فکانہم فتروا عن بعض ما کانوا علیہ فعوتبوا فنزلت المریان للذین امنوا الایة - یعنے ابن مسعود سے منقول ہے کہ جب یہ آیہ نازل ہوا تو صحابہ کہنے لگے کہ ہم سے کونسا احداث سرزد ہوا کیا کیا جو یہ عتاب آیا ابن عباس سے روایت ہے کہ پروردگار عالم نے تاخیر میں ڈالا مہاجرین کو یہانتک کہ تیرہ برس بعد نزول قرآن سے اون مہاجرین پر عتاب کیا اور اعمش سے نقل ہے کہ جب اصحاب الحضرت صلعم یعنی مہاجرین وارد مدینہ ہوئے تو عیش و راحت طلبی میں مبتلا ہوئے اور تکالیف و شدائد بھول گئے آخر بسبب اس عیش طلبی کے اعمال میں کوتاہی کرنے لگے تب یہ آیہ عتاب نازل ہوا انتہی مختصراً
اس آیت سے ان مہاجرین کا منافق ہونا تو ذوالفقار حیدری جلد سوم میں بتصریح مرقوم ہو چکا لہذا اوس کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔

افتخار خلیفہ اول بر اسلام خود

مگر دیکھنا یہ ہے کہ وہ کون لوگ تھے جن میں اس سرکشی و تمرد کا مادہ زیادہ تھا اور وہ بار بار اپنے اسلام اور ہجرت وغیرہ پر بار بار اتراتے تھے کہ حضرت کو اون کے تنبیہ و تادیب کی ضرورت پڑی **موطا میں ہے** مر النبی صلعم بشہداء احد فقال ھولاء اشھد علیھم فقال ابوبکر السنا باخوانھم یا رسول اللہ صلعم اسلمنا کما اسلموا وجاھدنا کما جاھدوا فقال صلعم بلی ولکن لا ادری ما تحدثون بعدی فبکی ابوبکر ثم بکی ثم قال وانا لکائنون بعدک۔ یعنی حضرت کا گذر شہدائے احد پر ہوا تو فرمایا کہ ہم ان لوگوں پر گواہی دیں گے۔ ابوبکر نے کہا کیا ہم ان کے بھائی نہیں ہیں۔ اسلام لائے جیسا کہ وہ اسلام لائے اور جہاد کیا جیسا کہ اونھوں نے جہاد کیا حضرت نے فرمایا ہاں لیکن نہیں معلوم تم لوگ ہمارے بعد کیا احداث کروگے پس روئے ابوبکر اور روئے اور کہا کیا ہم لوگ آپ کے بعد زندہ رہیں گے۔
یہ حدیث آپکو بتا رہی ہے کہ ان کو اپنے اسلام اور جہاد (یعنی فرار) پر کیسا ناز تھا کہ خود رسول کے منہ در منہ دعوی کر رہے ہیں کہ ہم بھی تو اسلام لائے اور جہاد کیا۔ پھر پس غیبت میں کیا کچھ نہ تفاخر کرتے ہوں گے۔ یمنون علیک ان اسلموا۔
بظاہر حضرت نے اس جملہ ھولاء اشھد علیھم میں کوئی ایسی بات نہیں کہی تھی کہ انکو کھٹکا ہوتا مگر چونکہ خاص قسم کا ذہن و ذکا پایا تھا فوراً تاڑ گئے کہ حضرت کسی خاص وجہ سے یہ جملہ فرما رہے ہیں

کہ انھیں لوگو نپر ہم گواہی دین گے۔ پھر کہاں ان کو تاب تھی کھل پڑے اور کہہ سنایا کہ ہم بھی تو ویسے ہی مسلمان ہیں۔ مگر آپ نے بھی ویسا ہی جواب دیا کہ بلبلا کر رونے لگے اور یوں بات بنائی کہ کیا ہم آپ کے بعد زندہ رہیں گے؟ مگر یہ ایسا مصنوعی فقرہ ہے کہ کسیطرح حضرتؐ پر موثر نہ ہوا۔

انکار حضرتؐ از اخوت ابوبکر

یہاں دوسری حدیث سنئے جس میں ان کے تفاخر و تعلی نے یہاں تک ترقی کی کہ خود حضرت کی اخوت کے مدعی ہو بیٹھے۔ صواعق محرقہ میں ہے عن انس ان رسول اللہ قال یا ابا بکر لیت انی لقیت اخوانی فقال ابوبکر یا رسول اللہ نحن اخوانک قال لا انتم اصحابی۔ اخوانی الذین لم یرونی وصدقوابی واحبونی حتے لانی احب الی احدھم من ولدہ ووالدہ قالوا یا رسول اللہ ما نحن اخوانک قال لا انکم اصحابی صفحہ ۱۲۸ یعنی انس سے روایت ہے کہ کہا رسول اللہؐ نے اے ابوبکر کاش ہم اپنے بھائیوں سے ملاقات کرتے ابوبکر نے کہا یا رسول اللہؐ آپ کے اخوان تو ہملوگ ہیں حضرتؐ نے فرمایا نہیں تملوگ تو اصحاب ہو۔ ہمارے اخوان تو وہ ہیں جنھوں نے ہمکو دیکھا بھی نہیں اور ہماری تصدیق کی اور ہمسے ایسی محبت رکھتے ہیں کہ اپنے باپ اور بیٹے سے بھی زیادہ محبت رکھتے ہیں لوگوں نے کہا یا حضرت ہم آپکے اخوان ہیں کہا نہیں تم تو اصحاب ہو۔

اس حدیث میں جو حضرتؐ نے خاص طور پر ابوبکر کو مخاطب بنایا ہے اوسکا مزہ تو کچھ اونھیں کا دل جانتا ہوگا۔ مگر یہ بھی اون کے کمال درجہ کی ادب شناسی تھی کہ اس کہنے پر بھی رسول اللہؐ کے نہ سمجھے اور حضرتؐ کے کلام کو رد کرکے کہا کہ آپ کے بھائی تو ہملوگ ہیں جسپر حضرت کو باوصف خلق عظیم منہ توڑ جواب دینا پڑا کہ تم تو صرف اصحاب ہو۔ اخوان نہیں ہو۔

اس کے بعد جو حضرت نے اپنے اخوان کی تعریف فرمائی ہے بیان تو واقعی ہے مگر مدعیان محبت پر نشتر کا کام کر گیا کیونکہ حضرت فرماتے ہیں ہمارے اخوان وہ ہیں جو بے دیکھے ہمپر ایمان لاتے (یعنے تم لوگ دیکھنے پر بھی ایمان نہیں لائے) اور تصدیق ہماری کرتے ہیں (یعنی تم تکذیب کرنے والے ہو چنانچہ اسی روایت سے ظاہر ہے کہ کہا ابوبکر نے نحن اخوانک) اور وہ ہمسے محبت رکھتے ہیں (یعنے تم محبت نہیں رکھتے) ایسی محبت کہ اپنے باپ اور بیٹے سے بھی زیادہ (یعنے تم اس سے محروم ہو چنانچہ مصدق اوسکا واقعہ وفات رسول اللہؐ ہے کہ بلا تجہیز و تکفین کئے سقیفہ میں دوڑ

گئے طلب خلافت کے لئے اور کوئی شریک دفن وکفن بھی نہ ہوا)۔

مگر واہ رے ان صحابہ کی ایمانداری کہ ان سب باتوں کے سننے پر بھی حضرت کی تکذیب کرتے ہیں اور نہیں شرماتے کہ کہتے ہیں یا رسول اللہؐ انحن اخوانک ای رسول اللہؐ ہم ہی لوگ آپ کے بھائی ہیں جس پر حضرت نے فرمایا کہ نہیں تم تو اصحاب ہو۔

فدا ہو ہماری روح اور جان ومال اوس سرور عالم پر جو ایسے مسلمانوں کا مشتاق تھا کہ حضرت سے محبت رکھتا ہو کیونکہ حضرت تو اوس مجمع میں تھے جو ہر وقت آپ کی موت کے متمنی رہتے اور منایا کرتے کہ اب جلد رحلت فرمائیں۔

کیا کوئی مسلمان! اسوقت کہہ سکتا ہے کہ آپؐ ہملوگوں میں ہوتے تو ہم آپؐ کے حکم کی تعمیل نہ کرتے وصیت نامہ نہ لکھنے دیتے۔ تجہیز وتکفین میں شریک نہ ہوتے۔ آپکے لخت جگر کو ایذا دیتے۔ ہم تو سمجھتے ہیں موجودہ مسلمانوں میں کوئی اس دل کا نہیں ہے بلکہ اگر ہفت اقلیم کی بادشاہت اوسکو ملے تو بھی نہ گوارا کرے گا کہ آپ کا جنازہ بے غسل وکفن بھی پڑا رہے اور ہم بادشاہت کو قبول کریں۔

افسوس کہ ہم اپنے مطلب سے کچھ دور چلے آئے کیونکہ اصل مقصود یہی ہے کہ یہ حدیث ایسی ہی صحابہ کے کبر ونخوت توڑنے کو حضرت نے فرمایا کہ تملوگ جو اس گھمنڈ میں ہو کہ ہم مسلمان ہیں یا مہاجر ہیں۔ یہ خیال غلط ہے مسلم تو وہ ہے جسکی زبان اور ہاتھ سے لوگ محفوظ رہیں اور مہاجر وہ ہے جو محرمات کو ترک کرے نہ یہ کہ زبانی اقرار یا بلنجع ترک وطن کو اسلام وہجرت قرار دیں۔

اب میں اسکو دیکھنا چاہتا ہوں کہ ان لوگوں نے کہاں تک اس حکم نبوی کی تعمیل کی ہے اور کہاں تک اس پر عامل رہے ہیں کیونکہ یہ تو معلوم ہو چکا اصلی وجہ تاویل کی یہی ہے کہ کسی طرح اپنے تمان کے اپنے صحابہ خصوصاً خلفا کو اس تاویل کے ذریعہ سے مسلم اور مہاجر ثابت کریں۔

وجہ تخصیص لسان وید

ابن حجر لکھتے ہیں وخص اللسان بالذکر لانہ المعبر عما فی النفس وکذا الید لان اکثر الافعال بھا والحدیث عام بالنسبۃ الی اللسان دون الید لان اللسان یمکنہ القول فی الماضیین والموجودین والحادثین بعد بخلاف الید نعم یمکن ان یشارک اللسان فی ذلک بالکتابۃ وان اثرھا فی ذلک لعظیم ویستثنی

من ذلك شرعا نعاطى الضرب فى اقامة الحد ود والتعازير على المسلم المستحق لذلك وفى التعبير باللسان دون القول نكتة فيدخل فيه من اخرج لسانه على سبيل الاستهزاء وفى ذكر اليد دون غيرها من الجوارح نكتة فيدخل فيها اليد المعنوية كالاستيلا على حق الغير بغير حق صفحہ ۲۹ یعنی زبان کو اس وجہ سے خاص طور پر ذکر کیا کہ جو کچھ دل میں ہوتا ہے اوسکی تعبیر زبان ہی سے ہوتی ہے۔ اسیطرح ہاتھ کو اس وجہ سے ذکر کیا کہ اکثر فعل ہاتھ ہی سے ہوتے ہیں اور حدیث عام ہے بہ نسبت لسان کے دون الید کیونکہ زبان سے گذشتہ اور موجودہ کے بارے میں بھی کلام ہو سکتا ہے اور اون لوگوں کی نسبت بھی جو بعد کو پیدا ہونگے بخلاف ہاتھ کے۔ ہاں ہاتھ بھی زبان کا اس طرح شریک ہو سکتا ہے کہ کتابت وغیرہ ہاتھ سے ہوتی ہے اور اوس کا اثر عظیم ہے۔ مگر اس حدیث سے وہ امور مستثنیٰ ہیں جو شرعاً اقامتہ حدود و تعزیر وغیرہ میں کسی مسلم پر جاری کیا جائے جو اس کا مستحق ہے اور قول کو چھوڑ کر لسان کا نام اسوجہ سے لیا کہ وہ بھی اس میں داخل ہو جو بطریق استہزا زبان نکالے۔ اسیطرح ہاتھ کا نام اس وجہ سے لیا نہ دیگر اعضا کا کہ باطنی ہاتھ بھی اس میں داخل ہو مثل استیلا اور قہر وغلبہ کے کہ پرائے مال پر ناحق تسلط حاصل کیا جائے۔"

ان موشگافیوں کو دیکھیے اور ان تحقیقات کو کہ شرح حدیث میں کیسے کیسے نکتے نکالے جاتے ہیں اور ان کی وسعت کہاں تک پھیلائی جاتی ہے پھر اون تاویلات کو ملاحظہ فرمائے جو پہلے مذکور ہوئیں کہ کسطرح یہ حدیث ردی بنائی جاتی ہے۔ کیوں؟ صرف اس غرض سے کہ جو لوگ ارکان اسلام بنائے گئے ہیں کسی طرح ان حدود اسلام میں داخل رہیں جو محال ہے۔ لہذا میں بغرض تطبیق اس حدیث کو دو حصوں پر تقسیم کرتا ہوں ایک اعمال لسان دوسرا اعمال ید تاکہ شیخین کے حالات روزمرہ سے معلوم ہو وہ اس حدیث کے مطابق داخل اسلام ہو سکتے ہیں یا نہیں۔

خلیفہ اول کی نرم دلی اور خوش گفتاری تو مشہور عالم ہے یہاں تک کہ حدیث موضوع ارءف امتی اور ارحم امتی بامتی ابوبکر اور امامت والی روایت موضوع میں بھی یہی بیان کیا گیا کہ وہ رقیق القلب ہیں تاب ضبط نہ لاسکیں گے اور عام طور پر اہل سنت کے یہاں اون کی نرم دلی مشہور ہے۔ مگر

حقیقت حال اسکے بالکل خلاف ہے۔ تواریخ میں ان کا لقب سباب پڑا ہے یعنی بڑا گالی بکنے والا یا بڑا گالی دینے والا چنانچہ تاریخ الخلفاء سیوطی میں ہے قال استب عقیل بن ابیطالب وابوبکر قال وکان ابوبکر سبابا او نسابا غیر انہ تحرج من قرابتہ من النبیؐ فاعرض عنہ الی آخرہ صفحہ ۲۰ یعنی گالی گفتہ کیا عقیل بن ابیطالب اور ابوبکر نے حالانکہ ابوبکر بڑے گالی دینے والے تھے مگر بخیال قرابت رسول اونھوں نے اس سے اعراض کیا۔

ہمارا مقصود صرف جملہ وکان ابوبکر سبابا سے متعلق ہے کہ بڑے گالی دینے والے تھے تو اب کہئے المسلم من سلم المسلمون میں وہ داخل رہے یا نہیں حالانکہ بالخصوص اس گالی دینے کے بارے میں اس قدر تاکید ہے کہ اوس کا احصا نہیں ہو سکتا۔

کنز العمال میں ہے الجنۃ حرام علی کل فاحش ان یدخلہا ابن ابی الدنیا فی الصمت حل عن ابن عمر وفیہا ایضا ان اللہ تعالیٰ لا یحب الفاحش المتفحش ولا الصیاح فی الاسواق حل عن جابر وفیہ ایضا ان اللہ یبغض الفاحش المتفحش حم عن اسامہ وفیہ ان الفحش والتفحش لیسا من الاسلام فی شئی وان احسنہم اسلاما احسنہم خلقا حم طب ع عن جابر بن سمرہ وفیہ ایضا کفی بالرجل ان یکون بذیا فاحشا بخیلا ھب عن عقبہ بن عامر وفیہ ایضا ان اللہ یبغض الفاحش البذی عن اسامہ طب والخرائطی فی مساوی الاخلاق۔ خلاصہ ان روایات کا یہ ہے کہ جنت حرام ہے اوسپر جو فحش بکے۔ خدا نہیں دوست رکھتا فحش بکنے والے اور سننے والے کو اور نہ اوسکو جو بازاروں میں چلایا کرے فحش وتفحش اسلام سے کوئی حصہ نہیں رکھتا۔ بہترین ناس از روئے اسلام وہ ہے جو سب سے زیادہ خوش خلق ہو۔ خدا دشمن رکھتا ہے فحش بکنے والے کو۔

(۲) اس سے زیادہ تنزیہہ مضمون ہے کہ مشکوۃ شریف میں ہے فصل ۳ باب حفظ اللسان والغیبۃ والشتم۔ عن عائشہ قالت مر النبیؐ بابی بکر وھو یلعن بعض رقیقہ فالتفت الیہ النبیؐ فقال لعانین وصدیقین کلا ورب الکعبۃ فاعتق ابوبکر یومئذ بعض رقیقہ ثم جاء الی النبیؐ فقال لا اعود یعنی حضرت کا گذر ابوبکر پر ہوا تو دیکھا وہ اپنے غلام پر لعنت کر رہے ہیں حضرت اودھر متوجہ ہوئے اور فرمایا لعنت کرنے والا اور صدیق ؟ ہرگز نہیں قسم خدائے خانہ کعبہ

اس کے بعد ابوبکر نے آزاد کیا بعض غلاموں کو اور خدمت رسول میں آکر کہا اب کبھی ایسا نہ کرونگا۔
اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایک صحابی رسول پر بلا وجہ لعنت کر رہے تھے جس سے حضرت نے ممانعت فرمائی دوسرے آپ نے اس جملہ سے اسکو بھی ثابت کیا کہ ان کی یہی عادت ہو کیونکہ لعان کا صیغہ مبالغہ ہو اوسکو حضرت نے انکی شان میں استعمال کیا جیسا کہ روایت اول میں لفظ سباب کور ہوا۔ تیسرے حضرت نے یہ قسم فرمایا کہ صدیق اور لعان کیونکر جمع ہوسکتے ہیں جس سے آپ نے خود ابوبکر صاحب اور اون کے احباب کے اس خیال کو باطل کیا جو وہ انکو صدیق سمجھتے تھے پس حیف ہو کہ حضرت تو بہ قسم ان سے صفت صدیقیت کی نفی فرمائیں اور اہل سنت اس کے اثبات میں کوشاں ہوں۔

علامہ عینی کاشف شرح مشکوۃ میں فرماتے ہیں قوله لعانين وصديقين اى هل رايت صديقا يكون لعانا كلا والله لا يرى اى فاداهما فالواو للجمع اى لا يجتمعان ابدا وفي الكلام معنى التعجب یعنی کیا یہ ہوسکتا ہو کہ کوئی شخص صدیق بھی ہو اور لعان بھی ممکن نہیں۔ پھر جب حضرت بہ قسم فرماتے ہیں کہ یہ دونوں صفتیں نہیں جمع ہوسکتیں تو اب جو لوگ ابوبکر صدیق کہتے ہیں وہ صریحی مخالفت خدا اور رسول کرتے ہیں۔

(۳) حضرت ابوبکر کی یہ آتش مزاجی ایسی سخت تھی کہ اون کا غصہ زبان سے نکلکر ہاتھ تک پہنچ جاتا سنن ابن ماجہ میں ہو عن اسماء بنت ابی بکر قالت خرجنا مع رسول الله م حتى اذا كنا بالعرج نزلنا فجلس رسول الله م وعايشه الى جنبه وانا الى جنب ابى بكر وكانت زمالتنا وزمالة ابى بكر واحدة مع غلام ابى بكر فطلع الغلام وليس معه بعيره فقال له اين بعيرك قال اضللته البارحة قال معك بعير واحد تضله قال فطفق يضرب ورسول الله م يقول انظروا الى هذا المحرم ما يصنع۔ یعنی اسماء بنت ابوبکر سے روایت ہو کہ ایکدفعہ حج کو ہمراہی رسول اللہ ہم روانہ ہوئے۔ بار کا شتر ہمارا اور ابوبکر کا ایک ہی تھا جو غلام ابوبکر کے ہاتھ میں تھا جب بمقام عرج پہونچے تو عایشہ حضرت کے پاس بیٹھیں اور ہم ابوبکر کے پاس اتنے میں وہ غلام نظر پڑا اگر اوس کے ساتھ بار کا اونٹ نہ تھا۔ ابوبکر نے پوچھا تو جواب دیا وہ گم ہوگیا۔ پس اوٹھے اور مارنا شروع کردیا جس پر حضرت تبسم فرماتے اور کہتے دیکھو اس احرام

باندھنے والے کو۔

یہاں یہ گمان تو ہو نہیں سکتا کہ وہ آداب احرام سے ناواقف تھے کیونکہ خود رسول اللہ ساتھ ہیں۔ مگر یہ اثر تھا اوسی تندخوئی اور آتش مزاجی کا جو اون کے مزاج میں تھی کہ ایک صحابی رسول کو مارنے لگے اگرچہ وہ ان کا غلام تھا اور اپنے احرام کا بھی نہ خیال کیا کہ حج میں فلا رفث ولا فسوق ولا جدال فی الحج۔

پس ان واقعات سے ہر شخص نتیجہ نکال سکتا ہے کہ حدیث المسلم من سلم المسلمون من لسانہ و یدہ کا یہ کہاں تک ان کا عمل تھا کہ خود رسول اللہ کے روبرو یہ بے ادبی کر رہے ہیں۔ نہ حج کا ایک خیال ہے نہ حضور اقدس کے مواجہہ کا۔ نہ اس کا کہ فی الواقع یہ غلام قصوروار ہے یا نہیں۔

شاہ ولی اللہ کو روایت حاکم میں یہ مضمون مل گیا کہ رسول اللہ کا شتربار اور ابوبکر کا ایک تھا لہذا اسکو بھی ماثر ابوبکر میں داخل کر دیا تاکہ کسی طرح حضرت کو ابوبکر کا احسانمند بنا دیں چنانچہ لکھتے ہیں "داز انجملہ المنست کہ در حجۃ الوداع اثقال آں حضرت را بر زاملہ خود انداخت"۔ مگر اس عاشق زار خلفا کو یہ نہ سوجھا کہ یہ روایت تو ابن ماجہ۔ در منثور سیوطی میں موجود ہے جس میں اس کا کوئی تذکرہ نہیں ہے کہ حضرت کا اسباب بھی اوسی اونٹ پر تھا کیونکہ اسمیں تو صرف اس قدر ہے کہ اسماء اور ابوبکر کے اسباب کا شتربار ایک تھا اور بالفرض اگر مان بھی لیا جائے کہ حضرت کا شتربار اور ابوبکر کا ایک تھا تو اس سے یہ کیونکر معلوم ہوا کہ ابوبکر نے مفت رکھوایا ہو کیونکہ قرینہ تو یہی بتا رہا ہے کہ یہ اونٹ بہ شراکت کرایہ ہوا تھا کیونکہ فقرہ حدیث یہ ہے وکانت زمالۃ رسول اللہ و زمالۃ ابی بکر واحدۃ الا مع غلام ابی بکر جس سے غلام کی تخصیص ان کے ساتھ معلوم ہوئی اور اونٹ کا مشترک ہونا چنانچہ جو لوگ حج کر آئے ہیں اون کو بخوبی معلوم ہے کہ جمالوں کی شرارت سے اکثر بلاوجہ بھی ایک اونٹ بار کے لئے کرایہ کرتے ہیں جو چند آدمیوں میں مشترک ہوتا ہے۔

مگر واہ رے حیاداری اور ایمانداری ان حضرات کی جو اس پر جان دے رہے ہیں کہ کسی طرح ابوبکر صاحب کا احسان رسول اللہ پر ثابت کر دیں جو محسن تمام عالم ہیں اگرچہ اسی ذریعہ سے ہو کہ حضرت کا کچھ اسباب اپنے اونٹ پر رکھ لیا تھا یا مشترک اونٹ کی مہار ان کے ہاتھ

غلام کے ہاتھ میں تھی۔ اور یہ نہیں سوجھا کہ حضرت نے ہجرت میں تو اسکو گوارا نہ کیا کہ بلا قیمت دئے ان کے اونٹ پر جائیں کہ دو سو کا اونٹ نو سو پر ان سے خریدا تو اسکو کب گوارا فرماتے کہ حج میں ان کے اونٹ پر اپنا بار رکھیں حالانکہ معمولی اشخاص بھی جو حج واجب بجالاتے ہیں اس کو نہیں گوارا کرتے۔

بہرحال ہمکو اس سے بحث نہیں کہ شاہ ولی اللہ صاحب انکو جمال بنائیں یا جمال جنکی درشت خوئیوں سے وہ لوگ بخوبی واقف ہیں جو مشرف بہ حج ہو چکے ہیں۔ مگر غرض اس قدر ہے کہ المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ کی حدیں کہاں تک یہ داخل ہو سکتے ہیں کہ ایک صحابی رسول کو احرام باندھ کر کس طرح ایذا دے رہے ہیں اور اس کا بھی نہیں خیال کرتے کہ حضور اقدس کا سامنا ہے۔

(۴) حضرت ابو بکر کی یہ تندخوئی ایسی بڑھی ہوئی تھی کہ اگر خدانخواستہ کوئی مہمان آجاتا تو کس طرح ان کے غیظ و غضب میں مبتلا ہو جاتا چنانچہ صحیح بخاری میں ہے باب ما یکرہ من الغضب والجزع عند الضیف میں عبد الرحمن بن ابی بکر سے روایت ہے کہ ابو بکر کے یہاں کچھ مہمان آئے تو اپنے فرزند ارجمند عبد الرحمن سے یہ کہکر کہ ان کو ہمارے آنے کے پہلے کھانا کھلوا دینا خدمت رسول میں روانہ ہوئے۔ یہاں عبد الرحمان کھانا لائے مہمانوں نے انکار کیا کہ جب تک صاحب خانہ نہ آئیں گے ہم نہ کھائیں گے۔ عبد الرحمان نے کہا کھا لیجئے فانہ ان جاء ولم تطعموا لنلقین منہ کہ اگر آپلوگ کھانا نہ کھالیں گے اور وہ آجائیں گے تو ہمپر غضب ٹوٹ پڑے گا۔ مگر مہمانوں نے پھر بھی انکار کیا۔ اسکے بعد ابو بکر آئے تو ان سے پوچھا انھوں نے کہدیا کہ ہم نے تمہاری انتظار میں نہیں کھایا۔ ابو بکر نے عبد الرحمان کو پکارا چھپکے ہو رہے کچھ جواب نہ دیا تب کہا یا غنثر معناہ الجاہل وقیل اللئیم × وھو شتم (یعنے اس کے معنی جاہل بخیل۔ ذلیل۔ دنی کے ہیں۔ یہ گالی ہے) میں تجھے قسم دیتا ہوں کہ اگر تو میری آواز سنتا ہے تو چلا آ۔ عبد الرحمن حاضر ہوئے اور کہا کہ اپنے مہمانوں سے پوچھئے (میرا کیا قصور ہے) انھوں نے کہا بیشک یہ کھانا لایا تھا ابو بکر نے کہا تو تم نے ہمارا انتظار کیا؟ واللہ لا اطعمہ اللیلۃ قسم خدا کی آج کی شب ہم کھائیں گے نہیں۔ مہمانوں نے کہا واللہ ہم بھی نہ کھائینگے جب تک

تم بھی نہ کھاؤ۔ ابوبکر نے کہا آج کی ایسی رات جو تمام تر شر ہے ہم نے کبھی نہ دیکھی! وائے ہو تم
نہیں ہماری ضیافت قبول کرتے۔ پھر کہا لاؤ کھانا اور بسم اللہ کہکر کھانا شروع کیا اور
پہلا کلمہ شیطان کا تھا پس ابوبکر نے بھی کھایا اور اون لوگوں نے بھی۔

اس روایت سے جو صحیح بخاری اور صحیح مسلم دونوں میں ہے جس درجہ ابوبکر صاحب
سلامت روی اور حیاداری نمایاں ہے وہ ظاہر ہے مگر بطور تنبیہ بعض باتیں مذکور ہوتی
(۱) بخاری صاحب نے باب ما یکرہ من الغضب والجزع میں اس حدیث کو لکھا ہے جس
کراہت اس فعل مکروہ کی ظاہر ہے۔
(۲) عبد الرحمان نے مہمانوں سے کہا اگر نہ کھاؤ گے تو ابوبکر ہمکو ایذا دیں گے جس سے ا
موذی ہونا ظاہر ہے۔
(۳) بروایت صحیح مسلم عبد الرحمان نے کہا انہ رجل حدیں وانکم ان لم تفعلوا خفت
یصیبنی منہ اذی کہ ابوبکر صاحب بہت تیز مزاج ہیں اگر نہ کھاؤ گے تو وہ ہمکو ایذا دیں گ
معلوم ہوا کہ خود اونکی اولاد اونکی تندخوئی سے خائف رہتی تو وائے برحال دیگراں ح
تمام شرفا کی یہ حالت ہے کہ اون کے باپ شفیق ہوتے ہیں اور لڑکے اون کے شفقت
عطوفت پدری کے خوگر ہوتے ہیں نہ کہ رجل حدیں کا خطاب دیں۔
(۴) جب مہمانوں نے کھانے سے انکار کیا تو عبد الرحمان کو یقین ہوگیا کہ ابوبکر آکر ضرور غ
جس سے کمال درجہ کی نرم دلی ان کی نمایاں ہے۔
(۵) جب ابوبکر آئے تو عبد الرحمان چھپ رہے اس سے بھی کمال درجہ کی رحم دلی نمایا
(۶) جب ابوبکر نے پکارا تو عبد الرحمن نے مارے خوف کے کچھ جواب نہ دیا۔ اس سے
رحم دلی ظاہر ہے کہ بیٹا مارے خوف کے جواب نہیں دیتا۔
(۷) تب ابوبکر نے گالی دے کر کہا یا غنثر
(۸) بخاری کی دوسری روایت میں یہ بھی ہے فغضب ابوبکر فسب وجدع
اسکی شرح میں لکھے ہیں فسب ای شتم لظنہ انہم فرطوا فی حق ضیفہ وجدع
بالجیم المفتوحۃ والدال المہملۃ المشددۃ وبعدہا عین مہملۃ دعا بقطع

او الاذن او الشفہ کہ ابو بکر غضب میں آئے اور گالی دی اور ناک کان لب کٹنے کی بد دعا دی یہ سب اسکی دلیل ہو کہ حد درجہ رحم دل تھے کہ بے قصور بیٹے پر اسقدر غصہ ہو رہے ہیں گالی دیتے ہیں بد دعا کرتے ہیں۔

قسطلانی صاحب نے جو بحمایت خلیفہ یہ فقرہ گڑھا کہ ابو بکر نے اسوجہ سے گالی دی کہ اونکو گمان ہوا کہ مہمانوں کی خاطرداری میں کمی کی ہوگی۔ اسکی غلطی خود اصل حدیث کے فقرات سے ظاہر ہے فقال ما صنعتم فاخبروہ کہ ابو بکر نے آتے ہی اپنے مہمانوں سے پوچھا تھا اور اونھوں نے جواب دیا تھا۔ پھر اہل و عیال کا کیا قصور تھا جو اسطرح مورد عتاب ہوئے کہ گالی بھی دیگئی۔ بد دعا بھی کیگئی کیا اب بھی وہ رحم دل ہی کہے جائیں گے۔؟

(۹) یہ آتش غضب ابھی نہیں فرو ہوتی بلکہ جا کر مہمانوں پر نکلتی ہو کہ تم لوگ ہماری انتظار میں رہے خدا کی قسم آج رات کو ہم نہ کھائیں گے جس سے ہر شخص سمجھ سکتا ہو کہ مطلب یہ ہو کہ تم ہماری انتظار میں رہے دیکھو ہم بھی کیسے سزا بتاتے ہیں کہ تمکو رات بھر بھوکھا رکھتے ہیں نہ خود کھائیں گے نہ تم کو کھانے دیں گے۔

آپ نے کسی شریف کو نہ سنا ہو گا کہ اوس نے اپنے مہمانوں کے ساتھ یہہ برتاو کیا ہو۔ حالانکہ اجلاف وارذال عرب بھی جسطرح مہمانوں کی خاطرداری کرتے ہیں مشہور ہو مگر یہہ ایسے شریف اور باغیرت ہیں کہ اپنے عزیز مہمان کے ساتھ یہہ سلوک کر رہے ہیں حالانکہ اونکا صرف اسیقدر قصور ہو کہ بے انتظار ان کے کھانا نہیں کھاتے۔

۔ نہ معلوم اب اہل سنت کا اپنے مہمانوں کے ساتھ کیا برتاو ہوتا ہو خدا نکرے کہ کوئی شریف ان کا مہمان ہو ورنہ اوس کی بھی یہی سزا ہوگی کہ اوسکی مہمانداری غنثر کے حوالہ ہوگی اگر نہ کھائیگا تو بڑے میاں آکر کھانا بند کر دیں گے حالانکہ یہاں تو اس کا موقع ہے کہ ہم اونکی خوشامد کریں اور معذرت اور شکر گذاری نہ یہ کہ اور مہمانوں پر غصہ کیا جائے۔

(۱۰) یہ کہ ابو بکر نے ایک ناجائز امر پر قسم کھائی حالانکہ خود قسم کہانا اور ایسے امر پر جو عقلاً شرعاً عرفاً مذموم ہو ایسا امر ہے کہ محتاج بیان نہیں۔

(۱۱) اس قسم سے مہمان لوگ بھی ایسا رنجیدہ ہوئے کہ اونھوں نے بھی قسم کھائی جب تک تم

نہ کھاؤ گے ہم بھی نہ کھائیں گے جس سے معلوم ہوا اون لوگوں کو کس درجہ رنج پہونچا۔ تو کیا مہمانوں کو رنج کرنا رحم دلی کی علامت ہے۔؟

(۱۲) ابو بکر نے صرف قسم ہی پر نہیں اکتفا کیا بلکہ کہا انما ہی من الشیطان کا اللیلۃ جس سے معلوم ہوا کہ ابو بکر نے اپنے مہمانوں کو مصدر شر و فساد بنایا۔ کیا یہی تقاضائے شرافت ہے۔؟

(۱۳) اسی پر نہیں اکتفا کیا بلکہ بلفظ ویلکم خطاب کیا جو کلمہ بد دعا ہے اور بالیقین معلوم ہے کہ وہ سب صحابہ رسول تھے۔ (یہہ رحم دلی ہے ابو بکر صاحب کی۔ تو پھر ہملوگ کیوں رو کے جائیں)۔

(۱۴) آخر ابو بکر صاحب کو اپنی قسم توڑنی پڑی ہی اور مہمانوں کے ساتھ کھانا پڑا۔ چرا کارے کند عاقل کہ باز آید پشیمانی۔

(۱۵) آخر میں اسکا بھی اقرار کیا کہ پہلے جو کچھ ہوا وہ سب شیطان سے تہا۔ جس سے تسلط شیطان ان پر ظاہر ہے۔

(۱۶) دوسرے روز صبح کو حضرت کے پاس جاکر افسوس کیا کہ ہم تو اپنی قسم میں جھوٹے ٹھہرے اور مہمان لوگ سچے۔ جس سے یہ بھی ظاہر ہے کہ اپنے فعل قبیح پر کس درجہ اصرار تھا اور ترک قبیح پر کس درجہ مغموم رہے حالانکہ اوس کو شیطانی حرکت بتا رہے ہیں۔ صحیح مسلم میں تو یہ بھی غضب کیا گیا ہے کہ معاذ اللہ حضرت نے ابو بکر کے جواب میں کہا بل انت ابرہم و اخیرہم جس سے موضوعیت اس جملہ کی ظاہر ہے کیونکہ کون عاقل اسکو تجویز کر سکتا ہے کہ آنحضرت جو متمم اخلاق کریمہ تھے ابو بکر کے اس فعل ناجائز کو کہ اونھوں نے اپنے مہمانوں کو رنجیدہ کیا۔ ابر و اخیر کا خطاب دیں۔ اور مہمانوں کے اصرار کو اس کے خلاف بتائیں۔ ومزید التوضیح فی الجزء الثانی من عبقات الانوار وہو المجلد الثانی فی حدیث مدینۃ العلم صفحہ ۱۰۱ جزی اللہ مصنفہ العلام احسن الجزاء فانہ قد احسن بالاسلام وحماتہ التقاۃ

اب میں یہاں اون واقعات و روایات کو نہیں لکھتا جس میں حضرت ابو بکر نے اپنی لاڈلی بیٹی عائشہ صدیقہ کو ایسے ایسے طمانچے مارے ہیں کہ نہناس پھوٹ گئی۔ ناک سے خون کا فوارہ بہنے لگا کیونکہ جب اپنے بیٹے عبد الرحمن پر اونکا غصہ ایسا تیز تھا تو کمزور بیٹی پر اون کے دست تیز کو کون روک سکتا ہے۔

بہر حال ہماری غرض صرف اسی سے متعلق ہے کہ المسلم من سلم المسلمون من لسانہ و یدہ کی کہاں تک رعایت کیگئی۔ زبان سے ہاتھ سے بلا جرم و بے قصور کیسی کیسی ایذائیں مسلمانوں کو بلکہ

خود صحابہ رسول کو پہونچائی گئین۔ تو کیا اس کے بعد بھی اون کے اسلام اور کمال اسلام کا دعویٰ درست ہو سکتا ہی اور وہ حدیث مذکورہ بالا کے حدود میں داخل ہو سکتے ہین کیونکہ تسلط شیطان کو اپنی نفس پر جس صداقت سے اونہون نے قبول کیا ہی اوسکی تصدیق میں کل علماء اہل سنت رطب اللسان ہین تاریخ طبری۔ ریاض النضرہ۔ منہاج السنۃ ابن تیمیہ۔ تاریخ الخلفاء سیوطی کنز العمال ملا علی متقی۔ صواعق محرقہ ابن حجر مکی سب میں موجود ہی۔ ان لی شیطانا یعتریني فاذا اتانی احسولی لا اوثر فی اشعارکم و ابشارکم۔

مگر یہ نہ معلوم ہوا کہ یہ شیطان ان پر کس طرح آتا تھا جس طرح ہندوستان میں بھوت پریت جنات کی آمد مشہور ہی یا کسطرح۔ اور شیطان سے کون سا شیطان مراد ہی۔ جو کسی کی صورت دیکھکر بھاگتا تھا یا وہ جس کی صورت سے شیطان بھاگتا تھا۔

(۵۸) ریاض النضرہ محب الدین طبری میں ہی عن مقاتل ان رجلا نال من ابی بکر و النبی حاضر فسکت منہ ابو بکر ثم رد علیہ فقام صلی اللہ علیہ وسلم فقال ابو بکر یا رسول اللہ شتمنی فلم تقل شیئا حتی اذا رددت علیہ قمت فقال ان ملکا کان یجیب عنک فلما رددت ذہب الملک وجاء الشیطان فنزلت ذکرہ ابو الفرج فی اسباب النزول یعنے آیہ لا یحب الجہر بالسوء من القول یعنے ایک شخص نے ابو بکر کو گالی دی اور حضرت وہین موجود تھے۔ ابو بکر کچھ دیر ساکت رہے پھر اونہوں نے بھی گالیان دینی شروع کیں حضرت وہان سے اوٹھ گئے اوسپر ابو بکر نے کہا یا حضرت جبتک وہ گالی دیتا رہا آپ کچھ نہ بولے جب ہمنے گالی دی تو آپ اوٹھ گئے حضرت نے فرمایا جب تک تم چپ تھے فرشتہ تیری طرف سے جواب دیتا تھا جب تم نے شروع کیا تو فرشتہ چلا گیا اور شیطان آموجود ہوا۔

یون تو عام طور سے شریفون کا دستور ہی کہ وہ اپنی زبان گالی گلوج کی غلاظت سے نہین آلودہ کرتے اور گالی کا جواب گالی سے نہیں دیتے اور جسقدر اون کے مدارج اعزازی کو ترقی ہوتی جاتی ہی اوسیقدر خودداری کا مادہ بھی آتا جاتا ہی جس کے بعد پھر کوئی ایسا فحش کلمہ اونکی زبان سے نہیں سنتا۔ مگر اس عربی شیخ کی زبان بزازنہ کی دوکان سے کچھ ایسی تیز ہو رہی ہی کہ ہر چند آنحضرت تعلیم فرماتے رہے مگر ان پر کچھ نہ اثر ہوا۔ ہر شخص سے اوجھنا ہر کس و ناکس سے گالی گلوج کرنا تو

کرتا گیا یہان تک کہ خود رسول اللہ سے ایسے بدظن ہوئی کہ آپ اسوجہ سے اوٹھ گئے کہ ہم نے اپنے حریف کو گالی دینی شروع کی حالانکہ جب تک وہ گالی دیتا رہا آپ سنتے رہے۔ یہ ہے انکا ایمان اور صدیقیت جسکے اہل سنت مدعی ہیں (۶) ابو بکر نے اس سے گالی گلوچ شروع کی جسکی بدولت یہ سب ثابت ہے۔ تاریخ طبری میں ہے فوقف اسامۃ بالناس ثم قال لعمر ارجع الی خلیفۃ رسول اللہ فاستاذنہ یاذن لی ان ارجع بالناس فان معی وجوہ الناس وحدہم ولا امن علی خلیفۃ رسول اللہ وثقل رسول اللہ واثقال المسلمین ان یتخطفہم المشرکون وقالت الانصار فان ابی الا ان تمضی فابلغہ عنا واطلب الیہ ان یولی امرنا رجلا اقدم سنا من اسامۃ فخرج عمر بامر اسامۃ واتی ابا بکر فاخبرہ بما قال اسامۃ فقال ابو بکر لو خطفتنی الکلاب والذئاب لم ارد قضاء قضی بہ رسول اللہ صلعم قال فان الانصار امرونی ان ابلغک وانہم یطلبون الیک ان تولی امرہم رجلا اقدم سنا من اسامۃ فوثب ابو بکر وکان جالسا فاخذ بلحیۃ عمر فقال لہ ثکلتک امک وعدمتک یا ابن الخطاب استعملہ رسول اللہ صلعم وتامرنی ان انزعہ فخرج عمر الی الناس فقالوا لہ ما صنعت قال امضوا ثکلتکم امہاتکم ما لقیت فی سببکم من خلیفۃ رسول اللہ اور تاریخ ابن الاثیر میں ہے فلما خرج الجیش الی معسکرہم بالجرف وتکاملوا ارسل اسامۃ عمر بن الخطاب وکان معہ فی جیشہ الی ابی بکر یستاذنہ ان یرجع بالناس وقال ان معی وجوہ الناس وحدہم ولا امن علی خلیفۃ رسول اللہ وحرم رسول اللہ والمسلمین ان یتخطفہم المشرکون وقال من مع اسامۃ من الانصار لعمر بن الخطاب ان ابا بکر خلیفۃ رسول اللہ الا فامض فابلغہ عنا واطلب الیہ ان یولی امرنا اقدم سنا من اسامۃ فخرج عمر بامر اسامۃ الی ابی بکر فاخبرہ بما قال اسامۃ فقال لو خطفتنی الکلاب والذئاب لانفذتہ کما امر بہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولا ارد قضاء قضی بہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولو لم یبق فی القری غیری لانفذتہ قال عمر فان الانصار تطلب رجلا اقدم سنا من اسامۃ فوثب ابو بکر وکان جالسا واخذ بلحیۃ عمر قال ثکلتک امک یا ابن الخطاب استعملہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتامرنی ان

اعزلہ. خلاصہ ان سب کا یہ ہو کہ جب اسامہ لشکر لیکر باہر نکلے تو اسامہ نے عمر کو ابو بکر کے پاس اسغرض سے بھیجا کہ عمر کو اپنے پاس رکھ لیجئے کیونکہ ہمارے ساتھ وجوہ و اعیان ناس ہیں اور خوف کرتے ہیں خلیفہ رسول اللہ صلعم پر کہ مشرکین حملہ کریں اور جو لوگ اسامہ کے ساتھ تھے اونھون نے کہا کہ اگر ابو بکر نہ مانیں تو تم ہماری طرف سے یہ پیغام پہونچانا کہ کسی ایسے شخص کو سردار لشکر بنائیں جو اسامہ سے زیادہ سن رکھتا ہو. عمر نے اگر ابو بکر سے کہا. ابو بکر نے کہا اگر کتے بھیڑ یا بھی ہمکو پھاڑ ڈالیں اور سوائے ہمارے کوئی نہ ہے تو اسکے خلاف نہ کرینگے تب عمر نے کہا کہ لشکر والے چاہتے ہیں کہ کوئی دوسرا شخص افسر بنایا جائے. جو بہ نسبت اسامہ کے زیادہ سن رکھتا ہو پس او چھل پڑے حالانکہ بیٹھے تھے اور پکڑ لی داڑھی عمر کی اور کہا تیری ماں تجھے پیٹے اے پسر خطاب کہ رسول اللہ تو اوسکو امیر بنائیں اور تو مجھے حکم دیتا ہے کہ اوس کو موقوف کردوں. عمر جب واپس آئے تو صحابہ نے پوچھا کیا بنا آئے تو جواب دیا تم سب کی ماں تم کو پیٹیں کہ بسبب تمھاری کیا حالت بنی ہو ہماری خلیفہ رسول کے ہاتھ سے.

یہ واقعہ حدیث کے دونوں حصوں میں داخل ہو سکتا ہو المسلم من سلم المسلمون من لسانہ و یدہ کا کیونکہ ابو بکر صاحب نے حضرت عمر کو زبان سے گالی بھی دی ہے ثکلتک امک اور ہاتھ سے بھی ایذا پہونچائی کہ مرایتہ مقبض من عمر پکڑ لی.

ہم جہاں تک سمجھتے ہیں ہمارے ناظرین با انصاف کو کبھی ایسا موقع نہ پیش آیا ہوگا جس سے وہ اوس تکلیف کا اندازہ کر سکیں جو داڑھی کے پکڑانے سے آدمی کو ہوتی ہے. مگر وہ ارذال خوب واقف ہیں جن کی داڑھیاں لمبی ہوتی ہیں اور بیہودگی کی وجہ سے آپس کی تو تو میں میں سے اکثر داڑھی پکڑول کی نوبت آجاتی ہے.

میں نہیں کہہ سکتا کون شخص اہل سنت سے ایسا ہوگا جس کو اپنے خلیفہ دوم سے ہمدردی نہ ہو جو اصل بانی مبانی اس مذہب کے ہیں. پھر دیکھیں وہ اس کا پاداش کیونکر نکالتے ہیں. کیا اوسکی نقل اوتار کر بھی کچھ نہیں کر سکتے؟

مگر مشکل یہ ہو کہ جو دعوی صحابہ پرستی کا کرتے ہیں اوس کے مطابق پھر خلیفہ دوم پر بھی تو کچھ ان کو غصہ آئیگا کیونکہ دربار خلافت سے نکلکر انھوں نے اپنے دل کا جلا پھپھولا اس طرح توڑا کہ سارے صحابہ کو گالیاں دین دیں امضوا ثکلتکم امہاتکم.

اب یہاں ایک دوسرا تماشا بھی ملاحظہ ہو کہ امام طبری اور ابن اثیر نے تو اصل واقعہ کو بے کم و کاست لکھدیا مگر اس حرکت ناشایستہ کی رکاکت اور رذالت ایسی تھی کہ علامہ ابن خلدون سے نہو سکا کہ اپنی تاریخ میں اوسکو درج کریں لہذا ایک نئے انداز سے لکھا۔ عبارت اونکی حسب ذیل ہے۔

ووقف اسامۃ للناس ورغب من عمر التخلف عن هذا البعث والمقام مع ابی بکر شفقۃ من ان یدهمه امر وقالت الانصار فان ابی الا المضی فلیول علینا اسن من اسامۃ فابلغ عمر ذلك كله ابا بكر فقام وقعد وقال لا اترك امر رسول الله حتى اخرج وانفذه۔

یعنی اسامہ نے باہر نکلکر توقف کیا اور عمر سے اسکی خواہش کی کہ وہ ابوبکر کے پاس رہ جائیں کہ کہیں ایسا نہو کوئی حادثہ پیش آئے۔ اور انصار نے کہا کہ اگر ابوبکر نہ راضی ہوں تو کہنا ہمپر کسی ایسے شخص کو افسر بنائیں جو اسامہ سے زیادہ سن رکھتا ہو۔ عمر نے سب پیغام پہونچایا۔ پس کھڑے ہوئے ابوبکر (جسنے داڑھی پکڑنے کو) اور بیٹھ گئے (داڑھی چھوڑ کر) اور کہا میں اوس کو نہ چھوڑونگا جو رسول اللہ صلعم نے حکم دیا ہے۔

ناظرین کو اب معلوم ہو گیا ہوگا کہ آج کل تاریخی دنیا میں جو ابن خلدون کو شہرت ہو رہی ہے کہ ہر شخص اوس سے سند لاتا ہے اور اوسکی مدح و ثنا میں رطب اللسان ہیں۔ اردو میں اوس کا ترجمہ بھی ہو گیا۔ یہ کیوں؟ صرف اسیوجہ سے کہ وہ اسطرح خلفا کی پردہ داری کرتا ہے کہ جملہ فوثب ابوبکر وکان جالسا واخذ بلحیۃ عمر وقال ثکلتك امك وعدمتك یا ابن الخطاب کو غائب کر کے قام و قعد سے چھپا رہا ہے تاکہ مسلمانوں کو نہ معلوم ہو یہ خلفا کس شرافت کے تھے اور کیسے افعال کے۔

تو اب کیا امید ہو سکتی ہے کہ ہمکو پہلے زمانہ کا کوئی صحیح واقعہ مل سکے جب ایسے ایسے مورخ مٹانے پر آمادہ ہیں اور قوم اونکی عزت کرنے پر مستعد۔

بہرحال حسب تحریر ابن حجر صاحب ابن خلدون بھی اوسی حدیث المسلم من سلم المسلمون کے اندر آگئے کیونکہ لفظ "ید" میں اونہوں نے کتابت کو بھی داخل کیا ہے اور کہا ہے اندلام عظیم جسطرح شیخین بوجہ زبان درازی و دست درازی اس حدیث سے خارج تھے اوسی طرح یہ بھی خارج ہوئے جنہوں نے بذریعہ کتابت اخفائے حق کیا۔

(۷) خلیفہ اول کی یہ آتش مزاجی بالخصوص خلیفہ دوم پر بہیں تمام نہیں ہوی بلکہ اونکی اوس تیزی ہوئی جوش نے جو خلافت سے پیدا ہوگیا تھا۔ جب اون مسلمانوں کو قتل کرنا چاہا جنھوں نے انکی خلافت نہیں مانی اور زکوۃ وغیرہ دینا بند کردیا تو خلیفہ دوم نے بہت کچھ سمجھایا اور مصلحت وقت سے مطلع کیا تو پھر خلیفہ صاحب کا غصہ بھڑکا اور کہا جبار فی الجاھلیۃ خوار فی الاسلام یعنی زمانہ جاہلیت میں تو تو جبار تہا اب اسلام لاکر کیوں ایسا ذلیل وخوار ہوگیا۔

تاریخ الخلفاء علامہ سیوطی میں ہے اخرج الاسماعیلی عن عمر رض قال لما قبض رسول اللہ صلعم ارتد من ارتد من العرب وقالوا نصلی ولا نزکی فاتیت ابابکر فقلت یا خلیفہ رسول اللہ تالف الناس وارفق بہم فانھم بمنزلۃ الوحش فقال رجوت نصرتك وجئتنی بخذلانك جبار فی الجاھلیۃ خوار فی الاسلام بماذا عسیت اتالفھم بشعر مفتعل او بسحر مفترٰی ھیھات ھیھات مضی النبی صلعم وانقطع الوحی واللہ لاجاھدنھم ما استمسك السیف فی یدی وان منعونی عقالا۔

اور ازالۃ الخفا شاہ ولی اللہ میں ہے بعد ازان در قتل مرتدین مباحثہ شد صدیق اکبر بجد عظیم درین باب پیش گشت۔ وآں سرّ قول آن حضرت صلعم بود درین فتنہ کہ العصمۃ بالسیف قال عمر یا خلیفہ رسول اللہ تالف الناس وارفق بہم فقال جبار فی الجاہلیۃ وخوار فی الاسلام انہ قد انقطع الوحی وتم الدین اینقص وانا حی۔ صفحہ ۲۸ مقصد دوم۔

یعنی حضرت عمر سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلعم نے وفات پائی اور مرتد ہوئے عرب کے وہ لوگ جو مرتد ہوئے تو کہا اونھوں نے ہم نماز پڑہینگے (اس سے اسلام اونکا ظاہر ہے) مگر زکوۃ نہ دینگے تو ہم نے اگر ابوبکر سے کہا ان کی تالیف قلب فرمائیے اور نرمی کیجیے کہ یہ سب بمنزلہ وحشی کے ہیں ابوبکر نے کہا ہمکو تو امید تھی تیری النصرت کی مگر تو اپنی مخذولی دکھاتا ہے۔ جاہلیت میں تو جبار تہا اور اسلام میں آکر تو ذلیل وخوار ہوگیا ہم کس بات سے اون کی تالیف قلب کریں۔ کیا کوئی شعر گڑہا ہے یا جھوٹا جادو کہا ہے افسوس افسوس حضرت نے تو انتقال کیا وحی کی آمد منقطع ہوئی قسم خدا کی ہم اون سے جہاد کرینگے جب تک تلوار ہمارے ہاتھ میں ہے اگر وہ لوگ اوس رسیمان کو بھی نہ دیں جس سے جانور باندھے جاتے ہیں۔

اس مطلب کو کچھہ تفصیل سے ہم آیندہ لکھینگے جہاں اس حدیث کے دوسرے حصہ کی تطبیق

دکھائیں گے۔ مگر اس عبارت سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ خلیفہ اول کا مزاج کس قدر گرم تھا کہ بار بار خلیفہ
دوم پر بھڑک رہے ہیں ابھی داڑھی پکڑ کر گالی دے چکے ہیں۔ آج یہ خطاب پر عتاب ہو رہا ہے تو کیا اب
بھی بتطبیق حدیث المسلم من سلم المسلمون ان کے خارج الاسلام ہونے میں کسیکو عذر ہو سکتا ہے
یہ مضمون جامع الاصول ابن اثیر اور ریاض نضرہ محب طبری اور مشکوۃ شریف اور
کنز العمال ملا علی متقی اور صواعق محرقہ ابن حجر مکی اور تاریخ الخلفاء سیوطی اور ازالۃ الخفا
شاہ ولی اللہ میں موجود ہے مگر مورخین باایمان اس کو بھی کھا گئے۔

یہان سے آپلوگوں کو اس کا بھی پتہ مل گیا ہوگا کہ اصلی حالات مشہور کے کس قدر خلاف ہو
ہیں کیونکہ مشہور تو یہی ہے تشدد اور تسلط کا مادہ عمر صاحب میں زیادہ تھا اور خلیفہ اول نہایت نرم
دل تھے۔ مگر ان واقعات سے آپکو معلوم ہوگا کہ معاملہ بالکل برعکس ہے کیونکہ خلیفہ اول تو اس
اور بوڑھاپے پر کہ بقول اہلسنت ایک آدمی کو بھی انھوں نے اپنے ہاتھ سے نہ مارا یہ جرات دکھا رہے
ہیں کہ تمام مسلمانوں کے قتل پر آمادہ ہیں مگر خلیفہ دوم ہیں کہ مرتدوں کے قتال پر بھی راضی نہیں
ہیں راے دے رہے ہیں کہ ان کی تالیف قلب کرنی چاہئے یعنی جو کچھ اطاعت قبول کرتے ہیں
کو مان لینا چاہئے جس سے آپ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ کہاں تک اون کے دلمیں جرات تھی۔
طیبی کاشف شرح مشکوۃ میں فرماتے ہیں۔ قولہ خوار فی الاسلام نداہ فی النہایۃ
من خار یخور اذا ضعفت قوتہ و وہنت اقول انکر علیہ ضعفہ و وہنہ فی امر الدین
فیرد ان یکون جبارا بل اراد بہ التصلب والشدۃ فی الدین لکن لما ذکر الجاہلیۃ
قرنہ بذکر الجبار ومن العجب ان ابابکر کان منسوبا الی الرفق والله بانہ وعمر الی
والصلابۃ فعکس الامر فی ہذہ القضیہ یعنے یہ بھی عجیب بات ہے کہ ابوبکر تو منسوب تھے طرف
اور نرمی کے اور عمر کیطرف سختی اور شدت کی نسبت کی جاتی مگر اس قضیہ میں معاملہ برعکس ہوگیا
یہ حالات تو بتفصیل آیندہ مذکور ہوں گے مگر اس قدر سمجھ رکھیے کہ خلیفہ دوم کو ان مرتدین سے
محبت تھی اور اس درجہ اون کی خاطرداری کا خیال تھا کہ اگر قتال کو نہ روک سکے تو یہ احسان
گذرے کہ خون بہا مسلمانوں کا معاف کردیا۔ شاہ ولی اللہ صاحب ازالۃ الخفا میں لکھتے
باز حضرت صدیق را در مسئلہ ھل تجب علی المرتدین اذا تابوا دیۃ من قتلوہ فی ایام

باحضرت فاروق اختلاف افتادہ قال البغوی روی عن ابی بکر انہ قال لقوم جاؤہ تائبین تدون قتلانا ولاندی قتلاکم فقال عمر لاناخذ لقتلانا دیۃ اصح قول امام شافعی مذہب حضرت صدیق است جمعی از علما گفتند منہم البغوی احتمال دارد کہ مذہب حضرت فاروق موافق مذہب صدیق اکبر باشد غیر انہ رای الاعراض عن الزام الدیہ ترغیبا لہم فی الثبات علی الاسلام ص ۳۸ یعنے ایک مسئلہ یہ ہی کہ اگر مرتد توبہ کرے تو جن لوگوں کو اوس زمانہ ارتداد میں قتل کیا ہو اون کا خون بہا دینا لازم ہے یا نہیں اس مسئلہ میں بھی صدیق کو فاروق سے اختلاف ہوا کیونکہ بغوی نے روایت کیا ہی کہ جب وہ لوگ بغرض توبہ کرنے کے آئے تو ابوبکر نے کہا ہمارے لشکر کے لوگ جو قتل ہوئے ہین اونکا خون بہا دو اور ہم تمھارے مقتولونکا خونبہا نہ دیں گے (ابھی اونھوں نے کچھ جواب نہ دیا تھا) کہ عمر بول اوٹھے ہم اپنے مقتول کا بھی تم سے خون بہا نہ لیں گے۔ امام شافعی کا بھی صحیح قول یہی ہے جو صدیق کی رائے تھی بعض علمانے یہ بھی کہا ہی کہ ممکن ہی عمر کی بھی یہی رائے ہو موافق صدیق کے مگر اسوقت اونکی مصلحت اسیکی متقاضی ہوی کہ خون بہا سے اعراض کریں تاکہ اون کو رغبت ہو ثبات علی الاسلام پر۔

اب اون واقعات کو ملاجاؤ کہ عمر صاحب نے پہلے نفس قتال مرتدین میں اختلاف کیا چاہتے تھے کہ اون سے جنگ نہ کی جائے جس سے ابوبکر نے جبار فی الجاہلیۃ خوار فی الاسلام کا خطاب دیا جب وہ معاملہ طے ہوا ابوبکر کی فتح ہوئی اب وہ لوگ توبہ کرنے آئے تو ابوبکر صاحب نے اپنی لشکر کی خون بہا کا مطالبہ کیا جو ایک واجبی مطالبہ تھا کیونکہ بعد صلح تاوان جنگ لیا ہی جاتا ہی قبل اس کے کہ وہ لوگ کچھ جواب دین عمر بول اوٹھے ہمکو خون بہا کا مطالبہ نہیں ہی جس سے آپ سمجھ سکتے ہیں اسلام اور مسلمانوں کی کیسی حق تلفی ہوئی کیسی کیسی عزیز جانین مسلمانوں کی اس جنگ مین ضایع گئی تھیں مگر عمر صاحب ایسے خیرخواہ اسلام تھے کہ سب کو معاف کر دیا اس سے بڑھ کر کون سی خیرخواہی ہو سکتی ہی حالانکہ ہر شخص سمجھتا ہی اوسوقت اسلام کو مال کی کیسی حاجت تھی۔ اسپر بھی جو لوگ سطوت عمری کے قایل ہیں اور مصر میں جاکر قسم یا عمر کا نعرہ بلند کیا جاتا ہے تو کیسی افسوس ناک حالت ہی۔ رہا یہ خیال کہ عمر صاحب نے بخیال ترغیب اسلام ایسی کارروائی ناجائز کی تو بعد اس کے کہ جنگ ہو چکی وہ مغلوب ہو چکے زکوۃ دینے لگے پھر کون سا موقع اس کا رہا اور جب شرعاً اونپر دیت واجب تھی تو ان کو

روکنے کا کیا استحقاق تھا۔ پھر وارثان مقتولین کی جو حق تلفی ہوئی اس کا کون ذمہ دار ہوگا۔

ابوبکر صاحب کا جملہ بشعر مفتعل او بسحر مفتری بھی قابل لحاظ ہی کہ وہ آنحضرت ص کے تسلط اور غلبہ کفار پر کیا سمجھتے تھے کیونکہ تالیف قلب کا ذریعہ شعر مفتعل اور سحر مفتری کو جانتے ہیں جسپر یہ بھی بجا کرتے ہیں ھیھات مضی النبی ص کہ اب تو نبی زندہ نہیں ہیں پھر یہ امر کس سے انجام پائے۔

(۸) بہرحال حضرت ابوبکر کی یہ تیز زبانی اور آتش مزاجی ایسی تھی کہ صرف حضرت عمر ہی نہیں نالان تھے بلکہ بہت سے صحابہ نالان رہے یہان تک کہ جو لوگ عہد رسالت مآب میں عمال تھے اکثر اون میں سے ملازمت سے دستکش ہوئے چنانچہ ازالۃ الخفا میں ہے فی الاستیعاب کان خالد یعنی ابن سعید واخوہ عمالا لرسول اللہ ص فرجعوا عن عمالتہم حین مات رسول اللہ ص فقال ابوبکر مالکم رجعتم عن عمالتکم ما احد احق بالعمل من عمال رسول اللہ ص ارجعوا الی اعمالکم فقالوا نحن ابی اجیحہ لا نعمل لاحد بعد رسول اللہ ص ابدا فمضوا الی الشام فقتلوا جمیعا ص ۳۷ یعنے خالد بن سعید وغیرہ رسول کی طرف سے عامل مقرر تھے حضرت کی وفات کے بعد لوگوں نے چھوڑ دیا ابوبکر نے کہا کیوں چھوڑ دیا تمسے بڑھکر کون مستحق ہے کہ تم لوگ رسول اللہ ص کے عمال سے ہو اپنے اپنے کام پر چلے جاؤ اونھوں نے جواب دیا کہ ہم اولاد ابی احیحہ میں بعد رسول اللہ ص کسیکے لئے عمل نہ کریں گے۔

یہ خالد بن سعید سابقین اسلام سے ہیں بقول ضمرہ بن ربیعہ ابوبکر کے ساتھ مسلمان ہوئے جیسا استیعاب میں ہے ص ۱۵۴ اونہوں نے بھی ہجرت حبشہ کی تھی اور حضرت جعفر طیار کے ساتھ جنگ خیبر کے وقت واپس آئے حضرت نے انکو صنعاء یمن کا والی کیا تھا۔ ان کے دوسرے بھائی ابان بحرین کے حاکم تھے اور عمرو تیماء و خیبر کے چھوٹے بھائی حکم تحصیل حکمت میں مشغول تھے۔

استیعاب میں اسکی وجہ نہیں لکھی کہ یہ لوگ کیون مستعفی ہوئے مگر تاریخ کامل سے اس کا پتہ چلتا ہے واقعات ۱۳ھ ہجری میں لکھتے ہیں قیل فی سنۃ ثلاث عشرۃ وجہ ابوبکر الجنود الی الشام بعد عودہ من الحج فبعث خالد بن سعید بن العاص وقیل انما سیرہ لما سیر خالد بن الولید الی العراق وکان اول لواء عقدہ الی الشام لواء خالد ثم عزلہ قبل ان یسیر وکان سبب عزلہ انہ تربص ببیعۃ ابی بکر شہرین ولقی علی ابن ابی طالب وعثمان بن عفان فقال یا ابا الحسن یا بنی عبد مناف اغلبتم علیہا فقال علی المغالبۃ تری ام خلافۃ قال لا یغالبکم

فلم یعقدها علیه و اما عمر فاضطغنها علیه فلما ولی ابوبکر لم یزل به عمر حتی عزله عن الامرة و جعله ردءا للمسلمین بتیماء الی آخرہ ص ۱۵۴ ج ۲ یعنی ۱۳ھ میں جب ابوبکر خالد کو عراق کی طرف لشکر کے ساتھ بھیج چکے تو پہلا نشان جو ملک شام کے لئے قایم کیا گیا وہ خالد بن سعید بن عاص کا تھا مگر قبل اسکے کہ وہ روانہ ہون موقوف کر دئیے گئے جسکی وجہ یہ ہوئی کہ انھون نے دو مہینے تک ابوبکر کی بیعت نہین کی اور حضرت علی ابن ابیطالب اور عثمان بن عفان سے ملاقات ہوی تو کہا اے ابوالحسن اے فرزند عبد مناف کیا تم سب مغلوب کر دئے گئے اس امر خلافت مین حضرت علی نے کہا تو اسے مغالبہ سمجھا ہی یا خلافت؟ ابوبکر نے تو اس کا کینہ اپنے دل میں نہیں رکھا لیکن عمر کے دل میں یہ کینہ بھرا رہا جب ابوبکر نے اون کو افسر لشکر بنایا تو عمر برابر اصرار کرتے رہے یہان تک کہ اوسکو معزول کیا اور امدادی لشکر بنا کر تیما میں رہنے کا حکم دیا کہ جب تک کوئی تم سے نہ جنگ کرے تم کسی سے نہ لڑنا۔

ان واقعات کے ملانے سے معلوم ہو سکتا ہی کہ ان تینون بھائیون نے ایسی خدمت جس میں ایک ایک صوبہ کی گورنری تھی کیون چھوڑ دی کیونکہ ایماندار مورخون کی ایمانداری تو کھل چکی اب آپ خود ہی سمجھ لیں گے کہ جس شخص نے دو ماہ تک خلیفہ اول کی بیعت نہ کی ہو اوس سے اون کے دل میں کس قدر کینہ ہوگا کیونکہ یہ کہنا کہ ابوبکر نے کینہ نہ کیا خود کاشف ہی اسکا اور جب حضرت علی کو اتہام لگا دیا گیا تو اور کسی پر اتہام لگانا یا واقعات کو چھپانا کتنی بڑی بات ہی۔

(۹) اب ہم ابوبکر صاحب کی اوس تیز زبانی کو لکھتے ہیں جو مرتے وقت تمامی صحابہ رسول کے حق میں گستاخانہ کلمات کہہ گئے یہ فقرہ اوس وصیت نامہ کا ہی جو مرتے وقت ابوبکر نے عمر سے کہا احذرک هولاء النفر من اصحاب محمد الذین قد انتفخت اجوافهم و طمحت ابصارهم و احب کل امرء منهم لنفسه ص ۳۳ مقصد ۲ ای عمر ہم تجھ کو خوف دلاتے ہیں انلوگون سے جو اصحاب محمدؐ ہیں کہ ہمیشہ ان کے پیٹ پھولے ہوئے ہین آنکھیں ان کی اندھی ہیں ہر شخص اپنے نفس کیلئے چاہتا ہی۔

اب خدا کیواسطے اہل سنت غور فرمائیں کہ شیعہ بیچارے اس سے بڑھ کر آپ کے صحابہ خلفا کو برے میں کیا کہتے ہیں جو آپ اون سے اس قدر ناراض ہیں اور اپنے خلیفہ اول کی نسبت کچھ نہیں کہتے اگر کاشت اسی پر آپ صلح کریں تو مصالحہ کی صورت نکل آئی ہی کہ شیعون کو عام طور سے

اجازت مل جائے کہ آپ کے خلفا و صحابہ کے بارے میں یہ الفاظ کہا کریں۔

یہاں اسکا بھی خیال ضروری ہو کہ خلیفہ کے دل میں جناب رسالتمآبؐ کی کیا وقعت تھی لفظ ر
سے نہیں یاد کرتے بلکہ اصحاب محمد کہتے ہیں جس کی غرض یہ ہو کہ اور بھی اونکی توہین اور تحقیر ہو کی
اصحاب رسول اللہ تو وہاں کہا جاتا ہو جہاں تعظیم منظور ہوتی ہو۔

پھر اس سے بڑھکر انکی تیز زبانی کی اور کیا دلیل ہوسکتی ہے کہ مرتے وقت اسطرح کا
کی شان میں کہہ رہے ہیں۔ نہیں بلکہ رسول اللہ کو نام سے یاد کرتے ہیں کہ عیاذا باللہ اس
لینا اون کے خیال میں باعث مزید تذلیل ہو۔

اب اس بحث کو میں اس پر تمام کرتا ہوں کہ ابوبکر صاحب خود بھی اپنی اس تیز زبانی
تھے اور واقف تھے کہ ہم اس حدیث نبوی کے سراسر خلاف رفتار کرتے ہیں جسپر اکثر وہ ا
اینٹھا کرتے مگر خوئے بدور طبیعتے کہ نشست۔

ازالۃ الخفا میں ہو عن اسلم مولی عمر ان عمر اطلع علی ابی بکر وھو یمد لسانہ فقال
تصنع یا خلیفۃ رسول فقال ان ھذا اوردنی الموارد ان رسول اللہ قال لیس من الجس
وھو یشکو اذرب اللسان اخرجہ ابو یعلی ص ٣٥۔

یعنی ایکروز دیکھ لیا عمر نے ابوبکر کو کہ وہ اپنی زبان کھینچ رہے ہیں عرض کیا کیا کر رہے
خلیفہ رسول اللہ تو جواب دیا اسی نے ہم کو ان سب مہلکوں میں ڈالا ہو۔ حضرت فرماتے ہیں
انسان کے کوئی عضو ایسا نہیں ہو جو اس کے تیزی کی شکایت نہ کرتا ہو۔

جس سے معلوم ہوا کہ خود ابوبکر صاحب کو بھی اپنی تیز زبانی معلوم تھی اور
کی سزا بھی کرتے تھے۔ مگر اس قدر تیزی اوس کی بڑھ گئی تھی کہ سنبھالے نہیں سنبھلی
کیا اس کے بعد بھی تطبیق حدیث المسلم من سلم المسلمون من لسانہ و یدہ ہوسکتی

یہاں تک تو لغزش زبان کا حال تھا کہ صحابہ اور اہل اسلام ان کی تیزی زبان سے
نہ تھے۔ اب منحرانہ کے برعکس ان کا معاملہ کفار کے ساتھ کیا تھا جس سے اس کا بھی پتہ
کہ نور ایمان نے کہاں تک ان کے دلمیں جگہہ پایا تھا اور کفر و نفاق کا کس قدر اثر تھا کیونکہ
وہ چیز ہے جو انسان کے اندرونی حالت کی کاشف ہوتی ہو۔

اگرچہ یہ بحث مجلدات عبقات الانوار و تشئید المطاعن و استقصاء الافحام میں حسب عنوان سے
طے کیا گیا ہے کسی طرح اوسکا شمہ بھی نہیں ممکن ہے۔ مگر حال میں جو جزو دوم عبقات الانوار حدیث
مدینہ بتہذیب و ترتیب جناب صدر المحققین ناصر الملۃ والدین دامت برکاتہ علی العالمین چھپا ہے
اوس نے حد درجہ شکر گذار کیا ہے جس سے کچھ التقاط کر کے ہدیہ ناظرین کیا جاتا ہے۔

(۱) صحیح مسلم میں ہے فضائل سلمان من کتاب الفضائل عن عائذ بن عمرو ان اباسفیان علی
سلمان و صہیب و بلال فی نفر فقالوا ما اخذت سیوف اللہ من عنق عدو اللہ ماخذہا
قال فقال ابوبکر اتقولون ہذا لشیخ قریش و سیدہم فاتی النبیؐ فاخبرہ فقال یا ابابکر لعلک
اغضبتہم لئن کنت اغضبتہم لقد اغضبت ربک فاتاہم ابوبکر فقال یا اخوتاہ اغضبتکم
قالوا لا یغفر اللہ لک یا اخی۔ یعنی ایکروز ابوسفیان کا چند آدمیوں کے ساتھ حضرت سلمان و
صہیب و بلال پر گذر ہوا اونھوں نے کہا کیا خداوند عالم کی تلواروں نے اس دشمن خدا
کی گردن سے اپنا حق پورا نہیں کیا۔ ابوبکر نے کہا کیا تم لوگ یہ کلمہ شیخ قریش اور اوسکے سید کے
بارہ میں کہہ رہے ہو؟ پھر آئے نبیؐ کے پاس اور خبر دی اس سے۔ پس کہا حضرت نے اے ابوبکر
شاید تم نے اون لوگوں کو غضبناک کیا۔ اگر ایسا کیا تو اپنے خدا کو تو نے غضبناک کیا پس اون کے
پاس ابوبکر آئے اور کہا اے بھائیو۔ کیا ہمنے تم کو غضبناک کیا۔ اونہوں نے کہا۔ نہ خدا بخشے تمکو اے بھائی۔
اس حدیث کے فوائد تو آیندہ مذکور ہونگے مگر اس قدر تو یقینی معلوم ہوا کہ ان کا دل ابوسفیان
کی محبت اور عظمت سے کس درجہ مملو تھا۔ کیونکہ اون لوگوں نے تو صورت دیکھتے ہی کہا تھا کیا خدا کی
تلوار نے اس دشمن خدا کا فیصلہ نہیں کیا جسپر ابوبکر صاحب نے بے سوچے سمجھے اپنی قلبی حالت کو
ظاہر کر دیا کہ کیا تم یہ کلمہ شیخ و سید قریش کی شان میں استعمال کرتے ہو؟۔
جس سے معلوم ہوا کہ کس درجہ اوس کی عظمت و محبت ان کے دل میں جاگزین تھی کہ ذرہ برابر
صبر نہ کرسکے اور اپنے اوس ایمان کو ظاہر کر دیا جس کی بدولت صدیق اعظم کا خطاب پایا۔ کیا اس پر
بھی کوئی اون کے ایمان کا دعوی کر سکتا ہے۔ کیونکہ خود خداوند عالم فرماتا ہے لا تجد قوما یومنون
باللہ والیوم الآخر یوادون من حاد اللہ و رسولہ ولو کانوا اباءہم او ابناءہم او اخوانہم
او عشیرتہم اولئک کتب فی قلوبہم الایمان و ایدہم بروح منہ ویدخلہم جنات

تجری من تحتہا الانہار خالدین فیہا رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ اولٰئک حزب اللہ الا ان حزب اللہ ہم المفلحون۔ تم نہ پاوگے اون لوگوں کو جو ایمان لاتے ہیں خدا اور یوم آخر کے ساتھ۔ کہ دوستی رکھتے ہوں اون لوگوں سے جو دشمن رکھتے ہون خدا اور اوس کے رسول کو اگرچہ وہ ان کے باپ ہون یا اون کے بیٹے یا اون کے بھائی یا اون کے قوم و قبیلہ۔ یہی وہ لوگ پکے مسلمان ہیں جن کے دلون کے اندر خدا نے نقش کر دیا ہو ایمان کو اور اون کی مدد کی ہو اپنی روح (تائید غیبی) سے اور داخل کرے گا اون کو اون جنتون میں کہ جاری ہوتی ہیں اوس کے نیچے سے نہرین۔ ہمیشہ رہیں گے اوس میں۔ راضی ہوا اللہ اون سے اور راضی ہوئے وہ لوگ اوس سے۔ یہی لوگ گروہ ہیں خدا کے۔ آگاہ ہو کہ خدا کا گروہ ہمیشہ رستگار ہوگا۔

اب اہل سنت اگر خدا اور رسول پر ایمان رکھتے ہون تو ایمان سے کہیں ابوبکر صاحب کی یہ محبت اور طرفداری اوس کافر کی اونکو ایمان سے خارج کرتی ہے یا نہیں؟ اور کیا اس کے بعد رضی اللہ کا جملہ اون کی شان میں استعمال ہو سکتا ہی؟ کیا اس سے کبھی خدا خوش ہوگا۔

اس حدیث کا یہ جملہ بھی قابل غور ہے فاتی النبی فاخبرہ یعنے کہنے کو تو وہان کہہ گئے کہ یہ شیخ و سردار قریش ہے مگر فوراً دوڑے ہوئے حضرت کے پاس آئے کہ کہیں ایسا نہ ہو وہ لوگ آکر کہیں اور ہمارا انفاق کھل جائے۔ چور کی داڑھی میں تنکا۔ مگر وہ لوگ تو انکی اصلی حالت سے واقف تھے تو وہ ایسے خفیف الوضع کیونکر ہو سکتے تھے کہ فوراً دوڑے آتے اور کہتے یا حضرت بڑے میان یہ کہہ رہے ہیں۔ یہ اوصاف تو خاص اہنیں لوگوں کے تھے کہ پیٹ میں پانی کسیطرح نہیں پچتا۔

ملا علی قاری شرح مشکوۃ میں فرماتے ہیں لئن اغضبتہم حیث انہم مومنون محبون محبوبون للہ تعالیٰ یعنی اون لوگون کے غضبناک ہونے کی یہ وجہ ہو کہ چونکہ وہ سب مومن تھے اور محب تھے اور محبوب تھے خدا کے جس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ وہ لوگ کافر دشمن خدا کی تعریف سے ناراض ہون اور غضبناک لقد اغضبت ربک ای حیث راعیت جانب الکافر بربہ خدا کو تو نے اس وجہ سے ناراض کیا ای ابوبکر کہ کافر کی حمایت کی اور اوسکی طرفداری کی۔

(۲) شاہ ولی اللہ صاحب ازالۃ الخفا میں لکھتے ہیں بذیل ذکر ماثر جناب امیر المومنین علیہ السلام وازانجملہ آنکہ در بیعت رضوان حاضر بودہ و نامہ صلح بردست او مکتوب شد قال ابن اسحق وکان ہو

کاتب الصحیفہ وہم دریں سفر بامرتضی معاملہ منتظر الخلافہ بجا آوردند و اخرج النسائی و الحاکم و اللفظ للنسائی عن علی رضی اللہ عنہ قال جاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم اناس من قریش فقالوا یا محمد انا جیرانک وحلفاءک وان من عبیدنا قد اتوک لیس لہم رغبۃ فی الدین و لا رغبۃ فی الفقہ انما فروا من ضیاعنا واموالنا فارددہم الینا فقال لابی بکر ما تقول فقال صدقوا انہم لجیرانک و حلفاءک فتغیر وجہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثم قال لعمر ما تقول قال صدقوا انہم لجیرانک و حلفاءک فتغیر وجہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثم قال یا معشر قریش واللہ لیبعثن اللہ علیکم رجلا منکم قد امتحن اللہ قلبہ للایمان و لیضربنکم علی الدین او یضرب بعضکم قال ابوبکر انا ہو یا رسول اللہ قال لا قال عمر انا ہو یا رسول اللہ قال لا ولکن ذلک الذی یخصف النعل و قد کان اعطی علیا نعلہ یخصفہا ص ۲۵۶

یہ مضمون مسند[۱] امام احمد بن حنبل۔ خصائص[۲] نسائی۔ مستدرک[۳] امام حاکم کنز العمال[۴] ملا علی متقی میں تین طریق سے مروی ہو۔ خلاصہ اس کا یہ ہے کہ آن حضرتؐ نے اس سفر میں جناب امیرؑ کے ساتھ وہ معاملہ کیا جس سے منتظر الخلافۃ ہونا آپ کا ظاہر ہے کہ کچھ قریش سے آن حضرتؐ کے پاس آئے اور کہا ای محمد ہم تمہارے ہمجوار ہیں اور حلیف تمہارے۔ کچھ لوگ ہماری غلاموں سے تمہارے پاس آئے ہیں جنکو نہ دین میں رغبت ہو نہ فقہ میں بلکہ وہ ہمارے کھیتون اور مالون سے بھاگ کر آئے ہیں۔ پس تم پھیر دو اونکو حضرت نے ابوبکر سے کہا کیا کہتے ہو۔ اونہوں نے کہا سچ کہتے ہیں یہ قریش کہ آپ کے ہمجوار اور حلیف ہیں۔ پس متغیر ہوا چہرہ رسول اللہ کا اور کہا عمر سے تم کیا کہتے ہو انہوں نے بھی کہا کہ قریش سچ کہتے ہیں وہ آپ کے ہمجوار اور حلیف ہیں پس متغیر ہوا چہرہ رسول اللہ کا اور کہا اے قریش قسم خدا کی تم پر برانگیختہ کرے گا خدا اوس شخص کو تم سے جس کے قلب کا اوس نے امتحان کیا ہو واسطے ایمان کے اور مار یگا تم لوگوں کو دین پر یا ماریگا بعض کو تم سے کہا ابوبکر نے یا رسول اللہ کیا وہ شخص ہم ہوں گے۔ کہا نہیں۔ عمر نے کہا کیا ہم ہیں حضرت نے فرمایا کہ نہیں لیکن وہ شخص ہے جو نعل درست کر رہا ہو اور دیا تھا اس کے قبل علی کو نعل کہ درست کریں اوسے۔

اس حدیث سے تو غالبا اہل سنۃ کی روح خوش ہو جائے گی کیونکہ اون کے خلیفہ اول اپنی صداقت کا کیسا بین ثبوت دے رہے ہیں کہ آنحضرت کے روبرو کفار و مشرکین قریش کی تصدیق

کرتے ہیں اور طرفداری اور نہایت خوشی سے اسکی رائے دے رہے ہیں کہ جو لوگ اسلام لا چکے ہیں اور قید غلامی سے آزاد ہو چکے ہیں۔ وہ پھر کفار قریش کے حوالہ کر دئے جائیں کہ وہ اونکو اپنا غلام بنائے رہیں اور کافر کہیں جس پر حضرت کا چہرہ متغیر ہوا جو خاص علامت ناراضی تھی تب آپنے عمر سے رائے لی کہ تم کیا کہتے ہو وہ بھلا خلیفہ اول کی کب مخالفت کر سکتے تھے لہذا بے دھڑک انھوں نے بھی وہی کہا جو ابو بکر صاحب کہہ چکے تھے کہ کفار سچے ہیں حالانکہ دیکھ چکے تھے کہ حضرت کا چہرہ اس کلام سے ابو بکر کے متغیر ہو چکا ہے۔

یہان تک تو چندان جائے تعجب نہیں کیونکہ ہر شخص کی رائے جدا ہوتی ہی۔ ہر شخص کا خیال علحدہ ہوتا ہی۔ حضرت کفار کو ناحق اور جھوٹھا سمجھتے تھے۔ شیخین اونکو حق پر اور سچا مانتے تھے حضرت اشاعت اسلام اور غلاموں کی آزادی کے طرفدار تھے شیخین اشاعت کفر اور غلامی کو زیادہ دوست رکھتے تھے جسکے لیے اونکو حضرت کے غیظ و غضب یا چہرہ کے تغیر کی بھی پروا نہ مگر تعجب اسپر ہے کہ جب حضرت نے شیخین کے کلام اور مشورہ سے ناراض ہو کر بقسم فرمایا کہ خدا ایسے شخص کو تمپر مبعوث کریگا جو اسی دین کے لئے تم کو قتل کریگا تو کس حیا اور غیرت سے پہلے پہلے صاحب نے کہا کیا ہم ہیں یا رسول اللہ حضرت نے فرمایا نہیں تب پھر وہی دوسرے صاحب متمنی ہوئے جس پر پھر حضرت نے فرمایا نہیں۔

ہم جہان تک سمجھتے ہیں موجودہ مسلمانوں میں بلکہ انسانوں میں ایسی حیا کسی میں نہ ہوگی کہ اپنے اوستاد یا ولی نعمت کو کسی بات پر غضبناک کر کے ایسے امر پر جو بر خلاف اس کے دوسرے کے لئے ہو اپنے بارہمیں دریافت کریں کہ کیا وہ شخص ہم ہوں گے کیونکہ عام طور پر تو یہی دیکھا ہو اگر کوی رئیس یا اوستاد اپنے غلام یا شاگردوں پر ناراض ہوتا ہی اور کسی عمدہ صفت کی بابت کیلئے ثنا و صفت کرتا ہی تو پہلا مجرم شرم و حیا سے ساکت ہوتا ہی اور شرمندہ مگر یہ صفت بھی خاص شیخین کی تھی کہ باوصفیکہ حضرت کو ناراض کر چکے ہیں مگر جب حضرت دوسرے شخص کی توصیف کرنے لگے تو یہ لوگ ازراہ کمال غیرت پوچھنے لگے کہ کیا ہم ہوں گے جس سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ مقصود اس کا بجز اس کے کچھ نہ تہا کہ حضرت کو اور رنجیدہ کریں۔

اس حدیث سے جس درجہ کا ایمان اور غیرت و حیائے شیخین ثابت ہوتا ہے وہ محتاج بیان نہیں

جس سے شاہ ولی اللہ صاحب ایسے متعصب شخص پر بھی اوس کا کچھ اثر نہ ہوا مگر جو سمجھدار تھے یا کچھ غیرت رکھتے تھے وہ اوس کی خرابی کو سمجھ گئے اور وہیں سے اوس کی کتر بیونت شروع کر دی۔ چنانچہ پہلی کارروائی یہ کی گئی کہ وہ جملہ اس حدیث سے نکال دیا گیا جو شیخین نے بتصدیق کفار و مشرکین رسول اللہ کے روبرو کہا تھا جسپر حضرت کو غیظ و غضب آیا چنانچہ صحیح ترمذی میں ہے حدثنا سفیان بن وکیع ثنا ابی عن شریک عن منصور عن ربعی بن خراش قال ثنا علی بن ابیطالب بالرحبۃ فقال لما کان یوم الحدیبیۃ خرج الینا ناس من المشرکین فیھم سھیل بن عمرو و اناس من رؤساء المشرکین فقالوا یا رسول اللہ خرج الیک ناس من ابنائنا و اخواننا و ارقائنا و لیس لھم فقہ فی الدین و انما خرجوا فرارا من اموالنا و ضیاعنا فارددھم الینا فان لم یکن لھم فقہ فی الدین سنفقھھم فقال النبیؐ یا معشر قریش لتنتھن او لیبعثن اللہ علیکم من یضرب رقابکم بالسیف علی الدین قد امتحن اللہ قلبہ علی الایمان۔ قالوا من ھو یا رسول اللہ فقال لہ ابوبکر من ھو یا رسول اللہ وقال عمر من ھو یا رسول اللہ قال ھو خاصف النعل وکان اعطی علیا نعلہ یخصفھا قال ثم التفت الینا علی فقال ان رسول اللہ قال من کذب علی متعمدا فلیتبوء مقعدہ من النار ھذا حدیث حسن صحیح غریب لا نعرفہ الا من ھذا الوجہ من حدیث ربعی عن علی۔

اس حدیث کا مطلب بھی وہی ہے جو سابق روایت کا تھا فرق اس قدر ہے کہ ابوبکر اور عمر صاحب کا وہ قول نکال دیا گیا جو بتصدیق مشرکین قریش انھوں نے کہا تھا کہ یہ لوگ سچ کہتے ہیں۔ مگر حضرت کا جواب وہی ہے جو پہلی حدیث میں تھا کہ خدا تمپر ایسے شخص کو مبعوث کرے گا جو دین پر تم کو قتل کرے گا جسپر ابوبکر صاحب نے اور عمر صاحب نے بھی بڑا بیحیا ہوکر وہی سوال کیا کہ وہ شخص کون ہوگا؟ حضرت نے فرمایا جو میری نعل میں پیوند لگا رہا ہے اور دیا تھا حضرت علی کو نعل کہ پیوند لگائیں۔

جس سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ ابوبکر و عمر صاحبان کا کلام جو بتصدیق کفار تھا نہایت بدنما دھبہ اون کے چہرہ پر لاتا تھا اسلئے ترمذی صاحب کو بجز اسکے کچھ چارہ نہ ہوا کہ اوس جملہ کو

نکال دین کہ کسی طرح شیخین سے یہ الزام رفع ہو مگر یہ ایسی کارروائی تھی کہ اصل حدیث
غارت ہوئی جاتی ہے کیونکہ جو کلام اپنے بمقابلہ شیخین فرمایا تھا اس صورت میں وہ
کلام بمقابلہ کفار و مشرکین ہوا جاتا ہو جو کسیطرح چسپان نہیں کیونکہ وہ تو کافر تھے اون
سے جنگ ہی ہو رہی تھی پھر اون سے اس قسم کا تخاطب کیونکر ہو سکتا ہے۔

لہذا تیسری ترکیب کی گئی کہ فقال (ابو بکر) صدقوا اور قال (عمر) صدقوا کو نکال
ڈالا اور اوسکی جگہ پر فقال اناس صدقوا یا رسول اللہ رُدّھم الیھم لکھ دیا جسکے معنی
یہ ہوسے کہ کچھ لوگوں نے کہا (بلا تعیین نام) سچ کہا یا رسول اللہ انھون نے۔ پھیر دیجئے
ان لوگون پر انکو جس سے قول کفار کی تصدیق تو ثابت ہوئی مگر یہ نہ معلوم ہوا کہ کہنے والا
اس کا کون تھا۔

اس آخری ترکیب والی روایت ایسی مقبول ہوی کہ سنن ابوداود۔ مستدرک
امام حاکم۔ مصابیح بغوی۔ مشکوۃ ولی الدین خطیب سب میں اسی مضمون کی روایت درج
کی گئی چنانچہ مشکوۃ شریف کی یہ روایت ہے۔

وعن علی قال خرج عبدان الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی یوم الحدیبیہ
قبل الصلح فکتب الیہ موالیھم قالوا یا محمد واللہ ما خرجوا الیک رغبۃ فی دینک
وانما خرجوا ھربا من الرق فقال ناس صدقوا یا رسول اللہ ردھم الیھم فغضب
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقال ما اراکم تنتھون یا معشر قریش حتی یبعث اللہ
علیکم من یضرب رقابکم علی ھذا وابی ان یردھم وقال ھم عتقاء اللہ رواہ ابوداود

ان بزرگواروں نے اگرچہ یہ کارروائی اس غرض سے کی تھی کہ شیخین کا راز فاش
نہ ہو۔ انکا میلان کفر کی طرف اور مشرکین کی تصدیق اگرچہ رسول اللہ کو رنج پہونچے کسی پر
ظاہر نہ ہو مگر افسوس کہ نتیجہ اس کا نہایت بد نکلا کیونکہ شارحین نے یہاں ایسی ایسی
تگافیان کی ہیں کہ اگر شیخین کا نام ظاہر کیا جاتا تو اس کا عشر عشیر بھی نہ ظاہر ہوتا بلکہ
تاویل در تاویل کر دی جاتی۔ کیا خوب کہا ہے ع عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد۔
اگرچہ اختصار کا خیال ہمارے قلم کو روک رہا ہو مگر حدیث رسول کی شرح ہو لہذا چند

شارحین کے اقوال یہاں لکھتا ہون کہ جس سے میرے بیان کی تصدیق ظاہر ہو اور یہ
بھی معلوم ہو کہ تحریف کا نتیجہ ہمیشہ بد ہوتا ہے۔

(۱) علامہ فضل بن حسن توریشتی میسر شرح مصابیح میں لکھتے ہیں وانما غضب رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم لانھم دعارضوا حکم الشرع فیھم بالظن والتخمین وشھدوا
لاولیائھم المشرکین بما ادعوہ انھم خرجوا من الرق لا رغبۃ فی الاسلام و
کان حکم الشرع فیھم انھم صاروا بخروجھم عن دار الحرب مستعصمین بعروۃ
الاسلام احرارا فکان معاونتھم لاولیائھم تعاونا علی العدوان کہ حضرت کی غضبناکی
جو اس حدیث میں مرقوم ہے فغضب رسول اللہ) کی وجہ یہ ہے کہ ان لوگون نے (جنکا
نام چھپا دیا گیا ہے یعنی شیخین نے) حکم شرع کو رد کر دیا محض گمان اور تخمین سے اور گواہی
دی اپنے اولیا کے لئے جو مشرکین سے تھے اون کے اس دعوے میں کہ اونہون نے ان
مسلمانون کی نکلنے کے یہ وجہ بیان کی کہ وہ سب صرف غلامی سے نکلنے کے لئے آئے ہیں
نہ اس غرض سے کہ اسلام میں اون کو رغبت ہو حالانکہ حکم شرع ان میں یہ تھا کہ جب بہ
اظہار اسلام وہ دار الحرب سے خارج ہوئے تو آزاد ہیں لہذا جن لوگون نے انکو ابتدائی
مالکون کی تائید کی وہ سب معاونین عدوان میں داخل ہوئے۔

اس شرح نے نہایت وضاحت سے بتادیا کہ رسول اللہ ان پر غضبناک ہوئے اور انہون
نے حکم شرع کو رد کر دیا اپنے گمان اور تخمین سے اور انہون نے شہادت دی اپنے
اولیاء مشرکین کے لئے اور یہ لوگ معاون ظلم و عدوان تھے اس سے بڑھ کر
ان کے نفاق کی دلیل کیا ہو سکتی ہے۔

(۲) علامہ خلخالی شرح مصابیح میں لکھتے ہیں قولہ ”ھم الیھم“ امر مخاطب فغضب
رسول اللہ علیہ السلام لانھم عارضوا حکم الشرع فیھم بالظن والتخمین وشھدوا
لاولیائھم المشرکین بما ادعوا انھم خرجوا ھربا من الرق لا رغبۃ فی الاسلام وکان
حکم الشرع فیھم انھم صاروا بخروجھم من دار الحرب مستعصمین بعروۃ الاسلام
احرارا فکان معاونتھم لاولیائھم تعاونا علی العدوان قولہ ما اراکم تنتھون النفی

وان دخل علی ارایکم ظاهرا لکنه بالحقیقة ینفی الانتهاء ای ارایکم ما تنتهون من تعصب اهل مکة حتی یبعث الله علیکم من یضرب رقابکم علی هذا ای علی هذا الحکم وابی ان یردهم ای وابی النبی صلی الله علیه وسلم ان یرد العبد ان

یعنی حدیث میں جو لفظ ردهم الیه صیغه امر حاضر ہے کہ انھوں نے حضرت کو حکم دیا کہ آپ ان لوگوں کو واپس کردیں اور غضب رسول اللہ صلعم کی یہ وجہ ہے کہ انھوں نے معارضہ کیا حکم شرع کا اپنے ظن وتخمین سے اور اپنے اون دوستوں یا آقاؤں کی تصدیق کی جو مشرک تھے اور اس کے مدعی تھے کہ بوجہ خوف غلامی کے فرار کرکے آئے ہیں نہ ازراہ رغبت فی الاسلام حالانکہ شرع شریف کا حکم ان کے بارے میں یہ تھا کہ جب وہ دار الحرب سے خارج ہوں اور ریسمان اسلام سے متمسک ہوں تو وہ سب آزاد ہوگئے ۔ تو اب جو ان لوگوں نے تخمینی تائید کی اپنے بت پرست دوستوں کی تو یہ تعاون علی العدوان میں داخل ہے (یعنی کفر ومعصیت کی امداد ہے) اور یہ جو حضرت نے فرمایا ما ارایکم تنتهون پس اگرچہ حرف نفی لفظ ارایکم پر داخل ہے مگر مراد یہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں تم باز نہیں آتے یا ہماری نہی کو نہیں مانتے دربارہ تعصب اہل مکہ حتی یبعث الله یعنی تم اوس وقت تک باز نہ آؤ گے تعصب اہل مکہ سے کہ خدا تم پر مبعوث کرے ایسے شخص کو جو اس حکم کے مخالفت کی وجہ سے تمکو قتل کرے اس کے بعد حضرت نے اون کے سوال کو رد کیا اور غلاموں کو اون کے حوالہ نہ کیا اور علامہ طیبی کاشف شرح مشکوۃ میں لکھتے ہیں ۔

(۴) قوله ما اراکم تنتهون فیه تهدید عظیم حیث نفی العلم بانتهائهم واراد ملزومه وهو انتفاؤهم کقوله تعالی اتنبئون الله بما لا یعلم ای بما لا ثبوت له ولو علم الله متعلق به وقوله وقال هم عتقاء الله عطف علی قوله وقال ما اراکم وقوله وابی ان یردهم من قول الراوی معترض بینهما علی سبیل التاکید فهو وانما غضب رسول الله صلی الله علیه واله وسلم لانهم عارضوا حکم الشرع فیهم بالظن والتخمین وشهدوا لاولیائهم المشرکین بما ادعوه انهم خرجوا هربا من الرق لا رغبة فی الاسلام وکان حکم الشرع فیهم انهم صاروا احرارا بخروجهم من دار الحرب مستعصمین بعروة الاسلام

احرارا فکان معاونتهم لاولیاٗهم تعاونا علی العدوان۔

اس قول ما اراکم میں تہدید عظیم ہے اون کے لئے کیونکہ حضرت اپنے علم کی نفی کر رہے ہیں اون کے باز آنے سے اور ارادہ کیا اوس کے لزوم کو جو انتہا ہے یعنی ہم جانتے ہیں کہ تم باز نہ آوگے اور فرمایا کہ ہم عتقاء اللہ عطف ہے حضرت کے قول ما اراکم پر اور جملہ ابی ان یردھم جملہ معترضہ ہے۔ قول راوی بغرض تاکید کہا تورپشتی نے کہ حضرت کا غضب اس وجہ سے تھا کہ ان لوگوں نے صریح حکم خدا اور رسول کا معارضہ کیا کہ اپنے مشرک دوستوں کے قول کی تصدیق کی اور چاہا کہ ان مسلمانوں کو پھر غلام اور کافر ہو جانے دیں حالانکہ وہ سب آزاد ہو چکے تھے اور ملا علی قاری شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں۔

(۵) وعن علی رضی الله عنه قال خرج عبدان بکسر العین المهملة وبضم وسکون الموحدة وفی نسخة عبدان بکسرهما وتشدید جمع عبد قال الطیبی وقد روی هذا الحدیث بالصیغتین الاولیین الی رسول الله صلعم یعنی یوم الحدیبیة بتخفیف الیاء الثانیة وبتشدیدها قبل الصلح فکتب الیه ای الی النبی صلی الله علیه وسلم موالیهم ای سادتهم ومعتقوهم قالوا یا محمد والله ما خرجوا الیک رغبة فی دینک وانما خرجوا هربا بفتحتین ای خلاصا من الرق ای من العبودیة او اثرها وهو الولاء فقال اناس ای جمع من الصحابة صدقوا ای الکفار یا رسول الله ردهم ای عبیدهم الیهم فغضب رسول الله صلی الله علیه وسلم قال التوربشتی وانما غضب رسول الله صلی الله علیه وسلم لانهم عارضوا احکام الشرع فیهم بالظن والتخمین وشهدوا لاولیائهم المشرکین لما ادعوا انهم خرجوا هربا من الرق لا رغبة فی الاسلام وکان حکم الشرع فیهم انهم صاروا بخروجهم من دار الحرب مستعصمین بعروة الاسلام احرارا لا یجوز ردهم الیهم فکان معاونتهم لاولیائهم تعاونا علی العدوان وقال وفی نسخة فقال ما اراکم بضم الهمزة ای ما اظنکم وفی نسخة بفتحها ای ما اعلمکم تنتهون ای عن العصبیة او عن مثل هذا الحکم وهو الرد یا معشر قریش حتی یبعث الله علیکم من یضرب رقابکم علی هذا ای

علی ما ذکر من التعصب او الحکم بالرد قال الطیبی فیہ تہدید عظیم حیث
نفی العلم بانتہائہم واراد ملزومہ وہو انتفاؤہم کقولہ تعالی اتنبئون اللہ
بما لا یعلم ای بما لا ثبوت لہ ولا علم اللہ متعلق بہ وابی ان یردہم وقال ہم عتقاء اللہ
قال الطیبی ہذا عطف علی قولہ وقال ما اراکم وما بینہما قول الراوی معترض
علی سبیل التاکید رواہ ابو داود

خرج عبدان بکسر عین وضم دونو آیا ہے جمع عبد ہے - یہ غلام لوگ آئے تھے رسول اللہ
کے پاس قبل تحریر مصالحہ بروز حدیبیہ پس اون کے آقاؤن نے حضرت کو خط لکھا کہ ای محمد یہ
لوگ اسوجہ سے تمہارے پاس نہیں گئے ہیں کہ ان کو رغبت ہو طرف دین اسلام کے بلکہ یہ
ہماری غلامی سے بھاگے ہیں یا اوس اثر سے جو بوجہ آزادی ہمارے حقوق انپر تھے فقال
ناس ای جمع من الصحابہ یعنی ناس سے مراد ایک گروہ صحابہ ہے جنھوں نے قول کفار
مشرکین کی تصدیق کی اور حضرت کے غضب کی وجہ یہی ہے جو سابقا مذکور ہوئی کہ اونہوں
نے کفار کے قول کی تصدیق کی اور چاہا کہ پھر وہ غلام ہو جائیں یا قبضہ مشرکین میں چلے
جائیں حالانکہ وہ سب بوجہ خروج کے دار الحرب سے مسلمان اور آزاد ہو چکے تھے اور
صحابہ کی یہ تائید جو کفار کے قول کی تصدیق کی داخل ہوئے امداد عدوان مین اور یہ جو حضرت
نے فرمایا ما اراکم مراد یہ ہے کہ آپ فرماتے ہیں ہم نہیں گمان کرتے یا نہیں جانتے کہ تم اس
تعصب او تعصیب سے ایسے حکم کے باز آؤ گے یعنی تم ہمیشہ اسیطرح چاہو گے کہ وہ سب پھر
جائیں - قولہ یا معشر قریش یعنی ہم گمان کرتے ہیں اے گروہ قریش کہ تم ایسے حکم سے
اس قسم کے تعصب سے باز نہ آؤ گے کہا طیبی نے کہ اس میں تہدید عظیم ہے اون لوگون کے لئے
حضرت نفی علم فرماتے ہیں یعنی ہم کو تمہارے باز آنیکا ایسے حکم سے علم ہی نہیں جانتے یعنی
کہ تم کبھی باز آؤ -

ان عبارتون سے فقاہین عظام کے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ چونکہ شیخین کا نام اصل حدیث
سے نکال دیا گیا ہے اسوجہ سے اونہون نے نہایت صفائی سے بتا دیا کہ یہ صحابہ کن کن باتوں
کے مرتکب ہوئے (۱) قول کفار کی تصدیق کی (۲) مشرکین کو اون کا مولی کہا (۳) ان کو

نے صریح حکم شرع کا معارضہ کیا (۴) اپنے گمان اور رائے سے (۵) حالانکہ حکم شرع سے وہ سب آزاد تھے (۶) مگر انھون نے بتعصب اہل مکہ اون کو پھر غلام بنانے کی رائے دی (۷) حضرت ان پر غضبناک ہوئے (۸) اور وہ کلمہ فرمایا جس میں تہدید عظیم ہے (۹) حضرت ایذ علم کی نفی کرتے ہیں اس سے کہ آیندہ بھی وہ کہین ایسے حکم سے باز رہین (۱۰) جب تک خدا اوس کو نہ بھیجے جو ان سب کی گردن مارے۔

پس بنص صریح معلوم ہوا کہ شیخین طرفداری کفار سے مدت العمر باز نہ آئے کیونکہ اگر حضرت علیؑ کی خلافت کو وہ مانتے ہیں تو بعد شیخین لیتا وقتیکہ حضرت خلیفہ نہ ہوئے وہ لوگ کفار کے طرفدار بنے رہے۔

بہرحال مقصود اصلی ہمارا بخوبی ثابت ہوا کہ خلفاء مسلمانوں پر تو تشدد کرتے تھے کہیں صحابہ کو گالی دیتے تھے کہیں ہاتھ سے اونکو ایذا پہونچاتے اور برخلاف اس کے کفار و مشرکین کے طرفدار و حامی و مددگار تھے۔

حدیث نجوی اور حذف نام

جو ترکیب اخفائے نام کی ائمہ اہل حدیث نے بیان کی ہے کوئی امر جدید نہیں ہے بلکہ بہت سی روایتون میں بھی کارروائی کی ہے کہ نام کو حذف کر دیا تا کہ معلوم نہو یہ واقعہ کس سے متعلق ہے مگر جب کچھ مزید تحقیقات سے کام لیا گیا تو حقیقت اوس کی کھل گئی چنانچہ حدیث نجوی مشکوۃ میں اسطرح درج ہے مع شرح ملا علی قاری ملاحظہ ہو فصل ۲ - کتاب المناقب عن جابر قال دعا رسول الله علیا یوم الطائف قال قیل (ای) یوم ارسل النبی علیا الی الطائف فانتجاہ من باب الافتعال من النجوی ای فسارہ فقال الناس ای المنافقون او عوام الصحابہ لقد طال نجواہ مع ابن عمہ فقال رسول الله ما انتجیتہ ای ما خصصتہ بالنجوی ولکن الله انتجاہ انتہی یعنی جابر سے روایت ہے کہ آن حضرت نے بلایا حضرت علی کو یعنی جس روز کہ آپکو بھیجا ہے طرف طایف کے پس دیر تک سرگوشی کی یعنی راز کی باتین کہین فقال الناس ای المنافقون او عوام الصحابہ پس کہا لوگون نے یہ فقرہ اصل حدیث کا ہے۔ شارح کہتے ہیں کہ مراد اس سے منافقین ہیں یا عوام صحابہ

کہ آج بڑی دیر تک راز کی باتین کرتے رہے اینو ابن عسم سے حضرت نے اون کے جواب
فرمایا ما انجیتہ یعنی خود ہم اپنے دل سے راز کی باتین نہیں کین بلکہ خدا نے اونکو مخصوص
ساتھ رازداری کے۔

اس حدیث اور اسکی شرح سے بخوبی معلوم ہو گیا کہ اس گفتگو پر اعتراض کرنیوالے منا
تھے یا عوام صحابہ مگر یہ نہ معلوم ہوا وہ منافق کون تھے۔ کنز العمال کی حدیث نے اس راز
کھول دیا کیونکہ اوس کی حدیث حسب ذیل ہے۔

عن جندب بن ناجیہ او ناجیہ بن جندب لما کان یوم غزوۃ الطایف قام النبی
مع علی ملیا ثم مر فقال لہ ابوبکر یا رسول اللہ لقد طالت مناجاتک منذ الیوم فقال
انا انجیتہ ولکن اللہ انجاہ طب یعنی رواہ الطبرانی فی المعجم الکبیر۔

یعنی جندب بن ناجیہ یا ناجیہ بن جندب سے روایت ہے کہ بروز غزوہ طایف آن حضرت دیر
سرگوشی کرتے رہے حضرت علی سے پھر وہاں سے چلے گئے تو ابوبکر نے کہا یا حضرت آج
بڑی دیر تک آپ سرگوشی کرتے رہے۔ حضرت نے فرمایا یہ فعل ہمارا نہیں ہے بلکہ خدا اون سے مناجات
کرتا تھا۔

اب روایت مشکوۃ اور اوس کی شرح اور اس حدیث کے ملانیسے صاف کھل گیا کہ وہ منافق
کون تھا جسنے اس سرگوشی پر اعتراض کیا۔ **حضرت ابوبکر**

اسی قسم سے یہ روایت ہے کہ اکثر کتب اہل سنت میں موجود ہے کہ قریش باہم خود جب ملتے
تو خوش خوش باتیں کرتے تھے مگر جب بنی ہاشم سے کوئی آجاتا تو سب کا چہرہ بدل جاتا او
چاہتے کہ وہ ان باتون میں شریک ہوں۔ اس حدیث سے بھی چونکہ نام نکال دیا گیا
اسلئے معلوم نہ ہو سکتا تھا وہ کون اشخاص ایسے تھے لیکن خود دوسری روایتون
اہل سنت کے کھول دیا کہ یہ قریش حضرت عمر تھے چنانچہ دونون قسم کی روایت کے ناقل حضرت
شاہ ولی اللہ صاحب ہیں جو قرۃ العینین میں لکھتے ہیں۔

قولہ بوجوب المحبۃ اشارہ میکنند بآیۃ لا اسئلکم اجرا الا المودۃ فی القربیٰ و حدیث
حب علی آیۃ الایمان و بغض علی آیۃ النفاق و حدیث انا حرب لمن حاربکم و سلم لمن سالمکم یا ید...

کہ محبت اہل بیت آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم وتعظیم وتوقیر ایشان وہمچنین تعظیم وتوقیر ازواج آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم یکے از واجبات اسلام است ودرین باب خلافے نیست وموثر درینجا ہمین است یا زوجیت یا از اہل بیت آن حضرت بودن عرفاً ہرچند بجہت قرابت نباشد مانند اسامہ بخصوص حضرت مرتضی ولہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم از ایذا حضرت عباس منع فرمودند وباکرام او امر کردند عن عبد المطلب بن ربیعہ ان العباس دخل علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مغضبا وانا عندہ فقال ما اغضبک قال یا رسول اللہ ما لنا ولقریش اذا تلاقوا بینہم تلاقوا بوجوہ مبشرۃ واذا لقونا لقونا بغیر ذلک فغضب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی احمر وجہہ ثم قال والذی نفسی بیدہ لا یدخل قلب رجل الایمان حتی یحبکم للہ ولرسولہ ثم قال یا ایہا الناس من اذی عمی فقد اذانی فانما عم الرجل صنو ابیہ ودر حدیث اذ ماشعرت یا ابن الخطاب ان عم الرجل صنو ابیہ در بخاری مذکور است صفحہ ۲۲۲ قرۃ العینین۔

شاہ صاحب کی یہ تقریر بجواب محقق طوسی علیہ الرحمہ ہے جنہون نے تجرید میں افضلیت جناب امیر پر چار پانچ سطرین لکھی تھیں۔ اوسی قول کی پہلے شرح کی کہ بوجوب محبت سے اشارہ ہے اس طرف کہ آیہ قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ سے جناب امیر کی محبت تمامی اہل اسلام پر واجب ہے اور حدیث حب علی آیۃ الایمان وبغض علی آیۃ النفاق سے مسلمانون کے ایمان ونفاق کی یہ علامت ہے کہ اگر مومن ہے تو علی سے محبت رکھیگا اور اگر منافق ہے تو دشمنی کرے گا۔

اس کے جواب میں شاہ صاحب نے اس محبت کو تقسیم کر دیا ازواج پر بھی اور تمامی بنی ہاشم پر بھی بلکہ غلامون پر بھی جس کی غرض یہ ہے کہ یہ فضیلت کچھ حضرت علی ہی کی نہیں ہے بلکہ ازواج اور تمامی بنی ہاشم وموالی اسمیں حصہ دار ہیں مگر ان امور سے یہان بحث نہیں بلکہ یہ دکھانا ہے۔ ترجمہ حدیث کہ حضرت عباس خدمت رسول میں داخل ہوئے درحالیکہ غضبناک تھے رسول اللہ صلعم نے پوچھا کیا باعث ہے تمہارے غضب کا عرض کیا یا رسول اللہ کیا باعث ہے کہ قریش جب باہم ملاقات کرتے ہیں تو چہرے اون کے خوش اور مسرور ہوتے ہیں اور جب ہم سے ملاقات کرتے ہیں تو اون کا چہرہ ویسا نہیں ہوتا اس پر آن حضرت بھی غضبناک ہوئے اور چہرہ آپکا

سُرخ ہوگیا اور فرمایا قسم اوس کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کسی شخص کے قلب میں ایمان نہ داخل ہوگا جب تک وہ تملوگون کو خدا اور رسول کے لئے دوست نہ رکھے اس کے بعد فرمایا ایہا الناس جو شخص ایذا دے ہمارے عم کو اوسنے ایذا دی ہمکو کیونکہ ہر شخص کا چچا اوس کے باپ کا صنو ہے۔

اس عبارت کا دیکھنے والا کیونکر جان سکتا ہے کہ وہ کون قریشی تھا جس کی یہ حالت تھی کہ آپس میں تو خوش خوش ملتے تھے اور جب بنی ہاشم سے ملتے تھے تو اون کے چہرہ کا رنگ اور ہوجاتا تھا بلکہ ایسا بدل جاتا تھا کہ دیکھنے والا پہچان جاتا کہ یہ ہماری ملاقات گویا ہمارے دیکھنے کو ناگوار جانتا ہے جس پر اوس کے دل کو صدمہ پہنچتا اور رنجیدہ ہوتا کیونکہ نہ اس حدیث میں کسی کا نام ہے نہ قریش کا قبیلہ ایسا مختصر تھا کہ چند اشخاص میں محدود ہو بلکہ بنی ہاشم کا قبیلہ بھی اسی میں داخل تھا پھر کیونکر معلوم ہو کہ حضرت عباس نے کس کی شکایت کی مگر خدا بھلا کرے شاہ صاحب کا کہ خود اونھون نے اس کے بعد وہ حدیث لکھ دی جسمیں خاص ابن الخطاب ہے کہ اے پسر خطاب تو نہیں جانتا چچا قائممقام پدر ہے جس سے بدیہی طور پر ظاہر ہوگیا کہ ان اوصاف کے جامع قریشی حضرت عمر ہیں جنسے رسول الله صلعم خطاب کر کے فرما رہے ہیں کہ چچا بمنزلہ پدر ہے۔

بہر حال سلسلہ کلام نے ہمکو یہان تک پہنچایا کہ محدثین اہل سنت کی کچھ قلعی کھولنی پڑی کہ اونھون نے کس کس طرح روایتوں میں کانٹ چھانٹ کیا ہے جس سے حدیث رسول خبط ہوجائے اور اصل مطلب مشتبہ ہوجائے کہ کسی کو معلوم نہ ہوسکے ورنہ اصلی بحث یہ تھی کہ صرف ایذا دہی مسلمین و مومنین ہی پر اکتفا نکی بلکہ اوس کے ساتھ کفار و مشرکین کی طرفداری و حمایت میں پورے طور سے سرگرم رہے جس کی تصدیق اس حدیث مذکورہ بالا خاصۃ الفعل سے بخوبی طور پر ظاہر ہوئی کہ صلح حدیبیہ کے وقت اونھوں نے مشرکین کی ایسی طرفداری کی حضرت کو سخت ملال ہوا اور آپنے انلوگون کو اونلوگون سے قرار دیا جنکے قتل کیلئے جناب امیر کی بعثت ضروری

حسن عمر کی ابتدائی رائے

اب میں آپکو اس سے بھی بیشتر زمانہ کی سیر دکھاؤن جس سے ظاہر ہو کہ یہ رائے عمر صاحب کی قدیمی ہے۔ چنانچہ قصہ تعلیمی میں ہے۔

عکرمہ جاء عتبۃ بن ربیعہ وشیبۃ بن ربیعہ ومطعم بن عدی والحارث بن نوفل وقرظۃ بن عبد و
عمرو بن نوفل فی اشراف من بنی عبد مناف من اہل الکفر الی ابیطالب فقالوا یا اباطالب
لوان ابن اخیک محمدا طرد عنہ موالینا وحلفاءنا فانما ہم عبیدنا وعسفاؤنا کان اعظم فی صدورنا
واطوع لہ عندنا واوفی لاتباعنا وتصدیقنا لہ فاتی ابوطالب النبی فحدثہ بالذی کلموہ فقال عمر
بن الخطاب لو فعلت ذلک حین تنظر ما الذی یریدون والی ما یصیرون من قولہم فانزل ہذہ
الآیۃ فلما نزلت اقبل عمر بن الخطاب فاعتذر من مقالتہ انتہی یعنی کچھ لوگ اشراف قریش
اولاد عبد مناف سے حضرت ابو طالب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ اگر برادر زادہ تمہارا
یعنی حضرت رسول اپنے پاس سے اون لوگون کو جو ہمارے موالی اور غلام ہیں نکال
دیں تو اون کی وقعت ہم لوگون میں زیادہ ہو اور عظمت اون کی زیادہ دلون میں راسخ
ہو اور ہم لوگون کو متابعت کرنے میں چندان مضایقہ نرہے حضرت ابو طالب نے یہ
خواہش اون کی جناب رسالت مآب سے ظاہر کی عمر نے رائے دیا کہ بہتر ہوتا جو آپ
ایسا کرتے پھر دیکھتے کہ وہ لوگ کیا برتاؤ کرتے ہیں پس خدا نے یہ آیہ عتاب آمیز نازل کیا اور
عمر نے معذرت کی جس سے معلوم ہوا کہ ان حالتون پر یہ فرمائیشین ہوتی تھین کہ غربا و ضعفا
کو دربار سید الابرار سے نکالنے کی رائے دیتے تھے جس پر عتاب الٰہی بھی نازل ہوا۔ اور
تفسیر کبیر میں ہے وروی ان عمر قال لہ لو فعلت حتی تنظر الی ما ذا یصیرون ثم
الحوا وقالوا للرسول علیہ السلام اکتب لنا بذلک کتابا فدعا بالصحیفۃ بعلی
لیکتب فانزلت ہذہ الآیۃ فرمی الصحیفۃ واعتذر عمر عن مقالتہ صفحہ ۱۰ جلد ۴
اور تفسیر ابو سعود میں ہے وروی ان عمر رض قال لہ علیہ الصلوٰۃ والسلام لو فعلت
حتی تنظر الی ما ذا یصیرون صـ ۲ یعنی روایت کی گئی ہے کہ عمر نے کہا اچھا ایسا ہی کیجیے
دیکھیے پھر کیا ہوتا ہے جب پیغمبر حضرت نے بلایا جناب امیر کو کہ ایک کاغذ اس مضمون کا
لکھا جائے جس پر یہ آیہ نازل ہوا اور عمر نے اپنے کلام سے معذرت کی۔
ہم نہیں سمجھتے کہ حضرات اہل سنت نے جو ان کی طرفداری میں اس قدر غلو پھیلا رکھا ہے
کہ ایسے خیر خواہ اسلام تھے اور کافرون کے دشمن تھے۔ کس بنیاد پر حالانکہ جس جس واقعہ کو

دیکھتے ہیں یہی معلوم ہوتا ہے کہ دلی میلان ان کا کفر اور کافروں کی طرف تھا اور ہر پہلو سے یہی چاہتے تھے کہ کافروں کی بات سچی ہو اور اون کا بول بالا رہے۔

جنگ بدر میں عمر کی رائے

اب آئیے دوسرا معرکہ دیکھئے جو اسلام کا پہلا معرکہ ہے اور اسی معرکہ نے اسلام کا نام و نمود قائم کیا یعنی جنگ بدر کہ اوس میں ان کی کیا حالت تھی اور کس طرح کفار کے طرفداری کی جاتی ہے۔

علامہ سیوطی درمنثور میں بذیل تفسیر آیۃ واذ یعدکم اللہ احدی الطائفتین ایک طولانی حدیث دلایل النبوۃ بیہقی سے لکھتے ہیں جس کا ایک حصہ یہ ہے۔ ثم سار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یلقاہ خبر ولا یعلم بنفرۃ قریش فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اشیروا علینا فی امرنا ومسیرنا فقال ابو بکر یا رسول اللہ انا اعلم الناس بمسافۃ الارض اخبرنا عدی بن ابی الزغباء ان العیر کانت بوادی کذا وکذا فکانا وایاھم فرسا رھان الی بدر ثم قال اشیروا علی فقال عمر بن الخطاب یا رسول اللہ انہا قریش وعزھا واللہ ما ذلت منذ عزت ولا امنت منذ کفرت واللہ لتقاتلنک فتاھب لذلک اھبتہ واعدد لہ عدتہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اشیروا علی فقال المقداد بن عمرو انا لا نقول لک کما قال اصحاب موسی اذھب انت وربک فقاتلا انا ھھنا قاعدون ولکن اذھب انت وربک فقاتلا انا معکم متبعون۔ اس کے بعد روانہ ہوئے رسول اللہ مگر حضرت کو نہ کوئی خبر ملتی تھی نہ کوئی حال معلوم ہوتا تھا کہ قریش روانہ ہوئے یا نہ۔ پس حضرت نے فرمایا تم لوگ مشورہ دو ہمکو اس امر جنگ میں اور اس سفر جنگ کے بارہ میں ابو بکر نے کہا حضرت ہم سب سے زیادہ عالم ہیں مسافت ارض سے۔ عدی بن ابی الزغبا نے ہمکو خبر دی ہے کہ قافلہ قریش فلان وادی میں تھا تو مقام بدر تک ہمارے اون کے دو منزل کا فرق رہیگا پھر حضرت نے فرمایا اب کیا مشورہ ہے۔ عمر نے کہا یا حضرت یہ قریش ہیں اور لوگوں کی عزت ابتک نجد اجیسی اونکو عزت ملی ہے کبھی نہ ذلیل ہوئے (یعنی اون سے مقابلہ نہ کیجئے کہ وہی غالب رہیں گے) اور جب سے کافر ہوئے کبھی ایمان نہ لائے

کے ہدایت کی فکر چھوڑئیے) قسم خدا کی وہ آپ سے پورا مقابلہ کریں گے (سہل نہ سمجھئے) پس آپ
کے لئے پورا سامان کیجئے اور پوری تیاری (جس کے لئے آپ تیار نہیں کیونکہ ۳۱۳ آدمی
حضرت کے ساتھ ہیں) پس کہا رسول اللہ نے مشورہ دو ہمکو جس سے معلوم ہوا عمر کی رائے
کو پسند نہ آئی) پس کہا مقداد بن عمرو نے ہم تو وہ بات نکہیں گے جو کہا تھا اصحاب موسیٰ نے
جاؤ تم اور خدا تمھارا اور جنگ کرو ہم تو یہیں بیٹھے رہیں گے (جس سے
معلوم ہوا کہ حضرت مقداد نے عمر کے مشورہ کو اسی قسم میں داخل کیا) بلکہ ہم کہینگے کہ چلیئے آپ اور
آپکا خدا اور قتال کیجئے ہم سب آپ کے تابع اور پیرو ہیں۔

اس حدیث سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ عمر صاحب نے کس درجہ مدح سرائی کی ہو مشرکین
قریش کی اور کس درجہ خوف دلایا ہے رسول اللہ کو کہ پہلے کہا انھا قریش وعزھا یہ قریش ہیں اور
انکی عزت وغلبہ پھر قسم کھا کر کہتے ہیں کہ نہ وہ کبھی ذلیل ہوئے نہ ایمان لائے جو کیسا دل
شکن فقرہ ہے کہ اس طرح کی مدح سرائی دشمن کی کی جاتی ہے تاکہ حضرت مرعوب ہو کر اس ارادہ
سے باز آئیں۔ یہی سبب ہے کہ حضرت نے پھر دوبارہ مشورہ طلب کیا اور حضرت مقداد نے
ایسے کلمات کہے جس سے حضرت کا رنج وغم برطرف ہوا۔

مگر اس بیان سے یہ نہ سمجھو گا کہ یہ واقعہ نہیں چھپایا گیا اور اسپر کسیطرح کا پردہ نہ ڈالا گیا
کیونکہ علامہ طبری اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں۔

ثنا محمد بن عبید المحاربی قال ثنا اسمعیل بن ابراھیم ابو یحیی قال ثنا المخارق
عن طارق عن عبد اللہ بن مسعود قال لقد شھدت من المقداد مشھدا لان اکون
انا صاحبہ احب الی مما فی الارض من شئ کان رجلا فارسا وکان رسول اللہ
اذا غضب احمارت وجنتاہ فاتاہ المقداد علی تلک الحال فقال ابشر یا رسول اللہ
فواللہ لا نقول لک کما قالت بنو اسرائیل لموسی اذھب انت وربک فقاتلا انا ھھنا
قاعدون ولکن والذی بعثک بالحق لنکونن من بین یدیک ومن خلفک وعن یمینک
وعن شمالک او یفتح اللہ لک۔ ص ۹

یعنی عبداللہ بن مسعود کہتے ہیں میں نے مقداد کا ایک ایسا واقعہ دیکھا ہے کہ اگر وہ واقعہ ہم سے

متعلق ہوتا تو دنیا کی تمام چیزوں سے محبوب ہوتا۔ مقداد مرد شہسوار تھے اور ر
کی یہ حالت تھی کہ جب آپ غضبناک ہوتے تھے تو دونوں رخسار آپ کے سرخ ہو جا
پس آئے اون کے پاس مقداد اسی حال میں اور کہا بشارت ہو آپ کو یا رسول اللہ
کہ ہم آپ سے وہ کلام نہ کرین گے جو بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ سے کہا تھا کہ جاؤ
تمہارا خدا اور تم دونوں لڑو ہم لوگ تو یہیں بیٹھنے والے ہیں بلکہ قسم اوس خدا کی جس نے
مبعوث کیا ہے بلکہ ہم آپ کے سامنے رہیں گے اور پیچھے آپ کے رہینگے اور آپ کی داہنی طرف
آپکی بائیں طرف رہین گے یہان تک کہ خدا آپ کو فتح دے"۔

دیکھیے اس روایت میں بلکہ پہلی روایت میں بھی کیسی پردہ داری کیگئی کہ حضرت کے غضبناک
جو کلام عمر سے پیدا ہوا تھا دونوں نے چھپا ڈالا۔ در منثور میں تو اس کو بیان ہی نہ کیا کہ اب جو
کہنے سے حضرت کی کیا حالت ہوئی۔ اور طبری نے اصل کلام عمر کو بھی چھپایا اور اس کو
حضرت اس کلام سے غضبناک ہوئے۔ مگر اوس کے اس فقرہ نے کہ "حضرت کی عادت تھی
کہ جب غصہ ہوتے تھے تو چہرہ سرخ ہو جاتا تھا" کھول دیا کہ کلام عمر سے حضرت کا چہرہ
ہوا کیونکہ اسکے بعد مقداد کا آنا اور وہ کلام کرنا جو در منثور میں بعد کلام عمر لکھا ہے بیان
جس سے بدیہی طور پر معلوم ہوا کہ کلام عمر باعث رنج و ملال رسول اللہ ہوا تھا جبھی حضرت کا
غصہ سے سرخ ہوا اور جبھی مقداد نے یہ کلام کیا جسکو ابن مسعود دنیا کی تمام چیزوں سے ز
محبوب کہہ رہے ہیں۔

ہاں ان با ایمان مورخوں نے یہی نہیں کیا کہ اس طرح خلفا کی پردہ داری کی ہو بلکہ
سعد نے تو یہ غضب کیا کہ اس واقعہ ہی کو بالکل چھپا ڈالا چنانچہ لکھتے ہیں۔

ومضی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی اذا کان دون بدر اتاہ الخبر بمسیر
قریش فاخبر به رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اصحابه واستشارهم فقال المقداد
بن عمرو البهرانی والذی بعثک بالحق لو سرت بنا الی برک الغماد لسرنا معک حتی
تنتهی الیه کہ روانہ ہوئے رسول اللہ یہان تک کہ جب قریب بدر پہنچے تو آپ کو یہ خبر معلوم
کہ قریش روانہ ہو چکے پس حضرت نے اپنے اصحاب کو اس خبر سے مطلع کیا اور اون سے مشورہ

...ر مقداد بن عمرو بہرانی نے کہا قسم اوس خدا کی جسنے آپکو بحق مبعوث کیا کہ آپ اگر برک
...طرف بھی روانہ ہون تو ہم آپ کے ساتھ رہین گے۔
...اس عبارت سے وہ سب واقعہ مٹا دیا گیا۔ نہ ابو بکر صاحب کا کلام ہو نہ عمر صاحب کا نہ
...ت کا اس سے رنجیدہ اور ملول ہونا نہ آپ کے چہرہ کا سرخ ہونا بلکہ صرف مقداد کا کلام
...س کی یہ غرض ہو کہ صحابہ کی وفاداری اور جان نثاری دکھائیں کہ وہ کسطرح جان نثاری
...رہتے تھے۔ پس جب مقداد کا یہ حال تھا تو خلفا کا کیا حال ہوگا۔
...ب جو تھا پردہ اوٹھائے تو اور بھی تماشا ہو کیونکہ ابن ہشام اپنی سیرت میں لکھتے ہیں:
...اتاہ الخبر عن قریش بمسیرہم لیمنعوا عیرہم فاستشار الناس واخبرہم عن
...یش فقام ابوبکر الصدیق فقال واحسن ثم قام عمر بن الخطاب فقال واحسن ثم
...المقداد بن عمرو فقال یا رسول اللہ امض لما اراك اللہ فنحن معك واللہ لا نقول
...کما قالت بنو اسرائیل لموسی اذهب انت وربك فقاتلا انا ههنا قاعدون و
...اذهب انت وربك فقاتلا انا معكما مقاتلون فوالذی بعثك بالحق لو سرت
...الی برك الغماد لجالدنا معك من دونه حتی تبلغه فقال له رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم خیرا ودعا له به۔

حضرت کو اسکی خبر ملی کہ قریش اپنے قافلہ کی حمایت کے لئے روانہ ہو گئے جسپر حضرت نے
...لوگون سے مشورہ چاہا اور قریش کے حال سے سب کو مطلع کیا پس کھڑے ہو گئے ابو بکر او
...کہا اور خوب کہا پھر کھڑے ہوئے عمر اور کہا اور خوب کہا پھر کھڑے ہوئے مقداد بن عمرو اور
...کہا یا رسول اللہ آپ تشریف لے چلیں جسکے لئے خدا نے حکم دیا ہو ہم آپ کے ساتھ ہیں قسم خدا کی
...ہم تو وہ کلام نہ کرین گے جو بنی اسرائیل نے کہا تھا حضرت موسی سے کہ جاؤ تم اور تمہارا خدا
...پس لڑو ہم یہین رہیں گے بلکہ آپ اپنے خدا کے ساتھ چلئے اور قتال کیجئے ہم آپ دونو کے
ساتھ ہیں قسم اوس خدا کی جسنے آپ کو مبعوث کیا ہی بحق اگر آپ برک غماد کی طرف بھی جائیگا
تو ہم آپکے ساتھ ہیں حضرت نے اون کو دعائے خیر دی۔

اس ایردہ نے صرف یہی نہیں کیا کہ کلام ابو بکر و عمر کو چھپایا ہو بلکہ اوسکو احسن کا بھی خلعت

پہنا دیا مگر اوس کے بعد جو کلام مقداد لکھا وہی اس کی پردہ دری کے لئے کافی
وہ احسن ہوتا تو جہاں کلام مقداد لکھا گیا وہ بھی بیان کیا جاتا حالانکہ اوس کلام احسن
حقیقت در منثور اور تاریخ طبری سے کھل چکی ہے کہ وہ ایسا کلام احسن تھا کہ حضرت
مارے غصہ کے سرخ ہوگیا پھر اس سے بڑھ کر کیا احسن ہوگا۔

اب آئیے مدارج النبوۃ شیخ عبد الحق دہلوی ملاحظہ فرمائیے جلد ۲ صفحہ
پس جبرئیل علیہ السلام آمد و آنحضرت را از برآمدن قریش خبر کرد پس آنحضرت روی مشاور
اصحاب آورد و فرمود خدا تعالی وعدہ کردہ شما را یکی از دو طایفہ را با کاروان را با قریش
کاروان محبوب تر نزد اصحاب و گفتند یا آن حضرت چرا ذکر نکردی تو مارا قتال را تا آمادہ
برای آن درساز میکردیم آنرا فرمود آنحضرت کاروان گذشت بر ساحل بحر این ابوجہل
آوردہ بشما گفتند یا رسول اللہ بگیر کاروان را و بگذار قتال را پس در غضب آمد رسول خدا صلی اللہ
وسلم پس برخاست ابوبکر و گفت سخن و خوب گفت پس برخاست عمر و گفت سخن و خوب گفت پس
آمد آنحضرت را سخنان ایشان و دعا خیر کرد ایشان را پس برخاست سعد بن عبادہ و گفت نظر
کن یا رسول اللہ در کار خود و بگذار آن کار را پس بخدا سوگند اگر سیر میکنی تو با عدن این
تو ہرگز ہیچ مردی از انصار پس دعا بخیر کرد او را رسول خدا پس برخاست مقداد بن
گفت ما با تو ایم یا رسول اللہ ہر جا کہ روی نمیگوئیم ترا چنانکہ گفتند بنی اسرائیل با موسی اذہب
و ربک فقاتلا انا ہاہنا قاعدون بلکہ میگوئیم اذہب انت و ربک فقاتلا انا معکم مقاتلون
بخدای عز و جل کہ فرستادہ است ترا بحق میرویم و جلادت میکنیم با تو ہر جا کہ میروی اگر
عماد میروی و آن شہر یست از شہرہائے حبشہ پس تبسم کرد آن حضرت و دعا بخیر کرد او را

اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ ان ایمان دار مورخوں نے کس طرح درجہ بدرجہ ترقی
پردہ داری شیخین میں کہ شیخ صاحب نے ابوبکر و عمر کی تقریر کو بھی نہیں کہا سخن خوب
بلکہ یہ بھی افترا کیا ہے پس خوش آمد آن حضرت را سخنان ایشان و دعائے خیر کرد ایشان
حالانکہ در منثور اور تاریخ طبری سے معلوم ہو چکا ہے کہ حضرت کس درجہ کلام عمر پر غضبناک
تھے کہ چہرۂ حضرت کا سرخ ہوگیا تھا۔

مگر اسکے ساتھ یہ بھی معلوم ہوا کہ عموماً صحابہ کیسے دنیا طلب تھے کہ جب حضرت نے قافلہ ابو سفیان
کے نکل جانے کی خبر دی تو سب کے تیور بدل گئے ڈوبود کاروان محبوب تر نزد اصحاب کہ جو کچھ
مقصود تھا وہ مال غنیمت جو ہاتھ سے نکل گیا پھر دوبارہ کہا لڑائی جھگڑا چھوڑے قافلہ
کے پیچھے چلے جس پر حضرت کو سخت غضب آیا اور ابوبکر و عمر نے وہ کلام کیا جسکی اجمالی حالت
معلوم ہو چکی۔ اسپر جو ان لوگون کی خیر خواہی اسلام کا منادی کیا جاتا ہو تو سراسر تعجب ہوتا
ہو. حالانکہ ان کی جو کچھ غرض تھی وہ دنیا۔ اس جنگ مین مسلمانون کی تعداد ۳۱۳ مشہور ہے
حاضرین رکاب ۳۰۵ جس میں ۷۷ مہاجر تھے ۲۳۶۔ انصار سے عثمان صاحب اسمین بھی
بوجہ علالت اپنے عیال کے شریک نہیں تھے۔

اعتقاد صحابی اس جنگ بدر میں یہ واقعہ خاص طور پر ذکر کیا گیا ہے کہ حضرت صف لشکر درست
فرماتے تھے اوسوقت آپ کے ہاتھ میں ایک تیر تھا سواد بن عزیہ صحابی صف سے کچھ باہر
نکلے ہوئے تھے حضرت نے تیر سے اون کے سینہ کی طرف اشارہ کر کے کہا ای سواد برابر ہوجا سواد
نے صف کو درست کر کے عرض کیا یا حضرت آپ کے تیر سے مجھے صدمہ پہونچا اسکا انتقام چاہتا ہون
فوراً آپ نے اپنے لباس کو سینہ سے ہٹا دیا اور فرمایا کہ انتقام لے لے اوس نے دوڑ کر بوسہ لیا
اور منہ اپنا ملا حضرت نے اسکی وجہ پوچھی تو اوسنے بیان کیا میں ابھی شہید ہوتا ہون اسلئے
چاہا کہ آپ کے جسم مبارک کو مس کر لون۔ مدارج النبوۃ صفحہ ۱۱۰۔

مومنین خالصین کی تو یہ حالت تھی کہ تیر سے اشارہ کرنے پر وہ اپنی موت سمجھو اور
دوسرونکا یہ خیال کہ آپ نے جب وصیت نامہ لکھوانا چاہا تو اونھون نے کہا آپ غلبہ
درد سے بے چین ہیں کتاب خدا کافی ہے جسپر آپ نے فرمایا کہ میرے پاس سے نکل جاؤ۔

دوسرا واقعہ اس صحابی کی خوش اعتقادی کے ساتھ یہ بھی سن لیجیے کہ جب کفار مشرکین مارے گئے
اور اونکے نجس کشتے ایک کنوئیں میں ڈال دئے گئے جسکا نام قلیب تھا حضرت نے وہان جاکر
نام بنام اون کفار کو پکارا اور فرمایا کہ آیا شاد میگرداند شمارا کہ فرمانبرداری میکردید خدا را و رسول خدا را
اکنون کہ پردہ برافتاد و عذاب را دیدید۔

یہ ایک معمولی بات ہو جو عام طور پر ایسے مقام میں کم سے کم بہ اقتضائے حال کہا جاتا ہو۔ مگر

ایکطرف تو اون سرداروں کے قتل کا اندوہ تھا جنکی عظمت و جلالت نے اپنے ارذال قوم کو ہمیشہ سرنگون رکھا دوسری طرف اون کی یہ ذلت کہ کشتے اون کے ایک گڑھے میں ڈالے گیے اور خاتم وہان پر اسطرح پر کلام کر رہا ہے عجب طرح کا اثر کر رہا ہے کہ طاقت ضبط باقی نہ رہی اور بول اوٹھے گفت عمر بن خطاب یا رسول اللہ چہ سخن میکنی با اجساد یکہ نیست در آن ارواح فرمود آنحضرت سوگند بآن خدا کہ نفس من بید قدرت اوست کہ نیستید شما شنوا تر از ایشان این سخن را کہ میگویم ایشان می شنوند ولیکن ایشان جواب نمیگویند مدارج النبوۃ صفحہ ۱۲۰۔

اب دونوں صحابیوں کا تم خود موازنہ کر لو کہ کس کا ایمان کیسا تھا کہ سواد نے تو صرف تیر کے اشارے سے یہ سمجھ لیا کہ میری شہادت کا وقت آگیا اور حضرت عمر صاحب یہ کہہ رہے ہیں کہ آپ ان بے جان مردوں سے کیا کلام کر رہے ہیں؟ جسکی غرض صاف یہ ہے کہ حضرت پر اعتراض کریں اور آپ کے اس کلام کو عیاذا باللہ سفاہت پر محمول کریں جس حضرت نے ایسا کلمہ فرمایا اگر کوئی سمجھدار ہوتا تو سمجھتا کہ حضرت بہ قسم شرعی فرماتے ہیں کہ یہ مردہ کفار تم سے زیادہ سننے والے ہیں جس کا صریحی مطلب یہ ہے کہ تم اون سے بھی بدتر ہو کہ اگرچہ زندہ ہو مگر نہیں سنتے

علی سمعهم وعلی ابصارهم غشاوة ولهم عذاب عظیم

اہل سنتہ چونکہ اس کے بھی مدعی ہیں کہ جب درمیان رسول اللہ ؐ اور عمر صاحب اختلاف ہوتا تو وحی مطابق راے عمر نازل ہوتی تھی لہذا ممکن ہے کہ اس آیہ کو مویدر ائے عمر قرار دیں

کما یئس الکفار من اصحاب القبور

یہ مسئلہ بھی اہل سنت کے یہاں معرکۃ الآرا ہے کہ آیا مردے سن سکتے ہیں یا نہیں۔ بہت سے اہل سنتہ تو رائے حضرت عمر کے تابع ہیں اور کچھ لوگ ان میں سے ایسے بھی ہیں جو حضرت کے قول کی تصدیق کرتے ہیں اور مانتے ہیں کہ مردے سن سکتے ہیں جسکی تفصیل کا یہاں موقع نہیں ہمارا مقصد اصلی یہاں صرف اس قدر ہے کہ ان لوگوں کے اسلام کی کیا حالت تھی کہ باوصف ادعا بہ اسلام کفار کے کس درجہ طرفدار تھے کہ جب حضرت نے کفار سے لڑنے کا ارادہ کیا تو اظہار عظمت و جلالت کفار شروع کی جس سے کیسا حضرت کو رنجیدہ کیا کہ آثار غضب چہرہ سے نمایاں ہوا اور حضرت اونپر مظفر و منصور ہوے تو آپ یہ کسطرح تمسخر کرتے ہیں کہ بے جان مردوں سے آپکو بات

کر رہے ہیں جس کا اصلی باعث وہی طرفداری کفار ہے۔

افسوس کہ خیال اختصار ہمکو مانع ہو رہا ہے ورنہ ہم اوس روایت کو بھی بیان کر دیتے جسمیں حضرت عمر نے بحالت نشہ کشتگان بدر کا نوحہ پڑھا ہے اور روئے ہیں کیونکہ نشہ میں یا نیند کے وقت برائے ہیں جب انسانی قوی کمزور ہو جاتے ہیں تو اصلی خیالات اوس کے دل کے ظاہر ہو جاتے ہیں جس سے اور بھی اونکی دلی طرفداری کفار کا راز سربستہ کھل جاتا ہے۔

تعریف عمر بن عبدود (۴) اب ہم آپ کو ایک دوسری لڑائی کیطرف لے چلتے ہیں جسکا نام جنگ خندق بھی مشہور ہے اور جنگ احزاب بھی۔

یہ جنگ ۵ھ ہجری میں ہوئی کفار کا لشکر دس ہزار تھا اور لشکر اسلام کی تعداد تین ہزار تھی۔ یہ جنگ خود شہر مدینہ میں ہوئی۔ بیرون شہر جانب شرق جو شہر سے دو تین میل کے فاصلہ پر واقع ہے اور بحمد اللہ فقیر اوس مقام کی زیارت سے بھی مشرف ہوا و الحمد للہ چونکہ لشکر اسلام قلیل تھا اور کفار کی تعداد بہت زیادہ لہذا حسب رائے سلمان فارسی رضی خندق کھودی گئی۔ اس جنگ میں مسلمانوں کا یہ حال تھا کہ شیخ عبد الحق دہلوی مدارج النبوۃ میں لکھتے ہیں وچون ایستادند قریش و قبایل عرب بر عداوت آن حضرت ع و استیصال مسلمانان آمدند از فوق و تحت، و اجتماع نمودند و خبر نقض عهد بنو قریظه موکد این حال شد اشتداد یافت خوف مسلمانان و عظیم شد بلائے ایشان فرمود آنحضرت ع حسبنا اللہ و نعم الوکیل و لیکن دلہائے ضعفائی اہل اسلام از خوف کثرت شوکت کفار از جائے رفت و چشمہائے از غایت رعب خیره ماند چنانکہ قول وے سبحانہ خبر میدہد ازان اذ جاؤکم من فوقکم و من اسفل منکم و اذ زاغت الابصار و بلغت القلوب الحناجر و تظنون باللہ الظنونا هنالک ابتلی المومنون و زلزلوا زلزالا شدیدا منافقان و ضعیف الایمانان می گفتند کہ محمد مارا وعدہ میدہد بہ گنجہائے قیصر و کسریٰ کہ بدست ما خواہد آمد و حال آنکہ ما چنین در ماندہ و بیچارہ شدہ ایم این آیت آمد و اذ یقول المنافقون و الذین فی قلوبہم مرض ما وعدنا اللہ و رسولہ الا غرورا و جمعی از ایشان اذن خواستند و بہانہ جستند کہ خانہ ہای ما خالی است و کسے نیست کہ آنرا محافظت نماید چنانکہ میفرماید و اذ قالت طائفۃ منہم یا اہل یثرب لا

مقام لکم فارجعوا ویستاذن فریق منہم النبی یقولون ان بیوتنا عورۃ وما ھی بعورۃ ان یریدون الا فرارا پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زید بن حارث را با سیصد نفر فرستاد ما امراست محلات حصون وبیوت مدینہ نمایند وقریش تابست روز یا بست وچہار روز یا بست روز باختلاف اقوال مسلمانان را محاصرہ نمودند تا کار برایشان تنگ آمدہ ودر ایام محاصرہ ہر شب عباد بن بشیر رضی اللہ عنہ با جماعتے دیگر حراست خیمہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم می نمودند ومشرکان می آمدند وقصد خیمہ آنحضرت میکردند ولیکن مجال نداشتند کہ از خندق بگذرند القصہ محاربہ ومقاتلہ میان دو لشکر واقع شد خصوصاً از علی مرتضی رضی اللہ عنہ درین غزا مبارزہا ومقاتلہا ودفع شد از حد قیاس وعقل بیرون چنانکہ در اخبار وارد شدہ است لمبارزۃ علی ابن ابیطالب ع یوم الخندق افضل من اعمال امتی الی یوم القیامۃ کذا فی روضۃ الاحباب وآنحضرت دعا کرد در حق علی مرتضی وشمشیر خود را کہ ذو الفقار نام داشت بوی عطا نمود وآن مقدار مشقت ومحنت کہ بحال شریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وتعب ورنج بمسلمانان درین غزوہ راہ یافت در ہیچ غزوہ نبود اگرچہ در احد ہم شد تہاد کربہا وکوفتہا راہ یافت اما ہمہ در یکروز بود وبا قریش تنہا بود واینجا قبایل عرب ہمہ جمع شدہ در مقام اہلاکی واستیصال خود ایستادند صفحہ ۲۱۱

اس عبارت سے آپکو مسلمانوں اور صحابہ کا حال تو بخوبی معلوم ہو گیا کہ کیسی دہشت تھی اور کیسا خوف وہراس کہ خداوند عالم ان کی تعریف میں فرماتا ہے کہ آنکھیں پھر گئیں دل گلوں تک آگئے اور خدا کیطرف تم گمان بدگمان کرنیلگے۔ اس موقع پر مومنین کی آزمائش کیگئی اور منافقوں نے اور جن کے دل میں مرض تہا کہنے لگے کہ خدا اور رسول نے جو ہمسے وعدہ کیا تہا وہ سب غرور اور دہوکہا تہا اور ایک گروہ نے اون میں سے کہا ای اہل یثرب ٹھہرنے کی جگہہ نہیں تم پھر جاؤ دوسرا گروہ رسول سے اجازت مانگنے لگا کہ ہمکو گھر جانے کی اجازت دیجیے کہ وہ غیر محفوظ ہے حالانکہ وہ ہرگز غیر محفوظ نہیں ہے بلکہ ارادہ کرتے ہیں فرار کا۔ آنحضرت کو لبسر کردگی زید بن حارثہ تین سو جوانوں کا ایک دستہ محافظت مدینہ کے لیے بھیجنا پڑا اب صحابہ کی کس جرات وجلادت کی تعریف کیجاتی ہے کچہ سمجہ میں نہیں آتا حالانکہ تین ہزار مسلمان ہیں۔

شیخ صاحب نے یہان اجمالی تعریف جناب امیر علیہ السلام کی لکھی خصوصاً از علی مرتضیٰ درین غزا مبارز بارد بقاتلہا واقع شد از حد قیاس و عقل بیرون. مگر تفصیل اوسکی کچھہ نہ بیان کی جسکے لیے ہم کو دوسری تواریخ کی سیر کرنی پڑی. مصنف روضۃ الصفا لکھتے ہیں.

عمر بن الخطاب از جانب اہل اسلام زبان با عتذار کشادہ معروض حضرت خیر الانام گردانید کہ نوبتی بہمراہی طائفہ از قریش کہ عمرو بن عبدود دران درمیان بود برسم تجارت با مالی وافر و متاعی متکاثر بشام متوجہ گشتیم ناگاہ قریب ہزار نفر از قاطعان طریق سرراہ بر ما بگرفتند اہل کاروان از مال بلکہ از جان خویش مایوس گشتند عمرو عبدود چون صورت حال بدان سان دید شمشیر از نیام برکشیدہ اشتر بچہ بیابست رسیدہ بجائے سپر در پیش خود بداشت و چون شمشیر زبان و پیر زمان بر مخالفان حملہ کردان جماعہ بواسطہ توجہ او روئے بانہدام نہادہ قافلہ بسلامت گزشت آوردہ اند کہ عمرو در روز بدر زخمی گران یافتہ فرار نمودہ و در معرکہ احد حاضر نتوانست شد و در احزاب موافقت نمودہ بسبب تخوا تلافی مافات نماید تا صیت او بار دیگر در عرب انتشار یابد و آوازہ او مجدد بسمع اقاصی و ادانی رسد لاجرم در روزے کہ مشرکان بہیات اجتماعی مستعد قتال و جدال گشتند چون بکنار خندق آمدند عمرو بن عبدود با طائفہ از دلیران مثل ضرار بن الخطاب و عکرمہ بن ابی جہل و نوفل بن عبد اللہ و ہبیرہ بن ابی وہب کہ مجموع بتقدیم عمرو اعتراف داشتند مضیقے پیدا کردہ اسپ جہانیدند و در روضۃ الاحباب مسطور است کہ خالد بن الولید و ابو سفیان بن حرب با کفار قریش کنانہ و قرادہ و غطفان بر لب خندق صف کشیدہ بایستادند عمرو با ابو سفیان گفت کہ شما در عبور با ما موافقت نمی نمائید ابو سفیان گفت اگر احتیاج بگذشتن بود ما نیز بگذریم و چون عمرو از خندق عبور نمودہ پا در میدان شجاعت و بردلی نہادہ مبارز خواست لشکر اسلام کہ بتہور و مردانگی او معید انستند از خوف چنان شدند کہ گویا خون در بدن ایشان نماند سرہا در پیش افگندہ خشک بایستادند کانما علی رؤسہم الطیر و این کلمہ ناظر بانست کہ در ولایت عرب گنہ در پشت شتری باشد و کلاغ از ہوا فرود می آید و بر پشت شتر می نشیند و آنہار المنقار می جنبد و در آن ہنگام شتر از ترس آنکہ کلاغ بپرد و گنہ در سر او کاند مطلق سر نمی جنباند و حرکت نمیکند بالجملہ چون عمرو بن عبدود از اہل اسلام مبارز خواست و ہمکس در برابر او نیامد حضرت مقدس نبوی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم فرمود کہ ہیچ دوستی ہست کہ

این دشمن خدا ایے راکفایت کند امیر المومنین علی علیہ السلام گفت یا رسول اللہ انا اباروز حضرت
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم در جواب علی ہیچ نگفت و بردا ایستے فرمود این عمرو بن عبدود است بار دوم
عمرو مبارز طلبید علی مرتضی رخصت جستہ رخصت نگشت بار سوم عمرو گفت در میان شما ہیچ مردی نیست
کہ بمیدان درآید باز امیر المومنین علی علیہ السلام دستوری خواست تا با آن مشہور در محاربہ آید حضرت
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم درین نوبت فرمود ادن یا علی و چون نزدیک رفت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
شمشیر خود راکہ موسوم بذوالفقار بود باو داد و زرہ خاص در او پوشانید تا بدن فرخندہ اثر او از
سہام حوادث و صور ام نوائب محفوظ و مصئون ماند و بجہت دفع اصابت عین الکمال عمامۂ خویش
بر سرش نہاد و در مستقصی آوردہ کہ دستار بر سر او پیچیدہ و گفت اللہم اعنہ علیہ او خدا مرا ایے
بپرستش باری دہ علی را بر عمرو و در روایتی آنکہ دستہا مبارک برداشتہ گفت بارخدایا عبیدہ را
در روز بدر از من گرفتی و حمزہ را در روز احد حدا اسا ختی الہی این علی است برادر من و ابن عم من
انگاہ فرمود فلا تذرنی فردا و انت خیر الوارثین چون سخن حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باین جا
رسید امیر المومنین ع پیادہ روان شد و در معرکہ عمرو را سوارہ دید گفت ای عمرو مسموع من شدہ کہ
تو گفتہ ہیچکس مرا بر سہ کار دعوت نکند مگر آنکہ یکی از ان یا ہر سہ آنرا قبول کنم علی ای التقادیر
عمرو گفت بلی چنین است علی فرمود کہ من ترا میخوانم بشہادت ان لا الہ الا اللہ و باطاعت خدای
کہ پروردگار عالمیان است عمرو گفت ای برادر زادہ من چہرہ این مطلوب را در حجاب توقف
گذار امیر المومنین فرمود کہ امرے دیگر ہست اگر مباشر ان باشی ترا بہ باشد عمرو گفت کہ آن
کدام است امیر المومنین فرمود کہ دست از محاربہ اہل اسلام باز داشتہ بدیار خود روی
اگر مہم محمد متمشی گشتہ بر دشمنان غالب آید تو شرط امداد بجای آوردہ و اگر کار بر عکس باشد بی محاربہ
و منازعہ تو انچہ مقصود است حاصل آید عمرو گفت زنان قریش این بگویند کہ من بر القاء
خود قادر کردم و دست از ان باز داشتہ روی بوطن نہم و حال آنکہ عمرو بعد از فرار معرکہ بدر
نذر کردہ بود کہ تا انتقام آنحضرت نبوی نکشد روغن در خود نمالد امیر المومنین ع امتناع عمرو مشاہدہ
کردہ فرمود کہ در اینجا قضیہ دیگر ہست عمرو پرسید کہ آن کدام است امیر المومنین فرمود
آنکہ از اسپ فرود آئی تا محاربہ کنیم عمرو ازین سخن در خندہ شدہ گفت این خصلتی است

گمان نیبرم که کسے از دلیران عرب این را از من التماس نماید باز گرد که تو در حضرت سنی
و هنوز ترا وقت نرسیده که با مردان مرد در میدان نبرد آئی آنکه گفت باز گرد تا آن دو شیخ
قریش یعنی ابوبکر و عمر بیایند و قولے آنکه گفت در میدان اعمام تو بزرگتر هستند بسلامت باز گرد
در روایتہ اهل سیر آنکه عمر گفت من دوست نمیدارم که خون تو بر دست من ریخته شود و حال آنکه میان
من و پدر تو قاعده محبت مسلوک بوده امیر المومنین ع فرمود اگر تو دوست نمیداری خون من بر دست
تو ریخته شود من دوست میدارم که خون تو بر دست من ریخته گردد عمرو ازین سخن بر آشفت
و از مرکب فرود آمد اسپ خود را پی کرد و با شمشیر کشیده از خشم روی با امیر المومنین علی نهاده و
امام المتقین برائے دفع ضرب سپر در سر کشید و آن متهور بے باک چنان بر سر حضرت امیر ع
زد که اگر بر کوه خارا ازوی دو نیم ساختی و از شدت ضرب سپر منشق شده فرق مبارکش اندک
خراش یافت آنگاه حیدر کرار بیک ضرب ذوالفقار بدن خبیث آن نابکار را از بار سر سبک
گردانید پوشیده نماند که آنچه در باب قتل عمرو بن عبدود ثبت افتاد منقول از کتب سیر است
و در بعضے از تواریخ چنان بنظر رسیده که امیر و عمرو در حین مقابله با هم قرار داد ند که هیچکس از
جانبین بمدد نیاید از بدایت چاشت تا وقت زوال باستعمال آلات حرب اشتغال نموده بر یکدیگر ظفر
نیافتند چون زمان محاربه امتداد یافت علی مرتضیٰ با عمرو گفت نه مقرر چنان بود که از جانبین
کسے مباشر مدد تو نشود عمرو گفت اکنون چه واقع است فرمود اینک برادرت از عقب
می آید عمرو چون باز پس نگریست حضرت امیر ع فرصت یافته سر تیغے راند بمثابه که
سر آن ملعون از بدن جدا شد عمرو گفت ای پسر ابو طالب فریفتی جناب ولایت ماب فرمود الحرب خدعة
بعد از آن عمرو دران بریده خود را بجانب امیر انداخت و سرور امیر سپر بر عمرو داور را از بدن جدا
ساخته روی بدیگران نهاده و آنچه هست که چون عمرو به قتل آمد علی مرتضی با آواز بلند تکبیر گفت و
رسول الله صلی الله علیه وسلم آواز علی شنیده معلوم فرمود که صورت حال چیست منقول است
که بعد از قتل عمرو ضرار بن الخطاب و هبیرة بن ابی وهب قصد علی کردند امیر نیز متوجه ایشان شده
چشم ضرار که بر حیدر کرار افتاد فرار بر قرار اختیار نموده از وے پرسیدند که سبب رجعت تو با هزیمت چه بود
جواب داد که در آن حال صورت مرگ را معائنه دیدم اما هبیره ساعتی در مقابل امیر ع ایستاده

عاقبت روی بگریز نہاد و نوفل بن عبد اللہ مخزومی در حین انہزام از پشت زین در تنگ خندق
افتادہ مسلمانان سنگسارش کردند او فریاد زد کہ بہتر ازین بقتوا النست گشت حضرت امیر ترحم نمود
در خندق رفت و بیک شمشیر اورا دو نیم ساخت گویند چون امیر المومنین سر عمر ببرید التفات
بزرہ او کہ بغایتہ جودۃ بود نکرد خواہر عمرو بسر وقت او رسیدہ جامہ و سلاح او را بر حال خود دیدہ گفت
ماقتلہ الا کفو کریم بکشتہ است اورا مگر ہم سرے گرامی خلاصہ این کلمات آنکہ امیر المومنین خرمن
حیات مخالفان را بآتش قہر سوختہ و رخسارہ فرخندہ اثر مانند شمع فلک برافروختہ بخدمت مصطفی
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مبادرۃ نمود و سر عمرو بن عبد ود را در پائے آن حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ
افگند و بہ زبان فصاحت بیانش بیتے چند مترنم شد کہ آخر آن ابیات اینست **بیت**

عبد الحجارہ سفاہتہ رایہ   وعبدت رب محمد لصواب   لا تحسبن اللہ خاذل دینہ   ونبیہ یا معشر

الاحزاب   متون کتب سیر بہ این خبر ناطق است کہ رسول اللہ ؐ در شان اسد اللہ الغالب فرمود
المبارزۃ علی ابن ابیطالب ؑ یوم الخندق افضل من اعمال امتی الی یوم القیامۃ نقل است کہ چون
امیر المومنین ؑ بمجلس رسول اللہ ؐ آمد ابوبکر و عمر برخواستند و سر او را بوسہ دادند عبد اللہ بن مسعود
برخواند و کفی اللہ المومنین القتال بعلی وکان اللہ عزیزا حکیما چون ضرار بن الخطاب و عکرمہ
بن ابی جہل از معرکہ فرار نمودہ بسپاہ خویش پیوستند و از قتل عمرو بن عبد ود و نوفل بن عبد اللہ
ایشان را خبر دادند ابوسفیان با قریش و قبیلہ غطفان روئے بانہزام نہادند و تا منزل عقیق
ہیچ مکان قرار نگرفتند و کس فرستادہ جسد عمرو و نوفل را خریداری کردند حضرت ؐ فرمود
کہ مرا بجسد خبیث ایشان کاری نیست بگذارید تا ببرند و در ہمان روز یا روز دیگر مشرکان از
منزل عقیق بہیاۃ اجتماعی روی بما نہادند و یہود بنی قریضہ کہ عہد شکستہ بودند اظہار جرأت
کردہ با تفاق باطراف وجوانب جنگ در انداختند و ہیچ سفری جز تیر و سنگ در میان فریقین
آمد و شد نمیکرد از ظہور فلق تا غیوب شفق در کنار خندق بہ قتال و جدال اشتغال نمودند ابوسفیان
جمعے از مشرکان را در برابر خیمہ رسول ؐ بداشت و اہل اسلام را مجال آن نماند کہ از موضع خویش
حرکت کنند آوردہ اند کہ در آن روز نیران قتال بمرتبہ اشتعال یافت کہ از مسلمانان نماز
عصر فوت شد چون حرب منقضی شد بلال باشارۃ معین قوم نغمہ آہنگ بانگ نماز گفتہ اہل اسلام

بادائے صلوٰۃ ظہر قیام نمودند و از برائے دو نماز دیگر نوبت قامت کشیدہ قضا کردند از امیر المومنین مروی است کہ رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم دران ہنگام فرمود کہ ملاء اللہ بیوتہم و قبورہم نارا کما شغلونا عن الصلوٰۃ الوسطیٰ صلوٰۃ العصر حتے غابت الشمس درخلال این احوال از عنایۃ بغایۃ ربانی نعیم بن مسعود غطفانی بخدمت رسولؐ آمدہ اظہار ایمان و انقیاد خویش نمود و بیک تدبیر او سلسلہ جمعیت مشرکان و یہود بنی قریضہ از ہم گسیختہ شد و چراغ اقبال ایشان بسبب ظاہر افروختگی داشت صرصر قہر الٰہی فرو نشست۔ صفحہ ۱۵۳۔

اس مطلب کو اگرچہ مصنف نے بحمایت اپنے مذہب کے بہت کچھ گھوم گھماؤ سے بیان کیا ہو جس سے معلوم ہو کہ اہل اسلام پہلے سے مرعوب تھے مگر ہر بافہم سمجھ سکتا ہو کہ یہ سب نتیجہ صرف اسکا تھا کہ عمر صاحب نے اس چرب زبانی سے عمرو بن عبدود کی مدح سرائی کی کہ مسلمانوں کے دل ہل گئے۔ اور کسی میں طاقت جنگ نہ رہی ورنہ یہی اہل اسلام ہیں جب انکی تعداد ۳۰۵ تھی کسطرح مشرکین قریش سے جنگ بدر میں لڑے ہیں حالانکہ اونکی تعداد ہزار سے زیادہ تھی اور یہاں کیا ہوا کہ مسلمان تین ہزار ہیں اور کفار دس ہزار مگر کسیطرح مسلمانونکو جرات نہیں ہوتی کہ اونکا مقابلہ کرین۔ کیون؟

صرف اسوجہ سے کہ عمر صاحب نے اپنا ایک ایسا خواب پریشان بیان کیا کہ سب پریشان ہوگئے اور بجز جناب امیر المومنین ع کسی کو جرات نہ ہوئی کہ پھر مقابلہ کر سکے کیونکہ عمر صاحب کچھ معمولی شخص نہیں ہیں اول درجہ کے شجاع ایسے بہادر کہ جب تک یہ اسلام نہ لائے مسلمان چھپ چھپ کر نماز پڑہتے رہے ان کے اسلام لاتے ہی کفار پر ایسا رعب چھا گیا کہ مسلمانونکی نماز کھلی بند ہونے لگی سب صحابہ مکہ سے چھپ چھپ کر آئے ہیں۔ عمر صاحب علانیہ ڈنکہ کی چوٹ کہکے میدان نکلے ہیں پھر انکا بیان کیونکر نہ ایسا وزنی ہو کہ ایک کافر کے مقابلہ میں تین ہزار مسلمانون کی جان نکلنے لگی اور کسیکی بنائی کچھ نہیں بنتی۔

سچ کہا ہے ان من البیان لسحرا۔ اس سے بڑھکر کیا جادو ہوگا کہ عمر صاحب کے ایک فقرہ نے وہ کام کیا کہ مسلمانون کا تین ہزار لشکر بیجان ہوگیا اگر جناب اسد اللہ الغالب اعجاز ید اللہی نہ دکھاتے تو بجز ہزیمت کیا نتیجہ ہوتا حالانکہ یہ وہی عمرو بن عبدود ہے جو جنگ بدر میں کفار کے ساتھ شریک جنگ تھا

اور مسلمانون کے ہاتھ کا زخم کہا چکا تھا جس سے پھر شریک جنگ احد نہ ہو سکا اور آج عمر صاحب
انکی مدح سرائی سے اوسکی دھاک بندھی ہے کہ کوئی اوسکے مقابلہ میں نہیں نکلتا اور سبکی جان نکلی جاتی ہے
افسوس صد افسوس کہ اسلام کی اتنی بڑی نمایان فتح ہو اور ایک تن تنہا ساری لشکر کو ہرادے
اور اون کے اوس سرغنہ کو جو بقول عمر صاحب ہزار جوانون کا تنہا مقابلہ کرتا اس شجاعت خداداد
سے قتل کرے جسپر جناب رسالت مآب صلعم فرمائیں کہ لضربة علي يوم الخندق افضل من عبادة الثقلين
اوسکو شیخ عبد الحق دہلوی سا شخص جو محقق دہلوی کہا جاتا ہے اسطرح کہا بد ہے کہ ایک معمولی واقعہ بنادے
حالانکہ خاص اس واقعہ کی یادگار میں ابھی تک قرآن میں سورہ احزاب موجود ہے۔

اللہ اللہ کیسے کیسے باغیرت صحابہ موجود ہیں جنمین عمر صاحب کا نام تو زرین حروف سے لکھنے کے
لائق ہے اور اون کو عمرو بن عبد ود یہ غیرت دلا رہا ہے ثم نادی عمرو وجعل یوبخهم ویقول
این جنتکم التی تزعمون انه من قتل منکم دخلها افلا تبرزون الی رجلا فقام علی فقال
انا له یا رسول اللہ فقال له اجلس انه عمرو ثم نادی الثالثة وقال ع ولقد بححت من النداء بجمعکم
هل من مبارز + ووقفت اذ جبن المشجع + وقفة الرجل المناجز + وکذاک انی لم ازل متسرعا
نحو الهزاهز + ان الشجاعة فی الفتی + والجود من خیر الغرائز + فقام علی وقال انا له یا رسول اللہ
فقال انه عمرو فقال وان کان عمرا فاذن له رسول اللہ صلعم فمشی الیه علی ویقول لا تعجلن
فقد اتاک مجیب صوتک غیر عاجز + ذو نیة وبصیرة والصدق منجی کل فائز + انی
لارجو ان اقیم + علیک نائحة الجنائز + من ضربة نجلاء یبقی + ذکرها عند الهزاهز
فقال عمرو من انت قال انا علی قال ابن عبد مناف قال انا علی بن ابیطالب ع قال غیرک یا ابن
اخی من اعمامک من هو اسن منک فانی اکره ان اهریق دمک فقال علی ع واللہ ما اکره ان
اهریق دمک فغضب ونزل وسل سیفه کانه شعلة نار - تاریخ خمیس جلد دوم صفحہ ۵

دیکھیے وہ عمرو بن عبد ود جسکی مدح بجد کرکے عمر صاحب نے تمام لشکر کا منہ اوسکی خوف سے پھیر دیا
ہے کس طرح مسلمانون کو غیرت دلا رہا ہے کہ کیا ہوئی تمہاری وہ جنت جس کا تمکو یہ گمان تھا کہ جو
تم سے قتل ہوگا وہ داخل جنت ہوگا پھر کیا تم میں ایک بھی مرد نہیں جو ہمارے مقابلہ کو نکلے۔
مگر افسوس کہ کسی مسلمان کی رگ حمیت جوش میں نہیں آتی بلکہ وہ تو تصویر بنے ہیں کیونکہ عمر صاحب کا جادو
چل چکا ہے

آخر جناب امیر ع کھڑے ہوئے اور طالب اذن ہوئے مگر رسول اللہ صلعم نے یہ کہکر روکدیا کہ یہ عمرو ہے؟ یعنی وہ عمرو جسکی کہ عمر بن خطاب نے اسطرح مدح سرائی کی۔!

عمرو بن عبدود نے تیسری دفعہ مبارز طلبی کی اور جوش شجاعت میں چند شعر پڑھے کہ تم کو پکارتے پکارتے میرا گلا بیٹھ گیا اور تم سے لڑنے کے لئے اتنی دیر تک ٹھہرا رہا اسیطرح ہم ہمیشہ ایسے معرکوں میں پیش قدمی کرتے ہیں۔ شجاعت اور فیاضی جوانوں کے لئے اعلیٰ صفات سے ہیں مگر عمر صاحب کے جادو نے وہ کام نہیں کیا تھا کہ کوئی بھی نکلتا۔

پھر حضرت علی نے آنحضرت سے اجازت چاہی آپنے پھر وہی کہا کہ یہ عمرو ہے یعنی جسکی عمر بن خطاب وہ حالت بیان کر چکے ہیں حضرت نے عرض کیا ہوا کرے تب حضرت نے آپکو اجازت دی اور یہ رجز پڑھتے ہوئے چلے۔ جلدی نہ کر تیری آواز کی اجابت کرنے والا آپہونچا جو کسیطرح عاجز نہیں ہے۔ اور صاحب نیت اور بصیرت ہے اور صاحب صدق جو نجات دینے والا ہے ہر فائز کا۔

مین امید کرتا ہون کہ ایسی ضرب لگاؤن کہ تجھ پر وہ نوحے قائم ہون جو جنازون پر پڑھے جاتے ہیں وہ ایسی ضرب ہوگی جو ہمیشہ یادگار رہے گی۔

اصل واقعہ کو جو نہایت ہی اعظم واقعہ ہے اگر چھوڑ کر ہم صرف ان اشعار پر نظر کریں تو معلوم ہو سکتا ہے کس قسم کے معارف و حقایق اسمین بھرے ہیں کہ نہ کسی منظم کی تعلی ہے نہ تفاخر حالانکہ یہ مقابلہ مخالف وہ مذموم بھی نہیں مگر یہان بھی حضرت اوس طرح سے جواب نہیں دیتے بلکہ فرماتے ہیں کہ جلدی نہ کر کہ وہ آگیا جو تیری آوازون کا جواب دینے والا ہے غیر عاجز اس جملہ غیر عاجز سے جو کچھ استشمام ہو سکتا ہے اوس کی یون تشریح فرمائی ذو نیۃ و بصیرۃ صاحب نیت و بصیرت ہے جو صاف صاف بتا رہا ہے کہ خدا پر بھروسہ کئے ہوئے ہیں جسکی پھر تشریح اسطرح فرماتے ہیں کہ مین امیدوار ہون جو صاف بتا رہا ہے کہ اپنی قوت ذاتی پر بھی زور نہیں ہے بلکہ خدا سے اس کے امیدوار ہیں۔

ان واقعات کے بعد اگرچہ کوئی صاحب غیرت کسی صحابی کا تو نہ نام لے گا جنکی یہ حالت تھی کہ کان علی رؤسہم الطیر کہ گویا اون کے سرون پر چڑیا بیٹھی تھی اور بعد ان حالات کے کہ مسلمانون کی یہ سب پریشانی صرف اس وجہ سے تھی کہ عمر صاحب نے ایسی تعریف عمرو بن عبدود کی کی تھی کہ سب کے حواس گم ہو گئے۔ کسیطرح ممکن نہ تھا کہ پھر کوئی باحیا حضرت عمر کا نام لیتا مگر چند اجزا دی

شاہ ولی اللہ صاحب کا کہاں کو کب چین آسکتا تھا کہ ایسے واقعہ کو فضایل و مناقب حضرت عمر میں داخل
ہونے دیں۔

دیکھیو کس چرب زبانی سے بلکہ خوش الحانی سے حضرت خلیفہ ثانی کی فضیلیات لکھتے ہین۔ ازالۃ
...یس سیوم از انجملہ آنست کہ در غزوہ خندق حاضر شد و مساعی جمیلہ دران واقعہ بکار برد
آنکہ محافظت طرفے از خندق عہدہ وے بود و الآن مسجدے بنام او رضی اللہ عنہ در انجا
اند دوم آنکہ اہل سیر نوشتہ اند کہ فاروق و زبیر روزی از روز ہائے خندق بر جماعۂ کفار
آوردہ اند و آن جماعہ را از ہم متفرق ساختند در آن میان ضرار بن الخطاب باز گشت و نیزہ
بجانب عمر کشید و بعد ازان آن نیزہ را باز گرفت و گفت این نعمت مشکورہ ہست کہ بر تو ثابت
کردم سوم آنکہ در بعض ایام خندق بسبب اہتمام بشغل دفع کفار نماز عصر از حضرت فاروق فوت
شد و تاسفے عظیم از بنوجہ بخاطرش راہ یافت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود در انوقت ہم
او کردہ فرمودند و باین شفقت علاج تاسفش ساختند عن جابر بن عبد اللہ ان عمر بن الخطاب
رضی اللہ عنہ جاء یوم الخندق بعد ما غربت الشمس جعل یسب کفار قریش و قال یا
رسول اللہ ما کدت ان اصلی حتی کادت الشمس تغرب قال النبی صلی اللہ علیہ
وسلم واللہ ما صلیتها فنزلنا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم بطحان فتوضا للصلوۃ وتوضانا
لها فصلی العصر بعد ما غربت الشمس ثم صلی بعدها المغرب اخرجه البخاری صـ ٢٦

لگن جائے ایک نہیں تین تین فضیلت حاصل کر دیگئی۔ پہلی فضیلت تو بالکل نرالی ہے کہ عمر صاحب
کو ایک طرف کا پہرہ دار بنایا جسکو ہم اسکے بعد کچھ اور تفصیل سے لکھینگے اور دوسری تو
اوس سے بڑھی ہوئی ہے کہ ضرار بن الخطاب نے جو غالباً ان کے سوتیلے بھائی ہوں گے
ایک نیزہ انکی طرف چلا کر کہا "کہ این نعمت مشکورہ است کہ بر تو ثابت کردم"، مگر افسوس کہ
صاحب نے مشکوریت کی وجہ نہ لکھی کہ کس قسم کی مشکوریت تھی؟ اور ثابت کسطرح ہوئی کیا کوئی زخم
بھی لگایا تھا۔

ضرار بن الخطاب کا نام تو کہہ رہا ہے کہ باپ دونوں کے ایک تھے۔ ہاں مختلف ہوں تو یہ اور بات
تو اب غالباً مشکوریت کی دو توجیہ ہونگی ایک یہ کہ قتل نہیں کیا دوسرے یہ کہ خون لگا کر شہید و نیز داخل

ہاں تیسری فضیلت البتہ قابل قدر ہی کیونکہ بقول اہل سنت اونھون نے طریقہ روافض اختیار کیا اور کفار کو جی بھر کے گالیان دین کہ نماز عصر فوت ہوئی !

اب اس سے بڑھ کر کیا فضیلت ہو سکتی ہے کیونکہ آخر نیزہ مشکورہ کھانیکے بعد زبان بھی نہ چلتی تو کیا کرتے کِس کا کوسنا مشہور ہے

یہی فضیلت جو شاہ صاحب نے لکھی ہے اوسپر مناسبت مقام ایک عجیب و غریب اپنا واقعہ یاد آیا جس کا تذکرہ لطف سے خالی نہیں۔

مین اس واقعہ کو اپنے سفر نامہ حج بیت اللہ سے نقل کرتا ہون جسکو خاص اونھین اراضی مقدسہ مین بیٹھے لکھا تھا جہان جو واقعہ پیش آیا۔

۱۷ دوشنبہ۔ صفر ۱۳۳۴ھ۔ مسجد ذو القبلتین۔ مسجد فتح فوق الجبل۔ مسجد سلمان۔ مسجد امیر المومنین ان مساجد محترمہ کے جانے کیلئے گاڑی کا انتظام تو پہلے ہی ہو چکا تہا۔ صبح ہوتے ہی گاڑی حاضر ہوئی اور ہملوگ روانہ ہوئے یہان آبادی بالکل نہیں ہو شہر سے بہت فاصلہ ہو مگر راہ مامون ہو باغات وغیرہ لہلہا رہے ہیں۔

مسجد ذو القبلتین بہت ہی چھوٹی ہو۔ نشان قبلتین دونون طرف بنا ہوا ہو ایک جانب نشان بیت المقدس جو سمت شمال مدینہ سے واقع ہے دوسرا نشان جانب جنوب جو سمت کعبہ ہے مگر اسکی وجہ نہ معلوم ہوئی کہ یہان آبادی سے دور کسطرح آپ تشریف لائے اور کیونکر یہان نماز جماعت قایم ہوئی۔ کتب سیر و تواریخ میں لکھا ہوگا۔ یہان بھی دو تین عرب وقت پر پہونچ گئے تھے جو خیرات کے طالب تھے اور مجاور بنے ہوئے تھے۔

مسجد فتح۔ اس کو مسجد احزاب بھی کہتے ہیں یہ راہ مین واقع ہے بعد معاودت مسجد ذو القبلتین ہم یہان آئے۔ یہان چار پانچ مسجدین ایک ہی مقام پر واقع ہین۔ مسجد فتح ایک پہاڑ کے آخری حصہ پر واقع ہے جو سمت خندق بہت ہی نمایان ہے اور اس کا نام جبل سلع ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہو کہ مقام محفوظ سمجھکر آنحضرتؐ نے یہان قیام کیا تہا اور فریقین پر نظر آپکی پورے طور سے پڑ سکتی تھی یہیں آپکو مژدہ فتح معلوم ہوا اور سجدہ شکر و نماز بجا لائے۔ اوسی کے یادگاری میں یہہ مسجد بنائی گئی۔ زینہ بنا ہوا ہو اوسیکے ذریعہ سے زائرین جاتے ہیں۔ یہ مقام اصل شہر مدینہ سے

سمت مشرق واقع ہے۔ خندق کا نشان کوئی نہیں کیونکہ بالکل ریگستان ہی مگر غور کر
ایک وہمی صورت پیدا ہوتی ہے۔

اسکے نیچے **مسجد سلمان فارسی** ہے جو غالباً شکریہ مین اس فتح کے بنائی گئی اور خندق
کھودنے کی رائے حضرت سلمان فارسی ہی نے دی تھی اسوجہ سے بھی اس مسجد کا
یادگار مین بننا ضروری تھا اور نیز یہ بھی احتمال ہے کہ اسکی حفاظت انہین سے متعلق ہو کیونکہ
اوس جگہ سے متعلق ہے جہان حضرت کا قیام تھا پھر اسکی حفاظت ایسے شخص سے نہ
تو کس سے ہوگی جس کے بارے مین **سلمان منا اهل البیت وارد ہے**۔

چونکہ بعض روایات میں اس کا بھی ذکر ہے کہ اس جنگ خندق مین حضرت سلمان فارسی
کیا گیا تھا جس کے لیے حضرت نے انکو غسل اور دیگر اعمال کی ہدایت کی لہذا ممکن ہے
نے غسل وغیرہ کیا ہو اوسکی یادگاری میں یہ مسجد بنائی گئی۔

غرض اس مسجد میں بھی دو رکعت نماز تحیت ادا کی اور اس کے بعد ایک اور مسجد
ابراہیم مشہور ہے اوس میں بھی نماز تحیت پڑھی۔

سلسلہ سے نکلنے پر ایک پرتکلف اور وسیع مسجد ملی جہان ہماری گاڑی بھی رکی
ایک عرب بھی آواز دے رہا ہے کہ آؤ **آب سرد پیو** جسکو ضرورت ہو وضو کرلے مگر
مسجد کا قصد کیا جو **مسجد علی** کہلاتی تھی اور وہ بھی پہاڑ پر واقع ہے اور کیا عجب
کا سلسلہ جیسے ختم بھی ہوا ہو۔ اسوجہ سے اس کا اہتمام اور حفاظت وحراست جناب
متعلق ہو کیونکہ اگر غنیم کو یہان کامیابی ہو جائے تو وہ بہت اچھی طرح لشکر اسلام پر حملہ
کہ پھر مسلمانون کو کہین پناہ نہ ملے۔

یہ مسجد بہت ہی مختصر ہے۔ زینہ بھی شکستہ ہے محراب مسجد میں اکثر زائرین نے اپنے
پنسل یا قلم سے یا کوئلون سے لکھ دئے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ شاید صرف شیعہ
ہیں اور نماز پڑھتے ہیں کیونکہ ہمارے ساتھ خدام حرم سے کوئی شخص ساتھ نہ تھا جو
حیرت انگیز ہوتی ہے کہ جب مسجد سلمان سے ہمنے ادھر کا قصد کیا تو اوس مسجد کو چھوڑ
باتکلف تھی اور ایک عرب وہان بلا بھی رہا تھا اور اس **مسجد علی** مین آئے

…محل بھی نہ معلوم تھا کہ اسکو کیا کہتے ہیں جب مسجد علی سے ہملوگ آئے تو گاڑی وان گاڑی
…میں لایا جس سے بے اختیار جی چاہا کہ سوار ہو جائیں اور اوس مسجد کیطرف چنداں میلان
…نہیں ہوا بوقت سواری ہمنے اوس سے دریافت کیا کہ یہ مسجد کس کی ہے تو اوسنے عمر صاحب
…شیخین کا نام لیا جس سے معلوم ہوا کہ عدم میلان کی یہ وجہ تھی۔ واللہ ملہم الحق والصواب۔
…شاہ ولی اللہ صاحب کی تحریر سے معلوم ہوا کہ یہ یادگاری اسکے بنائی گئی ہے کہ یہاں کا چوکی
…صاحب سے متعلق تھا مگر افسوس کہ جہاں تک حافظہ مدد دیتا ہے یہ مقام ایسا نہ تھا کہ یہاں کسی
…حفاظت کی ضرورت ہو کیونکہ مسجد فتح سے تا بہ مسجد علی یہ مقام بالکل میدان ہے جو کنارہ خندق
…واقع ہے۔

…ممکن ہے کہ یا تو اسی مقام پر انہوں نے عمرو بن عبدود کی وہ تعریف کی تھی جس سے سارا
…اسلام دہل گیا اور کسی میں پھر اسکی جرات نہ ہوئی کہ اوس کے مقابلہ کو نکلے۔
…یہ وجہ ہو سکتی ہے کہ ضرار بن خطاب نے جو نیزہ حضرت عمر کی طرف چلایا تھا اور پھر اوس نے
…واپس لیا وہ کہ "این نعمت مشکورہ است کہ بتو ثابت کردم،، تو یہ واقعہ یہیں کا ہو کیونکہ اکثر
…سوار انہی گھوڑے جمکا کر خندق پھاند کر آجاتے تھے اور بقول شاہ ولی اللہ صاحب اس مقام
…خلیفہ دوم ہی سے متعلق تھی پھر اس سے بہتر کون سا موقع حریف کو مل سکتا تھا کہ
…طرف سے حملہ کا موقع نکالے جس کا صلہ خود امیر المومنین کو یہ ملا کہ نعمت مشکورہ سے مالامال ہوئے
…میں اسکو بیان کرنا چاہتا ہوں کہ اس جنگ خندق میں جہاں مسلمانوں کو اس شیر دل پہلوان
…بن عبدود سے از راہ خیر خواہی اسلام اس قدر ڈرایا ہے وہاں انھوں نے اپنی خدمت مفوضہ
…انجام دیا کیونکہ بتصریح شاہ ولی اللہ صاحب یہ معلوم ہو چکا ان کی اصلی خدمت ایک
…مقام کی پہرہ داری تھی جس کو اسطرح تو ضرور انجام دیا کہ ایک کافر کے نام سے تمام
…مسلمانوں کو حواس باختہ کر دیا مگر دوسری حیثیت سے کیسی خدمت کی۔
…یہ مضمون مجلد ثالث ذو الفقار حیدری میں کچھ شرح و بسط سے بعد اثبات فرار خلفاء از
…احد و حنین و خیبر مرقوم ہو چکا ہے لہذا اوسکی عبارت کا یہاں نقل کرنا کافی ہوگا۔
…یہاں یہ خیال نہ ہو کہ یہ سب وقائع ثلثہ کی خصوصاً اور دیگر کبار صحابہ مہاجرین اولین اہلسنت

کی عموماً ایسے ہی موقعہ پر ہوتی تھی جہان جان ساکرا سودا ہوتا تھا کہ تلوار کی آنچ سہنا بڑے جوانمردون
کام ہے منافقون کا بزدلون کا دنیادارون کا بھاگنا تو ضروریات ہی جیسا کہ فخر رازی نے لکھا ہے
اگر آنحضرت انکو اندھیری رات مین بھی دشمنونکی خبر دریافت کرنیکے لئے فرماتے تھے اور جاسوس بنا کر
بھیجے تھے تو اوسمین بھی پہلو تہی کرتے تھے اور نام لیکر پکارنے پر بھی استغفر اللہ ورسولہ کہکر خاموش
ہو جاتے تھے چنانچہ اس قدر تو شاہ صاحب بھی قبول کرتے ہین کہ حضرت نے بروز احزاب فرمایا
کوئی جائے اور کفار کی خبر لائے بصلہ اسکے وہ ہمارے ساتھ ہوگا بروز قیامت پس کسی نے جواب
نہ دیا اور ہوا بہت تیز تھی تب حضرت نے فرمایا ای حذیفہ جا اور خبر لا پس حذیفہ کہتے ہیں کہ جب
یہان سے چلے تو یہ معلوم ہوتا تھا کہ حمام کی گرمی مین جارہے ہین پس جاکر خبر دریافت کیا اور حضرت سے
بیان کیا اب شاہ صاحب یہ عذر بیان کرتے ہیں کہ یہ کلام آنحضرت کا بطور حکم نہ تھا کہ بجا آوری ضروری
بلکہ بطور عرض تھا کہ جو چاہے بجا لائے اور یہ ثواب پائے ۔ مین عرض کرتا ہون سخن شناس نہ دلبرا
دینست اس سے کیا بحث کہ یہ فرمانا حضرت کا حکم تہا یا عرض تہا غرض تو اس سے ہے کہ آپکے صحابہ
وفادار اور جان نثار تھے کہ جنگ مین صف سے بھاگنا ہی اون کا کام نہ تہا بلکہ ایسے ایسے معمولی کام
جسمین کچھ تلوار و تیر چلانے کی ضرورت نہ تھی نہ مردان جنگ آزما کا سامنا فقط چھپ کر رات کو
کی خبر دریافت کرنا تھا اوسمین بھی حکم رسول سے عدول حکمی کرتے تھے کیونکہ اسی حدیث صحیح مسلم
صاحب نے نقل کیا ہے یہ بخوبی معلوم ہوا کہ جب آنحضرت صلعم نے حذیفہ کا نام لیکر وہی حکم جو بقول شاہ صاحب
عرض تہا فرمایا تو حذیفہ گئے جاکر خبر لائے مگر آپ کے خلفا تو نام لینے پر بھی نہ اوٹھے استغفر اللہ
کہکر رہ گئے چنانچہ تفسیر درمنثور مین علامہ سیوطی لکھتے ہیں اخرج الرویانی وابن عساکر عن ابراہیم
عنہ عن ابیہ قال لو ادرکت رسول اللہ لخدمتہ ولفعلت فقال حذیفہ لقد رایتنی لیلۃ
الاحزاب ونحن مع رسول اللہ وکان یصلی من اللیل فی لیلۃ باردۃ لم ار قبلہ ولا بعدہ
کان اشد منہ فخانت منہ التفاتہ فقال الا رجل یذہب الی ہولاء فیاتینا بخبرہم جعلہ
معی یوم القیمۃ قال فما قام منا انسان قال فسکتوا ہم ثم قال یا ابا بکر فقال استغفر اللہ
ثم قال ان شئت ذہبت فقال یا عمر فاستغفر اللہ ورسولہ ثم قال ان شئت ذہبت
قال یا حذیفۃ فقلت لبیک فقمت حتی اتیت وان جنبی لیضربان من البرد ثم

و دعا لی ثم قال ائت هولاء القوم حتی تاتینا بخبرهم ولا تحدثن حدثا حتی ترجع ثم قال اللهم
احفظه من بین یدیه ومن خلفه وعن یمینه وعن شماله ومن فوقه ومن تحته حتی یرجع قال
فلان یکن ارسلها کان احب الی من الدنیا وما فیها قال فانطلقت فاخذت امشی
نحوهم کانی امشی فی حمام الخ یعنے ایک شخص نے روبرو حضرت حذیفہ کے کہا کہ اگر ہم زمانہ رسول
میں ہوتے تو بخوبی خدمت رسول بجالاتے حذیفہ نے کہا کہ شب احزاب ہم لوگ خدمت رسول میں
حاضر تھے اوس شب کو سردی بہت شدت کی تھی حضرت نے فرمایا جو کوئی جاکر قوم کفار کی خبر لاویگا
تو وہ شخص بروز قیامت ہمارے ساتھ ہوگا یہ کلام سنکے سب خاموش ہوگئے تب آپ نے نام لیکر
ابوبکر کو پکارا اور فرمایا کہ اگر جاؤ تو جاکر خبر لاؤ ابوبکر نے کہا استغفر اللہ ورسولہ اسیطرح عمر کا نام
لیکر پکارا وہ بھی استغفار کرگئے تب میرا نام لیکر پکارا کہ یا حذیفہ میں لبیک کہکر حاضر ہوا حالانکہ
خوف سے مارے جاڑے کے پسلیاں گھسی جاتی تھیں پس حضرت نے ہمارے سر اور چہرے پر دست
مبارک پھیرا اور کہا کہ جاؤ لشکر کفار کی خبر لاؤ اور کوئی بات نہ کرنا بعد اوسکے حضرت نے دعا کی کہ
خداوندا تو اسکو شر اعدا سے بچانا جب ہم اوس طرف چلے تو یہ معلوم ہوتا تھا کہ ہم حمام کی گرمی میں
جارہے ہیں تا بآخر سبحان اللہ کہیں تو اہل سنت صحابہ کی جان نثاری اور وفاداری کسطرح بے
بدلی سے بیان کرتے ہیں اور کہیں یہ نامردی یہ مخالفت حکم خدا و رسول ظاہر کرتے ہیں رسول
مقبول تو اس مخبری میں یہ ثواب بیان کریں کہ وہ ہمارا ساتھی ہوگا بروز قیامت اور شیخین کو نام
بنام پکاریں مگر کیسا حکم رسول کیسا حکم خدا آرام تو طلب ہے اور اون کے ہوا خواہ یہ بات بناتے ہیں
کہ فرمانا حضرت کا کہ جعلہ اللہ معی یوم القیمۃ جو جملہ دعائیہ ہے استحباب پر دلالت کرتا ہے کیونکہ واجبات
میں وہ ثواب نہیں ہوتا مگر یہ معلوم اس آیہ کے بارے میں وہ لوگ کیا کہینگے جو خدا نے فرمایا
ہے ومن یطع اللہ والرسول فاولئک مع الذین انعم اللہ علیہم من النبیین والصدیقین
والشہداء والصالحین یعنے جو اطاعت خدا و رسول کرے وہ بہشت میں ہمراہ انبیاء و صدیقین
و شہدا و صالحین رہیگا کہ یہاں بھی تو وہی وعدہ ثواب ہے کہ انبیا و صدیقین و شہدا و صالحین کے ہمراہ
ہونگے شاید خلفا و دیگر صحابہ اسی وجہ سے مخالفت حکم خدا و رسول کرتے تھے کہ یہ حکم بوجوب تو ہے
نہیں اور واجبہ میں وعدہ ثواب کہاں پھر مخالفت میں کیا مضائقہ مگر اس کے ساتھ کفار کی نجات کا

ابھی تک ایسا ہونا چاہیے کہ وہ بھی شاید اسی خیال سے ایمان ساتھ خدا و رسول کے نہ لائے ہوں کیونکہ
کلام اہل سنت یہاں یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ محض حضرت کا یہ فرمانا کہ کون اس قوم کی خبر لاویگا دلیل اسکی
اگر آپ ان حضرت یہ بھی خبر دیتے ہیں کہ جو جائیگا وہ صحیح و سالم ہمارے پاس پہونچ جائے گا او سکو بہشت
کو دیگا چنانچہ علامہ قرطبی مفہم شرح صحیح مسلم میں لکھتے ہیں قوله عليه السلام من يأتيني بخبر
القوم يتضمن اخباره بسلامة المار و رجوعه اليه انتهى یعنی خود یہ فرمانا حضرت کا کہ کون خبر
لاویگا مشتمل ہوا ہے کہ حضرت خبر دے رہے ہیں جو جائے گا وہ صحیح و سالم پھر آویگا پس نہ معلوم کہ پھر
کیا وجہ ہوئی جو رسول ہمنے باوصفیکہ نام بنام ابو بکر و عمر کو کہا اور یہ لوگ نہ گئے کیا یہ مضمون انکو
نہ معلوم تھا کہ اس میں سلامتی کی بھی خبر ہے یا معاذ اللہ وہ حضرت کو اس اخبار میں صادق نہ جانتے
تھے یا اپنے ارادہ باطنی کے ذریعہ سے ان کو وثوق تھا کہ کسیطرح ہوئے جنت نہ پائینگے
اسیوجہ سے جاڑے میں اپنی کملی نہ چھوڑی تو قیامت میں گرم جگہ کیونکر چھوڑینگے۔ شاہ صاحب نے
جب دیکھا کوئی تاویل نہیں بنتی تو یہ بات نکالی۔ اگر ازین ہمہ در گذریم این طعن بتوجه حضرت امیر
نخواهد شد زیرا که آن حضرت نیز در آنوقت حاضر بودند نه غائب پس چرا امتثال امر نه فرمود شاید شاہ
صاحب یہ سمجھے ہیں کہ عیاذاً باللہ اگر کوئی طعن جناب امیر پر وارد ہوگا تو اوس کے جواب دہ فقط
شیعہ ہی ہونگے حالانکہ یہ غلط فہمی اونکی ہے کیونکہ حضرت کے بارہ میں سنیوں کو بھی جواب دینا
لازم ہے اور اگر اسی پر راضی ہوں کہ در بارہ جناب امیر کل الزام قبول کر لینگے تو چشم ما روشن
دل ما شاد۔ خوارج و امثال خوارج نے فتح مبارک کیا و باقی رہے شیعہ پس وہ تو اصل اس روایت ہی کو کہیں گے
کہ سنیوں کی روایت ہے ہم اون کو سچا کب مانتے ہیں جو اس کا جواب دیں پہلے اصل ثابت
تب جواب لو اور اگر کچھ زیادہ ہوئیگا تو شاہ صاحب کے خواجہ کابلی کا کلام پیش کر دینگے جو جواب
اس طعن کے کہتے ہیں وان المخ الخبار لم يكونوا جميع الصحابة الخارجين من المدينة معه
للمحاربة فانهم كانوا متفرقين في موضوعات مختلفة و لهم اذن و كان معه جماعة
غير معلومة انتهى یعنی کل صحابہ اس جنگ کے مخالف تھے اسلئے کہ جتنے لوگ مدینہ سے بقصد جہاد
تھے وہ لوگ متفرق کاموں میں بیٹھے تھے کوئی بغرض محافظت خندق کھودتا تھا کوئی دوسرے
امور میں مصروف تھا فقط چند لوگ حضرت کے پاس بغرض محافظت حاضر تھے جب حکم

کہ سب صحابہ مخاطب نہ تھے بلکہ وہی لوگ مخاطب تھے جو معدودے چند محافظت کیلئے ساتھ
تھے پس جناب امیر کا اوس مجمع میں ہونا ثابت کریں تب یہ دعوی پیش کریں بلکہ یقیناً وہ حضرت
داں نہ تھے کیونکہ حضرت امور عظیمہ کے لیے رہتے تھے نہ ایسے امور جزیہ خفیفہ کے لئے دیکھیے
غزوہ بدر میں جناب امیر ع تو کفار سے جہاد کرتے تھے اور ابوبکر بقول اہلسنت حضرت کے ساتھ
عریش پر بیٹھے تھے جیسا ازالۃ الخفا میں ہے پس اوسیطرح یہاں بھی جناب امیر ع امور مہمہ میں مشغول
تھے اور شیخین وغیرہ نامردان مع دیگر بعض شجاعان صحابہ کے ساتھ پہرہ چوکی کے لئے یہاں
چھوڑدئے گئے کہ اگر وقت پر کچھ ضرورت پڑے تو شور وغل ہی مچائیں گے کہ شجاعان نامدار ہوشیار کفار
سے کارزار کریں گے سوا اس کے ابوبکر و عمر کا ہونا تو یقینی ثابت ہے اور حضرت کے پکارنے اور
نام لیکر کہنے پر انکا استغفار کہکر رہ جانا تو مسلم ہے بخلاف جناب امیر علیہ السلام کے کہ کسی روایت
سے ثابت نہیں پس یہ طعن انہیں لوگوں میں منحصر رہا نہ غیروں میں جو وہاں حاضر نہ تھے یا جنہوں
نے کام کو انجام دیا خصوصاً وہ شخص جسنے اس مہم کو سر کیا اور عمرو بن عبدود کو دو بارہ کیا کہ
جناب رسالتمآب نے فرمایا ضربۃ علی یوم الخندق افضل من عبادۃ الثقلین مخاطب ہو العینی حضرت علی یہ روز خندق
بہتر ہے عبادت تمامی جن و انس یا دونوں جہان سے اور بدیہی دلیل اسپر یہ ہے کہ جسطرح
لوگوں سے یا نوکروں سے بطمع کچھ کام لیاجاتا ہے حضرت نے فرمایا جو خبر لائے وہ ہمارے ساتھ
ہوگا بروز قیامت تاکہ شاید ان نامردوں سے کوئی جائے جب دیکھا کہ وہ سب استغفر اللہ کہتے ہیں
تو جو مرد کار آزمایا ہوا تھا اوس کو حکم دیا کہ اے حذیفہ جاؤ اور خبر لاؤ چنانچہ اونھوں نے کرد کھایا شاید یہی
وجہ تھی کہ پہلے حضرت نے نام لیکر نہ فرمایا بعد اوس کے نام لیکر بھی فرمایا کہ ثواب کا بھی وعدہ کیا
اب حکم بھی دیتے ہیں تو کون جاتا ہے۔ صفحہ ۵۶ تا صفحہ ۶۱۔ ذوالفقار حیدریہ جلد ۳۔

خواجہ کابلی نے جو جواب دیا اگرچہ بظاہر بہت معقول ہے مگر جن لوگوں نے اصل مقام کی زیارت
کی ہے اونکو تو عین الیقین کا مرتبہ حاصل ہے کیونکہ ابتک جو نشانات اس جنگ کے قایم ہیں اوس سے
صاف ظاہر ہے کہ محل قیام جناب رسالتمآب جو ابتدائے خندق کے سرے پر تھا تو جناب امیر ع کا قیام
دور تھا جس کو مسجد فتح اور مسجد علی بخوبی ظاہر کر رہی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہی دو مقام
ہیں جس کی حفاظت خود آنحضرت ہونے اور آپکے نفس نفیس جناب امیر ع نے اپنے ذمہ لی تھی

تو اور بھی یقین ہوتا ہی کہ جس وقت آنحضرت نے اپنے لشکر سے اس قسم کا خطاب کیا ہی ہرگز
نہ جناب امیر وہاں موجود تھے نہ اُن کو اس کی اطلاع ہوئی نہ کوئی عاقل اسکو تجویز کر سکتا ہی کہ آنحضرت
ایسا معمولی کام حضرت سے لیا جاہتے ہوں۔

اس تحریر سے یہ بھی معلوم ہوگا کہ حضرات اہل سنّت کو اپنے خلفاء کی براءت اور جناب
امیر پر اُسی الزام کے قائم کرنے میں کیسی کوشش رہتی ہی اور یہ نہیں سمجھتے کہ کون کام کسکے لائق ہو
ہی اور کون کام کس سے لیا جاتا ہی۔ حالانکہ دیکھ رہے ہیں کہ اتنی بڑی جنگ جناب امیرؑ تنہا فتح
کرتے ہیں جسپر اُن کو کسی طرح کی مسرّت نہیں ہوئی۔ اور یہ دیکھکر کہ شیخین پر اسکا الزام آتا ہے
کہ باوصفیکہ آنحضرت نام لیکر پکار رہے ہیں مگر یہ نہیں جاتے۔ ایسا حواس باختہ ہیں کہ چاہتے ہیں
اس الزام کو انکے سر سے اُتار کر جناب امیرؑ کے سر لیجائیں۔ حالانکہ یہ ایسا امر ہی کہ اگر واقعاً جناب
امیر اُس مجمع میں موجود بھی ہوتے اور اس حکم کو بھی سنتے تو بھی کوئی عاقل اس سے خیال نہیں
کر سکتا تھا کہ یہ خدمت حضرت سے مفوض کی جائے یا آنحضرت کا یہ مقصود ہو کہ جناب امیر جائیں
کیونکہ (۱) جاسوسی کے لئے عام طور سے ایسے اشخاص منتخب ہوتے جو مجہول الحال ہوں
نہ وہ شخص جو سپہ سالار ہو یا ایسا افسر اعلےٰ کہ اُسکے قتل و قید پر لشکر کی فتح و شکست
کا دار و مدار ہو اسیوجہ سے پہلے آنحضرت نے عام طور سے فرمایا پھر شیخین کو نام بنام پکارا۔
(۲) جاسوس کے لئے ایک طرح کی چالاکی بھی ضروری ہی اسیوجہ سے شیخین کا نام بالخصوص لیا
جو مشہور چالاک اور ہوشیار تھے اور اُنھوں نے اپنی چالاکی کا پورا ثبوت بھی دیا کہ اتنا خطرہ
اُنھوں نے نہ گوارا کیا کہ لشکر سے باہر جاکر کفّار کی خبر لائیں۔ کیونکہ ممکن ہی اُدھر کا بھی کوئی
ایسا ہی چالاک جاسوس ہو جو اندھیری رات میں گمنامی حالت میں صاف کر دے۔
(۳) یہ واقعہ بعد از فتح جنگ کا ہی کہ عمر بن عبدود کے قتل ہو جانے سے لشکر اسلام کی فتح ہو چکی
تھی مگر ابھی لشکر کفار وہاں موجود ہی چلا نہیں گیا ہی۔ اسیوجہ سے حضرت کو اُنکی خبر رسانی کی
ضرورت تھی اور چاہتے تھے کہ کوئی جاکر خبر لائے۔ پھر ایسے ہنگام میں جناب امیرؑ کیطرف حضرت
کیونکر متوجہ ہو سکتا تھا کیونکہ حضرت تو عمر بن عبدود کی تلوار سے زخمی ہو چکے تھے۔ ایسی حالت
میں کون نادان اسکا خیال کر سکتا ہی کہ حضرت کا خطاب جناب امیرؑ سے متعلق ہو سکے۔

بجز اسکے کیا کہا جاسکتا ہے کہ اہل سنت عمداً اور از راہ عناد ایسا جواب دیتے ہیں کہ جو الزام انکے خلفا پر ثابت ہو اُس میں جناب امیر علیہ السلام کو بھی عیاذاً باللہ شریک کریں۔

اگر اس میں کسی قسم کا شک ہو کہ یہ واقعہ بعد از جنگ کا ہے تو روضۃ الصفا ملاحظہ ہو جسمیں اس واقعہ کو پوری تفصیل سے لکھا ہے مگر بخیال تعصب مذہبی شیخین کے نام کو اُڑا دیا تاکہ انکی حالت مخصوصہ نہ معلوم ہو وھذہ عبارتہ صفحہ ۱۵۶ جلد دوم

محمد بن اسحق روایت کند کہ جوانے در مسجد کوفہ با حذیفہ الیمانی گفت یا ابا عبد اللہ خوشا حال شما کہ پیغمبر خدا را دیدہ اید اگر مارا ملاقات آنحضرت دست میداد خاک راہ او میگشتیم تا پائے بر ما می نہاد حذیفہ ازیں سخن در غضب رفتہ گفت دروغ می گوئی چہ بیشتر ازیں بہتر از شما در خدمت پیغمبر بودند بدیں موجب عمل نمودند آنگاہ حدیث شب احزاب آغاز کردہ گفت بخدا سوگند کہ دراں شب چنداں مشقت و گرسنگی بما راہ یافتہ بود کہ بغیر از حق عزوعلا کس نمیدانست و دراں شب حضرت مقدس نبوی صلوات اللہ علیہ از خوابگاہ برخواست چند رکعت نماز گذاردہ فرمود ہیچ مردے ہست کہ خبر قوم بما رساند تا خدائے در بہشت او را رفیق من گرداند حذیفہ گفت واللہ کہ ہیچ کس از ما از استیلاء جوع و خوف سرما جواب آنحضرت ندادیم و باز بنماز مشغول شدہ بعد از فراغ گفت ہیچ کس ہست کہ از قوم ما را خبر رساند تا خدائے تعالیٰ در جنت او را رفیق من گرداند و دریں نوبت نیز ہیچ کس اجابت نکرد و چوں سہ نوبت ندا کردہ ہیچ کس جواب نداد سہ نفر یا چہار نفر را نام بردہ اصحاب کرام و کبار کردی شنیدند جواب ایشاں ایں بود کہ پناہ میگیریم بخدا و رسول او ازیں شقہ کہ ما را از جائے خود برانگیختہ و بجائے فرستد چوں نام من برد گفتم لبیک یا رسول اللہ فرمود کہ توانی کہ امشب بجراست تا قیام نمائی تا فردائے قیامت با من باشی گفتم بلے یا رسول اللہ سمعاً و طاعۃً در بعضے روایات آمدہ کہ حذیفہ گفت نخست کہ رسول اللہ اصحاب را خطاب کرد و ہیچ کس برنخواست حال آنکہ من داخل مخاطبان بودم و در آخر چوں مرا خواند و اجابت کردم فرمود کہ اے حذیفہ چہ چیز مانع شد ترا کہ سخن مرا شنیدی و برنخواستی گفتم جوع و سرما یا رسول اللہ آں حضرت ازیں سخن متبسم شدہ فرمود پیشتر آئی و من نزد آں سرور رفتم و او دست مبارک بر سینہ

ومیان ہردو کتف من مالیدہ بر زبانِ معجز بیان راند (اللّٰھم احفظہ من بین
یدیہ ومن خلفہ وعن یمینہ وعن شمالہ) وبروایتے این کلمہ فرمود کہ
(ومن فوقہ ومن تحتہ) وبخدا سوگند کہ خوف وجوع از من زائل شد وبعد ازاں
حضرت اشارہ کرد کہ میان قوم رو واز حال ایشاں مرا اعلام نمائی کہ در چہ کار اند باید کہ ہیچ
امرے از تو صادر نگردد تا پیش من برسی حذیفہ گفت سلاح خویش برگرفتہ از خندق بگذشتم
وچناں گرم گشتم کہ پنداشتم کہ بحمام در آمدم وچوں نزدیک مشرکاں رسیدم در پس درختے
پنہاں شدم دیدم کہ برائے ابوسفیان بہزار حیلہ آتشے افروختند چہ باد طوفاں در آں لشکر
بیروں از انداز و قیاس بود وابوسفیاں گاہے ایں تہی گاہ وگاہے آں تہی گاہ باتش گرم میکرد
ومن در آں ہنگام خواستم کہ تیرے بہ تہی گاہ او زنم اما قول رسول اللہ صلعم مرا ازاں حرکت مانع آمد
وعلقمہ بن علاثہ را دیدم کہ ندا میکرد اے آل عامر باد سردم را میکشد بعد ازاں لشکر الٰہی رسید
کہ سنگہائے بزرگ می انداختند ومشرکاں بہ سپر آں سنگہا را از خود دفع میکردند وآتشہائے
مشرکاں از تند باد حوادث مردہ ودلہائے ایشاں از نزول نوائب نیز مردہ گشت وابوسفیاں
کہ صورتِ حال مشاہدہ کرد گفت اے معشر قریش مدتِ اقامت ما دریں دیار دیر شد وچہار
پایانِ ما ہلاک شدند وبنی قریظہ با ما تخالف کردند واسلحہ ما از کار باز ماند وایں باد بے نیازی
ہیچ ما را بقرار نمی گذارد واینک من رفتم وبجانب شتر خویش آمد واز غایت تعجیل زانوے شتر
ناکشودہ برنشست ودراں حین عکرمہ بن ابی جہل فریاد کرد کہ اے ابوسفیان تو پیشوائے قوم
ایشاں را در بلا گذاشتہ کجا میروی وابوسفیاں از خجالت وشرمندگی فرود آمد وزانوے شتر را
بکشاد وزمام شتر بدست گرفتہ رواں شد ودر میان لشکر گاہ ندا کرد کہ در رفتن تعجیل نمایند وتمامت قریش
وغطفان وکنانہ وفزارہ با قوافل یاس وحرماں روے براہ نہادند ودر آں دیار از مشرکان وعبدہ
اوثان کہ بقصد مال وجان مسلمانان کمر بستہ بودند دیارے نماند حذیفہ گوید کہ چوں مخالفان بیار کردن مشغول
شدند ومن مراجعت کردم در اثنائے راہ بست سوار دیدم کہ عمامہائے سفید بر سر داشتند ودو
کس از ایشاں بامن گفتند کہ با صاحب خود بگو کہ اللہ تعالیٰ شر لشکر دشمن از تو کفایت کرد وچوں بلشکر
ومنزل خویش رسیدم بدستور سابق از سرما متاثر گشتم وآں حضرت را در نماز یافتم بدست اشارہ نمود

کہ بیشتر آئی ومن بموجب آن عمل نمودم و آن حضرت را کسائی بود واسع الطول والعرض و گوشہ
ازاں کسا برمن پوشانید چناں گرم شدم کہ بخواب رفتم و چوں از نماز فارغ شد فرمود کہ قم یا
نومان) یعنی برخیز اے نومان بسیار خواب و از خطاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیدار شدہ
قضایا را معروض گردانیدم صفحہ ۱۵۷، روضۃ الصفا جلد ۲

افسوس کہ خیال اختصار مانع ہے جو میں کچھ زیادہ لکھ سکوں ورنہ ہنوز بہت سے مضامین ہیں جو نہایت
لطف انگیز ہیں۔ مگر ایک جملہ روضہ ندیہ کا عرض کرنا ضروری ہے علامہ محمد بن اسمٰعیل اور جو علمائے
اہلحدیث سے ہیں اپنی کتاب روضہ ندیہ میں بعد نقل واقعہ خندق کے لکھتے ہیں۔ فکفی بھذا القصۃ
شرفا وفضلا فھی اجل من ان توصف واعظم من ان تعظم فی ذلک الذی
قال اللہ تعالیٰ انھا بلغت القلوب الحناجر فعندھا لا فخر لمفاخر قال ابو الخیر مصدق
بن شبیب واللہ ما امرہ بالرجوع القاء علیہ بل خوفا فقد عرف قتلاہ ببدر وعلم
انہ ان ناھضہ قتلہ واستحی ان الظھر الفشل فاظھر الابقاء والارعاب وانہ
لکاذب فیما قلت وفی ھذہ القصۃ ما تقصر عنہ العبادات من الدلالۃ علی شجاعۃ
الوصی وعلی بذل نفسہ للہ ولرسولہ ص لانہ بذل نفسہ ثلاث مرات وقد
احجم الناس ولم یقم احد من ابطال المومنین المسلمین ثم ما احسن ما خاطب
بہ عمرو من الثلاث الخلال التی عرضھا علیہ فللہ ما اثبت ذلک الجنان وما اقوم
تلک اللسان ان کلم باللسان انقن وان کلم بالسنان اثخن وفی بعض روایات
القصۃ انہ لما برز علی صدر عمرو وتقلد عمر فسکن علیہ السلام عن ولہ المسارعۃ
بقتلہ فسئل علیہ السلام فی ذلک فقال ترکتہ حتی یسکن غضبی لنفسی لا قتلہ اللہ
نصدق فی قولہ علیہ السلام اوجوبہ الملک بنجاۃ فابن قال بعضھم ان وجود الریق
فی فم عمرو وفی تلک الساعۃ التی تتقلص منہ الشفاہ وتجف الافواہ دلیل علی
ان عمروا فی رتبۃ من الشجاعۃ لا تدانی لولا انہ لاقاہ من لم تلد النساء مثلہ قبلہ
ولا بعدہ صفحہ ۲۰ مطبوعہ مطبع انصاری دہلی

یعنی اس قصہ جنگ خندق سے جو شرف وفضل جناب امیر نمایاں ہوا وہ کافی ہے۔ کہ نکہ یہ ایسا

مُنزہ نہیں ہے جو حیز تحریر میں آسکے یا اُسکی عظمت بیان ہوسکے کیونکہ یہ وہی واقعہ ہے جسکے نسبت خداوند
عالم (سورہ احزاب میں) فرماتا ہے کہ پہونچ گئے تھے لوگوں کے (مسلمانوں کے) دل گلوں تک (
لب پر دم آگیا تھا) - جسکے بعد پھر کسیکو کوئی فخر نہیں باقی رہا ابو الخیر مصدق بن شبیب کہتا ہے کہ عمرو
بن عبدود نے جو جناب امیر سے کہا تھا کہ تم چلے جاؤ (بحیلہ ملاقات و محبت حضرت ابوطالب کہ ہمارے
اُنکے دوستی تھی) تو اُسکی یہ غرض نہ تھی کہ براہ مہربانی کہا ہو کہ تم بچ جاؤ اور زندہ رہو - بلکہ یہ کلام
از راہ خوف تھا کیونکہ وہ حضرت کی کارزار بروز بدر دیکھ چکا تھا اور جانتا تھا کہ اگر ان سے جنگ
ہوئی تو ضرور ہم مارے جائینگے لہذا اُسنے یہ حیلہ نکالا کہ ہماری بزدلی بھی نہ ظاہر ہو اور اس
حیلہ سے لڑائی کی نوبت ان سے نہ آئے اسی لئے اُسنے رعب جانے کو وہاں قیام بھی کیا اور فرار
نہ کیا حالانکہ وہ جھوٹھا تھا

علامہ محمد بن اسمٰعیل لکھتے ہیں کہ اس قصہ میں وہ دلائل ہیں شجاعت جناب امیر پر کہ عبارتیں اُسکی
ادا کو کافی نہیں کیونکہ اسی معرکہ میں حضرت نے تین مرتبہ اپنی جان خدا کی راہ میں دینی چاہی جبکہ سب
خاموش ہوگئے تھے اور بہادران اسلام سے کسیکو یہ جرأت نہ ہوئی کہ مقابلہ کرسکیں - پھر جو حضرت
نے عمرو بن عبدود سے تقریر کی وہ کیسی عمدہ تقریر تھی تین باتوں کو اُس پر پیش کیا اللہ اللہ کیسا
دل تھا اور کیسی زبان کہ اگر نیزہ لگاتے تو پار کردیتے اور اگر تقریر کرتے تو کیسی محکم بعض روایات میں
وارد ہے کہ عمرو بن عبدود نے اس حالت میں حضرت پر لعاب دہن ڈالا جس سے آپ کچھ دیر کیلئے اُسکے قتل سے
ساکت ہوئے لوگوں نے پوچھا تو جواب دیا اسلئے کہ میں نے تامل کیا کہ نفسانیت کا ہیجان کم ہوجائے
تا کہ محض رضائے خدا کیلئے قتل کروں - میں اس واقعہ نے کیسی تحقیق کی ہے اُس کلام کی جو حضرت
نے اپنے رجز میں مقابلہ اُسکے کہا تھا اور جواب اُسکے یعنی ... اس لڑائی سے محض رضائے خدا کے
طالب ہیں بعض لوگوں نے کہا ہے کہ اس حالت میں جبکہ لب خشک ہوجاتا ہے اور منہ کی تری جاتی رہتی ہے
عمرو بن عبدود کے منہ میں اسقدر تھوک کا ہونا اُسکے کمال شجاعت کی دلیل ہے مگر کیا کیا جائے کہ اس
شخص سے بالا پڑا جسکا مثل و نظیر نہ پیدا ہوا اور نہ ہوگا انتہی -

اس تقریر سے جہاں یہ معلوم ہوا کہ عمرو بن عبدود نے کیونکر جناب امیر کو ہٹانا چاہا تھا وہاں یہ بھی معلوم
ہوگا کہ ابوبکر و عمر صاحبان کو جنگ آزمائی کی کیوں خواہش کی تھی (دیکھو صفحہ ۹۳) کیونکہ جہاں حضرت

کی شجاعت اُسکو معلوم تھی وہاں ان بہادروں کی بہادری بھی معلوم تھی۔
دوسرا امر قابل غور یہ ہی کہ عمر صاحب نے جو عمر بن عبدود کی تعریف شجاعت کا پل باندھا
تھا اُسکو علماے اہل سنت نے کس خوبی سے نبا ہا کہ مرتے وقت تک اُسکے تھوک پر ان کی
نظر ہی اور زبان سے اُسکا ذائقہ لے رہے ہیں کہ ایسے وقت میں تھوک کا ہونا دلیل کمال
شجاعت ہی اس سے بڑھکر حضرت عمر کی کیا تصدیق ہوسکتی ہی۔
اس سے یہ بھی واضح طور پر معلوم ہوا کہ خداوند عالم نے جو بلغت القلوب الحناجر
ان صحابہ کی تعریف فرمایا ہی کہ لبوں تک دم آگئے تھے وہ انھیں حضرت کی شان میں ہی۔
کیونکہ اپنی اُسی حالت پر انھوں نے عمرو عبدود کا قیاس کیا کہ جب صرف عمرو بن عبدود
کے نام سے یہ دہشت تھی کہ لبوں تک دم آگیا تھا تو اُسکی کیا حالت ہوگی جو ایسے شیر بیشۂ
شجاعت کے پنجہ میں گرفتار ہی اور ذوالفقار صاعقہ بار اپنا کام کر رہی ہی۔
اب یہاں وہ چند اشعار مثنوی مولوی روم کے یاد کر لو جو مشہور ہیں ؎ او خیو انداخت
بر روے علی ؛ افتخار ہر نبی و ہر ولی۔ اُسکے بعد جو نتیجہ نکالا ہی اُسکو بھی یاد فرمایے ؎
تو بتار یکی علی را دیدۂ ؛ زاں سبب غیرے بہ دیگر دیدہ۔ کیونکہ اب تو اہل سنت کے یہاں
یہ امر مسلم ہوگیا ہی کہ مثنوی مولوی روم علم کلام کی اعلے درجہ کی کتاب ہی۔
اب ہم اس بحث کو جنگ خیبر پر ختم کرتے ہیں اور اُس میں جو شاہ ولی اللہ صاحب
نے فضائل حضرت عمر لکھے ہیں اُسی کی شرح پر اکتفا کرتے ہیں وھذہ عبارتہ صفحہ مقصد دوم
واز انجملہ آنست کہ در غزوہ خیبر ماثر جمیلہ نصیب فاروق گشت بوجوہ بسیار
یکے آنکہ اہل سیر ذکر کردہ اند کہ دریں غزوہ میمنہ لشکر بحضرت فاروق شد دیگر آنکہ ہر شبی
بعہد حراست لشکر بیکے از مقربی می شد شبے کہ نوبت حراست فاروق اعظم بود یہودے
بر دست وی اسیر افتاد و پیش آں حضرت صلعم آورد آنحضرت احوال خیبر از وی استفسار فرمود
و ایں معنی سبب فتح خیبر شد۔ سوم آنکہ آنحضرت صلعم در حق شخصے فرمودہ رحم اللہ
فلانا فاروق بحدس ذہن معاملہ الہی با آنحضرت در دعاے او شناخت و گفت وجبت
یا رسول اللہ قال ابن اسحق حدثنی محمد بن ابراھیم التیمی عن ابی

الهیثم بن نصر الاسلمی ان اباه حدثه انہ سمع رسول اللہ یقول فی مسیره الی خیبر لعامر بن الاکوع انزل یا ابن الاکوع فحدثنا هنیاتک قال فنزل یرتجز برسول اللہ ۔ فقال ۔ و اللہ لولا اللہ ما اهتدینا ولا تصدقنا ولا صلینا ۔ انا اذا قوم بغوا علینا ۔ وان ارادوا فتنۃ ابینا ۔ فانزلن سکینۃ علینا ۔ وثبت الاقدام ان لاقینا ۔ فقال رسول اللہ ۔ رحمک ربک فقال عمر بن الخطاب رض وجبت واللہ یا رسول اللہ لولا امتعتنا بہ فقتل یوم خیبر شهیدا ۔

چہارم آنکہ در بعض ایام خیبر او امیر لشکر بود مجاہد ہا فرمود ہر چند فتح بر دست مرتضےٰ واقع شد و فضیلت وے رنمود در ینوا قعہ غالب تر بر آمد علی مرتضےٰ گفت ساد رسول اللہ الی خیبر فلما اتاها بعث عمر وبعث الناس الی مدینتهم او قصرهم فقاتلوهم فلم یلبثوا ان هزموا عمر او اصحابہ فجاؤا یجبنونہ ویجبنهم اخرجہ الحاکم و ین کلمہ بلیغہ ہست از حضرت مرتضےٰ چوں اینجا مقصود انتہا م زد حرب بود ترک اقتحام در آمدن بے فکر ۱۲ بلفظ جبن تعبیر رفتہ ۔

اس عبارت کو پڑھ جائیے تو معلوم ہو شاہ صاحب نے وہ وہ فضائل و مناقب عمر صاحب نکالے ہیں کہ آسمان و زمین کا قلابہ ایک کر دیا مگر افسوس کہ خود شاہ صاحب شریک نہ تھے ورنہ عمر صاحب نے اس لڑائی میں دن کو یا رات کو کوئی مچھر یا مکھی ماری ہوتی تو بھی لکھ دیتے ۔ اُن کو یہ بھی نہ معلوم ہو سکا کہ عمر صاحب کس سواری پہ گئے تھے اونٹ یا گھوڑے پر یا گدھے پر ۔ ورنہ جہاں جہاں اُس جانور نے ٹھوکر لی ہوتی اُسکو بھی بڑی زبانی سے لکھتے ۔

بہر حال اس میں پہلا امر شاہ صاحب یہ لکھتے ہیں کہ لشکر کا میمنہ عمر صاحب سے متعلق تھا مگر کوئی تاریخی ثبوت اسکا انھوں نے نہیں دیا نہ کسیکا قول نقل کیا نہ کوئی سند لکھی جسپر نظر حالانکہ اگر ایسا ہو بھی تو صرف میمنہ لشکر میں رہنے یا اُسکے سردار بننے سے کیا فائدہ جب کار نمایاں نہ دکھائے ۔

دوسری فضیلت یہ لکھی کہ عمر سے حراست یعنی **پہرہ دینا** متعلق تھا جس میں ایک یہودی انکو ملگیا اور اُسکو وہ حضرت کے پاس لیگئے جس سے وہانکے حالات معلوم ہوئے اور وہی سبب فتح ہوا۔ مگر افسوس کہ اسپر نہ غور کیا کہ اگر اس میں کوئی فضیلت نکل سکتی ہے تو اُس یہودی کی نہ عمر صاحب کی۔ کیونکہ عمر صاحب نے تو چاہا تھا اُس یہودی کو قتل کرکے ایک طرح کا نام پیدا کریں کہ انکے ہوا خواہوں کو اسکا موقع ملے کہ کہہ سکیں کہ ایک شخص کو انھوں نے بھی مارا ہے۔ مگر افسوس کہ اتنی عزت بھی انکو نہ مل سکی۔

بہرحال اس یہودی کی گرفتاری کا حال سیرہ حلبیہ میں اسطرح پر مرقوم ہے۔ فلما کانت اللیلۃ السادسۃ من السبع استعمل ص عمر فطاف عمر رض باصحابہ حول العسکر وفرقھم فاتی برجل من یھود خیبر فی جوف اللیل فامر بہ عمر رض ان تضرب عنقہ۔

یعنی آنحضرت نے چھٹی رات عمر کو مقرر کیا پہرہ پر عمر نے گھومنا شروع کیا اور اپنے لشکر کو پھیلا دیا جن میں سے ایک شخص ایک یہودی کو گرفتار کرکے لایا جسکے قتل کا حکم انھوں نے دیا جس سے معلوم ہوا کہ خود عمر صاحب نے نہیں گرفتار کیا تھا بلکہ ایک دوسرا شخص گرفتار کرکے لایا تھا اور عمر صاحب نے چاہا تھا قتل کرکے سرخروئی حاصل کریں اور روضۃ الصفا میں اسطرح پر ہے۔

آوردہ اند کہ در شبے از شبہا کہ عمر بن الخطاب بحراست سپاہ اسلام قیام می نمود یہودی را گرفتہ نزد او رسانیدند فرمود کہ آں شخص را بکشند فرمود مرا نزد پیغمبر خود ببرید کہ با او سخنے دارم عمر او را پیش رسول اللہ بردہ صورت حال را معروض داشت آنحضرت با یہودی گفت کہ چہ سخن داری گفت از حصار نطارہ می آیم و ضمائر اہل قلعہ از مہابت قتال امروز بغایت پریشان است و از صولت مبادران ایں لشکر ہراسان داعیہ دارند کہ امشب بحصن شق انتقال کنند و آلات حرب و حبوبات در موضعے پنہاں کردہ اند کہ من محل آنرا میدانم وچوں فردا حصار مفتوح گردد آں موضع را بنمایم حضرت گفت انشاء اللہ تعالیٰ یہودی گفت اہل و عیال من در حصن اند ایشانرا بمن بخش رسول اللہ فرمود بخشیدم و روز دیگر نطارہ فتح شد و حصار شق نیز مفتوح گشت و یہودی با توابع خود ایمان آوردند صفحہ ۶۴ جلد ۲

جس سے ظاہر ہے کہ عمر صاحب نے تو اُسکو قتل ہی کرنا چاہا تھا۔ مگر اُسنے خود اسکی خواہش کی

کہ حضرت کی خدمت میں ہمکو لیچلو اور یہاں آکر اُسنے کل حالات بیان کیے جس سے فتح قلعہ کا میابی ہوئی تو اگر اُن حالات کے اطلاع کو فتح میں دخل ہے تو یہ احسان اُس مسلمان کا ہے جسنے اُس یہودی کو گرفتار کیا یا اُس یہودی کا ہے جسنے خود حضرت کی خدمت میں حاضری کا قصد کیا اور سارا حال بیان کیا نہ عمر صاحب کا جو قتل ہی کیا چاہتے تھے۔ جس سے معلوم ہوا کہ وہ اصل فتح کے مزاحم تھے کیونکہ وہ کلید فتح کو قتل کیا چاہتے تھے۔

یہ فضیلت تو ایسی ہے جو انکے ایمان کی پوری کاشف ہے کیونکہ جب رحمہ اللہ کہنے سے انھوں نے یہ سمجھ لیا کہ یہ شخص ضرور قتل ہوگا۔ تو آخری وقت میں جب حضرت نے وصیت نامہ لکھنا چاہا اور فرمایا اکتب لکم کتابا لن تضلوا بعدی تو کیوں نہ عمر صاحب سمجھے کہ اگر یہ وصیت نامہ نہ لکھا جائیگا تو ہملوگ کبھی ہدایت یافتہ نہ ہونگے۔

اور ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ یہ امر تو تمامی صحابہ میں مشہور تھا۔ سب جانتے تھے کہ حضرت کا یہ کلمہ بلکہ کوئی حکم جو منہ سے نکلتا تھا وہ عین واقع کے مطابق ہوتا سر مو اُسکے خلاف نہوتا پھر اسمیں عمر صاحب کی کون فضیلت نکلی۔ بلکہ اور اسنے اُنکے ایمان کی قلعی کھولدی کہ یہ سب جانتے تھے مگر اپنی غرض کے آگے سبکو رد کر دیتے۔

حقیقت میں فرقہ اہل سنت کچھ عجب دماغ رکھتا ہے کہ ایک موقع پر تو عمر صاحب کو ایسا پکا مومن بتاتے ہیں اور نکتہ شناس کہ حضرت نے کسی کے نسبت رحمہ اللہ کہا اور یہ سمجھ گئے کہ اب یہ مرجائیگا اور دوسرے موقع پر اگر حضرت لعن اللہ من تخلف عن جیش اسامہ بھی فرماتے ہیں تو انکے کان پر جوں نہیں رینگتی اسیطرح آنحضرت ائتونی بقرطاس اکتب لکم کتابا لن تضلوا بعدی فرماتے ہیں مگر یہی کہے جاتے ہیں ان الرجل لیھجر۔ پھر انکو کون سمجھائے کہ یہ کس قسم کی بات ہے اور کیا ایسے شخص کو کوئی مسلمان کہہ سکتا ہے

دوسری قسم فضیلت البتہ سب سے بھاری فضیلت ہے جسمیں عمر صاحب کو یہ منصب تو ملا کہ سردار لشکر ہوئے مگر نہیں معلوم کہ یہ سرداری کیونکر ملی چنانچہ مدارج النبوۃ میں ہے آوردہ اند کہ روزے عمر رو علم بر داشتہ با مشتاز جامیان جوز داسلام بپائے قلعہ آمد وچندانکہ بذل مجہود نمود روے مراد ننمود روز دیگر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رایت برگرفت و با طائفہ از شجعان و ابطال بقتال

جدال ارباب ضلال مبادرت نمود و مقاتلات عظیمہ درمیان آوردہ بے نیل مقصود بازگشت و نوبت سیوم بار عمر بن الخطاب با زمرہ از اصحاب محاصرہ و محاربہ نمودہ عنانِ مراد بدست نیاوردہ مراجعت نمود صفحہ ۲۹۸ - یہی مضمون بجنسہٖ روضۃ الصفا جلد ۲ صفحہ ۱۶۴ میں بھی موجود ہے کہ دو مرتبہ عمر صاحب اور بیچ میں ابوبکر صاحب بھی کود کر لڑنے گئے مگر نامراد پھرے۔ جس سے معلوم ہوا کہ یہ کام بھی بے حکم رسول کیا تھا جسکا یہی نتیجہ تھا جو ہوا کہ عمر صاحب بے نیل مرام دو دو مرتبہ واپس آئے آپکو تعجب ہوگا کہ حضرت عمر کو یہ جرأت کیونکر ہوئی کہ از خود علم لیکر لڑنے نکلے مگر غور کیجیے گا تو معلوم ہوگا کہ یہ بھی صدقہ تھا جناب امیرؑ کا کیونکہ ابھی جنگ خندق میں آپ دیکھ چکے ہیں کہ جس عمرو بن عبدود کو وہ رستم وقت سمجھے تھے اور سارا لشکر اسلام اُسکی ہیبت سے حواس باختہ تھا۔ جناب امیرؑ کے مقابلہ میں ایسا نکما نکلا کہ آخر جان ہی سے مارا گیا۔ اسی واقعہ نے اُنکو یہ جرأت دلائی کہ بے حضرت کی مرضی کے علم لیا اور لڑنے چلے مگر جب دل ہی نہ ہو تو کیا کریں آخر اس حیثیت سے بھاگے کہ وہ لشکر والونکو بزدل کہتے تھے اور لشکر والے انکو بزدل بناتے تھے۔ مگر قابل قدر یہ جملہ ہے جو شاہ صاحب مقام خلافت دوم لکھتے ہیں این کلمہ مبلغہ ست از حضرت مرتضیٰ چوں اینجا مقصود اقتحام در حرب بود ترک اقتحام را بلفظ جبن تعبیر رفتہ۔ کیونکہ اقتحام کے معنی خود اُسی ازالۃ الخفا میں نیچے اُسکے لکھا ہوا ہے "درآمدن بے فکر" جسکا اردو ترجمہ بے سوچے سمجھے ہے یا بے دھڑک ہے۔ جس سے مطلب یہ ہوا کہ عمر صاحب نے چونکہ بے دھڑک جنگ نہیں کی۔ اسلئے جناب امیر نے اُنکی نسبت لفظ جبن کا استعمال کیا حالانکہ دراصل وہ جبن نہ تھا۔

شاہ صاحب نے اس ذریعہ سے اسکی بھی تعریض کردی کہ گو جناب امیر نے اس جنگ کو فتح کیا مگر وہ کام محمود نہ تھا کیونکہ اقتحام تھا یعنی بے دھڑک لڑنا جو محمود نہیں ہے کیونکہ محمود وہ ہے جو سمجھ بوجھ سے ہو اور میانہ روی کے ساتھ

اسی سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ ان لوگوں کا ایمان کیسا ہے اور کیسے خیر خواہ اسلام ہیں کہ عمر صاحب کے فرار کو در پردہ تو محمود بتا رہے ہیں کیونکہ ترک اقتحام محمود ہے اور جناب امیر کی فتح کو پہلے تو امر تقدیری کہتے ہیں جس سے حضرت کی فضیلت کم ہو جائے۔ پھر اُسکو اقتحام ٹھہراتے ہیں جو فی نفسہٖ صفت غیر محمود ہے۔ پھر ایسے ایمان کا کیا ٹھکانا۔

افسوس کہ یہ لوگ مدعی تو ہیں اسلام کے مگر ایسے فتوحاتِ عظیمہ پر بھی صرف اسوجہ سے کہ یہ شرف جناب امیر کی بدولت حاصل ہوا دل مسوس کر رہ جاتے ہیں جسکی تصدیق شاہ صاحب کے اس کلام سے ظاہر ہے کہ عمر کے بارے میں تو لکھتے ہیں "در بعض ایام خیبر او امیر لشکر بود مجاہدہا فرمود" اور جناب امیر کے بارے میں لکھتے ہیں ہر چند فتح بر دستِ مرتضیٰ واقع شد۔

کیوں صاحب عمر صاحب کے لئے باوصف تکرار فرار مجاہدہا فرمود لکھا جائے اور جناب امیرؑ کے لئے باوصف ایسی فتح عظیم کے یہ جملہ مستعمل ہو "ہر چند بر دست مرتضیٰؑ واقع شد" جس سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ کس کراہت سے شاہ صاحب اس واقعہ کو لکھ رہے ہیں اور بتاتے ہیں کہ اصل زحمت و مشقت اس مادہ میں تو عمر صاحب نے اٹھائی مگر اتفاقی طور پر فتح حضرت علیؑ کے ہاتھ سے ہوئی جو کوئی قابل تعریف نہیں بلکہ معاذ اللہ از قبیل ؎ گاہ باشد کہ کودک ناداں بغلط بر ہدف زند تیرے کا مضمون ہے۔

بہر حال اب اسکو بھی انہیں شاہ صاحب کی زبانی سن لیجیے کہ جناب امیرؑ نے اس خیبر کو کیونکر فتح کیا اور کیسی کرامتیں ظاہر ہوئیں اُسکے بعد آپکو اختیار ہوگا کہ جناب امیر کی اس فتح کو جس نظر سے چاہیے دیکھئے اُسی ازالۃ الخفا میں ہے ص ۲۵۶

وازانجملہ آنکہ در غزوہ خیبر در فتح حصنے از حصون درنگ واقع شد رایت بدست حضرت مرتضیٰ دادند و بآنجانب رواں ساختند فتح آں حصن بر دست او متحقق گشت قال ابن اسحٰق حدثنی یزید بن سفیان عن ابیہ عن سلمہ بن الاکوع قال بعث رسول اللہ صلعم ابابکر برایۃ الی بعض حصون خیبر فقاتل و رجع و لم یکن وقد جھد ثم بعث من بعد الغد عمر فقاتل ثم رجع ولم یکن فتح وقد جھد فقال رسول اللہ صلعم لاعطین الرایۃ غدا رجلا یحب اللہ ورسولہ و یحبہ اللہ ورسولہ کرارا غیر فرار لا یرجع حتی یفتح اللہ علی یدیہ قال یقول سلمہ فدعا علیا وھو ارمد العینین فتفل فی عینیہ ثم قال خذ ھذہ الرایۃ فامض بھا حتی یفتح اللہ علیک قال یقول سلمہ فخرج بہا یھرول ھرولۃ وانا لنا ضربتنا اثرہ حتی رکز رایتہ فی رجم من حجارۃ تحت الحصن فاطلع الیہ

الیهود من راس الحصن قالوا من انت قال انا علی بن ابیطالب قال
تقول الیهود علوتم وما انزل علی موسی او کما قال فما رجع
حتی فتح الله علی یدیه قال ابن اسحق حدثنی عبد الله بن حسن عن
بعض اهله عن ابی رافع مولی رسول الله ص قال خرجنا مع علی بن ابیطالب
حین بعثه رسول الله ص برایته فلم یزل فی یده وهو یقاتل حتی فتح الله
علی یدیه فطرح ترسه من یده فتناول علی بابا کان عند الحصن فترس
به عن نفسه فلم یزل فی یده وهو یقاتل حتی فتح الله علی یدیه ثم القاه
من یده حین فرغ فلقد رأیتنی فی نفر سبعة انا منهم نجهد علی ان
نقلب ذلك الباب فما نقدر اخرج البخاری عن سلمة بن الاکوع قال کان
علی بن ابیطالب تخلف عن النبی ص فی خیبر وکان رمدا وقال انا اتخلف
عن النبی ص فلحق به فلما بتنا اللیلة التی فتحت قال لاعطین الرایة غدا او
لیاخذن الرایة غدا رجل یحبه الله ورسوله یفتح الله علیه فنحن نرجوها
فقیل هذا علی فاعطاه ففتح علیه ص ۲۵۷

یعنی سلمہ بن اکوع راوی ہیں کہ رسول اللہ ص نے ابوبکر کو علم لیکر بعض قلعونپر خیبر کے روانہ کیا
زحمت اُٹھاکر واپس آئے دوسرے روز عمر کو بھیجا وہ بھی زحمت کھینچکر واپس آئے تب
حضرت نے فرمایا کل میں ایسے شخص کو علم دونگا جو خدا و رسول کو دوست رکھتا ہو اور خدا و رسول
اُسکو دوست رکھتے ہوں۔ کرار ہوگا غیر فرار سلمہ کہتے ہیں کہ پس بلایا علی کو حالانکہ
اُن کی آنکھیں جوش کر آئی تھیں پھر لعاب دہن ڈالا آنکھونمیں۔ اور کہا لو اس علم کو اور چلے
جاؤ یہانتک کہ خدا تمھارے ہاتھ سے فتح کرے کہا سلمہ نے کہ پس لیا علم کو حضرت علی نے
اور ہرولہ کرتے ہوئے دوڑے اور ہم اُنکے پیچھے پیچھے جاتے تھے یہانتک کہ جاکر گاڑ دیا حضرت
علی نے اپنے علم کو ایک پتھر پر جو قلعہ کے نیچے تھا۔ ایک یہودی نے اوپر سے دیکھا اور پوچھا
تم کون ہو کہا علی بن ابیطالب یہودی نے کہا قسم اُسکی جو نازل کیا گیا حضرت موسیٰ
پر کہ تم لوگ ہمپر غالب ہوئے۔ پس نہ پھرے حضرت علی مگر بعد فتح خیبر۔

ابن اسحق راوی ہیں کہ جب حضرت علی نے اہل خیبر سے جہاد شروع کیا تو ایک یہودی نے اُن کے ہاتھ پر مارا جس سے سپر اُن کی گر گئی۔ پس حضرت علی نے دروازہ اُکھاڑ لیا جو قلعہ پر تھا اور اُسی کو لیکر لڑنے لگے یہانتک کہ خیبر کو فتح کیا۔ پھر پھینکدیا اُس کنواڑ کو بعد فراغت جسکو باہم سات آدمی ملکر چاہتے تھے کہ اُلٹ دیں مگر نہ قادر ہوئے اسیر۔ بخاری کی روایت ہے کہ حضرت علی بوجہ آشوب چشم مدینہ میں رہ گئے تھے جس رات کی صبح کو قلعہ فتح ہوا اُس شب کو جناب رسالت مآب نے فرمایا کہ کل میں ایسے شخص کو علم دونگا یا علم کو لیگا جسکو خدا و رسول اُسکا دوست رکھتا ہے۔ ہم سب اسکے امید وار تھے مگر آنحضرت نے حضرت علی کو دیا اور خدا نے ہاتھ پر اسکی فتح کیا تمام ہوا ترجمہ

میری غرض نہ اس سے ہے کہ جناب امیر نے خیبر کو فتح کیا اور سب حضرات ہزیمت کھاکر واپس آئے نہ اس سے کہ وہ کیسی قوت خداداد تھی کہ جس کنواڑ کو لیکر حضرت جہاد کر رہے تھے اُسکو ابو رافع سا معزز صحابی جو نہایت قوی اور توانا تھے بہ آدمی ملکر بھی نہ اُلٹ سکے۔ بلکہ میرا مقصود اس جملہ سے ہے کہ حضرت نے فرمایا کل میں ایسے شخص کو علم دونگا جو خدا اور رسول کو دوست رکھتا ہو اور خدا اور رسول اُسے دوست رکھتے ہوں۔ کیونکہ اگر رسول اللہ کے کلمات بے معنی نہیں ہوتے تھے اور حسب ارشاد باری ما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی حضرت کا کلام مطابق وحی الہی ہوتا تھا تو ضرور ہے کہ اس کلمہ کے کوئی معنی ہوں کیونکہ آپ فرماتے ہیں کل ایسے شخص کو دونگا جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آجتک جسکو یہ علم دیا گیا یا جسنے یہ علم اس معرکہ میں لیا وہ اس صفت سے معرا تھا کہ وہ خدا کا دوست ہو یا خدا اُسکو دوست رکھتا ہو۔ کیونکہ اگر ایسا نہ ہو تو پھر یہ کلام مہمل اور بے معنی ہوتے ہیں۔ پھر اس حدیث کا یہ جملہ کہ بروایت بخاری ہم سب اُسکے امید وار تھے بتا رہا ہے کہ اُبھی تک یہ صفت کسیکو نہیں حاصل ہوئی تھی جسپر سب اُمید وار بنے۔

پھر حضرت عمر کا یہ کہنا قال عمر فما احببت الامارۃ الا یومئذ فتشاوفت فدعا رسول اللہ علیا فاعطاہ اباھا جیسا کہ روضہ ندیہ میں ہے صہ ۲۲ صاف بتا رہا ہے کہ کوئی بڑا بھاری جملہ ہے جسپر حضرت عمر فرماتے ہیں یعنی کبھی امارت کی تمنا

گرمی ہو رجس کے لئے میں نے گردن بلند کی مگر ہائے رسول اللہ نے حضرت علی کو بلایا اور انھیں علم دیا۔

پھر جملہ کرار غیر فرار بتا رہا ہے کہ اجتک جتنے حضرات علم لیکر لڑنے گئے تھے جس طرح وہ کرار کے خلاف فرار تھے اسی طرح وہ بجائے محبوب خدا و رسول ہونیکے مبغوض الہی تھے اور بجائے اس کے کہ وہ خدا کے دوست ہوں خدا کے دشمن تھے کیونکہ اگر ایسا نہو تو یہ کلام آنحضرت ایک لغو کلام ہوتا ہے جس کا کوئی مدعی اسلام دعوی نہیں کر سکتا۔

اہل سنت نے یوں تو فضائل جناب امیر کے مٹانے کی ہمیشہ کوشش کی۔ مگر خاص اس فضیلت کو تو اسطرح چھپایا ہے کہ کسی کو خیال کرنے کی بھی نوبت نہ آئے کہ آنحضرت نے اس وجملہ میں کیسے اسرار رکھے ہیں اور کسطرح امت کو تعلیم کیا ہے جس پر اگر ذرہ برابر بھی خیال کیا جائے تو پھر کسی حجت و دلیل کی ضرورت نہ رہی۔

مگر یہ نہ سمجھئے گا کہ سب ایسے ہی ہیں بلکہ بعض ایسے حق پسند بھی ان میں نکل آئے ہیں کہ پوست کندہ حال بیان کر دیتے ہیں چنانچہ علامہ محمد ابن اسمٰعیل امیر جو علمائے اہل حدیث کے نہایت ہی واجب الاحترام امام ہیں اپنی کتاب روضہ ندیہ شرح تحفہ علویہ میں لکھتے ہیں ص ۲۵ قلت قد اشتملت هذه القصة علی معجزات لرسول اللہ صلعم وعلی فضائل لوصیه علیه السلام

فلنشر الی ذالک فمن المعجزات الاخبار بالغیب من فتح خیبر واستجابة دعوته وشفا الرمد بریقه فی ساعته وفی انه علیه السلام یکفی الحر والبرد وانها لم ترمد عینیه بعد ذالک کما اخرج احمد بن حنبل فی المناقب من حدیث علی علیه السلم قال ما رمدت مذ تفل رسول اللہ صلعم فی عینی واخرج القزوینی عنه علیه السلام قال ما رمدت عینای منذ مسح رسول اللہ صلعم وجهی وتفل فی عینی یوم خیبر حین اعطانی الرایة وما اکره والبرد

یعنی یہ قصہ شامل ہے بہت سے معجزات رسول اللہ پر اور فضائل پر انکے وصی علیہ السلام کے جس سے ایک تو یہ ہے کہ آپنے غیب کی خبر دی فتح خیبر سے (۲) دعا آنحضرت کی قبول ہوئی (۳) آپکے لعاب دہن سے فی الفور آشوب چشم جاتا رہا (۴) پھر جناب امیر کو آشوب چشم نہوا (۵) اثر حرارت و برودت سے محفوظ ہے جیسا کہ احمد ابن حنبل نے مناقب میں روایت کی کہ حضرت علی نے کہا کبھی میری آنکھیں دُکھنے نہ آئیں جب سے حضرت نے لعاب دہن لگایا

فاخرج احمد ایضاً عن عبد الرحمن بن ابی لیلی
قال کان ابی یسمر مع علی علیہ السلام وکان
علی علیہ السلام یلبس ثیاب الصیف فی الشتاء و
ثیاب الشتاء فی الصیف فقیل له لو سألته فسأله
فقال ان رسول الله بعث الی وانا ارمد العین
یوم خیبر فقلت یا رسول الله انی ارمد العین قال
فتفل فی عینی قال اللهم اذهب عنه الحر والبرد فما
وجدت حرا ولا بردا ومن الفضائل اخبار من لا ینطق
عن الهوی ان صاحبه علیہ السلام یحب الله ورسوله
وهذه فضیلة تتضاءل عنها الفضائل فلها جملة
تعجز عن تفاصیلها لسان کل قائل فان
الاخبار بانه علیہ السلام یحب الله فانه قد اتبع
رسوله فان من احب الله قد اتبع رسوله التی الذی علق
الله تعالی محبته علیها فی قوله تعالی قل ان کنتم تحبون
الله فاتبعونی یحببکم الله ومن احب رسوله فقد کمل
ایمانه لما فی حدیث ابی هریرة مرفوعا والذی
نفسی بیده لا یؤمن احدکم حتی اکون احب الیه
من والده وولده اخرجه البخاری واحمد وابوداؤد
وفی روایة لا یکمل الایمان احدکم عند غیرهم
فاخباره صلعم بان صاحبه یحب الله ورسوله
وافاد انه کمل ایمانه وافاد انه یحشر مع رسوله
لما ثبت انه یحشر المرء مع من احب وافاد انه
مع الذین انعم الله علیهم من النبیین والصدیقین

ابو الخیر قزوینی روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی نے
کہا کبھی میری آنکھیں دکھنے نہ آئیں جبسے کہ حضرت
نے علم دیتے وقت لعاب دہن لگایا پھر لکھتے ہیں
منجملہ فضائل کے یہ ہے کہ حضرت نے جو مصداق لا ینطق
عن الہوی ہیں فرمایا کہ جناب امیر وہ شخص ہیں
کہ خدا اور رسول کو دوست رکھتے ہیں اور خدا اور
رسول انکو دوست رکھتا ہے۔ یہ ایسی فضیلت ہے
کہ تمامی فضائل پر غالب ہے۔ یہ ایک جملہ ہے جسکے
تحت میں اتنے جملے ہیں کہ بڑے بڑے لسان اور
زبان آور انکی تفصیل سے عاجز ہیں کیونکہ حضرت
کا یہ کہنا کہ دوست رکھتے ہیں خدا کو بتا رہا ہے
کہ حضرت علی نے پورا اتباع کیا رسول اللہ کا
کیونکہ خدا نے اپنی محبت کو مشروط کیا ہے اتباع
رسول سے جیسا کہ فرمایا قل ان کنتم تحبون
اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ پس چونکہ محبت
خدا کو اتباع رسول لازم ہے تو معلوم ہوا کہ حضرت
نے پورا اتباع کیا رسول اللہ کا اور جس نے محبت
کی رسول اللہ سے پس اس کا ایمان کامل ہوا جیسا
کہ حدیث ابوہریرہ میں ہے کہ حضرت نے فرمایا قسم
خدا کی تم سے کوئی مومن نہیں ہو سکتا ہے جب تک
میری محبت اسکے دل میں باپ اولاد کی محبت سے زیادہ
نہ ہو اس حدیث کی روایت کی ہے بخاری نے اور
ابوداؤد نے اور ایک روایت میں ہے کہ کمال ایمان

والشہداء والصالحین وحسن اولٓئک رفیقا
فانہ علق ذالک علی من اطاع اللہ ورسولہ
والاتباع ہو الطاعۃ وافادہ الایاتی علیہ التعداد
کما ان الاخبار بانہ علیہ السلام یحبہ اللہ ورسولہ
جملۃ تحتہا اسفار من التفصیل ونکت لا یحیط
لسان القلم لہا بتفصیل فانہا افادت انہ
مع المتقین ان اللہ یحب المتقین وافادت انہ
مع المحسنین ان اللہ یحب المحسنین وافادت انہ
مع الصابرین ان اللہ یحب الصابرین وافادت انہ
مع التوابین وانہ من المتطہرین ان اللہ یحب
المتطہرین فکل فضیلۃ اخبرنا الرب جل جلالہ انہ
یحب المتصف بہا فقد دخل ہو تحت الاتصاف
بہا دخولا اولیا لان الصادق المصدق صلعم
قد اخبر ان اللہ سبحانہ یحبہ واطلق الفعل
عن التقیید بسبب المحبۃ فہو صادق علیہ متعلقاتہ
کلہا کما افادت ایضا نفی کل رذیلۃ لا یحب اللہ
المتصف بہا کالظلم فان اللہ لا یحب الظالمین
وکالاختیال والفخر ان اللہ لا یحب کل مختال
فخور وغیر ذالک مما لا یاتی علیہ العد لو افردت
ہاتان الکلمتان بتالیف لجاء بسیطا نفیسا کما
افادت ان الملئکۃ تحبہ لحدیث اذا احب اللہ
عبدا قذف حبہ فی قلوب الملئکۃ اخرجہ ابو نعیم
فی الحلیۃ من حدیث انس کما افادت ان اللہ

نہیں ہوتا بغیر اسکے (افسوس کہ مصنف نے عمر صاحب کی
حدیث کو لکھا جسمیں عمر صاحب کہتے ہیں کہ آپکو میں سب سے
زیادہ دوست رکھتا ہوں لا اپنے نفس سے جبپر حضرت
نے فرمایا جبتک ہمکو اپنی جان سے بھی زیادہ نہ دوست
رکھے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا) پس حضرت کا
یہ کہنا کہ جناب امیر خدا اور رسول کو دوست رکھتے ہیں
اس کا مفید یہ ہے کہ حضرت نے آنحضرت کا پورا اتباع
کیا اور ایمان آپکا کامل ہوا اور یہ کہ جناب امیر کا
حشر رسول اللہ کے ساتھ ہوگا کیونکہ یہ بھی حدیث
میں آیا ہے کہ جو شخص جس سے محبت رکھتا ہو اُسیکے ساتھ
محشور ہوگا۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جناب امیر انلوگوں کے
ساتھ ہونگے جنکے بارہمیں خدا کہتا ہے انعم اللہ علیہم
من النبیین والصدیقین والشہداء والصالحین
وحسن اولٓئک رفیقا کیونکہ خدا نے اس درجہ کو مشروط
کیا ہے اطاعت خدا اور رسول سے۔ اور اتباع بھی اطاعت
ہے اسکے علاوہ جو فواید اس سے حاصل ہوتے ہیں ایسے
نہیں ہیں کہ کوئی اسکو بیان کر سکے۔ اسی طرح حضرت
کا یہ کہنا کہ خدا اور رسول انکو دوست رکھتا ہے ایسا جملہ
ہے کہ کسیطرح اسکی تفصیل نہیں بیان ہو سکتی کیونکہ
پہلا فایدہ تو یہ ہے کہ آپ متقین سے ہیں جس کے بارہمیں
خدا فرماتا ہے ان اللہ یحب المتقین دوسرے یہ کہ
معلوم ہوا آپ محسنین سے ہیں جنکے بارہمیں خدا کہتا ہے
ان اللہ یحب المحسنین اسی طرح ان اللہ یحب الصابرین

يحميه من الدنيا اذا احب الله عبدا حماه من
الدنيا كما يحمي احدكم سقيمه الماء اخرجه
الترمذي والحاكم والبيهقي في شعب الايمان
من حديث قتادة كما افادت انه ينادي
في السماء ان الله تعالى يحب فلانا ويلقى
له القبول في الارض كما اخرجه الشيخان من
حديث ابي هريرة عنه صلعم اذا احب الله عبدا
نادى جبرئيل ان الله يحب فلانا فاحبه
فيحبه جبرئيل فينادي جبرئيل في اهل السماء
ان الله يحب فلانا فاحبوه فيحبه اهل السماء
ثم يوضع له القبول في الارض **قلت**
ومن هنا يظهر سر الاخبار من الصادق انه
لا يحبه الا المؤمن ولا يبغضه الا المنافق
لان المؤمنين هم الذين يحبون ما احب الله
ورسوله وملائكته فيالله هاتان
الجملتان ما اشتملتا عليه من الاتصاف
بالفضائل وما افادتا من طهارته عليه السلام
من الرذائل ولا غرو فهي من نفثات شفتي
من لا ينطق عن الهوى ومن لسان
من اوتي جوامع الكلم ولهم اما اختار
هذه الصفات في هذا المقام تنويها
بالثناء واعلاما بما منحه الله من الحسنى
ومن فضائله عليه السلام وصفه صلعم له بانه

میں داخل ہوئے اور توابین و متطہرین میں کیونکہ خدا کہتا ہے
ان اللہ یحب التوابین و یحب المتطہرین پس جب
جس صفت کے بارہ میں خدا نے کہا ہو کہ اللہ اُس کو دوست
رکھتا ہو ان سب میں جناب امیر بھی داخل ہوئے اور
اسیطرح داخل ہوئے کہ سب سے پہلے آپ ہی مراد ہوئے
کیونکہ حضرت نے بلا قید کے فرمایا ہے یحبہ اللہ و
رسولہ بخلاف اور لوگوں کے کہ اُنکا محبوب خدا ہونا کسی
وصف سے متعلق ہے۔ اور حضرت علی کیلئے مطلقاً ہے تو
معلوم ہوا کہ حضرت علی ہر حال میں محبوب ہیں حضرت
یہ بھی ظاہر ہوا کہ حضرت کل معایب و رذایل سے بھی
بری ہیں کیونکہ خدا فرماتا ہے لا یحب الظلمین۔ لا یحب
کل مختال فخور وغیرہ جس سے معلوم ہوا کہ حضرت
ان صفات رذیلہ سے مبرا ہیں۔ کیونکہ بلا قید کیا گیا
ہے یحبہ اللہ و رسولہ اسکے علاوہ جو فواید حاصل ہوتے
ہیں وہ اسقدر ہیں کہ اگر ان کی تفصیل کی جائے تو
ایک دفتر طیار ہو جس کا ایک معاہدہ یہ ہے کہ ملائکہ بھی
محبت رکھتے ہیں کیونکہ حدیث میں ہے جب خدا کسی بندہ کو
دوست رکھتا ہے تو اسکی محبت قلوب ملائکہ میں داخل
کرتا ہے یا یہ کہ خدا اپنے محبوب کی حمایت کرتا ہے اور
اس کو تمام اہل زمین میں قبول عنایت فرماتا ہے اور
تمامی اہل آسمان اسکو دوست رکھتے ہیں۔
مصنف کہتے ہیں ہمیں ان حدیثوں سے اسرار بھی ظاہر
ہوتے ہیں جسمیں بیان ہے کہ لا یحبہ الا مومن و لا

كرار غير فرار فانهما غايتا في وصفه بالشجاعة
المحبوبة لله ولرسوله والمعة الا في كلمة
ولهذا الممدوح ما اتصف بها ولا يحسن الا
طناب في كون الشجاعة صفة مدح ولا
في كونه كان اكمل الناس اتصافا بها
لان الاطناب في ذلك كالاطناب
في وصف الشمس بالاضاءة والاشراق
ووصف الليل والنهار بالتعاقب والافتراق
الا انا نسمع في غضون هذه الكلمات
ما يزيدك يقينا على انه بسيفه ما زال
ينطق بالمعجز وعلى انه في الشجاعة في
مقام يقصر عنه من دب ودرج وقد
سمعت قول ابي جهل من الفتى النحيف الضئيل
الذي كان يحذر وراءه كما يحذر امامه
وفي وصفه صلعم له بذلك ما يدل على
انه لا يفر من الزحف فرارا من غشيان
الكبائر وان كان معصوما بدليل لعصمته
فهذا دليل خاص على معصوميته صـ وعلى
انه يتصف بما امر الله به المؤمنين من الغلظة
على اعدائه في قوله وليجدوا فيكم غلظة
فانه لا يحمل الا انه تلك الصفة الا من
كان من الابطال وفي اتصافه بالعزة على
الكافرين فانها لا يكمل في غير الشجاع

یبغضہ الا منافق کیونکہ مومن تو وہی ہے جو انکو محبوب
رکھے جو محبوب خدا و رسول ہونیکا ہو۔ یہ دونوں جملے
ایسے عظیم الشان ہیں کہ اس سے جناب امیر کا تمامی فضائل
سے متصف ہونا اور تمامی رذائل سے مبرا ہونا نمایاں ہے
اور کیوں نہو کہ یہ دو جملے ایسے زبان سے نکلے ہیں جسکے
بارے میں خدا فرماتا ہے ما ینطق عن الھوی
اور قائل انکا وہ شخص ہے جسے جوامع الکلم
عطا ہوئے پھر کیوں نہ ایسا کلام فرمائے جو جامع ہے
تمامی کمالات کا اور مخبر ہے ان فضائل سے جو حق سبحانہ
و تعالی نے آپ کو عطا فرمایا۔
اسیطرح حضرت کا یہ کہنا کرارا غیر فرار کمال
درجہ کی تعریف ہے اس شجاعت کی جو محبوب خدا
و رسول ہے۔ اور یہ تمامی عقلا میں مسلم ہے کہ جو شخص
موصوف بشجاعت ہوتا ہے وہ ممدوح ہوتا ہے اور
یہ ایسی صفت ہے کہ اس کی توصیف کی بھی زیادہ
ضرورت نہیں کیونکہ اسمیں مبالغہ کرنا ویسا ہی
کہ کوئی آفتاب کی روشنی میں یا لیل و نہار کے
بیان میں مبالغہ کرے۔ کیونکہ بدیہی ہے اور
بہتیرے واقعات تمکو ملیں گے جن سے معلوم ہوگا
کہ حضرت کی شجاعت کیسی تھی چنانچہ تم سن
چکے ہو قول ابوجہل کہ وہ کہتا یہ کون سا جوان
لاغر اندام ہے جو عقب سے بھی ویسا ہی باخبر رہتا
ہے جیسا کہ سامنے سے ہوشیار رہتا ہے آنحضرت

کما الصافیۃ اذ رجوعہما الی سمو النفس و علو الہمۃ و کل من کان اشد شجاعۃ و اکثر اقدامًا کان اعز نفسًا و اسماء ہمۃ و فی التعبیر بصیغۃ المبالغۃ فی کرار زیادۃ فی وصفہ بالشجاعۃ و ان ذالک صفۃ راسخۃ متتابعۃ و اما الاتیان بہا فی قولہ غیر فرار فللاشارۃ و اجلا لنفی کثرۃ الفرار المفید حصول القلیل منہ ضرورۃ انہ لا یصح ہنا المنافاۃ و صفہ بکرارًا اولًا فلانہ فی مقام المدح الذی لا یاتی بصفۃ ذم و اما ثانیًا فان من ثبت لہ الفرار لا یقال فیہ کرار علی الاطلاق و اما ثالثًا فلانہ فی الواقع لا یعلم ان امیر المومنین علیہ السلام فر من معرکۃ و لا جبن عن براز و ہو لا و اعداؤہ تملا و الوجہ البسیطۃ لا یعلم انہ افتعل علیہ احد ذالک للعلم بانہ لا یقبل و لا نفاق الاولین و الاخرین علی شجاعتہ و انہ لا یعلم لہ فرار و ہذا الوجہ الاخیر یقلع الشبہۃ لان الرسول صلعم لا یخبر عما لا یقع ص ۲۰

نے جو یہ توصیف کی کرار غیر فرار اسکی طرف بھی اشارہ ہے کہ حضرت علی علیہ السلام ہمیشہ محفوظ رہے فرار از جہاد جو کبیرہ ہے (ہوا داران خلفای ثلثہ غور کریں) اور اگر حضرت علی معصوم تھے جیسیر دلایل عصمۃ شاہد ہیں۔ یہ دلیل خاص ہے عصمت خاصہ پر اور اسکی بھی دلیل ہے کہ حضرت ہی اس صفت سے موصوف تھے جو خدا نے مومنین کی میں فرمایا ہے ولیجدوا فیکم غلظۃ (اہل سنۃ غور کریں اپنے خلفا کے حال پر) کیونکہ اس صفت سے وہی متصف ہو سکتا ہے جو اعلی درجہ کا شجاع ہو۔ اور یہ قول اسپر بھی شاہد ہے کہ اعزۃ علی الکافرین کی صفت حضرت ہی میں پائی جاتی تھی کیونکہ غیر شجاع میں یہ بات نہیں حاصل ہو سکتی کیونکہ شجاعۃ کیا ہے بزرگی نفس اور علوی ہمت پس جسکی شجاعت زیادہ ہوگی اس کی بزرگی نفس اور علوی ہمت سب سے بڑھی ہوگی اور انحضرت نے جو لفظ کرار کو بصیغہ مبالغہ فرمایا۔ پس اسکی یہ غرض تھی کہ حضرت کے وصف شجاعۃ کی اعلی درجہ کی تعریف فرمائیں۔ اور یہ کہ صفت راسخہ تھی جسکے خلاف کبھی نہیں

یہ لفظ غیر فرار پس بغرض ازدواج ہے بغرض نفی کثرت فرار جس سے قلت فرار معلوم ہو کیونکہ اگر یہ معنی مراد لئے جائیں تو کرار کی صفت لانا کسی طرح درست ہو

اس لیے کہ یہ کلام بمقام مدح ہے جسمیں صفت ذم لانا کسیطرح جائز نہیں ثانیاً جو ایک دفعہ بھی فرار کرے وہ کرار نہیں کہا جا سکتا علی الاطلاق ثالثاً اس لئے کہ فی الواقع بھی آجتک سنا گیا کہ حضرت علی نے کسی معرکہ سے فرار کیا ہو کبھی حس کیا ہو انکے کسقدر دشمن گذرے ہیں جو تمامی زمین بھرے تھے مگر ان میں کسی نے بھی ایسی جھوٹی روایت بھی نہیں بنائی جس سے حضرت کا فرار کرنا کسی جہاد سے معلوم ہوتا کیونکہ تمام عالم کا اتفاق ہے آپ کی شجاعت پر اسی لئے کسی نے ایسی روایت نہیں بنائی کہ اس کا کذب تمام عالم پر کھل جاتا۔ پس اب صاف معلوم ہوا کہ حضرت نے جو یہ کلام فرمایا تو بغرض غایت مدح۔ کیونکہ حضرت ایسا کلام نہیں کر سکتے جو خلاف واقع ہو۔ انتہیٰ ترجمہ

یہانتک ترجمہ تھا کلام علامہ محمد ابن اسمٰعیل امیر کا جس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ کہانتک وہ حضرت کے کلام بلاغت نظام کو سمجھتے ہیں۔ مگر افسوس انکو مذہبی قیود نے اجازت نہ دی کہ اصل مطلب کو حضرت کے بیان کرتے کیونکہ ہم معمولی حالتوں میں دیکھتے ہیں کہ جب کسی ملازم سے کوئی قصور ہو جاتا ہے اور آقا اس کو اپنے کمال تہذیب سے کچھ نہ کہے تو دوسرے کی اس طرح تعریف کرتا ہے کہ وہ شخص سمجھ جاتا ہے جو قصوروار ہوتا ہے۔ مثلاً کہے کہ ہم فلاں خیر خواہ کو اس کام پر مامور کرینگے یا فلاں نمک حلال کو یہ عہدہ دینگے۔ تو اسکے صریحی مطلب یہی ہیں کہ یہ شخص جسنے پہلے کام کو بگاڑا وہ خیر خواہ نہ تھا بلکہ بدخواہ تھا نمک حلال نہ تھا۔ بلکہ نمک حرام تھا اسیطرح حضرت کا یہ فرمانا کہ کل ہم اسکو علم دینگے جو خدا اور رسول کو دوست رکھتا ہے اسکی صاف مطلب یہی ہیں کہ یہ لوگ جو علم لیکر گئے خدا اور رسول کو دوست نہیں رکھتے تھے بلکہ اسکے دشمن تھے اسی طرح کرار غیر فرار بدیہی طور پر بتا رہا ہے کہ وہ لوگ فرار تھے اور کرار نہ تھے غیر فرار۔

علامہ مذکور پھر شرح حدیث طیر میں فرماتے ہیں صفحہ ۳۰۶ و قلت و فی حدیث خیبر

القاضی قوله صلی الله علیه وسلم ساعطی الرایة غدا رجلا یحب الله ورسوله ویحبه الله ورسوله ما لدی لذالک ذلک لیس المراد من وصفه بحب الله ایاه ادناها ولا اوسطها بل اعلاها

یعنی حدیث خیبر میں جو حضرت کا قول مذکور ہوا یحب الله ورسوله صاف دلالت کرتا ہے اسپر کہ اس توصیف محبت خدا و رسول میں ادنی مرتبہ مراد ہے نہ اوسط درجہ بلکہ اعلی درجہ اس کا مراد ہے

یعلم ضرورة من ان الله یحب جماعة من الصحابة
غیر علی علیه السلام قد ثبت ذالك بالنص
علی افراد منهم وثبت ان الله یحبهم جملة قوله
تعالی ان کنتم تحبون الله فاتبعونی یحببکم الله و
قد اخبر الله عنهم فی عدة ایات انهم تبعوا
رسوله کقوله تعالی لقد تاب الله علی النبی و
المهاجرین والانصار الذین اتبعوه فی
ساعة العسرة وغیرها من الایات المثنیة
علیهم الدالة علی اتباعهم رسوله وقد
علق محبته لهم باتباع رسوله فدل انهم
محبون الله تعالی وان رتبتهم فی المحبة
متفاوتة لما خص علیا یوم خیبر
بتلك الصفة من بینهم وقد علم انه
قد شارکهم فی محبة الله لهم لانه راس
المتبعین لرسوله علم انه اراد انه اعلاهم
محبة لله کانه قال لاعطین الرایة احب
الناس الی الله ولهذا تطاول لها الصحابة
وامتدت الیها الاعناق واحبت کل
واحد ان یخص بها صـ ۶۳

کیونکہ بداہتہ معلوم ہی کہ صحابہ سے اور لوگ بھی
ایسے تھے جو خدا کے دوست تھے اور خدا انکو دوست
رکھتا تہا۔ اور یہ بھی ثابت ہو کہ خدا نے محبت
خدا کو مشروط کیا ہے اتباع رسول کے ساتھ
جیسا کہ آیہ ان کنتم تحبون اللہ اور آیہ لقد
تاب اللہ علی النبی وغیرہ سے ظاہر ہی کہ خدا
نے انکے اتباع رسول کو بیان کیا اور اپنی
محبت کو متعلق کیا ہی اتباع رسول سے تو معلوم
ہوا کہ وہ لوگ بھی محب خدا تھے اور انکے مدارج
محبت میں متفاوت تھے۔ پس جب جناب امیر کو
حضرت نے اس وصف سے مخصوص کیا تو معلوم ہوا
کہ حضرت کا درجہ سب سے اعلی اور برتر تہا اسیوجہ
سے تمام صحابہ کی گردنیں اسی مرتبہ کے
لئے بلند ہوئیں اور ہر شخص اس کا متمنی تہا
کہ یہ درجہ ملے۔

اگرچہ اس مطلب میں کچھ طول ہو گیا۔ مگر ناظرین
کو معلوم ہو گا کہ جس صفت کو آنحضرت نے اس
طرح جناب امیر کے لئے ثابت کیا ہی اسکے مقابلہ
میں شاہ ولی اللہ کا فضایل عمری کو تمام
اسی جنگ خیبر میں بیان کرنا کس درجہ کی ایمانداری ہی۔ پھر اس شجاعت جناب امیر کو جو موجب
خدا تھی۔ بہ لفظ اقتحام تعبیر کرنا اور تعریض کرنا کس درجہ کی معاندت خدا اور رسول ہے اور
جناب رسالتمآب کا کرار غیر فرار کہنا خود بتا رہا ہے کہ حضرت کو فرار عمر سے حد درجہ ملال ہوا تھا
جسکے لئے حضرت نے بالخصوص یہ الفاظ فرمائے تاکہ خاص و عام کو معلوم ہو کہ وہ لوگ جو لڑائی

گئے اور بھاگ آئے نہ مصداق یحب اللہ ورسولہ تھے نہ مصداق یحبہ اللہ ورسولہ بلکہ اسکی نقیض کے مصداق تھے اور نہ اعزۃ علی الکافرین ولیجدوا فیکم غلظۃ سے بھی خارج تھے کیونکہ اصل موضوع تقریر یہی ہے کہ خلفاء ثلثہ کفار کے حامی وطرفدار تھے۔

اگر بمناسبت مقام لازم تھا کہ میں یہاں معجزہ رد الشمس کو بھی لکھتا کیونکہ عمر صاحب کی بھی نماز عصر جنگ خندق میں فوت ہوئی تھی اور رسول اللہ سے بیان بھی کیا مگر حضرت پر اوسکا کوئی اثر نہوا بخلاف نماز عصر جناب امیر المومنین علیہ السلام کے کہ اسکا یہ اثر ہوا کہ حضرت نے دعا فرمائی آفتاب پھر سے طالع ہوا اور جناب امیر نے نماز ادا کی جسکے بعد آفتاب غروب ہوا جس سے ناظرین اندازہ کر سکتے کہ دونوں میں کیا فرق تھا۔ کیونکہ وہ نماز جو بخوف کفار نہ پڑہی جائے کب مقابلہ کر سکتی ہے اوس نماز کی جو اعانت خدا اور رسول میں مستغرق ہو مگر چونکہ عادت اہلسنت یہ ہے کہ ایسے ہر موقع پر وہ خود رسول اللہ کو متہم کر دیتے ہیں معاذ اللہ یہ حضرت کی ناانصافی تھی کہ ایک شخص کے لئے دعا کر کے اوسکو ایسا دلیر بنا دیں کہ تمام عالم غلبہ پا سکے یہانتک کہ آفتاب بھی انکے حکم سے پھر آیا اور دوسرے کو محروم رکھتے لہذا ہم ایک ایسے واقعہ سے اسکا تصفیہ چاہتے ہیں کہ جسکو ذرہ برابر بھی عقل ہی ہوگی اسمیں دعا یا تاثیر روحانی کو دخل نہ دیگا۔ بلکہ اصل شخص کی قوت نفس اور عالی ہمتی کا قائل ہونا پڑیگا۔

وہ واقعہ یہ ہے کہ جناب امیر ع نے عمرو بن عبدود کو معرکہ خندق میں جس قوت ید الہی سے قتل کیا اوسکو تمام عالم جانتا ہے مگر آپنے اوسکی ذرہ تک نہ لی حالانکہ کیسی عمدہ اور مشہور تھی جسپر اوسکی بہن صفیہ نے کہا ما ملہ الا کفو کریم ایک یہ نفس تھا۔

اب دوسرا واقعہ سنئے روضہ ندیہ میں ہے سمع الناس تکبیر علی ع من تحت الغبرۃ فعلموا ان علیا قتلہ وانجلت الغبرۃ عنہما وعلی ع راکب صدرہ یحز راسہ وفر اصحابہ لیعبروا الخندق فظفرت بہم خیلہم الا نوفل بن عبد اللہ فانہ قصر بہ فرسہ فوقع فی الخندق فرماہ المسلمون بالحجارۃ فقال یا معشر الناس قتلۃ اکرم من ہذہ

فنزل الیہ علی ع فقتلہ و ادرک الزبیر هبیرة بن ابی وهیب فضربہ فقطع ثغر فرسه و سقطت درع کان یحملها من ورائہ فاخذها الزبیر و القی عکرمہ رمحہ۔ صفحہ ۱۹ یعنی حضرت علی ع کی تکبیر کی آواز لوگوں نے معرکہ سے سُنی تو اونکو معلوم ہوا کہ حضرت علی نے عمر ابن عبدود کو قتل کیا جب غبار دبا تو لوگوں نے دیکھا کہ آپ اوسکے سینہ پر سوار ہیں اور سر اوسکا جدا کر رہے ہیں یہ دیکھکر اصحاب عمرو بن عبدود بھاگے گھوڑے سبھوں کے خندق کو پھاند گئے مگر نوفل کا گھوڑا نہ پھاند سکا خندق میں گر گیا مسلمانوں نے پتھر برسانے شروع کئے اوسنے آواز دی ایک دفعہ مار ڈالنا بہتر ہے اس سے۔ پس اوتر کر حضرت علی ع خندق میں اور اوسکو قتل کیا۔ زبیر کو ہبیرہ بن ابی وہیب ملگئے ایک وار اوسپر کر بیٹھے جس سے اوسکے گھوڑے کے دانت کٹ گئے اور وہ زرہ جو ساتھ رکھے ہوا تھا گر گئی زبیر نے اوسکو اوٹھالیا اور عکرمہ نیزہ پھینک کر بھاگا۔

کیا کوئی صاحب ہوش کہہ سکتا ہے کہ یہہ بھی اثر دعا ی جناب رسالتمآب تھا کہ جناب امیر کو یہ عالی ہمتی پیدا ہوئی کہ آپنے عمر ابن عبدود ایسے شجاع عرب کی زرہ پر بھی توجہ نہ فرمائی حالانکہ آپنے اوسکو قتل کیا تھا اور عرفاً شرعاً ہر طرح آپکو استحقاق تھا کہ اوسکی زرہ لے لیں مگر از راہ کمال غیرت و علوی ہمت ادہر توجہ نہ فرمائی اور زبیر نے مطابق مثل بھاگے بھوت کی لنگوٹی بھلی۔ اوس زرہ کو اوٹھالی جسے نہ قتل کیا نہ زخمی بلکہ وہ بھاگر میں چھوڑ کر بھاگا بلکہ بھاگنے میں گر گئی۔

اہل فہم اسی ایک واقعہ کو سمجھہ سکتے ہیں کہ اہلسنت کے صحابہ اور خلفا کیسے باغیرت و باحمیت تھے پھر اون مقتداونکا کہانتک نہ انہیں اثر ہوگا۔ اور شیعوں کے مولا و آقا کو خداوند عالم نے کیسا نفس قدسی عنایت فرمایا تھا پھر کہانتک اوسکے پیروان اخلاق حمیدہ سے خالی رہ سکتے ہیں۔

یہہ امر بھی قابل غور ہے کہ نوفل بن عبداللہ کا فر بھاگے وقت خندق میں گر گیا ہے مسلمان پتھر مار رہے ہیں وہ پکار کر رہا ہے یا دو ایکدفعہ قتل کر کے چین کر دو۔ مگر اہل سنت کے خلفاء نامدار صحابہ کبار کو یہ جرات نہیں ہوئی کہ خندق میں جائیں اور اوس کافر کو داخل

بھم کریں۔ آخر یہ ادنیٰ سی مہم بھی جناب امیر المومنین علیہ السلام ہی کو سر کرنی پڑی۔ پھر ایسے بہادر
سے اہل سنت کیا امید رکھ سکتے ہیں

دوسرا رُخ

میں جہاں تک سمجھتا ہوں اس بحث کو طول ہو گیا۔ اور اس زمانہ کے لوگ اُن جہادوں کو نہیں سمجھ
سکتے جنکی ضرورت اسلام کو پیش آئی کیونکہ دشمن اسلام سارا عرب اور ناصر اسلام بس ایک مستغنی
مدح روان جناب سالتمآب ہے۔ اور انہی کے ہست و بود پر اسلام کی ساری ترقیاں بھی موقوف
پھر اس کا ایسے جان جوکھم مواقع میں سربکف ہو کر ایسے ایسے اشرار کفار کے سامنے جانا اور جہاد کرنا بجز
رسول اللہ کون سمجھ سکتا ہے۔ لہذا اس مبحث کو یہیں ناتمام چھوڑ کر دوسرا معرکہ دکھاتا ہوں

کیونکہ آپکو یاد ہوگا کہ اصل حدیث صحیح بخاری یہ تھی المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ
اس کی شرح میں پہلے یہ بتایا گیا کہ خلفای ثلثہ کا طرز عمل اسکے بالکل خلاف تھا چنانچہ پہلے اُن کا سلوک
عام مسلمانوں کے ساتھ زبانی حیثیت سے دکھایا گیا کہ مومنین کے ساتھ ان کا کیا برتاؤ تھا کہ مومنین عام طور
پر انکے گالی گلوچ۔ بدزبانی۔ درشت خوئی سے نالاں رہتے۔ اس کے بعد یہ ظاہر کیا گیا کہ
برعکس اسکے کفار کے ساتھ انکا کیا سلوک تھا کس کس طرح انکی حمایت و طرفداری کرتے کسطرح انکی
مدح و ثنا میں رطب اللسان رہتے۔ اسی عنوان نے کشاں کشاں آپکو جنگ بدر و احد و خیبر و
خندق کی بھی سیر کرایا کہ کسطرح یہ لوگ کفار کے مقابلہ میں چشم پوشی کر جاتے اور اسلام کی ذلت
ہو جانے کا مطلق نہ خیال ہوتا۔

اب میں دوسری وادی میں لے چلتا ہوں جسمیں عمر صاحب سب سے زیادہ نامور اور مشہور ہیں
کہ ذرا ذرا سی بات پہ آدمیو نپر انکی ہمیشہ تلوار تیز رہتی اور بات بات پر یہی کہا کرتے یا حضرت یہ منافق ہے
حکم دیجئے اس کا سر قلم کردوں۔ چنانچہ آپنے اس قسم کی اتنی حکایتیں سنی ہوں گی کہ لکھنے کی ضرورت
باقی نہیں۔

شاہ ولی اللہ صاحب نے تو اس کا ایک طومار باندھ دیا ہے ملاحظہ ہو صفحہ ۱۵۰ ازالۃ الخفا مقصد
دوم جس میں ایک اثر یہ لکھا ہے کہ ایک مہاجر اور ایک انصاری سے کچھ مار پیٹ ہوئی اور لوگوں نے

شور کیا تو عمر صاحب نے کہا یا رسول اللہ دعنی اضرب عنق ھذا المنافق فقال صلعم دعہ لا یتحدث الناس ان محمدا یقتل اصحابہ یعنی عمر نے کہا مجھے چھوڑ دے (کیا حضرت گرفتار کئے تھے؟) کہ میں اس منافق کی گردن اوڑا دوں تو حضرت نے فرمایا جانے دو کہ لوگ یہ نہ کہیں کہ محمد صلعم اپنے اصحاب کو قتل کرتے ہیں (اہل سنت غور کریں حضرت نے منافق کو بھی اپنا اصحاب کہا ہے پھر تم کو کیا فخر ہے)

(۲) ابن صیاد کے بارے میں بھی عمر صاحب نے کہا ذرنی یا رسول اللہ حتی اقتلہ یعنی چھوڑ دے کہ میں اس کو قتل کر ڈالوں

(۳) حاطب بھی بلعہ بدری کے بارے میں کہا یا رسول اللہ امکنی من حاطب فانہ قد کفر فاضرب عنقہ یعنی مجھے حاطب پر قبضہ دیجئے کہ اوس کی گردن ماروں وہ کافر ہو گیا

(۴) ابو حذیفہ کے بارے میں قال عمر یا رسول اللہ دعنی فاضرب عنقہ بالسیف فواللہ لقد نافق یعنی ہمکو چھوڑ دیجئے کہ ہم اسکی گردن ہی اُڑا دیں تلوار سے کہ یہ منافق ہو گیا ہے۔ جس سے ظاہر ہے کہ ان کی زبانی تلوار ایسے لوگوں پر کیسی تیز تھی۔ [illegible] سکے ... اصحاب ان حالات کو ملاحظہ فرمائیے

(۱) تفسیر زاہدی میں ہے حرقوص بن زہیر منافق بود مصطفےٰ صلعم نصیب انے مال صدقات بوے نداد رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم را گفت یا رسول اللہ اعدل فانک لم تعدل فغضب رسول اللہ فقال ان لم اعدل فمن یعدل بعدی فخرج اللعین من عند رسول اللہ فقال النبی من الذی یقتلہ فقال ابوبکر الصدیق انا یا رسول اللہ فذہب فوجدہ قائما فی الصلوۃ فرجع فقال یا رسول اللہ انا وجدتہ فی القیام فقال رسول اللہ من یقتلہ فقال عمر انا فذہب فوجدہ فی الرکوع فقال لم یقتلہ الصدیق فی القیام وانا اقتلہ فی الرکوع ثم اعاد رسول اللہ کلامہ فقال عثمان

حرقوص بن زہیر منافق تہا حضرت نے اسکو مال صدقہ سے کچھ نہ دیا اُس نے کہا یا رسول اللہ عدل کیجئے۔ حضرت غضبناک ہوئے اور فرمایا کہ اگر میں عدل کروں تو دوسرا کون عدل کر سکتا ہے۔ وہ ملعون حضرت کے پاس سے چلا گیا۔ حضرت نے فرمایا کون ہے جو اسکو قتل کرے صدیق نے کہا میں ہوں جاکر دیکھا تو وہ نماز پڑھ رہا تھا یہ دیکھ کر ابوبکر لوٹ آئے اور کہا کہ میں نے اُس کو حالت قیام میں پایا۔ پھر حضرت نے فرمایا کون اسکو قتل کرتا ہے عمر نے جاکر دیکھا تو اُسے حالت رکوع میں پایا۔ کہا کہ صدیق نے تو اُسے حالت قیام میں قتل ہی نہ کیا میں بحالت رکوع کی حالت میں کیونکر قتل کر دوں۔ پھر آنحضرت نے

انا اقتل فذهب فوجده في السجود فقال ان
ابابكر وعمر لم يقتلاه في القيام والركوع
فكيف اقتله في السجود فرجع فاعاد رسول الله
كلامه فقال علي انا اقتله يا رسول الله فقال
صلعم تقتله ان وجدته فلم يجده فرجع فقال
رسول الله قد قلت انك لا تجده وفي العاقبة
يكون هلاكه على يدك وانه يخرج من ضئضئ
هذا الرجل اقوام يمرقون من الدين كما يمرق
السهم من الرمية

اسی کلام کا اعادہ فرمایا کہ کون قتل کریگا عثمان
نے جاکر دیکھا کہ سجدہ میں ہو۔ کہا کہ ابو بکر و عمر نے
تو حالت قیام و رکوع میں قتل ہی نہ کیا۔ میں سجدہ
میں اُسے کیونکر قتل کروں آخر چلے آئے۔ حضرت
نے پھر اپنے کلام کا اعادہ فرمایا تو حضرت علی نے کہا
میں اُسے قتل کرتا ہوں یا حضرت حضرت نے فرمایا اگر
تم پاؤ گے تو ضرور قتل کرو گے۔ حضرت جو آئے نہ پایا جاکر
عرض کیا یا حضرت وہ نہ ملا آپ نے فرمایا میں نے تو پہلے
ہی کہا تھا کہ تم اس کو نہ پاؤ گے اور اخر میں وہ تمہارے
ہی ہاتھ سے مارا جائیگا اور اس سے ایک ایسی قوم پیدا ہو گی جو دین سے اس طرح نکل جائیگی جس طرح
تیر کمان سے خارج ہوتا ہی

یہ واقعہ آپ کو اچھی طرح بتا سکتا ہی کہ ان لوگوں کا ایمان کیسا تھا اور حضرت کے احکام کی انکے
دل میں کیا عزت تھی کیونکہ یہ تو سب کو معلوم ہی کہ حضرت کو اسکے اسلام ظاہری کا علم تھا جانتے تھے وہ
مسلمان ہے اسی وجہ سے وہ بخیال خود مستحق صدقہ تھا۔ اور جب مسلمان تھا نماز بھی ضرور پڑھتا تھا۔ ان سب
کے ساتھ جو حضرت نے اسکے قتل کا حکم دیا تو ہر عاقل سمجھ سکتا ہے کیسا ضروری ہو گا اسپر جاکر ابو بکر صاحب
کا واپس آنا بتا رہا ہے کہ انکے دلمیں کس قدر نور ایمان تھا

اگر ہم مان لیں کہ یہاں اُن سے خطا فی الاجتہاد ہوا کہ حضرت نے حکم قتل سے وہ یہ سمجھے کہ
بشرطیکہ نماز نہ پڑھتا ہو۔ حالانکہ حکم میں کوئی شرط نہیں۔ تو پھر دوبارہ جو حضرت نے حکم قتل دیا اسپر بھی
ایمان ان کا نہ درست ہوا اور نہ سمجھے کہ اس نمازی ہی کے قتل کا حکم ہے۔ تو کیا اسکے بعد وہ پھر دوڑ
کر نہ جا سکتے تھے۔ اور اسکو قتل نہ کر سکتے تھے جو اسکی نوبت آئی کہ عمر صاحب خنجر فولاد لیکر چلے۔

اچھا جب عمر صاحب چلے تو اُن کو یہ خیال نہ آیا کہ میاں صدیق نماز پڑھتے دیکھ گئے ہیں لاؤ
حضرت سے پوچھ لیں کہ کیا ایسے نمازیوں کا قتل جائز ہے۔ اور جب اس کو رکوع میں پاکر پلٹ آئے
تو نہ خیال کیا کہ حضرت کا حکم زیادہ قابل ترجیح ہے جنھوں نے اس کے نمازی ہونے کو سنکر حکم

بہ قتل دیا۔ جو ابوبکر صاحب کا فعل ہی زیادہ قابل ترجیح معلوم ہوا۔

تیسرے صاحب کی تیسری خطا تو اور بھی زیادہ حیرت انگیز ہے کہ دو صاحب کو دیکھ آئے کہ دل بر قائم سے اقرار کر کے گئے اور پلٹ آئے پھر انہوں نے کیوں رسول اللہ کو دھوکہ دیا کہ یا حضرت میں جا کر اس نابکار کو قتل کرتا ہوں اور آخر کیا وہی جو اگلے بزرگ کر چکے تھے

اللہ اللہ کیسے غیرت کا مقام ہے کہ حضرت تو اسکے قتل کو ایسا ضروری سمجھتے ہیں کہ بار بار فرماتے ہیں کون ہے جو اس کو قتل کرے اور ایسی ایسے جاں نثار قتل کا بیڑا اٹھا کر جاتے ہیں اور واپس چلے آتے ہیں کہ ایسے نمازی کو کون قتل کرے۔ کیا اسکے بعد بھی کوئی کہہ سکتا ہے کہ ان کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان تھا اور وہ حکم رسول کو واجب التعمیل جانتے تھے۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ ہر شخص اس سمجھنے پر مجبور ہے کہ وہ اس کافر کے دلی طرفدار تھے اور ملے بھگت کر کسی طرح نہ چاہتے تھے وہ کفار قتل ہوں جنکے قتل کو حضرت ضروری سمجھتے تھے اور بار بار حضرت تاکید فرماتے۔

دوسرا واقعہ اسی قسم سے ہے جیسا کہ کتاب الکامل مبرد میں ہے وید دی آن مرجلا

اسود شدید السواد شدید بیاض الثیاب وقف علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو فیھم یقسم غنائم خیبر ولم تکن الا لمن شھد الحدیبیۃ فاقبل ذالک الاسود علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال ما عدلت منذ الیوم فغضب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی رؤی الغضب فی وجھہ الشریف فقال عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالی عنہ الا اقتلہ یا رسول اللہ فقال لا انہ یکون لھذا اصحاب بنا قال ابو العباس وفی حدیث آخر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لہ ویحک فمن یعدل اذا لم اعدل ثم قال لابی بکر رضی اللہ

یعنی ایک شخص سیاہ فام نے تقسیم غنایم خیبر پہ اعتراض کیا حالانکہ اسمیں اسی کا حصہ تھا کہ جو جنگ حدیبیہ میں شریک ہوا تھا اس سیاہ فام نے کہا اے محمد آج تمنے عدل نہیں کیا۔ حضرت اس کلام سے غضبناک ہوئے کہ آثار غضب آپکے چہرہ اقدس سے نمایاں ہوئے۔ عمر ابن الخطاب نے کہا یا حضرت کہئے تو میں اسے قتل کر ڈالوں حضرت نے فرمایا نہیں اسکے اصحاب ہونگے جن کا قصہ ہے اور دوسری روایت میں ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ اے ہو تجھپر اگر میں نہ عدل کروں گا تو پھر دنیا کون عدل کیسے گا۔ اسکے بعد کہا اے ابوبکر اسکو قتل کر ڈالو۔ ابوبکر گئے اور پھر آئے اور کہا کہ وہ نماز

فقال عنه اقتله فمضى ثم رجع فقال يا رسول
الله رايته راكعا ثم قال لعمر اقتله فمضى ثم
رجع فقال يا رسول الله رايته ساجدا ثم
قال لعلي اقتله فمضى ثم رجع فقال يا رسول
الله لم اره فقال رسول الله صلى الله عليه
وسلم لو قتل هذا ما اختلف اثنان في دين الله

رکوع میں تہا پہر عمر سے کہا وہ بھی اسیطرح سے
لوٹ آئے اور کہا کہ اسکو سجدہ کرتے ہوئے دیکھا
پہر حضرت علیؑ سے کہا کہ اے علیؑ تم قتل کرو
حضرت نے اسکو نہ پایا۔ اگر رسول اللہ سے عرض کیا
حضرت نے فرمایا اگر وہ قتل کردیا جاتا تو پہر دو آدمی
بھی ایسے نہ رہتے جو دین خدا میں اختلاف کرتے۔

اگرچہ دونوں روایتیں ایک ہی واقعہ سے متعلق ہیں تو نتیجہ بھی ایک ہی ہے کہ جن صاحبوں کا
نام اس جرم باغی سے لیا جاتا ہے انکے دلمیں کسقدر نور ایمان تہا کہ حکم صریح حضرت کا سنتے تھے اور
قتل نہ کرتے تھے اور اگر دو واقعہ سے اس کا تعلق ہے تو اور بھی افسوسناک حالت ہے کہ آزمودہ را آزمودن
خطاست مکرر سہ کرر یہ لوگ حکم رسول اللہ سے سرتابی کرکے کفر کی امداد کیتے تھے۔ اور رسول اللہ
کو ناشاد رکھتے۔

اب تیسرا واقعہ سنئے! مسند امام احمد ابن حنبل میں ہے "ثنا ابی بکر بن عیسی ثنا جامع ابن
مطر الحبطی ثنا ابو رؤبة شداد بن عمران القیسی

عن ابی سعید الخدری ان ابا بکر جاء الی رسول
الله صلی الله علیه وسلم فقال یا رسول الله
انی مررت بوادی کذا وکذا فاذا رجل
متخشع حسن الهیئة یصلی فقال له النبی صلی الله
علیه وسلم اذهب الیه فاقتله قال فذهب الیه
ابو بکر فلما رآه علی تلك الحال کره ان یقتله
فرجع الی رسول الله صلی الله علیه وسلم
قال فقال النبی صلی الله علیه وسلم لعمر
اذهب فاقتله فذهب عمر فرآه علی تلك الحال التی
رآه ابو بکر قال فکره ان یقتله قال فرجع

ابو سعید خدری کہتے ہیں کہ ابو بکر نے آکر خدمت
آنحضرت میں عرض کیا یا حضرت میرا فلاں وادی
میں گذر ہوا وہاں ایک شخص حسن الہیئت کو دیکھا
کہ بخضوع وخشوع نماز پڑھ رہا ہے حضرت
نے حکم دیا کہ جاکر اسکو قتل کرو۔ ابو بکر وہاں گئے
اور اسے حالت میں قتل کرنا انکو مکروہ معلوم ہوا۔
لہذا بلا تعمیل حکم واپس آئے تب آپنے عمر کو کہا کہ جاکر
اس کو قتل کرو عمر نے جو اس حالت پر پایا تو انھوں نے
بھی اسکے قتل سے کراہت کی اور واپس آئے اور
کہا یا حضرت ہمنے اسکو بخشوع نماز پڑھتے دیکھا۔
لہذا مکروہ معلوم ہوا کہ اسے قتل کروں تب کہا یا علیؑ

فقال یارسول اللہ انی رأیتہ یصلی متخشعا فکرہت ان اقتلہ قال یا علی اذہب فاقتلہ قال فذہب علی فلم یرہ فرجع علی فقال یارسول اللہ انہ لم یرہ قال فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان ہذا واصحابہ یقرؤن القرآن لا یجاوز تراقیہم یمرقون من الدین کما یمرق السہم من الرمیۃ ثم لا یعودون فیہ حتی یعود السہم فی فوقہ فاقتلوہم ہم شر البریۃ

تم جاؤ اور اُسے قتل کرو حضرت علی جب گئے تو وہ چلا جاچکا تھا آکر عرض کیا تو حضرت نے فرمایا یہ اور اسکے اصحاب **تلاوت قران** کرتے ہیں مگر اسکے حلق سے نہیں اُترتا یہ لوگ اسطرح دین سے نکلجاینگے کہ تیر کمان سے نکلجاتا ہی اور پھر پلٹ کر نہیں آتا یہ بدترین مخلوقات ہیں انکو قتل کرنا حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی فتح الباری میں اس روایت کو لکھا ہی عبارت انکی حسب ذیل ہی **تنبیہ** جاء عن ابی سعید الخدری قصۃ اخری تتعلق بالخوارج فیہا ما خالف ہذہ الروایۃ وذالک فیما اخرجہ احمد بسند جید عن ابی سعید قال جاء ابو بکر الخ وہی روایت سابقہ آخر میں کہا ولہ شاہد من حدیث جابر اخرجہ ابو یعلی ورجالہ ثقات

جس سے معلوم ہوا کہ اس روایت کے صحت اور معتمد ہونے کا کسی طرح عذر نہیں ہی

اس روایت سے نہ صرف یہ معلوم ہوا کہ یہ دوسرا واقعہ ہی بلکہ یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت سے خود ابو بکر نے اُسکے نماز پڑھنے کی حالت بیان کی اور اسپر حضرت نے حکم قتل دیا مگر یہ گئے اور واپس آئے اُسکے بعد پھر عمر صاحب کو حضرت نے بھیجا اور وہ بھی واپس آئے۔ اور آکر وجہ بھی اسکی بیان کی کہ کیوں نہیں قتل کیا۔

کیا ان واقعات کے بعد بھی کوئی مسلمان یہ گمان کرسکتا ہی کہ یہ لوگ مسلمان تھے اور حضرت کے احکام کو واجب التعمیل سمجھتے تھے۔ کیونکہ جہاد کے فراروں کی نسبت تو یہ بہت آسان جواب ہے کہ جس کا دل کمزور ہو اپنے میں قوت جنگ نہ پاتا ہو وہ جہاد سے بھاگیگا نہیں تو کیا کرے گا۔ حکم خدا ورسول کے لئے کوئی اپنی جان تھوڑی ہی دیدیگا۔ مگر یہاں کیا کہا جاسکتا ہے کہ ایک شخص تنہا نماز پڑھ رہا ہے اُسکے قتل کا فرمان واجب الاذعان نبی والا شان خود اپنی زبان فیض ترجمان سے صادر کرتے ہیں اور ایسے ایسے بہادر جاتے ہیں اور پلٹ آتے ہیں۔

کیا ان واقعات کے دیکھنے کے بعد کوئی کہہ سکتا ہے کہ خلفائے ثلثہ کو ان سے دیرینہ عداوت نہ

اور باخود ہا مشیر و مشار تھے کہ اتنے احکام نبی کے صادر ہونے پر بھی اسکو قتل نہ کیا

چوتہا واقعہ کتاب الکامل مبرد میں ہے ویروی عن النبی انہ نظر الی رجل ساجد یصلی فقال الا رجل یقتلہ فحسر ابو بکر عن ذراعہ وانتضی السیف وصمد نحوہ ثم رجع الی النبی فقال اقتل رجلا یقول لا الہ الا اللہ فقال النبی الا رجل یقتلہ ففعل عمر مثل ذالک فلما کان فی الثالثۃ قصد لہ علی رضی اللہ تعالے عنہ فلم یرہ فقال رسول اللہ ان قتل لکان اول فتنۃ واخرها اس روایت کا خلاصہ یہہ ہے کہ خود آنحضرت نے ایک شخص کو حالت سجدہ میں دیکھا اور فرمایا ہے کوئی ایسا مرد جو اسے قتل کرے ابو بکر صاحب نے آستین الٹی تلوار بھی سیدھی کی پیر ابدلکر گئے بھی مگر پھر پلٹ آئے اور کہا۔ کیا میں اسکو قتل کروں جو لا الہ الا اللہ کہتا ہو۔ دوبارہ آپ نے پھر فرمایا ہے کوئی ایسا مرد جو اس کو قتل کرے۔ غیرت فاروقی جوش میں آئی اور وہی کر بیٹھے جو ابو بکر صاحب نے کیا تہا مگر پھر پلٹ آئے آخر میں حضرت علیؑ بھیجے گئے مگر اس کو نہ پایا۔ حضرت نے فرمایا اگر وہ قتل کر دیا جاتا تو اول فتنہ تھا اور آخر فتنہ

اس روایت کو امام احمد بن حنبل نے بھی اپنے مسند میں لکھا ہو اور نیز علامہ سیوطی نے اپنے رسالہ الباہر میں لکھا ہو مگر شیخین کا نام اڑا دیا ہے۔ لہذا میں نے روایت مبرد کو یہاں لکھا جس میں شیخین کا نام بصراحت مذکور ہے

یہ روایت تو بصراحت تمام بتا رہی ہے کہ خود حضرت نے اُسے نماز پڑہتے دیکھا اور با این ہمہ حکم قتل دیا تو اب شیخین کا یہ عذر کہ نماز گذار کو ہم کیونکر قتل کریں ہر شخص سمجھ سکتا ہو کہ کیسا عذر ہے؟۔

اب میں اس مضمون کو علامہ سیوطی کی اس عبارت پر ختم کرتا ہوں جسے انھوں نے اپنے رسالہ الباھر فی حکم النبی بالباطن والظاہر میں لکھا ہے وهذه عبارته الحدیث الرابع قال ابو بکر بن شیبۃ فی مسندہ ثنا زید بن حباب ثنا موسی ابن عبیدہ ثنا هود بن عطا الیمانی عن انس قال کان فینا شاب ذو عبادۃ وزهد واجتهاد فسمیناہ لرسول اللہ صلعم فلم یعرفہ ووصفناہ بصفتہ فلم یعرفہ فبینا نحن کذالک اذ اقبل فقلنا لرسول اللہ هو هذا فقال انی لاری فی وجهه سفعۃ من الشیطان فسلم فقال رسول اللہ صلعم اجعلت فی نفسک ان لیس فی القوم خیر منک فقال اللهم نعم ثم ولی فدخل المسجد فقال رسول اللہ صلعم من یقتل الرجل فقال

ابو بکر انا فدخل فاذا ھو قائم یصلی فقال اقتل رجلا یصلی و قد نھانا رسول اللہ ص عن
ضرب المصلین فقال رسول اللہ ص من یقتل الرجل فقال عمر انا یا رسول اللہ ص فدخل المسجد
فاذا ھو ساجد فقال مثل ابی بکر و زاد لان ارجع فقد رجع من ھو خیر منی فقال رسول اللہ
ص یا عمر فذکر لہ فقال رسول اللہ ص من یقتل الرجل فقال علی انا فقال انت تقتلہ ان
وجدتہ فدخل المسجد فوجدہ قد خرج فقال اما واللہ لو قتلتہ لکان اول فتنۃ و اخرھم
ولما اختلف من امتی اثنان اخرجہ ابو یعلی فی مسندہ من طریق عن موسی بہ و موسی
وشیخہ فیھما لین ولکن للحدیث طرق متعددۃ تقتضی ثبوتہ طریق ثان عن انس قال
ابو یعلی فی مسندہ ثنا ابو خیثمۃ ثنا عمر بن یونس ثنا عکرمۃ ھو ابن عمار عن یزید الرقاشی
حدثنی انس قال کان رجل علی عھد النبی ص یغزو معنا فاذا رجع وحط عن راحلتہ عمد
الی المسجد فجعل یصلی فیہ فیطیل الصلوۃ حتی جعل بعض اصحاب رسول اللہ ص یرون ان لہ
فضلا علیھم فمر یوما و رسول اللہ ص قاعد فی اصحابہ فقال لہ بعض اصحابہ یا نبی اللہ ھذا الرجل
فاما ارسل الیہ واما جاء من قبل نفسہ فلما راہ رسول اللہ ص مقبلا قال والذی نفسی بیدہ
ان بین عینیہ لسفعۃ من الشیطان فلما وقف علی المجلس قال لہ رسول اللہ ص افلت
فی نفسک حین وقفت علی المجلس لیس فی القوم خیر منی قال نعم ثم انصرف فاتی ناحیۃ من المسجد
فخط خطا برجلہ ثم صف کعبیہ ثم قام یصلی فقال رسول اللہ ص ایکم یقوم الی ھذا یقتلہ
فقام ابو بکر فقال رسول اللہ ص اقتلت الرجل قال وجدتہ یصلی فھبتہ فقال رسول اللہ
ایکم یقوم الی ھذا فیقتلہ قال عمر انا واخذ السیف فوجدہ قائما یصلی فرجع فقال رسول
اللہ ص لعمر اقتلت الرجل قال یا نبی اللہ وجدتہ یصلی فھبتہ فقال رسول اللہ ص ایکم یقوم
الی ھذا یقتلہ قال علی انا قال رسول اللہ ص انت لہ ان ادرکتہ فذھب علی فلم یجدہ
فرجع فقال رسول اللہ ص اقتلت الرجل قال لم ادر این سلک من الارض فقال رسول اللہ ص
ان ھذا اول قرن خرج من امتی لو قتلتہ ما اختلف فی امتی اثنان ان بنی اسرائیل تفرقت
علی احدی وسبعین فرقۃ وان ھذہ الامۃ ستفرق علی ثلثین وسبعین فرقۃ کلھا فی النار
الا فرقۃ واحدۃ قلنا یا نبی اللہ من تلک الفرقۃ قال الجماعۃ طریق اخر عن الرقاشی عن

انس قال البیہقی فی دلایل النبوۃ انا ابو عبد اللہ الحافظ وسعید ابن محمد بن موسیٰ
بن الفضل قالا ثنا ابو العباس محمد بن یعقوب ثنا الربیع بن سلیمان ثنا بشر بن بکر عن
الاوزاعی قال حدثنی الرقاشی عن انس بن مالک قال ذکر ورجلا عند النبی صلعم فذکروا
قوتہ فی الجہاد واجتہادہ فی العبادۃ فاذا ہم بالرجل مقبل قالوا ہو الذی کنا نذکر
فقال رسول اللہ صلعم والذی نفسی بیدہ انی لاری فی وجہہ سفعۃ من الشیطان ثم
اقبل فسلم علیہم فقال لہ رسول اللہ صلعم ہل حدثت نفسک وفی روایۃ ابی سعید ہل
حدثتک نفسک بان لیس فی القوم احد خیر منک قال نعم ثم ذہب فاختط مسجدا
وصف قدمیہ یصلی فقال رسول اللہ صلعم من یقوم الیہ فیقتلہ فقال ابوبکر انا فانطلق
الیہ فوجدہ قائما یصلی فقال یا رسول اللہ وجدتہ قائما یصلی فہبت ان اقتلہ
فقال رسول اللہ صلعم ایکم یقوم الیہ فیقتلہ فقال عمر انا فانطلق الیہ فصنع کما صنع
ابوبکر ثم قال رسول اللہ صلعم ایکم یقوم الیہ فیقتلہ قال علی انا قال انت ان ادرکتہ
فذہب فوجدہ قد انصرف فرجع الی رسول اللہ صلعم فقال ہذا اول قرن خرج من امتی
لو قتلتہ ما اختلف اثنان بعدہ من امتی ثم قال ان بنی اسرائیل افترقت احدی و
سبعین فرقۃ وان امتی ستفترق علی ثنتین وسبعین فرقۃ کلہا فی النار الا فرقۃ واحدۃ
قال یزید الرقاشی ہی الجماعۃ طریق آخر یزید الرقاشی مرسلا قال عبد الرزاق فی
المصنف عن معمر قال سمعت یزید الرقاشی یقول بینا النبی صلعم جالس مع اصحابہ اذ مر
علیہ رجل فاثنوا علیہ خیرا فقال النبی صلعم ان فی وجہہ سفعۃ شیطان فجاء فسلم فقال
لہ النبی صلعم احدثت نفسک آنفا انہ لیس فی القوم رجل افضل منک قال نعم ثم ولی
فقال النبی صلعم افیکم رجل یضرب عنقہ فقال ابوبکر انا فقام فرجع فقال انتہیت الیہ
فوجدتہ قد خط علیہ خطا وہو یصلی فیہ فلم تتابعنی نفسی علی قتلہ فقال النبی صلعم انت
فقال ثم رجع فقال والذی نفسی بیدہ لو وجدتہ لجئتک براسہ فقال النبی صلعم ہذا اول
قرن من الشیطان طلع فی امتی اما انکم لو قتلتموہ ما اختلف منکم رجلان ان بنی اسرائیل
اختلفوا علی احدی واثنتین وسبعین فرقۃ وانکم ستختلفون مثلہم او اکثر

ليس منها صواب إلا واحدة قيل يا رسول الله وما هذه الواحدة قال الجماعة أخرجه
في النار طريق آخر عن أنس قال المحاملي في أماليه حدثنا أحمد بن محمد بن يحيى بن سعيد
ثنا عبادة بن جويرية ثنا الأوزاعي حدثني قتادة عن أنس قال ذكر عند رسول الله
رجل فذكر من قوته في الجهاد واجتهاده في العبادة ثم إن الرجل أشرف فقيل يا
رسول الله هذا الرجل الذي كنا نذكره فقال رسول الله صلعم والذي نفسي بيده
إني لأرى في وجهه سفعا من الشيطان فأقبل الرجل فسلم فقال له رسول الله صلعم
هل حدثت نفسك حين أشرفت علينا أنه ليس في القوم خير منك قال نعم ثم مضى
الرجل فاختط مسجدا وصف قدميه يصلي فقال رسول الله صلعم أيكم يقوم إليه فيقتله
فقال أبو بكر أنا فانطلق أبو بكر فوجده قائما يصلي فهاب أن يقتله فرجع إلى رسول
الله صلعم فقال رسول الله صلعم ما صنعت قال يا رسول الله رأيته قائما يصلي فهبت أن
أقتله قال اجلس ثم قال أيكم يقوم إليه فيقتله قال عمر أنا فانطلق عمر فوجده قائما
يصلي فهاب أن يقتله فرجع إلى رسول الله صلعم فقال له ما صنعت قال يا رسول الله
رأيته قائما يصلي فهبت أن أقتله قال اجلس ثم قال أيكم يقوم إليه فيقتله فقال
علي أنا فقال أنت له إن أدركته فانطلق علي فوجده قد انصرف فرجع فقال له
رسول الله صلعم وسلم ما صنعت قال يا رسول الله وجدته قد انصرف قال رسول
الله صلعم إن هذا أول قرن خرج في أمتي لو قتلته ما اختلف اثنان بعده إن بني
إسرائيل افترقت على إحدى وسبعين فرقة وتفترق أمتي على ثنتين وسبعين
فرقة كلها في النار إلا واحدة قال قتادة هي الجماعة طريق آخر عن أنس قال
أبو يعلى في مسنده ثنا محمد بن بكار ثنا أبو معشر عن يعقوب بن زيد بن طلحة عن زيد
بن طلحة عن زيد بن أسلم عن أنس بن مالك قال ذكر رجل لرسول الله صلى الله
عليه وسلم له نكاية في العدو واجتهاد فقال لا أعرف هذا قالوا بلى نعته كذا و
كذا قال لا أعرفه فبينا نحن كذلك إذ طلع الرجل فقالوا هو هذا يا رسول الله
قال ما كنت أعرف هذا هو أول قرن رأيته في أمتي إن فيه لسفعة من الشيطان

فلما دنا الرجل سلم فردوا علیه السلام فقال له رسول الله ص انشدک بالله هل حدثت
نفسک حین طلعت علینا ان لیس فی القوم احد افضل منک قال اللهم نعم فدخل المسجد
فصلی فقال النبی ص لابی بکر قم فاقتله فدخل ابوبکر فوجده قائما یصلی فقال ابوبکر
فی نفسه ان للصلوة حرمة وحقا ولو انی استامرت رسول الله ص فجاء الیه فقال له
النبی ص اقتلته قال لا رأیته قائما یصلی ورأیت للصلوة حرمة وحقا ان شئت ان اقتله
قتلته قال لست بصاحبه اذهب انت یا عمر فاقتله　فدخل عمر المسجد فاذا هو
ساجد فانتظره طویلا ثم قال عمر فی نفسه ان للسجود حقا فلو انی استامرت رسول الله
فقد استامره من هو خیر منی فجاء الی النبی ص فقال اقتلته قال لا رأیته ساجدا
ورأیت للسجود حقا وان شئت ان اقتله قتلته فقال لست بصاحبه قم یا علی انت
صاحبه ان وجدته فدخل فوجده قد خرج من المسجد فرجع الی رسول الله ص فقال
اقتلته قال لا فقال لو قتل ما اختلف رجلان من امتی حتی الدجال طریق اخر عن
انس قال البزار فی مسنده حدثنا ابراهیم بن عبد الله بن محمد الکوفی حدثنا
عبد الرحمن بن شریک ثنا ابو عمر الاعمش عن ابی سفین عن انس بن مالک قال
کنا عند النبی ص حتی اقبل رجل حسن السمت ذکروا من امره امرا حسنا فقال
رسول الله ص انی لاری علی وجهه سفعة من النار فلما انتهی فسلم قال النبی ص
بالله اضنه قال هل قلت فی نفسک او تری فی نفسک انک افضل القوم قال نعم
فلما ذهب قال رسول الله ص انه قد طلع قرن هذا واصحابه منهم قال ابوبکر
الا اقتله یا رسول الله قال بلی فانطلق ابوبکر فوجده فی المسجد یصلی فرجع الی
رسول الله ص فقال انی وجدته یصلی فلم استطع ان اقتله قال عمر افلا اقتله
قال بلی فانطلق عمر فوجده فی المسجد یصلی فرجع فقال انی وجدته یصلی فلم استطع
ان اقتله فقال علی افلا اقتله یا رسول الله فقال بلی انت تقتله ان وجدته
فانطلق علی فلم یجده طریق اخر لهذا الحدیث من روایة جابر قال ابوبکر بن ابی شیبة
واحمد بن منیع معا فی مسندیهما حدثنا یزید بن هارون ثنا العوام بن حوشب

حدثنی طلحہ بن نافع ابوسفیان عن جابر قال مر رجل علی رسول اللہ ص فقالو
فیہ واثنوا علیہ فقال رسول اللہ ص من یقتلہ قال ابوبکر انا فانطلق فوجدہ
قائما یصلی قد خط علی نفسہ خطا فرجع ابوبکر ولم یقتلہ لما راہ علی تلک الحال فقال
رسول اللہ ص من یقتلہ فقال عمر انا فذہب فراہ فی خطہ قائما یصلی فرجع ولم
یقتلہ فقال رسول اللہ ص من یقتلہ فقال علی انا فقال انت ولا اراک تدرکہ
فانطلق فوجدہ قد ذہب واخرجہ ابو یعلی ایضا قال ابو یعلی ثنا ابو خیثمہ ثنا
یزید بن ہارون بہذا وہذا الاسناد صحیح علی شرط مسلم فان یزید بن ہرون
والعوام ابن حوشب من رجال الصحیحین وابوسفیان طلحہ بن نافع من رجال
مسلم فلو لم یکن لہذا الحدیث الا ہذا الاسناد وحدہ لکان کافیا فی ثبوتہ وصحتہ

خلاصہ یہ کہ چوتھی حدیث انس سے منقول ہے کہ ہم لوگوں میں ایک جوان تہا عابد و زاہد و اجتہاد
(جس سے معلوم ہوا کہ صحابہ اُس سے بخوبی واقف تہے) جس کا نام ہمنے رسول اللہ صلعم کے سامنے لیا
حضرت نے نہ پہچانا۔ ہم نے اُسکے اوصاف بیان کئے مگر حضرت نہ پہچان سکے۔ اسی حالت میں
تھے کہ وہ سامنے آیا ہم لوگوں نے حضرت سے کہا یہی ہے حضرت نے فرمایا میں تو اسکے چہرہ پر ایک نشان
شیطان کا پا رہا ہوں۔ اُس نے آکر سلام کیا تو حضرت نے فرمایا تیرے دلمیں یہ خیال گذرا ہے کہ
میں سب سے افضل ہوں اُس نے کہا ہاں۔ پھر وہ چلا گیا اور داخل مسجد ہوا حضرت نے فرمایا کون
شخص اس کو قتل کریگا **ابوبکر** نے کہا **میں**۔ جب داخل مسجد ہوئے تو دیکھا کہ وہ نماز پڑھتا ہے
ابوبکر نے کہا پہر میں کیونکر قتل کروں ایسے شخص کو جو نماز پڑھ رہا ہے۔ حالانکہ حضرت نے ہمکو منع
کیا ہے نمازیوں کے قتل سے (واہ رے اجتہاد کہاں وہ حکم عام کہاں یہ حکم خاص اچھا قیاس ہے)
پھر حضرت نے فرمایا کون مرد قتل کریگا **فاروق اعظم** بولے۔ میں۔ جب داخل مسجد ہوئے تو دیکھا
وہ سجدہ میں ہے پس انھوں نے بھی وہی کیا جو ابوبکر صاحب نے کیا تہا اور اُس پر اسقدر اور عذر
کیا کہ میں پلٹ جاتا ہوں کیونکہ وہ بھی پلٹ ہی گیا ہے جو مجھ سے افضل تہا یعنی ابوبکر۔ اب
اہل سنۃ کہیں عمر صاحب کس پر ایمان لائے تھے رسول اللہ پر یا ابوبکر صاحب پر کیا یہ خیال نہیں کر سکتے
تھے اگر ابوبکر نے نافرمانی کی تو میں کیوں جہنم کا سچا وارث بنوں) رسول اللہ نے آواز دی

کیا ہوا عمر صاحب نے سب بیان کر دیا۔ پھر حضرت نے فرمایا کون شخص ہی جو اسے قتل کریگا حضرت علی نے کہا میں حضرت نے فرمایا تم قتل کروگے بشرطیکہ پاؤ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت جانتے تھے کہ جناب امیرؑ کو اس وقت نملے گا اور یہ بھی آپ کو معلوم تھا کہ حضرت علی ہی اسکو قتل کرینگے، جب داخل مسجد ہوئے تو دیکھا وہ چلا گیا ہی۔ حضرت نے فرمایا اگر وہ قتل ہو جاتا تو وہ اول فتنہ تھا) اور آخر۔ اور میری امۃ میں پھر دو آدمیوں میں بھی اختلاف نہوتا۔

اس حدیث کو ابو یعلی نے بھی چند طرق سے روایت کیا ہی ایک روایت میں لیں بھی ہی۔ مگر یہ حدیث چند طرق سے وارد ہی جو مفید ثبوت ہی دوسری طریق اسکی یوں ہی کہ انس بیان کرتے ہیں ایک شخص تھا حضرت کے عہد میں جو ہلوگوں کے ساتھ شریک جہاد ہوا کرتا جب واپس اتا تو مسجد میں جاکر نماز پڑہا کرتا اور بہت طول دیتا۔ یہانتک کہ بعض اصحاب رسول کا تو یہ عقیدہ ہو گیا کہ یہ ہلوگوں سے افضل ہی (جس سے معلوم ہوا کہ صحابہ نے پہلے ہی سے اسکو اپنا مقتدا بنا ماتہا پھر کیونکر اسے قتل کرتے) ایک روز اس کا گذر ہوا حضرت پر اور آپ اپنے اصحاب کے پاس بیٹھے تہے صحابہ نے کہا یہی وہ ہی جسے (راوی بہ شک بیان کرتا ہی) حضرت نے اسکو بلوا بھیجا یا از خود آیا حضرت نے فرمایا قسم اس کی جسکے قبضہ میں میری جان ہی کہ اس کی پیشانی پر ایک نشان ہی شیطان کا جب وہ آکر سامنے کہڑا ہوا تو حضرت نے فرمایا سچ کہہ جب تو یہاں کہڑا ہوا تو تیرے دل میں یہ خیال نہیں گذرا تھا کہ اس صحبت میں ہمسے کوئی بہتر نہیں؟ اُس نے اقرار کیا۔ پھر جاکر مسجد میں ایک سیر دل سے خط بناکر نماز پڑھنے لگا۔ حضرت رسول ص نے فرمایا تم میں سے کون ہی جو جاکر اسے قتل کرے؟ ابو بکر اٹھ کہڑے ہوئے (جب یہیں آئی) حضرت نے پوچھا کیا قتل کر آئے؟ کہا میں نے اسکو نماز پڑھتے دیکھا اسلیے ہیبت طاری ہوئی۔ پھر حضرت نے فرمایا کون جاکر اسے قتل کرتا ہی عمر نے بھی تلوار نبھی لیلی۔ انھوں نے بھی اس کو نماز پڑھتے دیکھا۔ پلٹ آئے حضرت نے پوچھا کیا قتل کر آئے کہا یا نبی اللہ میں نے اس کو نماز پڑھتے دیکھا اسلیے ڈر گیا۔ پھر حضرت نے فرمایا کون جاکر اس کو قتل کرتا ہی۔ حضرت علی نے کہا میں فرمایا ہاں تم ہی اس کام کے ہو بشرطیکہ پاؤ۔ جب داخل مسجد ہوئے تو نپایا اگر عرض کیا یا حضرت نہ معلوم وہ کہاں چلا گیا زمین کہا گئی یا اسمان پر اوڑ گیا۔ حضرت نے فرمایا یہ پہلی شاخ ہی جو میری امت میں نکلی ہی اگر تم قتل کرتے تو ہماری امت میں دو آدمی بھی اختلاف نہ کرتے بنی اسرائیل کا اکہتر فرقہ ہوا اور ہماری

امت میں تہتر فرقہ ہوگا سب جہنم میں جائینگے مگر ایک فرقہ ہمنے عرض کیا وہ فرقہ کون ہوگا کہا جماعت
دوسرے طریق سے یہ روایت دلائل النبوۃ بیہقی میں بھی یہی روایت موجود ہے انس سے جسمیں لفظ جماعت
حضرت کا کلام نہیں ہے قال یزید الرقاشی ھی الجماعۃ بلکہ یزید رقاشی نے کہا کہ وہ فرقہ جماعت ہے
چوتھے طریق سے یہ روایت یزید رقاشی سے منقول ہے جسمیں صرف ابوبکر صاحب کا نام ہے کہ میرے نفس
نے گوارا نہ کیا کہ حالت نماز میں اس کو قتل کردوں اسکے بعد عبارت کچھ مخدوش ہے اور وہ کلام ہے جو
حضرت نے جناب امیرؑ سے فرمایا تھا) پھر اسکے بعد فرمایا بنی اسرائیل کے اکہتر فرقے ہوئے اور تم
بھی مثل اُن کے یا زیادہ اختلاف کروگے جسمیں سے ایک ہی صواب پر ہوگا کسی نے پوچھا وہ کون ہے
کہا جماعت آخر اُس کا نار میں ہوگا۔ پانچویں طریق سے بھی اسی روایت کو لکھا ہے اور حضرت کا وہی کلام
کہ بہتر فرقہ ہوگا اور پھر قول قتادہ ہے کہ وہ ایک فرقہ ناجی جماعت ہے۔ چھٹے طریق سے ابویعلی نے
اپنے مسند میں روایت کیا ہے کہ وہ مسجد میں جاکر نماز پڑھنے لگا تو حضرت نے ابوبکر سے کہا اوٹھو اور جاکر
اسکو قتل کردو۔ ابوبکر نے اسکو نماز میں کھڑا پایا تو اپنے دلمیں کہا نماز کے لئے بھی ایک حرمت ہے اور حق ہے
(واہ رے ایمان) کاش میں جاکر رسول اللہ سے پھر حکم لیتا۔ جب حضرت کے پاس واپس آئے تو پوچھا
قتل کر آئے۔ ابوبکر نے کہا نہیں ہم نے اُسے نماز میں پایا اور نماز کے لئے بھی ایک حرمت ہے اور حق۔ اور
اگر میں چاہتا (یا آپ چاہیں) کہ میں قتل کروں تو قتل کرسکتا ہوں حضرت نے فرمایا تم اسکے صاحب نہیں
ہو۔ جاؤ تم اے عمر اور قتل کرو اسکو عمر نے داخل مسجد ہوکر اُسے سجدہ میں پایا اور دیر تک منتظر رہے
پھر اپنے دلمیں کہا کہ سجدہ کا بھی ایک حق ہے۔ کاش میں بھی جاکر حضرت سے پھر حکم لوں۔ کیونکہ جو مجھ سے
بہتر (ابوبکر) تھا اُس نے بھی جاکر دوبارہ حکم لیا۔ آخر آکر حضرت سے بیان کیا کہ میں نے اُس کو
سجدہ میں پایا اور سجدہ کے لئے بھی ایک حق ہے اگر آپ چاہیں تو میں جاکر اُسے قتل کردوں حضرت نے
فرمایا تم بھی اسکے صاحب نہیں ہو اے علی تم جاؤ کہ تم ہی اسکے صاحب ہو بشرطیکہ پاؤ اسکو۔ جب حضرت
علی گئے تو وہ مسجد سے جاچکا تھا حضرت نے فرمایا اگر وہ قتل کردیا جاتا تو دو آدمی بھی ہماری
امت میں اختلاف نہ کرتے یہانتک کہ دجال (یا تا زمانہ دجال) ساتویں طریق سے بزار نے روایت
کی ہے اور نویں طریق سے بروایت جابر منقول ہے آخر میں علامہ سیوطی کہتے ہیں اگر اس حدیث
کے لئے کوئی دوسرا طریقہ نہوتا سوای طریق ابویعلی کے تو کافی تھا کیونکہ کہا ابویعلی نے یہ حدیث

یہ حدیث صحیح ہے مطابق شرط مسلم کے

علامہ سیوطی رسالہ طرح السقط فی نظم اللقط میں لکھتے ہیں فھذا من الحکم بالحقیقۃ لانہ اطلع ما یؤل الیہ امرہ اخراً ولم یکن اذ ذاک بدا منہ المحذور ولہذا توقف ابوبکر و عمر فی قتلہ یعنی یہ حکم حضرت کا دربارہ اسکے قتل کے مطابق حقیقت تھا کہ آپ جانتے تھے مآل کار اسکا کیا ہوگا اور اوسوقت کوئی امر اوس سے ایسا نہیں ظاہر ہوا تھا جس سے قتل کیا جائے اسی وجہ سے توقف کیا ابوبکر و عمر نے اوسکے قتل میں۔

تو اب بلاشبہہ معلوم ہوا کہ شیخین نے اپنی رائے اور قیاس کو مرجح سمجھا حضرت کے حکم پر کہ ہرچند آپ بتاکید و تہدید فرماتے تھے کہ اسکو قتل کر ڈالو مگر ابوبکر و عمر نے نہ مانا تو اسکے بعد کیا کوئی کہ سکتا ہے کہ وہ سچے دلسے ایمان لائے تھے کیونکہ کوئی شخص جسکو نبی مانتا ہے کیا پھر اوسکے دلمیں اوسکے احکام کے متعلق کوئی تردد رہتا ہے۔

اسی مضمون کو تو خداوند عالم نے قرآن مجید میں بایں صراحت فرمایا ہے فلا وربک لا یؤمنون حتی یحکموک فیما شجر بینھم ثم لا یجدوا فی انفسھم حرجاً مما قضیت ویسلموا تسلیما۔

جس سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ خداوند عالم القسم فرماتا ہے کہ کبھی وہ لوگ مومن نہیں ہو سکتے جب تک اپنے مشاجرات میں تمکو حکم نہ بنائیں اور تمہارے فیصلہ کے بعد کسیطرح کا غبار بھی اونکے دلمیں نہ رہے اور پوری طور سے تسلیم کرلیں۔ تو کیا جس نبی کی یہ شان ہو کہ اوسکے فیصلہ کے بعد دلمیں تردد رہنے سے بھی سلب ایمان ہو جاتا ہے۔ اوسکے حکم سے ایسی سرتابی مناسب ہے۔

یہاں پر یہ نکتہ بھی قابل غور ہے کہ نزاعات و خصومات میں بہت سی باتیں ایسی ہوتی ہیں جنمیں اگرچہ ایک صاحب حق ہوتا ہے اور دوسرا باطل پر مگر صاحب حق سے بعض باتیں ایسی ہو جاتی ہیں کہ کسیطرح وہ قابل مواخذہ نہیں ہوتیں اور فیصلہ کے بعد بھی اوسی اثر کا دلمیں باقی رہنا مقتضائے فطرت ضروری ہے۔ مگر حضرت کا فیصلہ اور آپکا حکم ایسا صادق اور مطابق حق ہے کہ اوسکے بعد ذرہ برابر بھی شک و شبہہ رہنا منافی ایمان ہے۔

اور یہاں تو حضرت کا حکم نہ کسی خانگی نزاع کے متعلق ہے نہ کسی سرحدی معاملہ میں نہ اور کسیطرح کے امور دنیوی میں بلکہ محض حکم الہی کی تبلیغ ہے اور اوسکی تعمیل ۔ مگر اہلسنت کے صحابہ اور خلفا اوسمیں یہ حیلہ وحوالہ کر رہے ہیں تو بھلا حضرت کے اون احکام کو وہ کب مان سکتے تھے جو انکے اغراض ذاتی کے منافی ہوتا ۔ سیوطی کا یہ کلام لہذا توقف ابوبکر وعمر بتا رہا ہے ۔ کہ وہ اس توقف میں ابوبکر وعمر صاحبان کو معذور جانتے ہیں حالانکہ خود اہلسنت کے یہاں ثابت ہے کہ جو حکم حضرت سے بلا واسطہ سنے اوسمیں پھر کسیطرح کا توقف جائز نہیں ۔

محققین علماے اہلسنت نے خود اسکی تحقیقات کی ہے **اصل** فساد کی ابتدا اسی خود رائی اور سرکشی سے ہوئی چنانچہ علامہ شہرستانی ملل ونحل میں لکھتے ہیں المقدمۃ الثانیۃ فی بیان اول شبہۃ وقعت فی اول الخلیقۃ ومن مصدرہا فی الاول ومن مظہرہا فی الاخر اعلم ان اول شبہۃ وقعت فی البریۃ شبہۃ ابلیس اللعین ومصدرہا استبدادہ بالرای فی مقابلۃ النص واختیارہ الہوی فی معارضۃ الامر واستکبارہ بالمادۃ التی خلق منہا وہی النار علی مادۃ آدم وہی الطین وانشعبت عن ہذہ الشبہۃ سبع شبہات سارت فی الخلیقۃ وسرت فی اذہان الناس حتی صارت مذاہب بدعۃ وضلال الخ یعنی پہلا شبہہ جو دنیا میں پیدا ہوا وہ شبہہ شیطان لعین ہے اور باعث اسکا اوسکی خود رائی ہے بمقابلہ نص ۔ اور اپنی خواہش کو اختیار کرنا بمقابلہ حکم کے اور استکبار وسرکشی کرنا حکم خدا سے بوجہ اوس مادہ کے جس سے وہ پیدا ہوا ۔ اسی شبہہ سے تمام شبہات پیدا ہوئی جو آگے چلکر مذاہب بدعت وضلال قرار پائے

تو اب بتائیے حضرت ابوبکر وعمر کا حکم صریح رسول کے مقابلہ میں یہ اینچ پینچ کرنا کہ بہانہ گذار ہے ۔ سجدہ میں ہے ۔ کیونکر قتل کریں ۔ شیطان کی اوس مخالفت سے زیادہ ہے جو خدانے سجدہ آدم کا حکم دیا اور اسنے نافرمانی کی ۔

افسوس کہ ضیق مقام ہمکو مجبور کرتا ہے کہ اب قلم کو روکیں ورنہ ہم بتا دیتے کہ ان

اظہار اسلام سے شیخین کا رویہ عموماً اور فاروق اعظم کی پالیسی خصوصاً یہی رہی کہ جہانتک ہو سکے حضرت کے خلاف کیا جاے۔ حضرت کی مصلحت ابتداے اسلام میں اخفا کی تھی کہ جہانتک ہو سکے پوشیدہ کارروائی ہو۔ عمر صاحب نے اپنے جوش سے اوسکی ایسی مخالفت کی کہ حضرت کو اور آپکے خالص جان نثاروں کو نہایت زحمت اوٹھانی پڑی جسکا سلسلہ وہانتک پہونچتا ہے کہ حضرت شعب ابو طالب میں محصور رہوے آپکے لئے سارے جہان کے مصائب تھے اور صحابہ چین سے آرام سے بسر کرتے ہیں۔

ہجرت کے وقت بھی حضرت نے اسی طرح چاہا کہ آہستہ آہستہ صحابہ کو مدینہ روانہ کردیں عمر صاحب کی جلدبازی اور مخالفت راے نے یہ نتیجہ پیدا کیا کہ سارے عرب نے مجمع کرکے حضرت کو ہلاک کرنا چاہا جسکا آخری نتیجہ یہ ہوا کہ جناب امیر حضرت کے فرش خواب پر سوے اور حضرت آہستہ سے نکلے اور روانہ مدینہ ہوے

ابوبکر صاحب اگر مطابق حکم آنحضرت گھر سے نہ نکلتے اور آپکے پیچھے نہ دوڑتے تو حضرت کو یہ گزند نہ پہونچتا کہ آپکا پاے مبارک زخمی ہو۔

مدینہ پہونچنے پر جنگ بدر میں جو عمر صاحب نے راے دی اوسے آپ پڑھ چکے ہیں کہ حضرت کو کسقدر رنج ملال ہوا صلح حدیبیہ جو کیا وہ آپکو معلوم ہے کہ حضرت کس مصلحے سے خواہان صلح ہیں اور عمر صاحب اوسکی برہمی کی فکر کر رہے ہیں یہانتک کہ اسکی کوشش کی کہ وہ سفیر بھی قتل کردیا جاے جو واسطہ صلح تھا جس سے علاوہ اسکے کہ غدر کا الزام آتا ہمیشہ کے لئے جنگ قایم ہوتی۔

بہرحال چونکہ یہاں ذکر اجمالی خوارج کا آگیا ہے کہ جناب رسالتمآب صلعم نے کس کس طرح چاہا اون منافقین کو قتل کرڈالیں جو آخر چلکر خارجی بنے اور شیخین نے ہر طرح اونکو بچایا۔ لہذا بمناسبت مقام یہ بھی ظاہر کردینا مناسب ہے کہ اس زمانہ کے خوارج کا امام و مقتدا بھی اوسی نسل سے تھا جسکے قتل کو رسول اللہ ضروری جانتے تھے اور خلفاے ثلثہ اوسکی حمایت کرتے

اس زمانہ کے خوارج کا مشہور نام وہابی ہے اور جسکا امام اور موجد

محمد بن عبدالوہاب نجدی تہا۔ اوسکے نسبت شیخ الاسلام احمد بن زینی دحلان اپنی کتاب خلاصۃ الکلام فی بیان امراء البلد الحرام میں لکھتے ہیں۔

وصرح من ذلک ان ھذا المغرور محمد بن عبدالوھاب من تمیم فیحتمل انہ من عقب ذی الخویصرۃ التمیمی الذی جاء فیہ حدیث البخاری عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ ان النبی قال ان من ضئضئ ھذا او فی عقب ھذا قوما یقرؤن القران لا یجاوز حناجرھم یمرقون من الدین کما یمرق السھم من الرمیۃ یقتلون اھل الاسلام ویدعون اھل الاوثان لئن ادرکتھم لاقتلنھم قتل عاد فکان ھذا الخارجی یقتل اھل الاسلام ویدع اھل الاوثان ولما قتل علی بن ابی طالب رض الخوارج قال رجل الحمد للہ الذی اباد ھم واراحنا منھم فقال علی رض کلا والذی نفسی بیدہ ان منھم من ھو فی اصلاب الرجال لم تحملہ النساء ولیکونن اخرھم مع المسیح الدجال صفحہ ۴۵

یعنی صریح تر اس سے یہ امر ہے کہ یہ مغرور محمد بن عبدالوہاب قبیلہ تمیم سے ہے پس احتمال اس امر کا ہے کہ یہ اولاد سے ہو ذی الخویصرہ تمیمی کی جسکے بارہمیں بخاری نے ابوسعید خدری سے روایت کی ہے کہ نسل سے اسکی یا پیچھے اسکے ایسی قوم ہوگی جو پڑہیگی قران کو اور نہ متجاوز ہوگا قران اونکے حنجر گردن سے نکل جائینگے وہ دین سے جسطرح نکل جاتا ہے تیر کمان سے قتل کرینگے اہل اسلام کو اور بلائینگے اپنی طرف بت پرستوں کو اگر پاتے ہم اونکو تو قتل کرتے مثل قتل کرنے قوم عاد کے پس تہا یہ خارجی محمد بن عبدالوہاب قتل کرتا مسلمانوں کو اور چھوڑ دیتا تھا بت پرستونکو اور جب کہ قتل کیا حضرت علی نے خوارج کو تو کسینے کہا الحمد للہ کہ ہلاک کیا اونکو اور بچایا ہمکو اونکے شر سے تو کہا حضرت علی نے یہ بات نہیں ہے قسم اوسکی جسکے قبضہ میں میری جان ہے کہ ابھی انلوگوں سے وہ باقی ہیں جو ابتک

مردوں کے نطفہ میں ہیں اور رحم مادر میں نہیں آئے اور رہوگا آخر انکا مسیح دجال کے ساتھ ۱۱

جس سے بخوبی معلوم ہوا کہ یہ فرقہ وہابیہ اوسی نسل خبیث کے بقیہ سے ہے جو آجکل اسطرح عروج پر ہے اور دینا بھر کو مشرک کہ رہا ہے حالانکہ در اصل خود مشرک ہے اور بت پرست ۔

اگر تحقیقات اہلسنت مان لی جائے کہ مسیح دجال سے مراد مرزا قادیانی ہیں تو اور بھی اس حدیث کی تصدیق ہو گی جاتی ہے کیونکہ تمام عالم کو معلوم ہے کہ مرزا صاحب بھی پہلے اسی فرقہ وہابیہ کے ایک معزز رکن تھے اور اونکے پیرو وہی لوگ ہیں جو در اصل وہابی ہیں یا اہلحدیث

دوسرا باب

یہانتک تو اجمالی ذکر تھا پہلے حصہ حدیث صحیح بخاری المسلم من سلم المسلمون من لسانہ کا کہ کسطرح صحابہ ممدوحین اہلسنت نے اسکی مخالفت کرکے زبان سے مسلمانونکو ایذائیں دیں اور کفار کی حمایت کی

اب دوسرے حصہ میں من یدہ کی تحقیقات مطلوب ہے کہ کسطرح انلوگوں نے ہاتھ سے مسلمانونکو ایذا دی جسکے بعد خود بخود ماننا پڑیگا کہ صحابہ اہلسنت تا متر اس حدیث کے خلاف عمل کرتے تھے

اسمیں شک نہیں کہ ابوبکر صاحب کے خاص ہاتھ نے کوئی کام نہیں کیا خواہ عہد رسول میں ہو یا خود اپنے عہد میں کہ کسی کافر کو قتل کیا ہو ۔ مگر مسلمانو پر انکی زبان اور انکا ہاتھ ضرور تیز رہا اور ایسا تیز جسکی نظیر دینا میں نہ ملیگی جیسا کہ آپ پہلے سن چکے ہیں ایک صحابی کو اونہوں نے عین حالت احرام حج میں خوب ہاتھوں سے اور جوتہ سے پیٹا ۔ عمر صاحب کی بڑہی ہوئی داڑہی اپنے ہاتھ سے نوچی ۔

مگر ہم انکی اس **مخالفت** حدیث کی ایسی نظر پیش کیا چاہتے ہیں جس سے معلوم ہو کہ وحشی سے وحشی قوم نے بھی ایسی کارروائی نہ کی ہوگی۔ کیونکہ آجتک کسینے یہ حکم نہیں دیا ہوگا کہ **دشمن کو زندہ جلادو** یا گھر میں آگ لگادو مگر اس خلافت کے خصوصیات سے ہے کہ اس بوڑھے نرم دل خلیفہ کا دل خلافت پاتے ہی ایسا سخت ہو گیا کہ خلافت پر قدم رکھتے ہی مخالفین خلافت کے لئے حکم عام دیا تھا فاقتلوا واحرقوا یعنی مارڈالو اور جلاڈالو چنانچہ تاریخ طبری میں ہے ان ابا بکر کان من عہدہ الی جیوشہ اذا غشیتم دارا من دور الناس فسمعتم فیہا اذانا للصلوٰۃ فامسکوا عن اہلہا حتی تسئلوہم ما الذی نقموا وان لم تسمعوا اذانا فشنوا الغارۃ **فاقتلوا واحرقوا**

یعنی ابوبکر کا عہد اپنی لشکر سے یہ تھا کہ جب کسی گھر پر پہونچو اور اذان کی آواز سنو تو اونسے کچھ نہ تعرض کرو اور وجہ ناراضی کو دریافت کرو۔ اور اگر اذان کی آواز نہ سنو تو لوٹ مار کرو اور **قتل کرو اور جلاڈالو**

کیا کوئی متنفس کسی دوسری وحشی قوم کی ایسی مثال پیش کرسکتا ہے کہ اوسنے جوش حکومت میں ایسا ظالمانہ حکم صادر کیا ہو کہ دشمن کو جلاڈالو۔ اور کیا ایسا حکم دینے والا آدمی کہا جاسکتا ہے۔ اسلام کے تمام احکام کا دارومدار قرآن اور سنت رسول پر ہے کیا کوئی شخص قرآن وحدیث سے یہ حکم نکال سکتا ہے کہ کفار یا مرتد کے لئے یہ حکم ہے کہ عام طور سے وہ قتل کیا جائے اور جلوا دیا جائے؟ پھر کیا یہ اسلامی حکم قرار پا سکتا ہے ہرگز نہیں

حکم ابوبکر بہ احراق ابوبکر صاحب کو اس وحشیانہ حرکت عذاب بالنار کا ایسا ذوق تھا کہ نہ صرف زندہ آدمی کو جلاتے تھے بلکہ مردہ کو بھی جلوا دیتے چنانچہ خود شاہ عبدالعزیز صاحب تحفہ میں بجواب اسکے کہ ابوبکر نے لوطی کو جلوا دیا لکھتے ہیں در روایت صحیح از سوید بن غفلہ عن ابی ذر چنیں آمدہ انہ امر بہ فضرب عنقہ ثم امر بہ فاحرق و مردہ را بآتش سوختن برائے غیرت دیگران درست است مثل آنکہ مردہ را بردار کشند زیراکہ مردہ را تعذیب نیست در یافت الم ودر دمشر وطہ بحیات است جس سے معلوم ہوا

کہ ابوبکر نے بعد قتل اوسکے مردہ کو جلوا دیا اور شاہ صاحب اوسکو درست فرماتے
ہیں کیونکہ مردہ بے جان ہوتا ہے اوسکو قوت احساس کہاں باقی ہے جو یہ ناجایز ہو
شاہ صاحب نے اگرچہ یہ تاویل کی ہے کہ جلانا بعد قتل ہوا جبکہ مردہ بیجان ہوتا ہے
جس سے معلوم ہوتا ہے کہ زندہ کے لیئے جائز نہیں ہے کہ اوسکو آگ میں جلائیں۔ مگر دوسرے
حضرات نے تو اسپر بھی ترقی کی ہے کہ اصل حدیث عذاب بالنار ہی کو ضعیف کر دیا۔
جس سے اسلام کا ایک اعلی اخلاقی اور عقلی حکم باطل ہوگیا کیونکہ مشہور حدیث ہے کہ حضرت
نے فرمایا آگ سے کسی پر نہ عذاب کرو آگ سے نہ جلاؤ۔ یہ کیسا حکم صریح اور صحیح ہے کہ ہر عاقل پر
اسکی خوبی ظاہر ہے۔

صحت حدیث عذاب بالنار | صحیح بخاری میں ہے باب لا یعذب
بعذاب اللّٰہ عن ابی هریرة انه قال بعثنا رسول اللّٰه في بعث فقال
ان وجدتم فلانا وفلانا فاحرقوا بالنار ثم قال رسول اللّٰه حين اردنا
الخروج اني امرتكم ان تحرقوا فلانا وفلانا وان النار لا يعذب بها الا
اللّٰه فان وجدتموهما فاقتلوهما دوسری حدیث اس باب میں ہے عن عكرمة
ان عليا رض حرق قوما فبلغ ابن عباس فقال لو كنت انا لم احرقهم لان
النبي صلعم قال لا تعذبوا بعذاب اللّٰه ولقتلتهم كما قال النبي من بدل دينه
فاقتلوه ص ۱۰۷ کتاب الجہاد جزو ثانی بخاری

جس سے معلوم ہوا کہ یہ حدیث ایسی صحیح ہے کہ بخاری
نے دو طریق سے اسکی روایت کی۔ مگر حضرت ابوبکر کی خاطر سے وہ حدیث ہی باطل
کر دی گئی چنانچہ ابن حجر کاملی صواعق محرقہ میں لکھتے ہیں التاسع انه احرق
من اتى رجلا في دبره وقد نهى النبي عن التعذيب بالنار وهو باطل
لان الخبر لا يثبت باسناد يحتج به یعنی نواں اعتراض ابوبکر پر یہ ہے کہ اونہوں نے
لوطی کو جلوا دیا حالانکہ حضرت نے منع کیا تھا عذاب بالنار سے اسکے جواب میں لکھتے ہیں
کہ یہ حدیث کسی ایسی سند سے نہیں ثابت ہے جو قابل احتجاج ہو اب صحیح بخاری ت

بڑھکر کونسی سند ہو سکتی ہے جو قابل احتجاج ہو۔

علامہ ابن حجر عسقلانی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں واختلف السلف فی التحریق فکرہ ذلک **عمر وابن عباس** وغیرھما مطلقاً سواء کان ذالک بسبب کفر او فی حال مقاتلۃ او کان قصاصاً واجازہ **علی** وخالد بن ولید وسیاتی ما یتعلق بالقصاص وقال المهلب لیس ھذا نھی علی التحریم بل علی سبیل التواضع ویدل علی جواز التحریق فعل الصحابۃ وقد سمل النبی اعین العرنیین بالحدید المحمی وقد حرق **ابوبکر البغاۃ بالنار بحضرۃ الصحابۃ** وحرق خالد بن الولید بالنار ناسا من اهل الردۃ واکثر علماء اهل المدینۃ یجیزون تحریق الحصون والمراکب علی اهلها قالہ الثوری و الاوزاعی ص ۱۱۷ جلد ۲

اور عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری علامہ عینی میں ہے وقال المهلب لیس نهیہ عن التحریق علی التحریم وانما هو علی سبیل التواضع للہ والدلیل علی انہ لیس بحرام سمل الشارع اعین الرعاۃ بالنار وتحریق الصدیق رض الفجاءۃ بالنار فی مصلی المدینۃ بحضرۃ الصحابۃ وتحریق علی رض الخوارج بالنار ص ۵۵ جلد ۷

خلاصہ دونوں عبارتوں کا یہ ہے کہ آگ سے جلانے کے بارہ میں اختلاف چلا آیا ہے قدیم سے **عمر۔ ابن عباس** تو اس سے کراہت کرتے تھے مطلقاً چاہے بجہت کفر ہو یا بجہت قصاص یا حالت مقاتلہ میں اور جائز رکھتے ہیں اسکو **علی** اور خالد بن ولید اور قریب ہے کہ بحث قصاص میں اسکا ذکر آئے کہا مہلب نے کہ یہ نہی رسول اللہ کی بجہت تحریم نہیں ہے کہ آگ سے جلانا حرام ہو بلکہ بر سبیل تواضع ہے اور دلیل جواز تحریق کی **فعل صحابہ** ہے۔ خود حضرت نے عرنین کی آنکھوں میں لوہے کی سلائی گرم کرا کر پھروائی تھی۔ اور ابوبکر نے **فجاءہ کو جلوایا تھا** آگ میں تمامی صحابہ

سامنے۔ اور خالد بن ولید نے بہت سے لوگونکو اہل ردہ سے جلایا تہا اور اکثر علماے
ورنہ جائز رکھتے ہیں جلا دینے کو قلعونکے اور کشتیونکے مع اون لوگونکے جو اونمیں ہوں
جس سے ظاہر ہوا کہ ابوبکر اور خالد بن ولید کی خاطر سے اصل حدیث رسول باطل کر دی گئی
اور تاویل کی گئی کہ نہی تحریمی نہیں ہے بلکہ تنزیہی ہے

اعتراض عمر بر ابوبکر | یہی وجہ ہے کہ حضرت خلیفہ دوم ابوبکر صاحب کے اس فعل پر معترض تھے کہ اونہوں نے کیوں خالد بن ولید کو یہ اختیارات دئے تھے چنانچہ شرح بخاری عینی میں ہے وحرق خالد بن الولید رضی اللہ عنہ ناسا من اهل الردة فقال عمر للصدیق انزع هذا الذی یعذب بعذاب اللہ فقال الصدیق لا اشیم سیفا سلہ اللہ علی المشرکین ص ۵۵ جلد،

یعنی خالد نے بہت سے اشخاص کو اہل ردہ سے جلایا تھا جسپر عمر نے ابوبکر سے کہا اس شخص کو موقوف کرو جو خدا کے عذاب سے لوگوں پر عذاب کرتا ہے ابوبکر نے کہا ہم اوس تلوار کو نہیں میان میں رکھتے جسے خدا نے کھینچا ہو مشرکین پر

یہ بھی عجائب روزگار سے ہے کہ عمر صاحب جنکی سخت مزاجی سے دنیا نالاں تھی اون کو تو اسقدر رحم آرہا ہے کہ آگ سے جلانے والے عذاب کو ناپسند کرتے ہیں اور اعتراض کرتے ہیں۔ برخلاف اسکے ابوبکر صاحب جو نہایت نرم دل اور رقیق القلب مشہور کئے جاتے ہیں اونکا یہ تشدد ہے کہ جسطرح ہو باغی جلائے جائیں اور کوئی بچنے نہ پائے

تشدد ابوبکر در احراق | حضرت ابوبکر نے جو جواب عمر صاحب کو دیا ہے اوس سے ایک نادان شخص تو یہ سمجھ سکتا ہے کہ خالد بن ولید کی غلطی سے اسوجہ چشم پوشی کرتے ہیں کہ وہ مخالفین اسلام سے لڑ رہے ہیں اس وجہ سے ایسی غلطی سے درگذر کیا گیا۔ مگر یہ سب دنیا سازی تھی ورنہ خالد بن ولید کو حکم ہی ایسا تہا چنانچہ تاریخ خمیس میں ہے کہ ابوبکر نے خالد کو لکھا (غالبا یہ خط عمر صاحب سے چھپا کر لکھا گیا ہو) ان اظفرک اللہ باهل الیمامة فایاک والابقاء علیهم اجهز علی جریحهم واطلب من برهم واحمل اسیرهم علی السیف وهون فیهم القتل والحرق بالنار وایاک

ان تخالف عن امری والسلام علیک

یعنی اگر خدا تجھے مظفر کرے اہل یمامہ پر تو ہرگز اونمیں سے کسیکو نہ چھوڑنا۔ زخمیونکو قتل کرنا۔ بھاگے ہووں کی تلاش کرنا۔ قیدیونکو قتل کرنا۔ اور آگ سے جلا دینا۔ خبردار میرے حکم کے خلاف نہ کرنا۔

پھر بتائیے بھلا خالد بن ولید کی کیا مجال تھی جو اس حکم کی مخالفت کرتا

کیا آپنے کسی قوم کا جنگی قانون ایسا دیکھا ہے کہ نہ قیدی پر رحم کرنا نہ زخمی پر۔ ایک کو زندہ نہ چھوڑنا ایک کو بے جلائے نہ رہنے دینا۔

ابھی جنگ جاپان و روس کی یادگار تازہ ہے کل کی بات ہے دیکھو جنہیں تم کافر کہتے ہو اونہوں نے کس انسانی ہمدردی سے کام لیا ہے زخمیونکے لیے ہسپتال کھلی تھی کیسی کیسی شریف زادیاں خدمت کو حاضر تھیں۔ قیدیان جنگ کس آرام و آسائش سے عمدہ مکانوں میں آسائش کرتے اور غذاے لذیذ سے ہر وقت متنعم ہوئے

مگر بوڑھے نرم دل۔ رقیق القلب خلیفہ اول ابوبکر صدیق کا یہ حکم تھا نہ قیدی زندہ بچے نہ زخمی۔ قتل عام کرو اور تلوار سے سب کا کام نہ تمام ہو تو آگ لگا دو۔ واہ رے اسلام واہ رے آپکی نرم دلی۔ مولوی شبلی صاحب نے المامون میں ایک خط طاہر ذوالیمنین کا نقل کیا ہے جسمیں اوسکی فصاحت و بلاغت اور اختصار کی تعریف کی ہے۔ مگر افسوس اونکو ابوبکر صاحب کا یہ جنگی آرڈر نہیں ملا۔ ورنہ اونکو موازنہ کا کافی موقع ملتا کہ طاہر نے صرف قتل امین اور فتح کی خبر دی تھی جسمیں ایسی بلاغت دکھائی اور اس خط میں تو وہ کمال کیا ہے کہ انتقام کی کوئی جزوی صورت نہ چھوڑی جسپر کسی قسم کا اضافہ ہو سکے

مورخ کامل ذکر ردہ بنی عامر و ہوازن و سلیم میں لکھتے ہیں فاتو کا بہم فقتل لھم حرقھم در ضخھم بالحجارۃ و رمی بھم من الجبال و نکسھم فی الابار و ارسل الی ابی بکر یعلمہ ما فعل صہ ۲۳ جلد ۲

اسلامی تہذیب کی ترقی ملاحظہ ہو کہ مالک بن نویرہ جو رسول اللہ کا صحابی تھا اپنی قوم کا سردار خلیفہ دوم کا دستدار اوسکے ساتھ کیا سلوک کیا گیا تھا کہ صرف اس جرم

بوجہ کہ وہ ابوبکر صاحب کو خلیفہ نہیں مانتا تہا اس بیجرمتی سے قتل کیا گیا کہ بعد قتل اوسی
شب کو اوسکی زوجہ کے ساتھ زنا کیا گیا اور اوسکا سر جلایا گیا۔ جسپر دیگچی گرم کی گئی
اسلام مالک تاریخ طبری میں ہے وکان ممن شھد لمالک بالاسلام
ابوقتادہ الحرث بن ربعی اخو بنی سلمہ وقد کان عاھد اللہ ان یشھد
مع خالد حربا ابدا بعدھا
کنز العمال میں ہے ان خالد بن الولید ادعی ان مالک بن نویرہ
ارتد بکلام بلغہ عنہ فانکر مالک ذلک وقال انا علی
الاسلام ما غیرت ولا بدلت وشھد لہ ابوقتادہ وعبد اللہ بن
عمر فقدم خالد وامر ضرار بن الازور الاسدی فضرب عنقہ و
قبض خالد امرأتہ ام متمم فتزوجھا فبلغ عمر بن الخطاب قتلہ مالک
بن نویرہ وتزوجہ امرأتہ فقال لابی بکر انہ قد زنی فارجمہ فقال
ابوبکر لا ارجمہ تاول فاخطا وقال انہ قد قتل مسلما فاقتلہ قال
ما کنت لاقتلہ تاول فاخطا وقال فاعتزلہ قال ما کنت
لاشیم سیفا سلہ اللہ علیھم

یعنی خالد بن ولید نے اسکا دعوی کیا کہ مالک مرتد ہوگیا بوجہ ایک کلمہ کے جو اوسے پہونچا
تہا۔ مالک نے ارتداد سے انکار کیا اور کہا میں اسلام پر باقی ہوں نہ کسیطرح کا تغیر ہوا نہ
تبدل اور ابوقتادہ انصاری اور عبد اللہ بن عمر نے اسپر گواہی بھی دی مگر خالد نے
ضرار کو حکم دیا کہ اوسکی گردن مار دے۔ اور لے لیا خالد نے اوسکی زوجہ ام متمم کو اور اوس سے
نکاح کیا جب عمر کو یہ خبر پہونچی تو اونسے ابوبکر سے کہا کہ اسنے زنا کیا سنگسار کرو۔ ابوبکر
نے کہا تاویل کیا اوسمیں خطا ہوگئی۔ پہر عمر نے کہا خالد نے ایک مسلمان کو قتل کیا ہے اوسکے
بدلہ میں قتل کرو۔ ابوبکر نے کہا ہم اوسکو قتل نہ کرینگے عمر نے کہا معزول کرو ابوبکر نے کہا میں
اوس شمشیر کو غلاف میں نہ کرونگا جسے خدا نے اسپر مسلط کیا ہے۔

دیگچی مالک کے سر پر — وفیات الاعیان ابن خلکان میں ہے فقال مالک

انا علی الاسلام فقال خالد یا ضرار اضرب عنقہ فضرب عنقہ وجعل راسہ اثفیہ القدر وکان من اکثر الناس شعراً فلما تقدم ذکرہ فکانت القدر علی راسہ حتی نضج الطعام وما خلصت النار الی شوۃ من کثرۃ الشعر وقبض خالد امرأتہ۔ یعنی مالک نے کہا میں اسلام پر باقی ہوں مگر خالد نے حکم قتل دیا۔ ضرار نے قتل کیا اور اوسکے سر کو دیگچی کا چولہا بنایا چونکہ اوسکے سر میں بال بہت تھا اسلئے کھانا تو پک گیا مگر آگ کی آنچ اوسکے چہرہ تک نہ پہونچی خالد نے زوجہ مالک پر تصرف کیا

آخری نتیجہ | اس تحریر سے جہاں یہ معلوم ہوا کہ خلیفہ اول سے نرم دل خلیفہ نے کس انسانی ہمدردی سے یہاں کام لیا ہے۔ وہاں یہ بھی معلوم ہوا کہ خلیفہ دوم جنکی سخت مزاجی سبکو معلوم ہے۔ اس مادہ میں ابتدا سے ایسا مخالف تھے کہ آخر خلافت پاتے ہی پہلا کام یہ کیا کہ خالد کو جو خلیفہ اول کا سیف اللہ تھا معزول کیا اور مالک بن نویرہ کے خاندان کے جو قیدی تھے سبکو آزاد کیا۔

تاریخ طبری میں ہے فلما استخلف عمر کان اول ما تکلم بہ عزلہ فقال لا یلی لی عملا ابدا فکتب عمر الی ابی عبیدہ ان خالدا اکذب نفسہ فہو امیر علی ما ہو علیہ وان ہو لم یکذب نفسہ فانت الامیر ما ہو علیہ ثم انزع عمامتہ عن راسہ وقاسمہ مالہ نصفین

یعنی جب عمر خلیفہ بنے تو پہلا کلام اونہوں نے جو کیا وہ یہی تھا کہ خالد کو معزول کیا اور کہا کبھی وہ ہماری طرف کوئی عمل نہیں پا سکتا۔ ابو عبیدہ کو لکھا کہ اگر خالد اپنی نفس کی تکذیب کرے تو بہتر امیر بنا رہے۔ اور اگر نہ تکذیب کرے تو تم امیر ہو اور اوسکا عمامہ سر سے اوتار لو اور مال اوسکا تقسیم کر لو آدہے آدھ

اور ملل ونحل شہرستانی میں ہے الخلاف السابع فی قتال مانعی الزکوۃ فقال قوم لا نقاتلہم قتال الکفرۃ وقال آخرون بل نقاتلہم حتی قال ابو بکر لو منعونی عقالا مما اعطوا النبی لقاتلتہم علیہ ومضی بنفسہ فقاتلتہ

موافقة الصحابة باسرهم وقد ادی اجتهاد عمر فی ایام خلافته
الی رد السبایا والاموال الیهم واطلاق المحبوسین

یعنی ساتواں خلاف مانعین زکوۃ میں ہوا ایک قوم کہتی تھی ہم انسے ویسا قتال نہ کرینگے جیسا کہ کافروں سے جہاد کرتے ہیں اور دوسروں نے کہا کہ نہیں ہم انسے جنگ کرینگے - ابوبکر نے کہا اگر وہ رسی بھی نہ دینگے جسمیں بکریاں بندھتی تھیں تو میں انسے جنگ کرونگا - آخر سب صحابہ نے اونکی راے کی موافقت کی - مگر جب عمر خلیفہ ہوئے تو اونکا اجتہاد یہ ہوا کہ جنے لوگوں کو ابوبکر نے قید کیا تھا سبکو رہا کیا اور سبکا مال واپس کیا اور عورتونکو سابق شوہرونکی طرف پھیر دیا -

اب گذشتہ اور حال کی وحشی سے وحشی قومونکی تواریخ کو اولٹ ڈالئے تو کہیں آپکو اس تاریخی واقعہ کی نظیر نہ ملیگی کہ کسینے اپنے کسی دشمن کے ساتھ یہ کارروائی کی ہو - پھر بھی اگر یہ خلیفہ رحیم نہ کہلائیگا تو کون اس لقب کا مستحق ہو سکتا ہے

ہاں شاہ عبد العزیز صاحب نے جہاں اسکو جائز بتایا تھا کہ یہ سب کارروائی مردوں کے ساتھ جائز ہے کیونکہ اونمیں قوت احساس نہیں ہوتا - وہاں یہ بھی معلوم ہوا کہ زندوں کے ساتھ اونکے مذہب میں بھی یہ ناجائز ہے -

اگرچہ تصریحات سابقہ سے معلوم ہوا کہ خلیفہ اول کا حکم بہ احراق عام تھا اور زیادہ تر زندوں سے متعلق تھا مگر اب میں خاص طور پر اسکی بھی تاریخی شہادت پیش کرتا ہوں کہ خلیفہ اول نے بذات خاص یہ تماشا بھی دیکھا کہ کسطرح زندہ آدمی آگ میں جلایا جاتا ہے اور کسطرح تڑپتا ہے اور یہ شعر پڑھتا ہوگا

اے کہ دائم ہوس سوختن ما میکرد
کاش می آمد و از دور تماشا میکرد

کتاب اصابہ میں ہے بذیل ذکر طریفہ طریفہ بن حاجز مذکور فیهم قال سیف بن عمر هو الذی کتب الیه ابو بکر الصدیق فی قتل الفجاءة السلمی الذی حرقه ابو بکر بالنار فسار طریفة فی طلب الفجاءة وکان طریفة بن حاجز اخو معن بن حاجز مع خالد بن الولید وکان مع

الفجاءة و نجبة ابن ملیثا فالتقی نجبة و طریفة فقتلا فقتل اللہ نجبة
علی الردة ثم سار حتی لحق بالفجاءة السلمی واسمہ ایاس بن عبد اللہ
بن یا لیل فاسرہ وانفذہ الی ابی بکر فلما قدم بہ الیہ اوقد لہ نارا
امر بہ فقذف فیہا حتی احترق یعنی کہا سیف ابن عمر نے کہ طریفہ کو ابوبکر نے
بتلاش فجاءة السلمی روانہ کیا۔ تو طریفہ اور اوسکے بہائی معن سے نجبہ سے ملاقات ہوئی
نجبہ مارا گیا اوسکے بعد طریفہ فجاءة اسلمی کے پاس گیا جسکا نام ایاس بن عبد اللہ تہا
اوسکو گرفتار کرکے ابوبکر کے پاس روانہ کیا جب حاضر خدمت ابوبکر ہوا تو حضرت ابوبکر نے
حکم دیا کہ آگ روشن کی جاے اوسکے بعد فجاءة کو زندہ آگ میں ڈال دیا کہ وہ جل گیا
اور تاریخ کامل میں ہے وقتل نجبة وھرب الفجاءة فلحقہ طریفة فاسرہ
بعث بہ الی ابی بکر فلما قدم امر ابوبکران توقد لہ نار فی مصلی المدینة
ورمی بہ فیہا مقموطا ص ۱۲۴ جلد ۲
کہ ابوبکر نے حکم دیا مصلی میں آگ روشن کی جائے اوسمیں فجاءة اسلمی ہاتہہ پیر باندہ کر ڈالا
اگرچہ سابق ازین اسکی تصریح کلام ابن عسقلانی میں گذر چکی ہے کہ ابوبکر نے اوسکو
زندہ جلوایا۔ مگر یہ واقعہ ایسا عبرتناک تھا کہ عرب میں ایک مثل قایم ہوگئی اوحی
عقوبة فجاءة جسکی شرح میں علامہ زمخشری مستقصی میں لکہتے ہیں انی ابوبکر برجلین
احدھما قاطع طریق والاخر من بنی اسد مستوہ اسمہ شجاع بن زید
فاججت نارو رمی بہا فصار الحمتین فتمثل بذلک اہل المدینة فی کل
وحینہ۔ یعنی اوحی من عقوبة فجاءة اسوجہ سے ضرب المثل قایم ہوئی کہ ابوبکر نے اوسکو
آگ میں جلوا دیا تہا جس سے ایک فجاءة تہا کہ وہ جل کر خاکستر ہوگیا جب یہ مثل
اب ہم اس بحث کو اسی واقعہ پر تمام کرتے ہیں کیونکہ کسی امر کا ضرب المثل
کافی ہے اوسکی شہرت اور عظمت کے لئے جس سے معلوم ہوا کہ عرب نے وحشیانہ
واقعہ سے کیسی عبرت حاصل کی کہ ہمیشہ کے لئے یہ ضرب المثل قرار پایا۔
اسی واقعہ سے یہ بہی معلوم ہوا کہ حضرات اہلسنت کو آجتک جو قبول حق اور بعد

اظہار تشیع میں تردد ہوتا ہے اوسکی یہی وجہ ہے کہ یہ واقعات اونکے پیش نظر رہتی ہیں اور اونکے قوم اور قبیلہ والے اس سختی سے کام لیتے ہیں جس سے وہ مجبور ہوجاتے ہیں

ہاں ہاں یہ نہ سمجھنا کہ خود خلیفہ اول کو اپنی اس مہذب حرکت پر کبھی ندامت نہیں ہوئی یا اسکو کبھی یاد نہیں کیا نہیں کیا اور ضرور کیا۔ مگر مرتے وقت اور وہ بھی اس لہجہ سے کہ اوسمیں اسدرجہ کی وحشت نہیں ہے مگر قساوت قلبی ضرور ہے چنانچہ علامہ ابن قتیبہ اپنی کتاب الامامۃ والسیاسۃ میں رقمطراز ہیں۔ ص ۲۹ مطبوعہ مصر

مرض ابی بکر واستخلافہ عمر رضی اللہ عنہما قال ثم ان ابا بکر عمل سنتین وشہوراً ثم مرض مرضہ الذی مات فیہ فدخل علیہ اناس من اصحاب النبی علیہ السلام فیہم عبد الرحمن بن عوف فقال له کیف اصبحت یا خلیفہ رسول اللہ فانی ارجوا ان تکون بارئاً قال اتری ذلک قال نعم قال ابو بکر واللہ انی لشدید الوجع ولما القی منکم یا معشر المہاجرین اشد علی من وجعی انی ولیت امرکم خیرکم فی نفسی فکلکم ورم انفہ ارادۃ ان یکون ھذا الامر له وذلک لما رأیتم الدنیا قد اقبلت اما واللہ لتتخذن

یعنی ابوبکر نے دو سال چندماہ حکومت کی پھر بیمار ہوئے جسمیں مرے۔ اوسوقت کچھ لوگ صحابہ سے اونکے پاس حاضر ہوئے جنمیں عبد الرحمن بن عوف بھی تھے۔ پوچھا کیسا مزاج ہے مجھے امید ہے کہ آپ اچھے ہونگے ابوبکر کہا تمہارے دیکھنے میں ہم ایسے ہیں۔ عبد الرحمن۔ ہاں۔ ابوبکر۔ مگر ہم تو بہت سخت بیمار ہیں اور خاص کر اون باتوں سے جو تم مہاجرین سے ہمکو پہونچتی ہیں۔ وہ بیماری سے بھی زیادہ ہمپر سخت ہیں۔ میں تمہارا والی ضرور بنا اور اپنی نفس میں ہم اپنے کو تمسے بہتر نہیں جانتے۔ مگر تم سب کی ناکیں ورم[۵] کرآئیں۔ (غصہ میں بھر گئے) بایں خیال کہ تملوگ خلیفہ ہوتے یہ سب اسوجہ سے کہ دیکھ رہے ہو دنیا نے رخ کیا۔ قسم خدا قریب ہے کہ تملوگ دنیا کے بچھونے اور تکیے بناو۔

۵ ورم ای امتلأ غضباً قال الشاعر۔ ولا یہاج اذا ما انفہ ورما ای لا یکلم عند الغضب

نضائد (۲)، الدیباج وستور الحریر
ولتالمن النوم علی الصوف الاذربی
کما یالم احدکم النوم علی حسك
السعدان واللہ لئن یقدم
احدکم فتضرب عنقہ فی غیر حدٌ
خیر لہ من ان یخوض غمرات الدنیا
فقال لہ عبد الرحمن ابن عوف خفض
علیك من ھذا یرحمك اللہ فان
ھذا یھیضك علی ما بك وانما
الناس رجلان رجل رضی ما
صنعت فرایہ کرایك ورجل کرہ
ما صنعت فاشار علیك برایہ
ما رأینا من صاحبك شیءٌ من
الدنیا فاتك قال اجل واللہ ما
آسی الا علی ثلاث فعلتھن لیتنی کنت
ترکتھن وثلاث ترکتھن لیتنی فعلتھن
وثلاث لیتنی سالت رسول اللہ
عنھن فاما اللاتی فعلتھن ولیتنی
لم افعلھن فلیتنی ترکت بیت علیؓ
وان کان اعلن علی الحرب و
لیتنی یوم سقیفہ بنی ساعدۃ
کنت ضربت علی ید احد الرجلین

سوت کے کپڑوں پر تمکو سونا ایسا ناگوار
گذریگا جیسا کہ سعدان کے کانٹوں پر
دشوار ہوتا ہے (اشارہ ہے آرام
طلبی صحابہ کی طرف) قسم خدا کی اگر تم میں
کوئی بغیر احداث کے قتل کیا جائے
تو وہ بہتر ہے اس سے کہ غمرات دنیا میں
غوطہ در ہو۔ عبد الرحمن نے کہا اپنے غصہ
کو کم کیجئے کہ بیماری اور بڑھیگی۔ لوگ دو
قسم کے ہیں۔ ایک تو وہ جو آپکی حرکات
سے راضی ہیں تو اونکی راے تو مثل آپکی
راے کے ہے دوسرا وہ جو اسکے خلاف
ہو تو او سنے اپنی راے دیدی ہم تو
تمہارے صاحب (عمر) کو جسے تم والی
خلافت بناتے ہو اچھا پاتے ہیں۔ اور
بھی ہمیشہ صالح و مصلح رہے۔ اور ہم
گمان کرتے ہیں کہ تمہیں اپنی کسی بات
پر افسوس نہو گا کہ یہ نہ کیا۔
ابو بکر ہاں قسم خدا کی مجھے تین بات
کا افسوس ہے کہ کاش نہ کیا ہوتا اور
تین باتیں نہ کیں جنکی نہ کرنے کا افسوس
ہے اور تین باتوں کی نسبت یہ افسوس
ہے کہ جیسے رسول اللہ سے کیوں نہ پوچھا

ص اللذی ولیت الا خیرا دما زلت صالحا و مصلحا و لا اراك تأسی علی

(۲) نضائد الدیباج واحدتہا نضیدۃ وھی الوسادۃ ۱۲

وہ تین باتیں جنکے کرنیکا افسوس ہے کہ کاش نہ کئے ہوتا۔ ایک تو یہ ہے کہ کاش میں علی کے گھر کو چھوڑ دیتا اگرچہ وہ مجھسے جنگ کا اعلان بھی کرتے۔ دوسرے یہ کہ کاش میں بروز سقیفہ بیعت کرتا عمر کے ہاتھ پر یا ابو عبیدہ کے ہاتھ پر اور خود میں وزیر رہتا تیسرے یہ کہ جب فجاۃ السلمی کو لوگ گرفتار کرکے میرے پاس لائے تھے تو میں اوسکو ذبح کرتا یا چھوڑ دیتا اور آگ میں نہ جلاتا۔

رہی وہ تین باتیں جنہیں نہ کیں اور اسکا افسوس ہے کہ کرتا۔ ایک یہ اشعث بن قیس کو جب اسیر کرکے لائے تھے۔ تو کاش میں قتل کر ڈالتا اور زندہ نہ چھوڑتا اگر چہ ... میں ... کہ جہانتک اوسکی حالت دیکھی اور سنی جاتی ہے وہ شر کا معین و مددگار ہوتا ہے دوسری بات یہ ہے کہ جب خالد بن ولید کو ملک شام کی فتح کو بھیجا تھا تو کاش عمر کو عراق بھیجے ہوتا۔ دونوں ہاتھ میرے راہ خدا میں پھیل جاتے۔

اور وہ باتیں جنکے نسبت اسکا افسوس ہے کہ کیوں نہ پوچھا رسول اللہ سے یہ ہے کہ کاش میں حضرت سے پوچھے ہوتا کہ آپکے بعد کون خلیفہ ہوگا پھر ایک آدمی بھی نہ اختلاف کرتا دوسرے یہ پوچھا ہوتا کہ آیا انصار کو بھی کچھ اسمیں حصہ ہے یا نہیں تیسری یہ کہ بھتیجی اور پھوپھی کی میراث دریافت کئے ہوتا کہ اسکے بارے میں ہمارے دل میں شک ہے۔ اسکے بعد لوگ اٹھ گئے اصحاب رسول سے۔ تمام ہوا ترجمہ تمام ۔ انتہیٰ

ابتو آپکو معلوم ہوا کہ جو وحشیانہ سزا جوش انتقام میں ابو بکر صاحب نے فجاۃ السلمی کو دی تھی اوسپر مرتے وقت ندامت بھی ہوئی تھی۔ مگر کب؟ جب لاینفع الندم

ہاں جس پہلی بات پرسب سے پہلے انہونے ندامت ظاہر کی ہے وہ لیتی اپنی ترکت بیت علی ہے جسکے نسبت علمائے سیر و تواریخ سے استفسار ہے کہ اس سے کیا مراد ہے انہوں نے حضرت علی علیہ السلام کے گھر کے ساتھ کیا سلوک کیا تھا جسپر افسوس کر رہے ہیں ہاں دوسری روایتوں میں جو تاریخ طبری اور کامل مبرد اور کتاب السقیفہ جوہری اور شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید معتزلی ۔ کتاب الامارۃ خلیفہ اول ابو بکر اور کتاب الاموال ابو عبیدہ اور فضائل الصحابہ خیثمہ بن سلیمان طرابلسی اور معجم کبیر طبرانی اور مختارہ

ضیاء مقدسی اور جمع الجوامع جلال الدین سیوطی اور کنز العمال و منتخب کنز العمال ملا علی قاری میں منقول ہے کما صرح فی تسشید المطاعن بجائے ترکت بیت علی یہ عبارت مرقوم ہے فاما اللاتی فعلتها وددت انی لم افعلها فوددت انی لم اکن کشفت بیت فاطمۃ و ترکته وان اغلق علی الحرب منقول ہے جسکا مطلب تو وہی ہے کیونکہ فرماتے ہیں لیکن وہ باتیں جنہیں میں نے کیں اور دوست رکہتا تہا کہ اونہیں نہ کی ہوتیں پہلے یہ ہے کہ میں دوست رکہتا تہا کہ نہ کہولا ہوتا فاطمہ کے گھر کو اگرچہ وہ لڑائی ہی پر آمادہ ہوتا

جس سے معلوم ہوا کہ ان روایات میں گھر کی نسبت جناب سیدہ کی طرف کی گئی ہے اور روایت کتاب الامامۃ والسیاسۃ میں جناب امیر کی طرف۔ مگر چونکہ دونوں بزرگوار کا ایک ہی گھر تہا لہذا چونکہ یہ واقعہ تمام عالم کو معلوم ہے کہ کسطرح کا ظلم خلفائے ثلثہ نے جناب امیر پر کیا ہے اور کسطرح مجبور کرکے گھر جلا کر طالب بیعت ہوئے لہذا ... ضرورت نہیں کیونکہ ازالۃ الخفا میں ہے عن زید بن اسلم عن ابیہ انہ حین بویع لابی بکر بعد رسول اللہ کان علی والزبیر یدخلان علی فاطمۃ بنت رسول اللہ فیشاورونها ویرجعون فی امرهم فلما بلغ ذلک عمر بن الخطاب خرج حتی دخل علی فاطمۃ فقال یا بنت رسول اللہ واللہ ما من الخلق احد احب الینا من ابیک وما من احد احب الینا بعد ابیک منک وایم اللہ ما ذلک بمانعی ان اجتمع هولاء النفر عندک ان امرتهم ان یحرق علیهم البیت الخ ص۲۹

یعنی جب ابوبکر کی بیعت کی گئی بعد رسول اللہ تو حضرت علی اور زبیر آتے تہے فاطمہ بنت رسول اللہ کے پاس اور ان سے مشورہ کرتے اور پھر چلے جاتے جب یہ خبر عمر کو پہونچی تو وہ آئے گھر میں حضرت فاطمہ کے اور کہا اے بنت رسول اللہ قسم بخدا کوئی شخص میرے نزدیک نہ رسول اللہ سے زیادہ محبوب ہے نہ بعد اونکے تم سے۔ مگر قسم خدا کی یہ محبت مجھے اس سے مانع نہیں ہے اگر یہ لوگ تمہارے پاس آئینگے تو میں حکم دونگا کہ جلادیا جائے انپر گھر۔

جس سے معلوم ہوا کہ ابوبکر صاحب نے جو مرتے وقت یہ فرمایا لیتنی ترکت بیت علی وہ اسیطرف اشارہ تہا کہ کاش میں علی کے گہر کو چھوڑ دیتا یعنی نہ جلاتا کیونکہ آخر عمر صاحب کی قسم تھی۔ کیا وہ ہلکی قسم تھی کہ بغیر انجام دئے رہ جاتے۔

یہاں یہ بھی ملحوظ رہے کہ گہر میں آنے والوں میں صرف زبیر کا نام ہے جو رسول اللہ کی عمہ کے بیٹے ہیں۔ مگر اسپر بھی شاہ عبد العزیز صاحب نے انکو بدمعاش کا خطاب دیا ہے۔ حالانکہ زبیر ابوبکر صاحب کے داماد ہیں خواہ بذریعہ متعہ ہوں جیسا کہ اکثر روایات میں ہے خواہ بذریعہ نکاح۔

درحقیقت جن باتوں کا ذکر خلیفہ نے وقت موت کیا ہے وہ ہی تہتم بالشان اور عظیم الشان امور ہیں کہ کسیطرح اونکی تفصیل و تشریح ممکن نہیں۔ اسلئے کہ امر اول احراق خانہ زہرا صلوات اللہ و سلامہ علیہا ایسا امر ہے کہ انتہا درجہ کا شقی جو شقاوت میں اپنا مثل و نظیر بھی نہ رکہتا ہو اسکا مرتکب نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ اصول عامہ سے ہے کہ ضعیف پر رحم کیا جاتا ہے اور عورتوں بچوں سے زیادہ کون ضعیف ہوگا جو مستحق ترحم ہو خصوصا ایسے عالم میں کہ وہ مصیبت زدہ ہو۔ مصیبت بھی کیسی اعظم المصائب باپ جو سید المرسلین رحمۃ للعالمین تھا سر سے اوٹھ گیا۔ اوسکی اس مصیبت عظمی سے کس کو ہمدردی نہوگی۔ کون دل اسکو گوارا کرسکتا ہے کہ اوسکو ایذا دے۔ ایذا بھی جرم پر کہ وہ اپنے حق کا کیوں مطالبہ کرتی ہے۔ اپنے شوہر کو جو بحکم رسول خلیفہ رسول تہا کیوں مستحق خیال کرتی ہے کیونکہ عورتوں سے بیعت کا قاعدہ نہ تہا جو یہ کہا جاے کہ جناب سیدہ سے وہ طالب بیعت تھے اور آپکو انکار تھا بلکہ صرف یہ جرم عائد کیا جاتا ہے کہ اپنے خیال کو کیوں نہیں بدل ڈالتیں۔ جو یہ سمجھ رہی ہیں کہ حضرت علی بحکم رسول خلیفہ ہیں۔

اگر آپ بہ خیال کیجئے تو دربار خلافت سے جو کچھ سزا دی گئی وہ صرف اسی کی کہ خیال کیوں نہیں بدلتیں۔ اسلئے کہ بجز خیال ان حضرات کے اختیار میں کوئی امر نہ تہا۔ خلافت پر قبضہ مسجد پر اونکا دخل۔ فدک پر انکا تسلط گھر جو آگ لگ گئی وہ پھر تھا گیا۔ وہی خیال کہ جناب امیر اعبہ کو مستحق خلافت بنص رسول مانتے ہیں۔ جناب سیدہ حکم رسول سن

چلکی تھیں اوسی خیال پر ہیں جسکو نہ اپنے جد امجد سے حکم قطعی سُن چکے ہیں۔ سبکے ذہن میں وہی خیال ہے اور اوسی خیال پر یہ ظلم ہو رہا ہے کہ ان باتونکو دل سے نکالو۔ اور اس کو مانو جواب ہوا اور ہو رہا ہے۔

دوسرا افسوس اسپر ہے کہ فجاۃ السلمی کو کیوں جلایا جسپر دو نو احتمال ہوسکتا ہے ایک یہ کہ سزا جرم سے زیادہ ہوئی جسکو یوں ظاہر کیا انی قتلتہ ذبیحاً کہ کاش میں اوسکو ذبح کردیتا دوسرا احتمال یہ ہے کہ اوسکو بے گناہ سمجھتے ہیں جسکی تائید اس سے ہوتی ہے کہ فرماتے ہیں او الطلقہ نجیحا کہ ہم اوسکو آزاد کر دیے ہوتے۔ مگر ہمیں کوئی عذر نہیں کہ جلانا اوسکا خلاف آدمیت تھا کیونکہ فرماتے ہیں ولم اکن احرقتہ بالنار

مگر وہ اپنے اوس جوش غضب کو کیونکر روک سکتے تھے کہ ہے   لیکر گیا اور ہمارے ہی طرفدار وں پر ہاتھ چلانے لگا لہذا وہ انتقام لیا جو کسی سے نہوا کہ ہاتھ پیر باندہ کر زندہ ہاتھ ہوئے آگ میں جلوا دیا۔

تیسرا افسوس اسپر ہے کہ عمر یا ابو عبیدہ کی کیوں نہ بیعت کی کہ یہ دو نو امیر ہوتے اور ہم وزیر جس سے جہاں بصراحت تمام یہ معلوم ہوا کہ کوئی بحکم رسول نہیں خلیفہ ہوا تھا نہ حضرت نے ان لوگوں سے کسیکو نامزد کیا تھا۔ وہاں یہ بھی معلوم ہوا کہ خود اپنے تئیں لائق خلافت نہ جانتے تھے۔ کیونکہ جناب امیر نے جو بنظر حالات قوم فرمایا تھا کہ ہمارا وزیر ہونا بہتر ہے تمہارے لئے اس سے کہ میں امیر ہوں۔ آجکل کے جہال یہی مطلب نکا   ہیں کہ حضرت علی میں قابلیت خلافت نہ تھی پس اگر اسکے یہ مطلب ہوسکتے ہیں۔ تو اس قول ابو بکر کا یہ مطلب نہایت واضح ہے کیونکہ حضرت علی نے قبل از حصول خلافت یہ کلمہ فرمایا تھا جسوقت آپکے صحابہ قبول خلافت پر مجبور کرتے تھے اور آپ انکے وطونکے حال سے خوب واقف تھے کہ کبھی امر حق کو نہ قبول کرینگے ورنہ آج اسکی نوبت ہی کیوں آتی حضرت رسول تو آج سے ۳۵ سو برس قبل خلیفہ بنا گئے تھے مگر کسینے نہ مانا اور جب حکم رسول کو انہوں نے نہ مانا تو اب ہمارا حکم کیا مانینگے بلکہ کرینگے فتنہ و فساد کرینگے اسلئے آپنے کہا ہماری وزارت تمہارے لئے بہتر ہے امارت سے کیونکہ امارت تو جب ہوسکتی ہے جب لوگ امیر کا کہنا مانیں اور یہاں تجبر

بخلاف ابوبکر کے کہ وہ اوسوقت یہ کلام فرمارہے ہیں جب خلافت کو باوجود خلیفہ منصوص صاحب رسول اسطرح حاصل کیا کہ خلیفہ رسول تجہیز وتکفین رسول میں مشغول ہے۔ اور یہ وقت منظور اپنا کام نکال رہے ہیں۔ اب سب کامیابی کے مانہ مرتے وقت یہ کلمہ کہہ رہے ہیں جسکا صریحی مطلب دو ہی ہو سکتا ہے ایک یہ کہ اپنی ناقابلیت واقعی کا اظہار کریں کیونکہ جو خونریزی انکے [illegible]ردن ہوئی وہ دوسرے کی خلافت میں نہیں ہوئی یا یہ غرض ہے کہ پھر خوشامدخوری کچھ مدح [illegible]نا کی اسوقت گیت گائیں کہ آپکی روح خوش ہوجائے۔ مگر جبکہ کام نکل چکا تھا اب کسکو [illegible] پڑی تھی کہ جھوٹی مدح سرائی کرے لہذا سب چپکے سنتے رہے کہ اب تو بڈھا خود ہی تمام [illegible] لینے دو۔

[illegible]سے زیادہ افسوس کا مقام ہے کہ آج بھی جب ناقابلیت کا اظہار کر رہے ہیں تو نام [illegible] اور ابوعبیدہ کا لیتے ہیں۔ اور یہ نہیں کہتے کہ جو خلیفہ رسول تھا اوسکی اطاعت قبول کئے ہوتے اوسکی مدد کرتے جو اس عذاب ابدی سے نجات پاتے مگر جب مرتے وقت [illegible]جہل نے نہ اقرار کیا تو یہ کیا اقرار کرتے۔

[illegible] تھا افسوس آپکو اشعث بن قیس پر ہے کہ کیوں نہ قتل کیا۔ مگر کیوں قتل کرتے اونکو معلوم تھا [illegible] ایک روز یہ ہو خلافت لوٹانے میں کوشش کریگا فرقہ خوارج کا سرغنہ ہوگا لہذا [illegible] اسکے وہ قید ہوتا یا قتل کیا جاتا۔ اس عزت کا مستحق ہوا کہ خلیفہ نے اپنی ہمشیرہ [illegible]برہ کو اوسکی زوجیت میں دیا جسکی بیٹی جعدہ بنت اشعث نے جناب امام حسن کو زہر دیکر شہید کیا۔ اور خلف اکبر محمد بن اشعث نے جناب امام حسین سے جو سلوک کیا کربلا میں وہ کسی سے مخفی ہے۔

[illegible] یہاں افسوس اسپر ہے کہ جہاں خالد کو ملک شام کی طرف بھیجا تھا۔ وہاں عمر کو بھی عراق کی طرف بھیجا۔ مگر اسکا منشا نہیں معلوم ہوتا کہ کیا تھا کیونکہ فتوحات کے لئے شجاعت اور حسن تدبیر [illegible] درکار ہے۔ انکی شجاعت کا حال ابوبکر سے بڑھکر کون جان سکتا ہے کیونکہ جنگ [illegible] نسبت خود ابوبکر صاحب بفخر فرمایا کرتے سب سے پہلے بھاگنے والوں سے لوٹنے والا میں ہوں [illegible] بھاگ کر پلٹ آئے ہیں تو عمر صاحب کوئی کافی حصہ نہ پایا تو شجاعت کیا دکھاتے۔

رہا حسن تدبیر کہ رای معقول وہی انتظام عمدگی سے کرے۔ اسکا حال سبکو معلوم ہے
کہ عہد رسول اللہ سے انکی جو رائے ہوتی خلاف عقل جسکا نتیجہ بجز خرابی وتباہی وبربادی کے
نہ تھا۔ سب سے پہلی لڑائی اسلام میں بدر کی ہوئی جسمیں انکی اور ابوبکر کی بھی رائے نہ تھی کہ
ابوسفیان والا قافلہ نکل گیا۔ آپ پھر چلئے قریش وہ ہیں جو کبھی ذلیل نہوئے جسپر حضرت
کو کسقدر رنج وملال ہوا اور آپنے انکی رائے کو ایک سفیہانہ بلکہ منافقہ رائے قرار دیا اور جنگ
کرکے کامیاب ہوئے۔

جنگ احد کا حال سبکو معلوم ہے کہ انلوگونکو حضرت کی شہادت کا یقین ہوگیا سب بھاگ گئے
تھے۔ اسکی صلاحیں ہورہی تھیں کہ ابوسفیان سے صلح ومصالحہ کرنا چاہئے جسکو شخص
سمجھ سکتا ہے کہ کیسا ایمان تھا اور کیسی عقل کہ ایک ایسی قاتح سے استدعا کی جائے
جسکے تین بیٹے جنگ بدر میں کام آچکے تھے۔ اگر اوسکو قابو ملتا تو کیا ایک مسلمان کو بھی
زندہ چھوڑتا بشرطیکہ وہ مسلمان ہوتا۔

جنگ خندق میں انکی رائے سبکو معلوم ہے کہ عمرو بن عبدود سے دشمن کی تعریف کرکے کس
مسلمانوں کا دل توڑا کہ پھر کسیکو جنگ کی ہمت ہی نہوئی۔ اگر جناب امیر نہ قتل کرتے تو
اسلام تباہ ہوچکا تھا۔

پھر صلح حدیبیہ کا حال بھی معلوم ہے کہ یہ کسطرح صلح کے مخالف تھے۔ حالانکہ خود مرد میدان نہ تھے
مگر مسلمانونکے قتل ہونے کے تماشا کے شائق تھے۔ حالانکہ یہ صلح حسب ارشاد رسول ایسی
تھی کہ کبھی اسلام کو اتنا نفع ہوا جو اس صلح سے ہوا اور خدا نے اسکا نام فتح مبین رکھا۔

عہد ابوبکر میں انکی رائے تھی کہ اسامہ حکومت لشکر سے معزول کیا جائے جسپر ابوبکر
نے انکی داڑھی نوچی اور نہ معلوم کیا کچھ کہا

(۱) مرتدین ومانعین زکوۃ میں یہ ایکدم مخالف تھے حالانکہ خود اقرار کرتے ہیں کہ ابوبکر
کی رائے پر اگر عمل کیا جاتا تو اسلام تباہ ہوجاتا۔

خود اپنے عہد میں جنگ ایران وروم کے متعلق فرماتے ہیں کاش ہمارے اور اونکے درمیان
کوہ آتشی حائل ہوتا کہ نہ ہم اودھر جاتے نہ وہ ادھر آتے۔

[فتح] مصر کے متعلق انکی راے بالکل خلاف تھی استخارہ بھی منع آیا تھا مگر عمرو عاص نے زبردستی [فتح] کیا۔

[بحری] جنگ کو یہ بالکل ناپسند کرتے تھے۔ اور اسیوجہ سے ملک حبشہ ابتدائے خلافت ابوبکر میں [مما]لک اسلامیہ سے خارج ہوگیا۔ حالانکہ بحری جنگ اس زمانہ میں جیسی ضروری اور مفید [سمجھ]ی جاتی ہے اوس سے کسکو انکار ہو سکتا ہے پھر نہ معلوم کیا سمجھ کر ابوبکر صاحب نے مرتے وقت [...] افسوس کیا کہ کاش عمر کو ملک عراق کی طرف بھیجتا۔ کیونکہ شجاعت اور حسن تدبیر انکی دونو آپکے پیش نظر ہے۔

ہاں بظاہر یہ غرض معلوم ہوتی ہے کہ مرتے وقت انکی خوشامد کریں کہ شاید ہمارے [ب]عد ہماری اولاد کے ساتھ سلوک نیک کریں۔ کیونکہ جو سلوک وہ بضعۃ الرسول کیساتھ [کر]چکے تھے اونکے پیش نظر تھا۔ کیونکہ اسپر تمامی مورخین کا اتفاق ہے جسقدر ابوبکر صاحب [ا]ون حضرات پر ظلم کرنا چاہیے عمر صاحب اوسکو [...] کر دیتے اور بعض اوقات تو اونکے [ا]رادہ سے بڑھ جاتی۔ لہذا اس کلمہ سے چاہا کہ اپنی اولاد کے لئے ایک حق قائم کر جائیں [...]تہا افسوس آپکا اس روایت ابن قتیبہ میں تو نہیں ہے مگر کنز العمال وغیرہ میں یہ ہے [کہ] جب خالد کو جنگ مرتدین کے لئے بھیجا تھا تو کاش ہم ذی القصہ میں قیام کرتے کہ اگر [فت]ح ہوتی تو خیر نہیں تو ہم مددبھی پہنچاتے۔ مگر اب افسوس سے کیا فائدہ۔ مشتے کہ بعد از جنگ یاد آید بر کلہ خود باید زد۔

[ل]یکن ہم کہتے ہیں کہ بہتر ہوا جو آپ نہ تشریف لیگئے ورنہ نتیجہ بجز فرار کیا ہوتا۔

نہیں نہیں جنگ مرتدین میں آپکو یہ شرف بھی دیا گیا ہے کہ آپ ایک لڑائی میں تشریف لیگئے مگر نتیجہ وہی ہوا جو ہمیشہ ہوتا آیا تاریخ طبری میں ہے ص ۱۸۷۰ فاول حرب کانت فی الردۃ بعد وفات النبی حرب العنسی وقد کانت حرب العنسی بالیمن ثم حرب خارجۃ بن حصین ومنظور بن زبان [بن] غطفان والمسلمون غازون فاتخانہ ابوبکر الی آجمہ فاستتر بہا [...]ہم ہزمہ اللہ المشرکین۔

یعنی ایام ارتداد میں سب سے پہلے جنگ اسود عنسی سے ہوئی یمن میں۔ پھر حرب خارجہ بن حصین اور منظور بن زبان و عطفان جسمیں مسلمان جنگ کرتے تھے۔ پس رخ کیا ابوبکر نے طرف نیستان کے اور چھپ رہے اوسمیں۔ بعدہ ہزیمت دیا خدا نے مشرکین کو۔ پس اگر خدانخواستہ اور لڑائیوں میں بھی شریک ہوتے تو یہی نتیجہ ہوتا جو یہاں ہوا۔ اب اوسیم افسوس بغرض اظہار جواں مردی ہے۔ کہ کوئی نہ کہے آپکے دلمیں شجاعت نہ تھی۔ نہیں تھی مگر قلبی نفاق سے مجبور تھے۔

ساتواں افسوس آپکو اسپر ہے کہ کاش میں پوچھے ہوتا آپکے بعد خلیفہ کون ہوگا کہ پھر ایک آدمی بھی تنازعہ نہ کرتا جس سے اسقدر تو بالیقین معلوم ہوا کہ اپنی خلافت کا کسیطرح آپکو وہم و گمان نہ تھا نہ حضرت نے اشارہ یا کنایہ بھی انکی خلافت کا اشارہ کیا تھا۔ پھر اسکے ساتھ تسلط خلافت پر اور اس بے باکی سے اوسمیں دخل اندازی بالکل اسلام کے خلاف ہے افسوس کہ رسول اللہ نے ایک نہیں لاکھوں حدیثیں مثل علی کنایۃً اور صراحۃً فرمائیں۔ مگر افسوس انکا دل اور کان اسدرجہ خدمت رسول سے غائب تھا کہ ایک بھی انکو نہ معلوم ہوا نہ ابتداے رسالت والی حدیث معلوم ہوئی کہ حضرت نے جس روز اظہار نبوت کیا ہے اوسی روز اپنے خلیفہ کا بھی اعلان دیا مگر انکو نہیں معلوم۔ حجۃ الوداع سے معاودت کے بعد غدیر خم میں انتہا کا خطبہ آپنے پڑھا لاکھوں صحابہ کے مجمع میں مگر انکو نہ معلوم ہوا کہ حضرت کسیکو خلیفہ کر رہے ہیں یا کیا۔

بخیال اہلسنت میں یہ تو کہہ نہیں سکتا کہ مرتے وقت آپ ایسا صریحی کذب فرماتے ہیں مگر کیا اوسوقت بھی نہ معلوم ہوا جب سریر خلافت پر جلوہ گر ہونے کے بعد طلبی خلیفہ رسول کا فرمان جاری کیا ہے تو اوس خلیفہ نے کیا جواب دیا۔

کتاب الامامۃ والسیاسۃ ابن قتیبہ میں ہے۔

فاتی عمر ابابکر فقال له الا تاخذ هذا المتخلف عنك بالبيعة فقال ابوبكر لقنفذ وهو مولى له۔ اذهب فادع	کہ عمر ابوبکر کے پاس آئے اور کہا کہ کیوں نہیں پکڑتے ہو اس متخلف کو جو تمہاری بیعت سے علیحدہ ہوا ہے۔ ابوبکر نے قنفذ سے جو اونکا

الی علیا قال فذهب الی علی فقال
له ما حاجتك فقال یدعوك
خلیفة رسول الله فقال علی لسریع
ما کذبتم علی رسول الله فرجع
فابلغ الرسالة قال فبکی ابو بکر
طویلا فقال عمر الثانیة لا تمهل
هذا المتخلف عنك بالبیعة فقال
ابو بکر رض لقنفذ عد الیه فقل له
امیر المؤمنین یدعوك لتبایع فجاءه
قنفذ فادی ما امر به فرفع علی صوته
فقال سبحان الله لقد ادعی ما
لیس له فرجع قنفذ فابلغ الرسالة
فبکی ابو بکر طویلا ثم قام عمر فمشی
معه جماعة حتی اتوا باب فاطمة
فدقوا الباب فلما سمعت اصواتهم
نادت صالی وابن ابی قحافة
فلما سمع القوم صوتها وبکاءها
انصرفوا باکین وکادت قلوبهم
تتصدع واکبادهم تتفطر وبقی عمر
ومعه قوم فاخرجوا علیا فمضوا
به الی ابی بکر صفحہ ۲۲ جلد ۱

غلام تھا کہا کہ جاکر علیؑ کو بلا لا قنفذ
حضرت علیؑ کے پاس گیا حضرت نے پوچھا کیا
غرض ہے تیری - قنفذ نے کہا کہ خلیفہ رسول
آپکو بلاتے ہیں - حضرت علیؑ نے کہا ہر آئینہ بہت
جلد تم نے افترا کیا رسول اللہ پر - قنفذ واپس
آیا اور جو کچھ حضرت علیؑ نے کہا تھا ابو بکر سے
بیان کیا - پس روئے ابو بکر دیر تک - عمر نے
کہا دوبارہ کہ مہلت نہیں دینا چاہئے ابو بکر
نے پھر قنفذ سے کہا کہ جاکر علیؑ سے کہو کہ امیر المومنین
تمکو بلاتے ہیں کہ بیعت کرو - حضرت علیؑ نے
اوسکے جواب میں کہا - ایسا دعوی کیا ہے
جسکا وہ کسیطرح اہل نہیں - قنفذ نے آکر
بیان کیا تو پھر ابو بکر روئے دیر تک اسکے بعد
کھڑے ہوئے عمر اور چلی اونکے ساتھ ایک جماعت
یہانتک کہ آئے دروازہ پر مکان جناب سیدہ
کے جب حضرت سیدہ نے اونکی آواز سنی تو
فریاد کی بلند آواز سے (عبارت مشکوک ہے) کیا
ہوا ہے پسر ابو قحافہ کو جب لوگوں نے حضرت
سیدہ کی فریاد کی آواز اور رونا سنا
تو سب روتے ہوئے وہاں سے چلے آئے اور
قریب تھا کہ قلب اونکے شگافتہ ہوں اور جگر
اونکے پارہ پارہ ہوں اور کھڑے رہے عمر اور اونکے ساتھ ایک قوم تھی پس باہر نکالا علیؑ کو
اور لیگئے اونکو ابو بکر کے پاس -

اللہ رے حضرت ابوبکر کی رقت قلبی کہ زار زار رو رہے ہیں مگر بقول انکے ان لی شیطانا یعتریہ انکی مہار کسی ایسے زبردست ہاتھ میں ہے کہ روتے ہیں مگر چھوڑتے نہیں۔ تو کیا اسکے بعد بھی اونکو یہ معلوم ہوا کہ رسول اللہ نے کسکو خلیفہ کیا تہا؟

آٹھواں افسوس یہ ہے کہ کاش پوچھتے انصار کا بھی کچھ حق ہے کہ نہیں جس سے ظاہر ہے کہ انکو اپنی خلافت کا حکم معلوم تہا نہ مہاجرین کی تخصیص۔ جس سے حدیث الائمہ من قریش بھی غائب ہوئی اور طرف مہاجرین کا حق ہونا بھی غائب ہوا۔ اسکے ساتھ انکا تسلط خلافت پر اور اہلسنت کی انکی طرفداری عجب حیرت افزا معاملہ ہے جسکی کوئی انتہا نہیں۔

نواں افسوس البتہ قابل قدر ہے کہ خلیفہ اول کو مرتے وقت تک بنت الاخ اور عمہ کا میراث نہ معلوم تہا جسکے لئے افسوس کرتے رہے۔ اور واقعاً جسکو اپنے بزازہ سے فرصت نہو وہ کیا سیکھ سکتا ہے۔

بہرحال چونکہ مقصود اصلی حدیث المسلم من سلم المسلمون من یدہ ولسانہ کی شرح ہے کہ کسطرح اس حدیث کی تعمیل طبقۂ اول میں کی گئی بلکہ خود خلیفہ اول جیسے کی جو حضرۃ ایک نرم دل اور رحیم آدمی بنائے گئے تھے کہ ایک کافر کو بھی مدۃ العمر نہ قتل کیا۔ اور مسلمانوں پر اونکی زبان ایسی تیز تھی کہ جب حکم دیا تو آدمی کے جلانے ہی اور پہونچتے ہی کا کہ نہ زخمی پر رحم کرو۔ نہ قیدی پر۔ بلکہ سبکو قتل کرو اور آگ سے جلا دو۔

لطیفہ حجاج یہاں ایک لطیفہ یاد پڑا کہ ایک موقع پر عمر بن عبدالعزیز نے کہا اگر تمامی دنیا کے ظالم سلاطین اپنے اپنے ظالموں کو لائیں اور ہم صرف اپنے حجاج کو پیش کریں تو سب پر حجاج ہی غالب نکلیگا مگر حق یہ ہے کہ حجاج بھی اس بوڑھے خلیفہ کے نامۂ اعمال کے مقابلہ میں شرما جائیگا کیونکہ اوسنے اگر لاکھوں آدمیوں کو قتل کیا تو انشاء اللہ فلاں خلیفہ اول کی مردم شماری بڑھ جائیگی

اور اگر خدانخواستہ اسمیں کسیطرح کی کمی ہوگی تو نوعیت قتل میں ضرور انکا درجہ بڑھا رہیگا کیونکہ زندہ جلانا یا مردہ کا جلانا بہ نسبت حجاج کے ابتک نہیں معلوم ہوا کہ اوسنے کسی مسلمان کو زندہ جلایا ہو۔

یہ حجاج ہی وہ شخص ہے کہ اوس زمانہ کے تمامی صحابہ نماز میں اسکی اقتدا کرتے اور اسکو اپنا امام و پیشوا سمجھتے جیسا کہ ابن حزم اسکی تصریح کی ہے مگر علامہ سیوطی اسکے نسبت لعنۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

عرب میں پہلا شخص جسنے زندہ آدمیوں کو جلایا اوسکا نام عمرو بن ہند بادشاہ ہے جسکے بھائی سعد بن ہند کو سوید بن ربیعہ نے قتل کیا تھا۔ اس انتقام میں عمرو بن ہند نے ۹۹ آدمی کو بنی تمیم سے اور ایک آدمی کو قبیلہ براجم سے آگ میں جلایا جس سے اوسکا لقب محرق قرار پایا مجمع الامثال صفحہ ۲۴۷ و ۲۴۷ مطبوعہ مصر مگر حضرت ابوبکر کا انتقام اوس سے بدرجہا سخت تھا کیونکہ وہاں ایک قبیلہ کے سو آدمی جلائے گئے تھے اور حضرت ابوبکر کی آگ تمامی قبائل عرب میں پھیلی تھی جسمیں قبیلہ مذحج۔ بنی اسد بن خزیمہ بنی عامر۔ ہوازن۔ سلیم۔ بنی تمیم۔ (جسمیں پہلے عمرو بن ہند نے جلانے کی ابتدا کی تھی) کا نام بالخصوص لیا جاتا ہے اور یمن حضرموت۔ کندہ۔ بحرین۔ عمان۔ نجران۔ شہروں کا نام مذکور ہے۔

ان حالات کے دیکھنے کے بعد آپکو تصدیق کلام جناب سیدہ میں جو بمخاطبہ ابوبکر فرمایا تھا افحکم الجاھلیۃ تبتغون کوئی عذر نہوگا کیونکہ بیٹیوں کا محروم کرنا ارث پدری سے مسلمات اہل جاہلیت سے ہے اور بغرض انتقام آدمی کو زندہ جلانا زمانہ جاہلیت میں صرف ایک نظیر رکھتا ہے۔

زندہ جلانے کی بدعت جو ابوبکر صاحب نے جاری کی تھی ایسی نہ تھی کہ یوہیں دب کر رہ جاتی مقوقس کے زمانہ میں اوسکے ہمنام معویہ بن حدیج نے حضرت ابوبکر کے چھوٹے صاحبزادے محمد بن ابی بکر پر اسطرح جاری کیا کہ پھر حضرت عائشہ نے اوسکے بعد کبھی بھونا ہوا گوشت نہ کھایا حسن المحاضرہ میں علامہ سیوطی لکھتے ہیں۔

ودخل عمرو بن العاص فسطاط مصر ثم دل علی محمد بن ابی بکر مختبئ وقد کاد یموت عطشا فقدمہ معاویۃ بن خدیج فقتلہ ثم جعل فی جیفۃ حمار فاحرقہ بالنار و ذلک فی صفر سنۃ ثمان و ثلثین ص ۵ جلد ۱

یعنی عمرو بن عاص (صحابی) فسطاط مصر میں داخل ہوئے۔ محمد بن ابی بکر کے پوشیدہ

ہونے کی خبر دی گئی گرفتار کرکے لائے گئے اور ایسے پیاسے تھے کہ قریب تھا شدۂ عطش سے مرجائیں معویہ بن خدیج (صحابی) نے اونہیں قتل کیا اور جیفۂ حمار میں (مردہ گدھا) رکھکر جلادیا یہ واقعہ ۳۸ھ ہجری کا ہے۔

پھر اس سنت کو یزید بن معویہ نے علاوہ واقعہ کربلا۔ خاص مکہ میں جاری کیا کیونکہ عبداللہ بن زبیر وہاں پناہ گزین تھا اوسکے قتل کے لئے لشکر بھیجا گیا منجنیق لگائی گئی مروج الذہب مسعودی میں ہے۔ وانهدمت الکعبة واحترقت البنیه ص ۵۲ اجلد ۶ کامل

یعنی خانہ کعبہ ڈہادیا گیا اور بنیاد اوسکی جلادی گئی۔

بعدہ خلیفہ اول کے نواسہ عبداللہ بن زبیر نے اس سنت کو از سر نو زندہ کیا مروج الذہب مسعودی میں ہے وقد کان ابن الزبیر عمد الی من بمکة من بنی هاشم فحصرهم فی الشعب وجمع لهم حطبا عظیما لو وقعت فیه شرارة من نار لم یسلم من الموت احد وفی القوم محمد بن الحنفیة پھر کہتے ہیں۔

وحدث النوفلی فی کتابه فی الاخبار عن ابن عائشة عن ابیه عن حماد بن سلمة قال کان عروة بن الزبیر یعذر اخاه اذا جری ذکر بنی هاشم وحصره ایاهم فی الشعب وجمعه الحطب لتحریقهم ویقول انما اراد بذلک ارهابهم لیدخلوا فی طاعته کما ارهب بنو هاشم وجمع لهم الحطب لاحراقهم اذهم ابوا البیعة فیما سلف وهذا خبر لا یحتمل ذکره هنا ص ۱۶۰ حاشیہ جلد ۶ کامل

ابن الزبیر نے مکہ میں جسقدر بنی ہاشم تھے اونکو شعب میں محصور کیا اور بہت سی لکڑیاں جمع کیں کہ اگر ایک چنگاری آگ کی بھی اوسمیں پڑتی تو ایک متنفس بھی نہ بچتا۔ انہی لوگوں میں محمد حنفیہ بھی تھے۔

نوفلی نے روایت کی ہے کہ عروہ ابن الزبیر ہمیشہ اسکی معذرت کرتا کہ کیوں اوسکے بہائی عبداللہ نے بنو ہاشم کو اپنے عہد خلافت میں بمقام شعب قید کیا تہا اور لکڑی جمع

کی بھی جلانے کو - تو عروہ اسکا جواب دیتا کہ اس سے صرف اونکا ڈرانا دہمکانا منظور تہا کہ لوگ اونکی حکومت قبول کرلیں - جیسا کہ پہلے بہی لکڑی جمع کی گئی تہی جب بنو ہاشم نے بیعت سے انکار کیا تہا - اور یہ ایسی خبر ہے کہ یہاں اوسکا ذکر نہیں ہوسکتا

اب تو معلوم ہوا کہ عبداللہ بن زبیر نے بطرف اپنے جد امجد فاسد حضرت ابوبکر کی تقلید نہیں کی تہی بلکہ اوسکو استدلال میں بطور نظیر پیش کرتے کہ ہمیں نے ہی نہیں کیا کہ بنو ہاشم کو جلانا چاہا بلکہ جد اعلی اسکے موجد ہیں -

ہاں یہاں یہ بھی غور طلب ہے کہ ابن الزبیر کا سلوک تو حضرت محمد بن حنفیہ کے ساتھ یہ تہا کہ اونکو صرف اس جرم پر کہ ابن الزبیر کی بیعت نہ کی - اسطرح آگ سے جلانا چاہا اور محمد بن حنفیہ کا کیا برتاؤ ہوا - فقال لنا ابن الحنفیۃ لا تقتلوا الا من قاتلکم کہ تمامی لشکر مختار سے جو اونہیں قید سے چھڑانے آیا تہا حکم دیا کہ تم ہرگز ہرگز کسیکو قتل کرنا مگر اوس کو جو تمسے قتال کرے -

نہیں نہیں اسپر ترقی سنئے - کہ مختار نے جسے اہلسنت کافر ہی کہتے ہیں - جو اپنا لشکر امداد محمد بن حنفیہ کو بہیجا تہا تو اوس فوج نے بہی بخیال حرمت خانہ کعبہ تلوار چھوڑ دی تہی اور بجائے تلوار لکڑیاں لیکر آئے تھے کہ خانہ کعبہ کی بیحرمتی نہو - مگر خلفائے اہلسنت نے یزید سے لیکر تا بہ عبدالملک جو کچھ سلوک خانہ کعبہ سے کیا ناظرین تواریخ پر مخفی نہیں -

تیسرا باب

اب ایک نظر اجمالی اوسطرف بہی دیکہنا چاہیے جہاں اس حدیث المسلم من سلم المسلمون من لسانہ و یدہ کی تعمیل ہوتی ہے تاکہ معلوم ہو جو لوگ رسول کو رسول خدا سمجہتے تھے اور انکے احکام کو مطابق ما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی سمجہتے تھے - کسطرح اس حدیث پر عمل کرتے جس سے تمکو خود بخود معلوم ہوگا رسول پر ایمان صادق کیونکر لایا جاتا ہے -

دیدہ استحقاق اسب سے پہلے جو خیال یہاں قائم ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ جناب امیر کو

اپنی حقیت پر کسدرجہ استقلال تھا۔

(۱) وفات رسول کے بعد آپکو کل حالات معلوم تھے کہ کیا ہو رہا ہے یہانتک کہ حضرت عباس عم رسول کہہ رہے ہیں۔ لاؤ ہاتھ بڑھاؤ ہم بیعت کریں کہ کہنے کو ہو جائے عم رسول نے بیعت کر لی مگر آپ کہہ رہے ہیں کہ سلطان محمد میں بھی کوئی منازعت کر سکتا ہے جس سے سمجھ سکتے ہو کہ اپنی حقیت پر کیسا یقین ہے کہ اس منازعت کو ناجائز سمجھتے ہیں۔

کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ معاذ اللہ آپکو اتنی بھی عقل نہ تھی جو اس بات کو سمجھتے حالانکہ شور و غل بھی سن رہے ہیں۔ سب کچھ مدینہ میں ہو رہا ہے۔ مگر نہیں آپکو اپنی حقیت کا وہ یقین تھا کہ اگر یہ لوگ مسلمان ہیں تو کبھی ایسی جرأت نہیں کر سکتے کہ خلاف حکم خدا و رسول ایسا کام کریں۔ اور اگر وہ لوگ اسلام سے خارج ہو کر اسکے مرتکب ہو رہے ہیں تو یہ معاملہ ایسا نہیں جو ایک یا دس بیس کی بیعت سے اسکو کچھ فائدہ ہو کیونکہ اس امر عظیم کا ارتکاب کر رہا ہے کہ پوری آمادگی سے مخالفت خدا اور رسول کی جا رہی ہے۔ پھر اوس پر اس بیعت سے کیا اثر پڑ سکتا ہے۔

حضرت عباس نے دنیاوی خیال کے مطابق سمجھایا کہ بیعت لے لو کہ کہنے کو ہو جائے ہماری بیعت مقدم ہے جسکے مطلب یہ ہوئے کہ اس ذریعہ سے جنگ و پیکار کی جائے۔ اور یہی دلیل حقیت قرار پائے کہ بوقت نزاع یہ حجت پیش کی جائے۔ جناب امیر اس نزاع کو بعد وفات رسول بالکل خلاف مروت سمجھتے تھے کہ بلا تجہیز و تکفین رسول ادھر متوجہ ہوں اور [illegible] نص خدا و رسول بیعت کو بے سود سمجھتے بشرطیکہ موافقت ہو ورنہ مخالفت خدا و رسول میں اور یہ بھی سمجھتے تھے کہ جب مخالفت خدا و رسول اسپر آمادہ ہو چکے ہیں تو بغیر جنگ و پیکار راہ پر نہیں آ سکتے۔ اور جنگ و پیکار کرنا اسوقت بالکل منافی شان اسلام ہے لہذا بالکل انکار کیا اور فرمایا کہ کوئی اسکا مدعی بھی ہو سکتا ہے کیونکہ اسلام کے ساتھ یہ دعوی تو ناممکن ہے۔

(۲) جو حقوق آپنے اسلام پر قائم کئے اور جسطرح اشاعت اسلام میں ساعی رہے کہ ابتدائے اسلام سے آجتک جو خدمتیں کیں۔ وہ بجائے خود کافی نہیں اسکے لئے کہ آپکا حق مانا جا

اور کسیطرح آپکے حقوق میں مزاحمت نہ کی جائے۔

(۳) ابتداے روز اعلان نبوت جو معاہدہ حضرت نے آپسے کیا تہا وہ بہی پیش نظر تہا۔

(۴) رسم و رواج عرب بہی یہی تہا کہ جس قبیلہ کا سردار مرتا یا مارا جاتا تو اوسی قبیلہ کا دوسرا شخص جو اقرب ہو اوسکا قائم مقام بنایا جاتا ہے۔

لہذا ہر طرح آپ اپنے کو قائم مقام رسول اور جائز وصی و جانشین سمجھتے تھے اور وفات رسول سے تا بہ روز حصول خلافت آپ اپنے کو مستحق اور ہر طرح کا حق دار سمجھتے تھے اور دوسرونکو ظالم اور غاصب

انسب کے ساتھہ جب خلافت چہارم کا وقت آیا اور لوگوں نے آپکی خلافت قبول کرنا چاہا۔ مگر اوسی قاعدہ سے جو جاری ہو چکا تہا۔ تو کس طرح اپنے اونکو سمجھایا اور وکا کیونکہ آپکا خیال تو ابتداے یہی تہا اگر یہ لوگ مسلمان ہیں تو بے حکم خدا و رسول کسیکو امام بنا نہیں سکتے۔ اسلئے ہمیشہ آپکو اپنے حق کا مطالبہ رہا۔ جب اونکی سرکشی اور تمرد کی آزمایش بخوبی کر چکے اور دیکھ لیا کہ اب انکے اخلاق بالکل بگڑ گئے اور کسیطرح یہ امر حق نہیں قبول کرتے کیونکہ ۲۶ ۲۵ برس کی عادت بگڑی ہوئی ہے اور اگر مجبور ہو کر حق کی طرف رجوع بہی کرتے ہیں تو اوسی قاعدہ جاریہ سے۔ لہذا بالکل انکار کیا اور نہایت سختی سے نامنظور کیا تاکہ لوگونکو معلوم ہو جائے۔ آپ پہلے جو خواہاں تھے تو بغرض دنیاداری نہیں طالب تھے بلکہ بغرض خیر خواہی اسلام۔ اسیوجہ سے اب انکار کرتے ہیں کہ جب تملوگ حکم خدا و رسول نہیں مانتے تو اپنی خواہش سے جسکو چاہو خلیفہ بنا لو ہم جیسے تب ساکت تھے اب بہی ساکت رہینگے،

جب دیکھا کہ نہ وہ کسیطرح دوسرے پر راضی نہیں ہیں نہ دوسرا کوئی خلیفہ ہو سکتا ہے بلکہ اون لوگونسے جو ہے وہ کسی نہ کسی طرح خون خلیفہ میں شریک ہے جس سے اوسکا غرض انتقام میں آنا ضروری اور فتنہ و فساد کا ہونا ضروری لہذا ابتقاضاے مصلحت اسلام قبول فرمایا۔ مگر اوسکے ساتھہ بہی یہ بہی کہدیا کہ یہ ایسا معاملہ ہے کہ تحمل نہ معمولی دل ہو سکتے ہیں نہ معمولی انسان تاریخ کامل صفحہ ۵ - جلد ۳

اب حضرت کو دو مرحلے پیش ہے ایک دنیوی دوسرا دینی۔ دنیوی مرحلہ تو کہتا ہے جس باطل طریقہ پر آجتک عمل درآمد ہوتا رہا آپ بھی کیجئے اگر چین سے حکمرانی فرمائیے سابق ارکان سلطنت پر سارا بار ڈالدیجئے جس طرح چاہیں وہ فتوحات کریں آپ مزاحمت نہ کریں۔ ظالموں کو معزول نہ کیجئے مظلوموں کی فریاد نہ سنئے۔ مشورے بھی اسیکے دیے جاتے ہیں یہانتک کہ اخص خواص بھی یہی رائے دیتے ہیں۔

دینی مرحلہ کہتا ہے کہ آپ پر کچھ گذرے گذرے مگر اسلام حقیقی کی تعلیم قائم کیجئے۔ وہ بنائی اسلام کیا چاہتا ہے۔ کس اصول پر جہاد ہو۔ کس اصول پر فتوحات ہو۔ کس اصول پر انتظام ہو۔ کس اصول پر قضایا فیصل ہوں۔ کیا قواعد مقرر ہوا جس سے لوگوں کو معلوم ہو کہ اسلام کی اصلی تعلیم کیا ہے۔ اوسکے احکام کیا ہیں۔ اوسکے اصول کیا ہیں۔ کیونکہ بحالت موجودہ میں تو اسلام ایک لوٹیرا مذہب ہے جسمیں بجز شکم پروری جبر و تعدی ناجائز کوئی بات نہیں۔

یہ مطلب ایسا باریک ہے اور ایسا دقیق کہ معمولی عقل تو کیا بڑے بڑے عقلا بھی نہیں سمجھ سکتے کیونکہ یہ اسرار الٰہی سے ہیں جسکو وہی سمجھ سکتا ہے جسے خدا اس کام کے لئے منتخب کرے اور رسول اوسے اپنا نائب کرے دوسرا کیونکر اس مرتبہ پر فائز ہوسکتا ہے۔

حضرت کی کشمکش اسوجہ سے اور بڑھ گئی کہ جدہر سے آواز آتی ہے اسکی کہ تم سابقین کی تقلید کرو۔ اوسی راہ پر چلو وہی طریقہ اختیار کرو۔ تو پھر تمام مہمات خلافت درست ہوجاتی ہیں۔ مگر جو اس غرض کے لئے پیدا ہوا کہ اسلام کا مربی ہو۔ اسلام کا مروج ہو وہ کیونکر دنیا کو دین پر ترجیح دے سکتا ہے وہ کیونکر اسلام کو ذلیل و خوار کرسکتا ہے۔ وہ کیونکر اسلام پر ایسا بدنما دھبہ آنے دے سکتا ہے جو قیامت تک نہ مرتفع ہو کیونکہ ابتو سب کیلئے خلافت اوسی شخص کے ہاتھ میں گئی جو ابتدا سے اسکا وزیر اور مشیر تھا۔ پھر کیوں وہی مظالم جاری رہے اور اوسی انداز دھندے کو رائج کیا جسپر پہلے روتے تھے کہ ہائے اسلام بدنام ہو رہا ہے۔ لہذا آپنے دین کو دنیا پر ترجیح

دی اور آپنے زحمتونکو گوارا کیا کہ اسلام سے کسیطرح الزام مرتفع ہو اگرچہ ہمکو ایک منٹ آرام نہ ملے

اب تم یہاں حضرت کے اس استقلال و استحکام کو اپنے دعوی حقیت پر غور کرو کہ ایک منٹ کیلئے بھی آپکو اپنی حقیت میں شک وشبہہ عارض ہوا نہ اپنے فہم صحیح پر کسی راے ومشورہ کو ترجیح دیا۔ ابوبکر صاحب کے اوس شک وشبہہ سے ملاؤ کہ مرتے وقت تک یہ حسرت ہے کاش ہم پوچھے ہوتے یہ حق کس کا ہے کاش پوچھے ہوتے کہ انصار بھی اسمیں حقدار ہیں کہ نہیں کاش ہم خود ابوعبیدہ کی یا عمر کی بیعت کئے ہوتے خود وزیر بنتے اور امیر نہوتے دونوں کے موازنہ سے تم خود کہل جائیگا کون حق پر ہے کون ناحق پر یہی وجہ ہے کہ جب آپکے فرق مبارک پر ابن ملجم ملعون کی ضربت پڑی ہے تو بیساختہ فرمایا فزت ورب الکعبۃ

وجوہ انتقام استقرار حقیت کے بعد آپکو یہ بھی دیکھنا چاہیے کہ جن لوگونکو ابوبکر صاحب نے مسلمانوں سے قتل کیا اونمیں اور جناب امیرؑ کے مخالفین میں کیا فرق ہے۔ کیونکہ وہاں جسنے مخالفت کی ہے یا بغاوت۔ تو وہ خود ایک ایک امر کے ذمہ وار عہدہ دار تھے کہ خود آنحضرت نے اونکو ایک خدمت پر مامور کیا تھا اور کبھی آپنے اونسے یا کسی سے یہ نہ کہا کہ ہمارا قائم مقام ابوبکر ہے نہ کبھی اون امور کی نگرانی یا بازپرس ابوبکر سے متعلق رہی کہ معلوم ہو یہ بھی کسی طرح کے عہدہ دار ہیں بلکہ برخلاف اسکے حضرت نے ہمیشہ اپنے قائم مقام کو نہایت وضاحت سے ظاہر کیا جسکی ابتدا روز اظہار دعوت نبوت سے ہوئی اور خاتمہ وقت موت پر پھر وہ کس قاعدہ سے ایک اجنبی غیر متعلق شخص کو رسول کا خلیفہ مان سکتے تھے اگر ایسا کرتے تو خود وہ خدا اور رسول کے یہاں ماخوذ ہوتے لہذا اونپر اسلامی فرض تھا کہ ایسے ناجائز مدعی سے جنگ کریں کیونکہ درحقیقت یہی باغی ہے جو بجبر واستیلا حضرت کے مقرر کردہ عمال پر تصرف کیا چاہتا ہے۔ لہذا اونکی مخالفت اس خلیفہ سے کسیطرح بغاوت کے حد میں نہیں آسکتی بخلاف اونلوگونکے جنہوں نے جناب امیرؑ سے بغاوت کی کہ وہ سب ابتدا سے واقف تھے اور بخوبی واقف تھے کہ اصل اور جائز خلیفہ یہی ہیں لہذا یہ بغاوت بالکل ناجائز تھی۔

(۲) اسی سے دونوکے غیظ وغضب میں بھی فرق ہونا چاہیے کیونکہ اگر حقدار سے مخالفت

کی جاتی ہے اوسکو زیادہ غصہ آنا چاہیے۔ بخلاف اوسکے جو ناحق پر ہو کہ وہ بشرط انصاف سمجھ سکتا ہے کہ درحقیقت یہ مخالف مورد غیظ و غضب نہیں ہے بلکہ ہم خود مجرم ہیں جسکا مقتضا یہ ہونا چاہیے کہ جناب امیرؑ کو انکی مخالفت سے زیادہ رنج ہو اور آپکی قوت غضبیہ زیادہ جوش میں آئے اور ابوبکر صاحب کا کم۔ مگر آگے چلکر فرق معلوم ہوگا کہ دونوں میں کیا فرق ہے کیونکہ جناب امیرؑ کا عمل اسپر ہے اللھم اھد قومی فانھم لا یعلمون

(۳) مخالفین ابوبکر آیت اور حدیث پیش کر رہے ہیں کہ تم ناحق پر ہو صحابہ فہمائش کر رہے ہیں باجماع کہ آپ خطا پر ہیں۔ مگر انکا تہور تا میسر اتنا تیز ہو رہا ہے کہ نہ کسی آیت کو سنتے ہیں نہ حدیث کو نہ صحابہ کے اجماع کو نہ اپنے یار غار بلکہ محسن و مددگار کی فہمائش کو بلکہ اونکی ڈاڑھی نوچتے ہیں قسمیں کہائے چلے جاتے ہیں۔ ہم تو ضرور لڑینگے چاہے کوئی نہ ساتھ دے ہم اپنی جان دینگے راج ہٹ۔ تریا ہٹ۔ بالک ہٹ مشہور ہے۔ پھر بھلا کیونکر کوئی گوارا کرتا کہ خلیفہ کو مارے جانے دیں جس سے اسلام بدنام ہوتا کیونکہ غیروں کی نگاہ میں اسلام تو وہی ہے جسکے مالک خلیفہ ہیں۔

برخلاف اسکے مخالفین جناب امیرؑ نہ کسی آیت سے استدلال کرتے ہیں نہ کسی حدیث سے۔ نہ اپنے مخالف کی آیت سنتے ہیں نہ اونکی حدیث۔ نہ کوئی الزام قائم کرتے ہیں نہ اوسکا کوئی ثبوت دیتے ہیں بلکہ مثل خلیفہ اول لڑائی پر تلے ہوئے ہیں۔ لوٹ مار۔ غارت میں مصروف ہیں۔ کیسے کیسے اکابر صحابہ جاتے ہیں کس کس طرح اونکی فہمائش کی جاتی ہے۔ خود مجسم قرآن بھیجا جاتا ہے مگر وہ حامل قرآن ہی قتل کر دیا جاتا ہے جو قرآن لایا تھا۔ بعد آپ ہی بتائیے حضرت کی قوت انتقامیہ کو کس طرح جوش آنا چاہیے۔ مگر واہ رے صبر و تحمل کہ ایک منٹ کے لئے بھی اوسمیں فرق نہیں آتا۔

(۴) مخالفین ابوبکر بالفرض اگر خاطی مان لئے جائیں تو اونکا صرف ایک جرم ہے کہ خلافت کو اونکی نہ مانا کیونکہ ٹیکس نہیں دیا۔ دوسرا کوئی جرم اونپر نہیں قائم کیا گیا ہے۔ مگر سب آگ میں جلا دئے گئے اور اس بے رحمی سے قتل کئے گئے کہ تاریخی دنیا میں اوسکی کوئی نظیر نہیں بخلاف باغیان جناب امیرؑ جنکے جرائم ہزاروں سے متجاوز ہیں ۲۶ برس سے جرم پیش

بنے ہوئے ہیں حج آخری رسول اللہ سے تیور بدلے ہیں۔ مرض رسول اللہ سے بغاوت پر آمادہ ہیں۔ لشکر اسامہ کے ساتھ نہیں گئے۔ وصیت نامہ رسول کو روکا۔ دفن وکفن رسول میں نہیں شریک ہوئے۔ بجائے تعزیت دختر رسول پر ظلم کیا۔ گھر میں آگ لگانے آئے۔ دوسرے شخص کو ناجائز خلیفہ بنایا۔ ہزاروں ناحق خون کیا۔ خلیفہ عثمان کو قتل کرایا۔ قرآن کی حرمت کو لوٹا اور جلایا۔ ہر ظلم کے خود موجد اور شریک رہے۔ بیعت کرکے نکث بیعت کیا۔ نمازیوں کو مسجد بصرہ میں شب کے وقت قتل کرڈالا۔ بیت المال کو لوٹ لیا۔ ہزاروں بدعتوں کو رواج کیا۔ ہزاروں قسم کا افترا رسول اللہ پر کیا۔ غرض وہ وہ جرائم کئے کہ بہت سے اونمیں سے ایسے ہیں جو کسی فرد بشر کے ذہن میں بھی نہیں آ سکتے کہ واضعین قانون تعزیرات ہند بھی اوسکو اپنے ذہن میں نہ لاسکے

نصوص صریحہ قتل وقمع

اب اس استحقاق خلافت۔ اور جرائم باغیان کیساتھ اسکو ملاحظہ فرمائے کہ حضرت کے پاس نصوص صریحہ اس قلع وقمع بغاوت کے متعلق کیسے موجود ہیں خود قرآن میں ہے یا ایہا الذین آمنوا من یرتد منکم عن دینہ فسوف یاتی اللہ بقوم یحبھم ویحبونہ اذلہ علی المومنین اعزۃ علی الکافرین۔ جسمیں ایک معمولی شخص کو بھی شک نہیں ہوسکتا کہ یہ پیشین گوئی جناب امیر ہی سے متعلق ہے کہ خداوند عالم آپ ہی کے اس عظیم الشان مقابلہ کی خبر دے رہا ہے کیونکہ نہ یہ صفت دوسرے سے متعلق ہوسکتی ہے نہ اور کسیکو اون مرتدوں سے سامنا پڑا جو یا ایہا الذین آمنوا کے مخاطب ہوسکیں علاوہ اسکے خود حضرت نے بتصریح صریح ابوبکر وعمر صاحبان سے اسکی نفی کی ہے حدیث خاصف النعل میں یبعث اللہ رجلا منکم چنانچہ ازالۃ الخفا میں ہے۔

الا انجملہ آنکہ در بیعت رضوان حاضر بود ونامہ صلح بر دست وے مکتوب شد قال ابن اسحٰق وکان ھو کاتب الصحیفہ وہم درین سفر با مرتضیٰ معاملہ منتظر الخلافہ بجا آورد واخرج النسائی والحاکم واللفظ للنسائی عن علی رض قال جاء النبی اناس من قریش فقالوا یا محمد انا جیرانک وحلفاءک وان من عبیدنا قد اتوک لیس لھم رغبۃ فی الدین ولا رغبۃ فی

الفقه انما فروا من ضیاعنا و اموالنا فاردد هم الینا فقال لابی بکر ما تقول فقال صدقوا انهم لجیرانك وحلفاءك فتغیر وجه النبی ثم قال لعمر ما تقول قال صدقوا انهم لجیرانك وحلفاءك فتغیر وجه النبی ص ثم قال یا معشر قریش واللّٰه لیبعثن اللّٰه علیکم رجلا منکم قد امتحن اللّٰه قلبه للایمان ولیضربنکم علی الدین او یضرب بعضکم قال ابوبکر انا هو یا رسول اللّٰه قال لا قال عمر انا هو یا رسول اللّٰه قال لا ولکن ذلك الذی یخصف النعل وقد کان اعطی علیا نعله یخصفها ص ۲۵۶ مقصد دوم

اس حدیث کو میں اسی حصہ ثانیہ تنقید بخاری میں بشرح و بسط تمام لکھ چکا ہوں ملاحظہ ہو صفحہ ۶۸ لغایت صفحہ ۷۲

لہذا یہاں تفصیل کی ضرورت نہیں۔ بلکہ صرف اسقدر اشارہ کافی ہے کہ جب رسول اللہ نے بنص صریح اس بات کی نفی کردی کہ واللّٰه لیبعثن اللّٰه علیکم رجلا منکم قد امتحن اللّٰه قلبه للایمان کے مصداق شیخین نہیں ہیں تو آیہ فسوف یاتی اللّٰه بقوم یحبهم ویحبونه ہم کے مصداق کیونکر ہو سکتے ہیں کیونکہ قرآن اور حدیث میں یحبهم ویحبونهم کی صفت تو مخصوص ہے جناب امیر المومنین علیہ السلام کے لئے دوسرا کوئی اسکا مصداق ہو نہیں سکتا جیسا کہ حدیث لاعطین الرایۃ غدا سے ظاہر ہے۔

تعدد طرق روایت معہ تعدد واقعہ

ہاں حضرت نے اس صفت کی نفی شیخین سے۔ اور اسکا اثبات جناب امیر المومنین علیہ السلام کیلئے صرف اسی ایک موقع پر نہیں کیا ہے۔ بلکہ جب وفد ثقیف حضرت کے پاس آیا ہے اوسوقت بھی حضرت نے اسی حدیث کو بیان فرمایا ہے جیسا کہ روضہ ندیہ میں ہے۔ منها ما اخرج عبد الرزاق فی جامعه وابو عمر النمری وابن السمان عن الطیب بن عبد اللّٰه بن حنطب قال قال رسول اللّٰه لوفد ثقیف لتسلمن او لابعثن علیکم رجلا منی او قال من نفسی فلیضربن اعناقکم ولیسبین ذراریکم ولیاخذن اموالکم

قال عمر فواللہ ما تمنیت الامارۃ الا یومئذ فجعلت الضب صدری رجاء ان یقول ھو ھذا فالتفت الی علیؑ واخذ بیدہ وقال ھو ھذا ھو ھذا ص ۱۱۸ مطبوعہ مطبع انصاری دہلی

یعنی عبدالرزاق نے اپنے جامع میں اور ابوعمر نمری اور ابن السمان نے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ نے وفد ثقیف سے کہ تملوگ اسلام لاؤ گے یا ہم ایسے شخص کو تمپر بھیجیں جو ہمسے ہو یا مثل میری نفس کے ہو کہ تمہاری گردنوںکو مارےگا۔ اور تمہاری اولاد کو قید کریگا اور تمہارے مال کو لیگا۔ کہا عمر نے کہ قسم خدا کی مینے کبھی امارت کی تمنا نہ کی مگر اُس روز کہ اپنے سینہ کو اونچا کرنے لگا اس امید پر کہ حضرت میری طرف اشارہ کریں مگر آپ ملتفت ہوئے حضرت علی کی طرف اور ہاتھ پکڑکر فرمایا وہ شخص یہ ہے وہ شخص یہ ہے

پھر ایسی تصریح صریح کے بعد شیخین کو مصداق آیہ مذکورہ قرار دینا اگر کفر نہیں ہے تو کیا ہے؟ رسول اللہ نے جس تصریح اور توضیح سے احکام خدا کی تبلیغ کی ہے اگر کوئی مسلمان اوسمیں غور کرے تو اوسکے اسلام وایمان کو کافی ہے مگر ان دشمنان خدا و رسول کو ایسی معاندت ہے کہ جس بات سے حضرت بہ اصرار نفی کرتے ہیں۔ اوسکے اثبات پر انکو اصرار ہے دیکھو رسول اللہ نے اس مضمون کو ایک تیسرے موقع پر بھی فرمایا ہے چنانچہ اوسی روضۃ ندیہ میں ہے

عن ابی سعید الخدری قال سمعت رسول اللہ ص یقول ان منکم من تقاتل علی تاویل القرآن کما قاتلت علی تنزیلہ قال ابوبکر انا ھو یا رسول اللہ قال لا قال عمر انا ھو یا رسول اللہ قال لا ولکن خاصف النعل وکان اعطی علیاؑ نعلہ یخصفہا اخرجہ ابوحاتم ص ۱۱۸

یعنی ابوسعید خدری سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ نے بعض تمسے وہ ہوگا جو قتال کریگا تاویل قرآن پر جیسا کہ مینے قتال کیا تنزیل قرآن پر۔ ابوبکر نے کہا وہ شخص میں ہونگا حضرت نے فرمایا نہیں۔ عمر نے کہا میں ہوں حضرت نے فرمایا نہیں۔ بلکہ خاصف النعل اور دیا تھا حضرت علی کو نعل اپنی پیوند لگانے کو۔

دیکھئے یہ تین موقع کی تین حدیثیں ہے جدا جدا جسمیں حضرت نے بکمال تصریح ارشاد فرمایا

کہ شیخین نہ اونلوگونسے ہیں جنکے قلب کا امتحان لیا گیا۔ نہ اونلوگونسے جنہیں خدا مبعوث
کریگا قتال کرنے کے لئے یا لوگونکے اسلام کے لئے نہ اونلوگوں سے جو مقاتلہ کرینگے تاویل قرآن پر
مگر حضرات اہلسنت زبردستی خلفاہی کو ہر جگہ پیش کرتے ہیں۔

یہاں اگر یہ شبہہ ہو کہ اگرچہ طرق اس حدیث کے مختلف ہیں مگر اصل حدیث ایک ہی
ہے تو اوسکو یوں دفع کیجیے کہ خود علامہ محمد بن اسمعیل روضہ ندیہ میں کہتے ہیں و بہ
ھدد رسول اللہ قریشا کما اخرجہ الترمذی وصححہ واخرجہ الخطیب
وقد تقدم من حدیث علیؑ قال لما کان یوم الحدیبیہ خرج الینا ناس
من المشرکین الی آخرہ ص ۱۲۱

یعنی اور اسی حدیث سے حضرت نے تہدید کیا تھا قریش کو جیسا کہ ترمذی نے اسکی
روایت کی ہے اور صحیح کہا ہے اوسے اور خطیب نے اوسکی تخریج کی ہے اور پہلے مذکور
ہو گئی حدیث علیؑ کہ بروز حدیبیہ مشرکین آئے تھے حضرت کے پاس تا بہ آخر
جس سے بصراحت تمام معلوم ہوا کہ یہ دوسرا واقعہ ہے جو حضرت نے فرمایا کیونکہ پہلا واقعہ
تو وہی ہے جو جنگ حدیبیہ میں ارشاد ہوا۔ پھر دفد ثقیف سے فرمایا۔ پھر اسطرح
بہر حال یہ آیہ نص ہے اسمیں کہ حضرت کو حکم صریح حاصل تھا کہ آپ اونلوگونسے مقاتلہ کریں
جو دین سے مرتد ہوں اور اسلام کی مخالفت کریں۔

دوسرا آیہ وان طائفتان من المومنین اقتتلوا فاصلحوا بینہما فان بغت
احدیہما علی الاخریٰ فقاتلوا التی تبغی حتی تفیٔ الی امر اللہ فان فاءت فاصلحوا
بینہما بالعدل واقسطوا ان اللہ یحب المقسطین ہے۔
جو صریح آیہ ہے دفع بغاوت کے بارہ میں کہ یہانتک اونسے جنگ کرو کہ وہ رجوع کریں طرف
دین حق کے۔ اور اسمیں کسیکو عذر ہی نہیں ہو سکتا کہ یہ لوگ باغی تھے کیونکہ بجز جناب
امیرؑ اوسوقت کسیطرح کا کوئی امام نہ تھا جسکی مخالفت پر بغاوت کا اطلاق ہو سکے
اور آجتک کسینے اسمیں تردد بھی نہیں کیا ہے کہ وہ سب باغی تھے۔

یہ سب نصوص صریحہ ہیں اگرچہ بلفظ عام ہیں۔ مگر قرائن و شواہد سے خاص ہے

کہ غیر حضرت مراد نہیں ہو سکتا۔ الغرض کے علاوہ خود رسولؐ نے بتصریح صریح آپسے ان بغاوتونکی خبر دی اور حکم صریح دیا۔

علامہ محمد بن اسمٰعیل صلاح امیر روضہ ندیہ شرح تحفہ علویہ میں لکھتے ہیں وممادلت علیہ القضایا المذکورۃ عظم مقام امیر المومنینؑ فان رسول اللہ امرہ بقتال الطوائف مع انہم ماخرجوا عن ایمان ولا کفروا باللہ ورسولہ بل بعصیانہم امیر المومنین بالنکث علیہ وعدم الدخول فی طاعتہ وسبہ وتکفیرہ فانہ ص علق الامر بالقتال بالنکث وماذکر معہ فدل علی انہ علۃ القتال ولا یقال ان امیر المومنین قال فی کلامہ فی الخوارج قد سفکوا الدم الحرام واغاروا علی سرح الناس وانہ جعل علۃ قتالھم وکذلک اھل الجمل لم یناد ھم بالقتال حتے بدءوہ فدل ان قتالہم لیس لعدم طاعتہ بل للفساد فی الارض والبغی علی المسلمین لانا نقول لا مانع من تعدد العلۃ وانہ ع مسامح فیما الیہ واستاناتہم رجاء رجوعہم فلما تحقق منہم عدم الانابۃ بل تحقق منہم الزیادۃ علی ماکان مقتضیا تاماً لقتالہم فح اقدم علیہم وھذا خاص بہ اعنی قتل من نکث اولم یبایع او کفرہ او فارق طاعتہ ص ۲۶۴

یعنی ان قضایا سے ظاہر ہے عظمت مرتبہ جناب امیر المومنین کہ حضرت رسولؐ نے آپکو حکم دیا قتال کا ان تینون فرقونکے ساتھ ناکثین۔ قاسطین۔ مارقین حالانکہ نہ وہ اسلام سے خارج ہوئے تھے نہ کفر کیا تھا خدا اور رسولؐ کے ساتھ۔ بلکہ صرف اسوجہ سے اونکے قتال کا حکم دیا کہ اونہوں نے مخالفت کی تھی امیر المومنینؑ کی۔ اور آپکی اطاعت نہ کی اور سب وتکفیر پیش آئے۔ کیونکہ حضرت نے حکم قتال کو معلق کیا ہے نکث بیعت کے ساتھ اور دوسرا کوئی امر اسکے ساتھ نہیں ذکر کیا لہذا معلوم ہوا کہ بحکم رسول مجرد عصیان علۃ قتال ہے۔

اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ جناب امیر نے اپنے کلام میں جو وجہ قتال خوارج ذکر کیا تو اسکو فرمایا کہ اونہوں نے خونریزی کی اور مال لوگونکا لوٹ لیا اور مسلمانوں پر زیادتی کی۔ اسیطرح اہل جمل کے ساتھ حضرت نے اوسوقت جنگ شروع کی کہ خود اونہوں نے ابتدا کی۔ لہذا معلوم ہوا کہ حضرت نے محض اس وجہ سے نہیں جہاد کیا کہ اونہوں نے آپکی اطاعت نہ کی تھی۔ بلکہ اسوجہ سے کہ وہ باعث فتنہ و فساد ہوئے اور خونریزی اور لوٹ مار کے مرتکب ہوئے۔

تو اوسکا ہم یہ جواب دینگے کہ یہ ضرور نہیں کہ علۃ ایک ہی ہو (عصیان) بلکہ بہت سی علتیں ہو سکتی ہیں۔ (یعنی یہ امور بھی اسباب قتال میں تھے) اور حضرت نے ابتک اونکے ساتھ مسامحہ کیا (یعنی وہ بمجرد نافرمانی مستحق قتل تھے مگر حضرت نے چشم پوشی کی) اور درگذر کیا کہ شاید امر حق کی طرف رجوع کریں جب بخوبی ثابت ہوگیا کہ وہ کسیطرح امر حق کی طرف رجوع نہیں کرتے۔ بلکہ اور سرکشی و تمرد اونکا ترقی کر رہا ہے کہ اب پورے طور پر مستحق قتال ہوگئے۔ تو حضرت نے قتال پر اقدام کیا۔ اور یہ امر حضرت کے مخصوصات سے ہے کہ آپ اپنے مخالفونکو قتل کریں۔ یا اونلوگو جنہوں نے بیعت نہ کی۔ یا تکفیر کے مرتکب ہوئے اور اونکی اطاعت و فرمانبرداری سے علیحدہ رہے۔　　تمام ہوا ترجمہ روضہ ندیہ

اس عبارت نے آپکو بتادیا کہ رسول اللہ کا حکم خاص آپکو یہی تھا کہ جو شخص آپکی نافرمانی کرے اور اطاعت و انقیاد نہ کرے اوس سے قتال کرو اوسکو قتل کرو۔ مگر باینہمہ حضرت نے اسپر اوسوقت تک نہ اقدام کیا کہ وہ سب اسباب جمع ہوں جن سے ہر عاقل کے نزدیک جہاد کرنا لازم ہو۔ بخلاف اسکے ابوبکر صاحب کے قتال کو آپ دیکھ چکے کہ کسطرح ناجائز تہا۔

حضرت کا اجتہاد اگرچہ اس تحقیق کے بعد اب کوئی ضرورت نہیں رہی کہ اسپر زیادہ روشنی ڈالیں کیونکہ نص قطعی کے بعد کسی اجتہاد کی ضرورت نہیں رہتی مگر چونکہ آپ خلقی طور پر حلیم و رحیم پیدا ہوئے تھے حدیث المسلم من سلم المسلمون من یدہ ولسانہ ہر وقت پیش نظر تھی حضرت نے اپنی پوری کوشش اور پورے جہد کو اس بارے میں صرف کیا کہ انلوگونکے ساتھ کیا کرنا چاہیئے نہ اس لحاظ سے کہ کسطرح کا آپکو اسمیں شک یا تردد ہو

بلکہ اس لحاظ سے کہ اگر قتال کرتے ہیں تو اسقدر صحابہ۔ اور ظاہری مسلمان قتل ہوتے ہیں۔ اگر سکوت کرتے ہیں تو اس خونریزی اور فساد میں اور بھی ترقی ہوتی ہے کیونکہ خلافت خلیفہ اول سے انکو چسکا پڑا ہوا تھا کہ جہانتک ہوسکے لوٹ مار کرنا چاہیے اور ناجائز وسائل سے کام نکالنا چاہیے۔

اس کوشش اور غور و تامل کو حضرت اپنے ان لفظوں میں ادا فرماتے ہیں کہ ایسا روضہ ندیہ میں ہے۔ عن مالک بن الجون قال قام علیؑ بالربذة فقال من احب ان یلحقنا فلیلحقنا ومن احب ان یرجع فلیرجع ماذونا له غیر حرج فقام الحسن بن علیؑ فقال یا ابت او یا امیر المومنین لقد کنت فی حجر وکان للعرب فیک حاجة لاستخرجوک من حجرک فقال الحمد للّٰه الذی یبتلی من شاء بما شاء اما واللّٰه لقد ضربت هذا الامر ظهر البطن اوذنبا ورأسا فواللّٰه ان وجدت له الا القتال او الکفر باللّٰه یحلف باللّٰه علیه اجلس یا بنی ولا تحن حنین الجاریه اخرجه ابو الجهم ذکره المحب الطبری ولما التقا الفریقان یوم الجمل صف امیر المومنین الناس ثم نادی لا یرمین رجل

یعنی مالک بن جون سے روایت ہے کہ جب حضرت بقصد جنگ بصرہ مدینہ سے روانہ ہوئے۔ تو بمقام ربذہ قیام کیا (جہاں ابوذر صحابی رسول مدفون ہیں کہ عثمان نے انکو مدینہ سے خارج کیا تھا) اور فرمایا کہ جو شخص چاہے ہم سے ملحق ہو۔ (یعنی ساتھ چلے) اور جو چاہے پھر جائے تو پھر جائے اوسکو اذن ہے بغیر کسی حرج کے (یہی کلام جناب امام حسین علیہ السلام کا تھا بروز عاشور)۔ پس کھڑے ہوئے امام حسنؑ اور فرمایا کہ اے بابا یا اے امیر المومنینؑ اگر آپ پتھر کے اندر بھی چھپے رہتے۔ تو عرب آپکے ایسے محتاج تھے کہ وہاں سے بھی باہر لاتے (اپنی غرض کے لیے) پس جناب امیر المومنینؑ نے فرمایا حمد ہے اوس خدا کا کہ جس کو چاہتا ہے جس بات میں چاہتا ہے مبتلا کرتا ہے اور جسکو چاہتا ہے جس بات سے چاہتا ہے معاف کرتا ہے

بسھم ولا یطعن برمح ولا یضرب
بسیف ولا تبدءوا الیوم بالقتال
وکلموھم بالطف کلام لان ھذا
مقام من فلج فیہ فلج یوم القیمۃ فلم یزل وقوفا
حتی تعالی النھار فنادی القوم
باجمعھم یا ثارات عثمان فنادی علی
محمد بن الحنفیہ ما یقولون قال
یقولون یا ثارات عثمان فرفع علی
یدیہ فقال اللھم کب الیوم قتلۃ
عثمان لوجوھم وعن محمد بن عمر
بن علی ابن ابی طالب لم یقاتل
یوم الجمل حتی دعا الناس ثلاثا حتی
اذا کان یوم الثالث دخل علیہ
الحسن والحسین وعبد اللہ بن
جعفر فقالوا قد اکثروا فینا الجراح
فقال یا ابن اخی واللہ ما جھلت
شیئا من امرھم الا ما کانوا فیہ وقال
لی ماء فصب لہ ماء فتوضی ثم صلی
رکعتین حتی اذا فرغ رفع یدیہ و
دعاء بہ وقال ان ظھرتم علیھم فلا
تطلبوا مدبرا ولا تجھزوا علی جریح
وانظروا ما حضر وابہ الحرب من
انیہ فاقبضوہ وما کان سوی ذالک

آگاہ ہو قسم خدا کی ہمنے اس امر میں اچھی
طرح غور کیا ظاہر و باطن پر یا مقدم و
موخر پر پس قسم خدا کی نہ پایا مینے مگر جنگ
کرنیکو یا کفر کرنے کو (یعنی اس معاملہ میں
بھی دو صورت ہے یا جنگ کروں
نہیں تو کفر اختیار کروں) پھر قسم دیا
خدا کی کہ بیٹھ جاؤ اور لڑکیوں کی طرح
نالہ نہ کرو اس روایت کو نقل کیا ہے
ابو الجھم نے اور ذکر کیا ہے محب طبری
نے جب ابروز جمل دونو طرف کے لشکر
آراستہ ہوئے اور صف قائم کیا امیر المومنین نے
تو آواز دی کہ کوئی شخص کسی پر تیر نہ
چلائے ۔ نہ نیزہ لگائے ۔ نہ تلوار مارے
آج کے روز جنگ کی ابتدا نہ کرو ۔ اور
کلام کرو بہ الطف کلام ۔ پس برابر کھڑے
رہے حضرت یہانتک کہ بلند ہوا روز ۔
اور دوسری طرف سے آواز بلند ہوئی
یا ثارات عثمان یعنی انتقام عثمان لینا
چاہیے ۔ حضرت نے محمد بن الحنفیہ سے
پوچھا کہ لوگ کیا کہتے ہیں عرض کیا کہ
یا ثارات عثمان کہتے ہیں ۔ حضرت نے
دو نو ہاتھ اپنے بلند کئے اور فرمایا خداوندا
آج قاتلان عثمان کو اونکے منہ کے بھل گرا

فهو لورثته

وعن بشر الشيباني في قصة حرب
الجمل قال فاجتمعوا بالبصرة فقال
علي من يأخذ المصحف ثم تقول لهم
ماذا تنقمون تريقون دماءنا و
دماءكم فقال رجل انا يا امير المومنين
قال انك مقتول قال لا ابالي فاخذ
المصحف فذهب به اليهم فقتلوه
ثم قال من الغد مثل ما قال فقال
رجل انا فقال انك مقتول كما
قتل صاحبك قال لا ابالي فذهب
فقتل ثم قال كليوم واحد قد حل
لكم قتالهم الآن فبرز هولاء
وهولاء فاقتتلوا قتالا شديدا
فرد عليهم ما في العسكر حتى القدر
ذكر هذه الاحاديث الثلثة
الحافظ السيوطي ص ۳۲

محمد بن عمر بن علیؓ راوی ہیں کہ حضرت نے
جنگ جمل میں اوسوقت تک جنگ نہ کیا
کہ تین روز کی اونکو مہلت دی جب تیسرا
روز ہوا تو حضرت امام حسنؑ اور امام حسینؑ
اور عبداللہ بن جعفر حاضر خدمت ہوئے
اور عرض کیا کہ اب تو ہماری لشکر کے لوگ
بہت زخمی ہوئے حضرت نے فرمایا اے
برادرزادے میں بے خبر نہیں ہوں سب
باتیں مجھے معلوم ہیں۔ تھوڑا پانی لاؤ حضرت
نے وضو کیا اور دو رکعت نماز پڑھی اور ہاتھ
اوٹھا کر دعا کی۔ پھر فرمایا اگر تم فتحیاب ہو
تو جو بھاگ جاے اوسکا پیچھا نہ کرو۔ جو زخمی
ہو کر گرا ہو اوس پر حملہ نہ کر۔ اور دیکھو جو چیز بر
لشکر میں ہیں وہی تو لوٹی جائیں آئینہ وغیرہ
ہے۔ اور اسکے سوا جو کچھ ہے وہ اونکے
وارثوں کا مال ہے۔

بشر شیبانی راوی ہیں کہ جب سب جمع
ہوئے بصرہ میں تو حضرت نے فرمایا کون تم سے ایسا ہے جو مصحف لیکر انکے پاس جائے اور پوچھے
تم کیوں بگڑے ہو جو خونریزی کرتے ہو اور ہمارا بھی خون کرتے ہو اور اپنا بھی۔ ایک شخص آمادہ
ہوا حضرت نے فرمایا مگر یہ جان رکھو کہ تم قتل کیے جاؤ گے اوسنے کہا کوئی پروا نہیں مصحف لیکر
وہاں گیا اور حضرت کا پیغام پہونچایا پس قتل کیا گیا دوسرے روز بھی یونہی ایک دوسرا
آدمی گیا تیسرے روز حضرت نے اجازت دی کہ اب تمکو حلال ہوا قتال انکا پس نہایت
شدید جنگ ہوئی۔ پس رد کیا اونپر یہانتک کہ دیگچی کو

اس روایت سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ جو شخص کوئی کام خدا کے لئے کرتا ہو اور اوسکی مرضی اور خوشنودی کا جویا ہوتا ہے کسطرح اوس کام پر اقدام کرتا ہے کیونکہ تمامی عقلا کو خونریزی اور قتل و غارت سے عقلاً اجتناب لازم ہے اور حتی الوسع اسپر اقدام نہیں کرتا مگر بمجبوری یہی وجہ ہے کہ کل انبیا اور اوصیا بذات خود جنگ میں شریک رہتے ہیں تاکہ اون فرقونکو تعلیم کرتے رہیں جس سے شرعی جہاد اور ملکی جنگ و جدل میں فرق ظاہر ہو۔ کیونکہ جنگ و پیکار دونوں میں ہے خونریزی دونوں میں ہوتی ہے جان کا نقصان دونوں میں ہے فرق ہے تو اسقدر کہ ایک جنگ کی غرض محض ہوا و ہوس ہے دوسرے کی غرض رضائے باری ہے اسیلئے خود جناب رسالتمآب بنفس نفیس ہر اوس جہاد میں شریک رہے جسکی اہمیت اور عظمت سے آپ واقف تھے تاکہ مسلمانونکو سمجھاتے رہیں اور تعلیم دیتے رہیں کہ کس حالت میں حملہ کرنا چاہئے اور کس ضرورت سے۔

یہی رفتار جناب امیرؑ ہے کہ حضرت جہاد کو تشریف لیگئے ہیں اور کس کس طرح پھونک پھونک کر قدم رکھ رہے ہیں کہ کوئی امر خلاف حکم خدا و رسول نہ ہونے پائے بخلاف دوسروں کے جنھوں نے اس حکومت کو ذریعہ ملک گیری قرار دیا اونھوں نے وہی طریقہ اختیار کیا جو ڈاکوؤں اور لٹیروں کا ہے۔

جناب امیرؑ کس وضاحت سے فرماتے ہیں کہ میں نے غور و فکر کا کوئی دقیقہ اوٹھا نہیں رکھا ہر پہلو و جانب پر نظر کی۔ مگر دو بات کے سوا تیسری نہیں نکلتی یا تو ان سے جنگ کروں۔ یعنی یہ واجب القتل ہیں۔ اور اگر نہ جنگ کروں تو کافر ہو جاؤں کیونکہ واجب القتل کا چھوڑنا واقعاً با وصف اختیار کفر ہی کرنا ہے۔

اب آپ ہی فرمائیے حضرت ایسی حالت میں کیا کرتے کیونکہ ایک بات اختیار کرنا ضرور تھا یا ترک قتل کریں تو کفر لازم آتا ہے یا جہاد کریں تو ہزاروں صحابہ مارے جاتے ہیں جن لوگونکو اسلام کی محبت نہوگی یا ترقی اسلام کے خواہاں نہونگے وہ تو یہی لکھینگے کہ ترک اسلام بہتر تھا کیونکہ یہی اصلی مقصد اونکا ہے اور اسیکی تعلیم دی گئی ہے

کیونکہ جنگ احد میں بھی حضرت کا یہ خیال تھا کہ ترک جہاد کرنا مستلزم کفر ہے اور بزرگان
اہلسنت کا خیال یہ تھا کہ جان کی سلامتی مقدم ہے اگرچہ اسلام جائے کیونکہ وہ اسلام
ہی کب لائے تھے چنانچہ تاریخ خمیس میں ہے انتہی انس بن النضر عم انس بن
مالک الی عمر بن الخطاب وطلحہ بن عبید اللہ فی رجال من المہاجرین
والانصار وقد القوا بایدیھم فقال ما یجلسکم قالوا قتل رسول
اللہ قال فما تصنعون بالحیاۃ بعدہ قوموا فموتوا علی مثل ما مات
علیہ رسول اللہ ثم استقبل القوم فقاتل حتی قتل ص۴۰۴ جلد اول
یعنی انس بن نضر عم انس بن مالک نے دیکھا کہ عمر بن الخطاب اور طلحہ مع دیگر
مہاجرین وانصار چپ چاپ ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے ہیں تو انس نے پوچھا کیوں بیٹھے
ہو کہا کہ رسول اللہ تو قتل ہو گئے انس نے کہا پھر تم بھی اوسی راہ میں مر جاؤ جس راہ
پر حضرت نے وفات کی بعد اوسکے انس چلے گئے اور جا کر لڑے یہانتک کہ شہید ہوئے
جس سے معلوم ہوا کہ یہ لوگ کس خیال کے تھے کیونکر آخر انس نے بھی وہی خبر غلط سنی
تھی مگر اسلامی حمیت نے اونکو بیٹھنے نہ دیا اور باوصف استماع خبر شہادت رسول اللہ اونہوں نے جہاد
کیا اور شہید ہوئے مگر یہ لوگ بیٹھے کے بیٹھے رہے۔
نہیں نہیں بلکہ دوسری فکریں ہو رہی ہیں کہ کسطرح ابو سفیان سے جان بخشی کی استدعا
کی جائے چنانچہ اوسی تاریخ خمیس میں ہے قال بعض المسلمین لیت لنا رسولاً
الی عبد اللہ بن ابی فیاخذ لنا اماناً من ابی سفیان ص۴۹۰
یعنی کاش ہمکو ایک قاصد ملتا کہ اوسکو عبد اللہ بن ابی کے پاس بھیجتے کہ وہ ہمارے لئے
ابو سفیان سے امان حاصل کرتا۔
غرض جس پہلو سے دیکھا جائے ایسے موقع میں بجز جدال و قتال کے معمولی عقل
والے انسان کو بھی چارہ نہیں کیونکہ فتنہ و فساد کا دبانا ہر عاقل پر لازم ہے باغیوں کی
سرکوبی تمامی ملل میں لازم۔ پھر جناب امیر کیونکر اسکے خلاف کرکے نہ صرف مورد اعتراض
علمائے عالم بنتے بلکہ حکم صریح خدا و رسول کی مخالفت لازم آتی۔ آخر حضرت علی مسلمان

تھے مومن تھے امیر المومنین تھے کیونکر ممکن تھا اسکی مخالفت کرکے راہ کفر کو اختیار کرتے خدا رحم کرے اون مسلمانون پر جو سب حالات جانتے ہیں اور بخوبی واقف ہیں۔ مگر صرف اسوجہ سے اعتراض کرتے ہیں کہ شیعہ آپکو امام معصوم سمجھتے ہیں حالانکہ اصول مسلمہ اہلسنت سے کوئی متنفس نہ آپکی امامت سے انکار کرسکتا ہے نہ عصمت سے پھر بجز اسکے کیا چارہ ہے کہ اونلوگونکے حق میں دعا کریں۔

یہاں آپکے پیش نظر دونو واقعہ موجود ہے کہ ابوبکر صاحب نے بلا استحقاق کسطرح خلافت پر قبضہ کیا اور خلاف حکم خدا و رسول کسطرح ہزارون لاکھون مسلمانونکو قتل کیا اور جلایا جسپر مرتے وقت وہ افسوس بھی کرتے ہیں کہ کاش ہم حضرت سے پوچھے ہوتے۔ کاش یہ نہ کئے ہوتے۔ مگر اوسپر اہلسنت کو کوئی اعتراض نہین۔ اور اعتراض ہے تو قتل جناب امیر پر جس سے معلوم ہوا کہ نہ یہ لوگ مسلمان ہیں نہ اسلام لائے ہیں جو حکم خدا و رسول بلکہ قول خدا و رسول پر اعتراض کرتے ہیں اور اوسی دشمن اسلام سے محبت ہے جسنے اسلام کو اسطرح تباہ و برباد کیا کہ بالخصوص اون مظالم کے دفعیہ میں جناب امیرؑ کو یہ زحمت اوٹھانی پڑی۔

آپ نتیجہ پر جاتے ہیں اور اوسکے اسباب پر نہیں نظر کرتے کہ کیوں نتیجہ و ہ بیں نکلا اور کیوں خراب نکلا۔ آپکو اسپر ناز ہے کہ ابوبکر صاحب نے اپنی ڈہائی برس کی خلافت میں باغیوں کو بہی سر کیا اور فتوحات بھی ہوئی لیکن جناب امیرؑ کی خلافت چار برس رہی اور کچھ نہو سکا یا ہوا تو بدتر۔

مگر اسپر نہیں غور کرتے کہ جن لوگونکو ابوبکر نے سر کیا اونہیں رسول اللہ نے دس برس میں سر کیا تہا تو کیا ابوبکر صاحب رسول اللہ سے بہی افضل تھے یا انکی قوت انتظامیہ حضرت سے بہی بڑہی ہوئی تھی کیا کوئی مسلمان اسکا دعوی کرسکتا ہے ہرگز نہیں پھر کیا تھا۔

اسباب کامیابی خلافت ابوبکر اوسوقت قائم ہوئی جب ممالک اسلام انتظام جناب امیرؑ کے ذریعہ سے بعہد رسول ہر طرح کامل و مکمل تھا کسیطرح کا اختلال نہ تھا جو کسیکو درست کرنیکی ضرورت ہوتی۔ بلکہ اس اچانک خلافت سے ایک دفعی اختلال پیدا ہو گیا تھا جو مرتی

سکوت جناب امیرؑ سے فرو ہو گیا۔ کیونکہ اونکا دعوی یہ تھا کہ اگر خاندان رسالت سے
یہ خلافت خارج کی جاتی ہے تو ہم زیادہ مستحق ہیں کیونکہ ہمیشہ سے معزز رہے ان اراذال کو
اس سے کیا تعلق۔ جب جناب امیرؑ کی طرف سے کسیطرح کی امداد اونکو نہ ملی تو وہ سب بھی ساکت
ہو گئے جس سے سارا قصہ طے ہوا اور لوگ اوسکو فتح سمجھتے ہیں۔

بخلاف جناب امیر علیہ السلام کہ حضرت نے خلافت اوسوقت قبول کی جب عام بدنظمی
پھیل چکی تھی۔ ہر ہر صوبہ میں بغاوت سرکشی کا مادہ پورا آچکا تھا طوائف الملوکی کا نقشہ
تہا کہ خلیفہ اپنے عہدہ دارونکو بغرض امداد طلب کرتے ہیں کوئی نہیں آتا۔ ایسے حال
میں جناب امیر اسقدر جلد کیونکر اس فساد کو درست کر سکتے تھے۔

(۲) خلافت ابوبکر اوسوقت قائم ہوئی جبکہ کسی قسم کی سازش اس غرض سے نہیں کیگئی
تھی کہ کسی خاندان خاص میں یہ خلافت نہ جانے پائے کیونکہ اگرچہ رسول اللہ نے ابتداء
بعثت سے خلیفہ اپنا مقرر کر دیا تھا اور آخری زمانہ میں بوقت معاودت حجۃ الوداع اوسکا
باضابطہ اعلان بھی کیا تہا۔ مگر یاروں نے اوسمیں ایسی تاویلیں کیں کہ اولا بہتونکو اصل
حکم ہی نہ معلوم تہا اور جنہیں معلوم تھا وہ سب اس مشورہ میں شریک تھے کہ ایسا ہونے
پائے۔ لہذا صحابہ کی مخالفت کا انتظام پہلے سے مکمل تھا ہر شخص اوسمیں ساعی ہے کہ کبھی
نہ کبھی ہمارا قبیلہ بھی سردار ہو گا۔

جناب امیرؑ کی خلافت اس طریقہ پر قائم ہوئی کہ ۲۶ برس اسمیں صرف ہو چکے ہیں کہ اس
خاندان میں خلافت نہ جانے پائی۔ اب رعایا۔ یا ارکان سلطنت وہی لوگ ہیں جو اسپر
مصمم ہیں کہ کسیطرح آپ خلیفہ نہ ہو سکیں۔

(۳) ابوبکر کی خلافت میں ساعی اور مدبر وہ کل صحابہ ہیں جنکی خواہش تھی کہ خاندان
رسالت میں خلافت نہ جانے پائے مخالف ہیں تو بیرونجات کے قصباتی دیہاتی جنکے پاس نہ
آلات حرب درست ہیں نہ تجربہ کار ہیں نہ مال ہے نہ اتفاق کیونکہ متفرق دہاتوں میں آباد ہیں
جناب امیرؑ کی خلافت میں ساعی اور کوشاں زیادہ بیرونجات کے لوگ ہیں جنکے دباؤ
سے خلافت تو حاصل ہوئی مگر وہ سب اپنے اپنے ملک کو واپس چلے گئے۔ اب جناب امیر ع

سکے ساتھ وہی لوگ ہیں جو قلبًا عداوت رکھتے ہیں اور کسیطرح نہیں چاہتے کہ آپکی خلافت
چل سکے۔ یہی باعث ہے کہ ابوبکر کے مخالف وہ دہاتی تھے جنکا زور فوراً توڑ دیا گیا اور جناب
امیرؑ کے وہ لوگ مطیع ہیں مگر جتنے لوگ ارکان دولت سمجھے جاتے ہیں وہ سب مخالف ہیں
پھر اتنا جلد کیونکر کامیابی ہوسکتی

(۴) ابوبکر کو خلافت پاتے ہی مال کافی مل گیا تھا کیونکہ اسود عنسی سے جنگ کا حکم حضرت
دیچکے تھے اور فتح وفیروزی لشکر اسلام کی بھی خبر دے چکے تھے کہ آج کی شب اسود عنسی
مارا گیا۔ وفات کے چند روز بعد فتح کی خبر آئی جسکے ساتھ مال غنیمت وغیرہ کا آنا بھی ضروری
ہے۔ سپاہیونکے دل بڑہے ہوئے لشکر کی ہمت بڑہی ہوئی ہے

بخلاف جناب امیرؑ کہ حضرت نے اوسوقت خلافت قبول کی ہے جب خزانہ خالی لشکر پریشان
بغاوت پر آمادہ پھر کیا اسکی اصلاح ایسی آسان ہے

(۵) ابوبکر کی خلافت اوسوقت قائم ہوئی جب لشکر اسلام تجہیز جیش اسامہ کے لئے تیار اور
مرتب تھا ان کی بدولت نہ جاسکا اب خلیفہ وقت کو ہر طرح کی آسانی تھی جو اونکے حسب خواہ
ہوا تھا کہ جدہر چاہیں بھیجدیں۔

جناب امیرؑ کی خلافت اوسوقت قائم ہوئی جب نہ کوئی باضابطہ لشکر تھا نہ فوج تھی جو لوگ
فوجی کام کرتے وہ سب خلیفہ کے اعمال سے متنفر تھے اور باغی ہو رہے تھے جنکے تفریق کی
ضرورت تھی۔ پھر اگر حضرت کو واقعًا خلیفہ بھی وہ مانتے تو انتظام کسی امر کا مشکل تھا چہ جائیکہ
سبکی خواہش کے خلاف آپکی خلافت قائم ہوئی۔

(۶) ابوبکر صاحب کے مخالف چند دہات ہیں جو ملک عرب میں محدود تھا جہاں کے حاکم وہ صحابہ
ہیں جو ہوادار خلیفہ اول ہیں۔

جناب امیرؑ کے مخالف بڑے بڑے وہ شہر ہیں جو ممالک اسلامی میں نامی گرامی ہیں اور مخالفین
حضرت سے وہ لوگ ہیں جو ان شہروں کے حاکم اعلی کہ تمام شہر پر اونکا قبضہ ہے۔

(۷) ابوبکر کے مخالف گو مسلمان تھے مگر وہ مرتد کھے گئے تھے جس سے ہر کس وناکس کی ہمت
اونکے قتل پر بڑہ گئی کہ جہاد ہے۔

مگر یہ بھی اُسی رنگ کے نکلے جو رنگ ابو عبیدہ کا تھا چنانچہ طبقات ابن سعد مین ہی قال
فخرج معاذ الی الیمن فلم یزل بہا حتی توفی رسول اللہ فوافی السنة التی
حج فیہا عمر بن الخطاب استعملہ ابو بکر علی الحج فالتقیا یوم التروی
منی فاعتنقا وعزی کل واحد منہما صاحبہ برسول اللہ ثم اخ
الی الارض یتحدثان فرای عمر عند معاذ غلمانا
[illegible]
[illegible] حضرت عبد اللہ بن عمر
[illegible] جنکی صحابیت سے اختیارات نہ صرف اسوجہسے بڑھے
تھے کہ وہ خلیفۂ دوم کے فرزند ارجمند ہین بلکہ اسوجہ سے کہ وہ پہلے ہی سے نامور
تھے کہ حضرت حفصہ زوجۂ رسولؐ کے بڑے بھائی تھے جس سے آپ سمجھ سکتے ہین کہ
تمام مسلمان ان سے واقف تھے۔

دوسرے سعد بن ابی وقاص ہین جو خلیفۂ اول کے ساتھ ہی اسلام لائے تمام غزوات
مین شریک رہے۔ خلیفۂ اول کی اعانت مین اُسی طرح سرگرم رہے۔ خلیفۂ دوم کے
عہد مین کوفہ کے گورنر تھے۔ عشرۂ مبشرہ مین اُنکا نام داخل کیا گیا تھا۔ مرتے وقت
خلیفۂ دوم نے انکو بھی خلافت کا اُسی طرح حق دار بنایا جس طرح خلیفۂ سوم کا نام لیا
تھا کیونکہ انھون نے یہی چھ نام لیے تھے۔ طلحہ۔ زبیر۔ سعد بن ابی وقاص۔ عبد الرحمن
بن عوف۔ عثمان۔ جناب امیرؑ۔ اب بتائیے اگر جناب امیرؑ فرماتے ہین کہ یہ مرتد ہو گئے
تو کون مانتا ہی۔ کفر کا حکم انپر دیا جائے تو کون سنتا ہی۔ کیونکہ آجتک تو جتنے لوگ
اسلام لائے ہین اسلام مین کوئی اثر دیکھ رہے ہین تو انھین کا۔ بلکہ جناب امیرؑ ایک
[illegible] اُس حلقہ سے خارج ہین مشکوک نگاہ سے دیکھے جاتے ہین پھر کون ان لوگون کو مرتد
کہہ سکتا تھا اور اُسکی کیا سماعت ہوتی۔ کیونکہ جو لوگ اصل حقیقت سے کچھ واقف
تھے القرآن ہین تو مر چکے ہین مثل حضرت سلمانؓ۔ ابو ذرؓ۔ حذیفہ۔ ابن مسعودؓ کے۔ اور
جو واقف کار ہین یعنی عمارؓ وہ طرفداری جناب امیرؑ کے ساتھ متہم ہین بہت سے صحابہ
ان سے بھی اسی طرح ناراض ہین جس طرح جناب امیرؑ سے ناراض تھے۔ پھر آپ کیونکر اُنکے

...ونہ دو ایک وا...

حصين والاقرع بن حابس ...

ارض سبخة فيها كلاء ولا منفعة ان رايت ان تقطعناها لعلنا نحرثها

ونزرعها ولعل الله ان ينفع بها بعد اليوم فقال ابو بكر لمن حوله من الناس

ما ترون قالوا لا باس فكتب لهما كتابا واشهد فيه شهودا وعمر ما كان

حاضرا فانطلقا اليه ليشهد في الكتاب فوجداه قائما يهنا بعيرا

فقالا ان خليفة رسول الله صلعم كتب لنا هذا الكتاب وجئناك لتشهد على

ما فيه افتقرءه ام نقرءه عليك قال اعلى الحال التي تريان ان شئتما فاقرءا

وان شئتما فانتظرا حتى افرغ قالا بل نقرءه عليك فلما سمع ما فيه

اخذه منهما ثم تفل فيه فمحاه فتذمرا وقالا له مقالة سيئة فقال ان

رسول الله صلعم كان يتالفكما والاسلام يومئذ ذليل وان الله اعز الاسلام

فاذهبا فاجهدا جهدكما لا ارعى الله عليكما ان ارعيتما فجاء الى ابي بكر

وهما يتذمران فقالا له والله ما ندري انت امير ام عمر فقال بل هو

لو كان شاء وجاء عمر رض وهو مغضب حتى وقف على ابي بكر فقال اخبرني

عن هذه الارض التي اقطعتها هذين اهي لك خاصة ام بين المسلمين

عامة فقال بل بين المسلمين عامة فقال فما حملك على ان تخص بها

هذين دون جماعة المسلمين قال استشرت الذين حولي فاشاروا

بذلك قال افكل المسلمين اوسعتهم مشورة ورضى فقال ابو بكر ...

[illegible] نے ایک تحریر ا[illegible]

[illegible] ہو گئی - عمر اسوقت غیر حاضر تھے - وہ دونون اُس دستاویز کو لیکر عمر کے پاس گئے کہ وہ بھی گواہی کر دین - عمر اُسوقت اپنے اونٹ کے تیل مل رہے تھے اُن دونون نے جاکر کہا کہ خلیفہ نے یہ تحریر لکھدی ہی لائے ہین کہ تم بھی گواہی کر دو ہم پڑھکر سنائین یا تم خود پڑھوگے عمر نے کہا کیا اس حال مین کہ تم دیکھ رہے ہو یا تو خود پڑھو یا اتنا صبر کرو کہ ہم فارغ ہو جائین اُن دونون نے کہا ہم پڑھکر سناتے ہین - جب سنایا تو عمر نے وہ کاغذ لے لیا اور اُسپر تھوک کر اُسکے حروف کو مٹا دیا جس سے وہ دونون سخت برہم ہوے اور بہت برا کلمہ کہا عمر نے کہا کہ پہلے زمانہ مین رسول اللہ اس وجہ سے تم لوگون کی تالیف قلب کرتے تھے کہ اسلام ذلیل تھا - اور اب خدا نے اسلام کو عزیز کر دیا - اب جاؤ جو تم سے کوشش ہو سکے کرو خدا تم پر رحم نہ کرے - اگر کچھ توقع رکھتے ہو - وہ دونون اُسی طرح غصہ مین ابو بکر کے پاس آئے اور کہا نہین معلوم تم خلیفہ ہو یا عمر - ابو بکر نے کہا اگر وہ چاہتے تو خلیفہ ہوتے - اُسکے بعد عمر آئے غصہ مین بھرے ہوے اور ابو بکر کے پاس ٹھہرے ہو کر کہا کہ یہ زمین جو تم نے ان لوگون کو دی ہی کیا تمھاری خاص ہی یا کل مسلمانون کی ہی - (ابو بکر) کل مسلمانون کی ہی (عمر) پھر کیا وجہ ہی کہ تم نے ان دونون کو اس سے مخصوص کیا - اور جماعت مسلمین کو چھوڑ دیا - (ابو بکر) ہم نے ان لوگون سے مشورہ لیا سب نے رائے دی لکھ دیا (عمر) تو کیا انکے مشورہ سے کل مسلمین کا مشورہ ہو گیا اور سب راضی بھی ہو گئے (ابو بکر) ہم نے تو اسی وجہ سے کہا تھا کہ تم اس امر مین زیادہ قوی ہو ہم سے مگر تم نے ہم کو مغلوب کر لیا -

(۱) ...ی دو صحابی ر...

کے مرتکب ہوے کہ زمین آباد کو غیر آباد ...

(۲) ایسی صورت مین فیصلہ کی صورت باجماع رائے عمر و دیگر صحابہ یہی قرار دی گئی تھی
کہ معاملہ شورے سے طے ہو کیونکہ حکم خدا و رسول کی تو ضرورت نہ تھی۔ اسکے مطابق ابو بکر
صاحب کاربند ہوے کہ حاضرین دربار سے مشورہ لیا باتفاق رائے یہ تجویز پاس
ہوئی کہ یہ زمین غیر آباد ان دونون کو دی جاے جسپر ابو بکر صاحب نے لکھ بھی دیا گواہی
شاہدی بھی ہو گئی۔

(۳) اُن دونون صحابیون کی ایمانداری دیکھیے کہ اجماع مین چونکہ شرط اہل حل و عقد کی
شرکت ہے اور یہ لفظ خاص عمر صاحب ہی کے لیے وضع کیا گیا تھا لہذا وہ اُن کے
پاس بھی لے گئے کہ اجماع صحابہ مین شریک ہو کر گواہی کر دین۔ حالانکہ اگر وہ نہ بھی
گواہی کرتے یا اختلاف کرتے تو اجماع سابق محقق ہو چکا تھا۔ فیصلہ مین کوئی خرابی
نہ آتی۔ مگر اُن دونون نے از راہ کمال احتیاط اُنکی شرکت کی بھی خواہش کی۔

(۴) قضاے کار وہ ایسے وقت پہونچے کہ عمر صاحب کا جلال و جبروت اُسوقت نمایان
نہ تھا۔ ایک معمولی عرب کی طرح اونٹ کے قطران (تیل) مل رہے تھے جس سے اُن کا

۱؎ اقرع بن حابس۔ قال ابن اسحق الاقرع بن حابس التمیمی قدم علی رسول اللہ
مع عطارد بن حاجب فی اشراف بنی تمیم بعد فتح مکۃ وقد کان الاقرع بن حابس وعیینہ
بن حصین شہدا مع رسول اللہ فتح مکۃ وحنینا والطائف استیعاب صفحہ ۲۵ جلد اول
عیینہ بن حصین بن حذیفہ بن بدر الفزاری یکنی ابامالک اسلم بعد الفتح وقیل قبل
الفتح وشہد الفتح مسلما صفحہ ۵۲ جلد دوم

... [illegible] ... بیری ہی کیونکہ یہ حد درجے کی
گستاخی ہی ... [illegible] ... نہی ہوا جو ہوا کہ ابو بکر کے نوشتہ پر تھوک دیا اور اُسکو چاک
کر ڈالا۔

(۶) اسپر اُن دونون صحابیون کو غصہ ہونا اور برا بھلا کہنا بھی لازمی تھا جس پر ابو بکر
پر بھی برس پڑے کہ تم خلیفہ ہو یا وہ؟ کیونکہ سچ ہی خلیفہ تو وہی ہی جسکی سب اطاعت
کرین اور حکم بجا لائین نہ وہ جسکے نوشتہ پر تھوک پڑے۔ ابو بکر کے پاس اسکا جواب ہی
کیا تھا۔ بجز اسکے کہ کہتے وہی خلیفہ ہین اگر چاہین۔ جو ایک سچی بات تھی کیونکہ اصل خلیفہ
تو وہی شخص ہوتا ہی جو کار خلافت کرے نہ وہ جو زیب مسند بنایا جائے۔

(۷) اسکے بعد ہی عمر صاحب بھی آئے کیونکہ باعث تفضیح ابو بکر صاحب ہی ہوے
جنھون نے نہ اُنکے آنے کا انتظار کیا اور فیصلہ دیدیا نہ اُنکے پاس جانے سے روکا
لہذا اُنکا غصہ حق بجانب تھا اور جو کچھ کیا وہ نہایت مناسب۔

(۸) مگر اس سوال وجواب کی وجہ نہین معلوم ہوتی کیونکہ یہ مسلمات سے تھا کہ خلیفہ کو
اسطرح کا اختیار رہوتا ہی تاہم ابو بکر نے کہا کہ ہم نے تو ان لوگون سے پوچھ لیا تھا جس سے
ظاہر ہوا کہ مسئلہ اجماعی ہو چکا کثرت رائے بلکہ اتفاق رائے سے پاس ہو گیا کہ دینا چاہیے۔

(۹) لیکن عمر صاحب نے اپنے فوری اجتہاد سے پھر بھی اس فیصلہ کو غلط ٹھہرایا
کیونکہ کہا کہ کیا اس رائے مین کل مسلمین شریک تھے" اسکا جواب ابو بکر صاحب کیا دیتے
کیونکہ کبھی یہ رائے قرار نہین پائی تھی کہ اجماع مین سب مسلمانون کی اتفاق رائے کی ضرورت
ہوتی ہی۔ ورنہ پھر اُنکی خلافت ہی کہان رہتی ہی اور آج تک جتنے احکام صادر ہوے
سب ہی تو اسی طور سے طی ہوے۔ لہذا نہ یہ کہہ سکتے تھے کہ تم نے کبھی ایسا قانون تو

کہ ...

(۱۰) افسوس کہ ان ...

تھا جو اُس نوشتہ کو چاک کیا جسپر ...

کر چکے تھے صحابہ کی گواہیان ہو چکی تھین۔

اگر وہ ملک آئینی ہوتا تو ہتک عدالت کا مقدمہ ضرور قائم کیا جاتا۔ مگر جو سلطنت ۵۷ء کے غدر کے اصول پر قائم ہوئی تھی اُس اندھیر نگری کا ذکر ہی کیا۔

ہان یہ نہ سمجھنا کہ عمر صاحب نے جو کہا تھا کہ اسلام پہلے ذلیل تھا اب عزیز ہوگیا جو تم چاہو کرو از راہ ہمدردی اسلام کہا تھا بلکہ اصلی وجہ غصہ کی وہی تھی جو مین نے پہلے عرض کیا کہ یہ لوگ ایسے وقت مین جا پڑے تھے اور اس طرح کی گستاخی کی تھی کہ عمر صاحب کا غصہ ہونا لازمی تھا ورنہ پھر تو عمر صاحب نے انہیں ایسی فیاضیان کی ہین کہ عثمان صاحب کے جود و سخا کو بھی کوئی اُن سے نسبت نہ رہی استیعاب مین ہی قال ابو بکر کان عیینہ یعد فی الجاھلیۃ من الجرارین یقود عشرۃ الاف وتزوج عثمان بنتہ ندخل علیہ یوما فاغلظ لہ فقال عثمان لو کان عمر ما اقدمت علیہ بھذا فقال ان عمر اعطانا فاغنانا واخشانا فاتقانا ص ۵۲۷ جلد دوم۔

یعنی یہی عیینہ (جسکا حال پہلے مذکور ہوا) زمانہ جاہلیت مین جرارون مین شمار کیا جاتا کہ دس ہزار فوج کا سردار تھا۔ عثمان نے اُسکی بیٹی سے عقد کیا تو ایک روز عیینہ نے عثمان کو غلیظ باتین کہین عثمان نے کہا اگر عمر ہوتے تو تم کبھی یہ جرأت نہ کرتے عیینہ نے کہا عمر نے تو اسقدر ہم کو دیا کہ غنی کر دیا اور اسقدر ڈرایا کہ ہم لوگ پرہیز کرنے لگے۔ پھر بتایئے کہ عمر صاحب کا قول اول اگر بسزا سے گستاخی نہ تھا تو کیا تھا اُس وقت وہ ڈانٹ بتائی اور پھر اس طرح بخشش کی۔

دوسرا نمونہ اسی کے مشابہ یہ ہی کہ سیرۃ حلبیہ مین ہی و فی کلام سبط ابن الجوزی ...

... ئی بسلے بعد

... بن ... نمہ کے لیے دربارۂ اُنکی

... پھر ... عمر نے کہا پھر مسلمانون پر کہان سے خرچ کروگے حالانکہ دیکھ رہے

ہوکہ عرب تم سے کس طرح لڑ رہے ہین اسکے بعد عمر نے اُس نوشتہ کو لیا اور چاک کر ڈالا

آپ کہیے کہ جو خلیفہ ایسا ہو کہ اُسکے وزرا اُسکے نوشتہ کو اسطرح چاک کردین کہانتک

نہین یہ وزرا اُسکی خلافت وسلطنت مین ساعی ہونگے کیونکہ عام قاعدہ ہی کہ اگر ہم

دوسرون کی خاطر کرینگے تو وہ بھی ہماری خاطر کریگا۔

ہم کو یہان اس سے کوئی بحث نہین کہ یہی ابوبکر صاحب نے پہلے حدیث نحن معاشر الانبیاء لا نرث ولا نورث سے جناب سیدہ کو محروم کیا تھا نہ میراث دی نہ دعوے ہبہ سنا۔ یہانتک کہ وہ معصومہ اس درجہ رنجیدہ ہوئین پھر اب کیا ہوا جو اُسکا نوشتہ لکھ دیا۔

مگر دیکھنا یہ ہی کہ عمر صاحب نے اس تحریر کی ناجوازی کی دلیل کیا خوب نکالی کہ پھر مسلمانون پر جو عربون سے لڑ رہے ہین کس فنڈ سے بخششین کی جائینگی۔ تو کیا اس وجہ سے حقدار محروم کیا جائیگا؟

شاید انھین دو تجربون نے ابوبکر صاحب کو اسپر مجبور کیا کہ جب اپنے بڑے داماد زبیر کو ایک جاگیر دی تو عمر صاحب سے مخفی کرکے کنز العمال مین ہی عن عروۃ قال دخلت علی معویۃ فقال لی ما فعل المسلول قلت هو عندی قال انا والله خططته بیدی قطع ابوبکر الزبیر فقال اکتبها فجاء عمر فاخذ ابوبکر الکتاب فادخل فی ثنی الفراش فدخل عمر فقال کانک علی حاجۃ

نے اُس کاغذ کو ...

معلوم ہوتا ہی کچھ تخلیہ کی باتین ...

کو نکالا اور ہم نے اُسکو تمام کیا۔

دیکھیے یہ ہی ابو بکر صاحب کی رعایت کہ اپنے داماد کے لیئے تو اس طرح لکھا کہ عمر کو آتے دیکھ کر اُس کاغذ کو چھپا دیا اور دختر رسول کے لیے نوشتہ لکھا بھی تو عمر سے کہدیا جس کو اُنھون نے وہین چاک کر ڈالا۔

تیسرا نمونہ یہ ہی کہ اصابہ مین ہی بذیل ترجمۂ خالد بن ولید وکان سبب عزل عمر خالدا ماذکرہ الزبیر بن بکار قال کان خالد اذا جاء الیہ المال قسمہ فی اهل الغنائم ولم یرفع الی ابی بکر حسابا وکان تقدم علی ابی بکر بفعل اشیاء لایراها ابو بکرا قدم علی قتل مالک بن نویرہ ونکح امرءتہ فکرہ ذلک ابو بکر و عرض الدیۃ علی متمم بن نویرہ وامر خالد الطلاق امرءۃ مالک ولم یران یعزلہ وکان عمر ینکر هذہ وشبہہ علی خالد یعنی عمر نے خالد کو اس وجہ سے معزول کیا کہ جب خالد کے پاس کچھ مال غنیمت آتا تو وہ اُسکو جہادیون پر تقسیم کر دیا کرتے اور ابو بکر کے پاس کبھی حساب کتاب اُسکا نہ بھیجتے۔ اور ابو بکر کے نزدیک اُنکا یہ درجہ ہو گیا تھا کہ جن باتون کو ابو بکر جائز بھی نہ جانتے یہ کر گزرتے چنانچہ مالک بن نویرہ کو قتل کیا اور اُسکی زوجہ سے عقد کر لیا جس سے کراہت کی ابو بکر نے اور مالک کی دیت دی اُسکے بھائی متمم بن نویرہ کو۔ اور حکم دیا خالد کو کہ زوجۂ مالک کو طلاق دے مگر معزول نہین کیا۔ عمر ان باتون پر خالد کی انکار کرتے اسوجہ سے معزول کیا۔

اس نمونہ سے آپ کو معلوم ہو گا کہ ابو بکر صاحب نے خلافت لیکر ارکان سلطنت کو

...ابن عبد... ت ہی - ہر شخص
... ... کوئی باز پرس نہین - یہان تک کہ
خود ابوبکر صاحب کے سامنے اُنکا نوشتہ پھاڑا جاتا ہی مگر انکو یہی غنیمت ہی کہ لوگ
خلیفۂ رسول تو کہہ رہے ہین - چھ ہزار سالانہ وظیفہ تو مل رہا ہی جیسا کہ تاریخ کامل
مین ہی فکان الذی فرضوا لہ فی کل سنۃ ستۃ الاف درھم صفحہ ۱۶۳ جلد ۲
چونکہ مقصد اصلی شرح حدیث المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ
ہی کہ مسلمان وہ ہی جسکی زبان اور ہاتھ سے مسلمین سلامتی مین رہین - اور ضمناً ذکر
وجوہ فرق شان خلافت خلیفۂ اول و جناب امیرؑ ہی لہذا اگر کچھ سیرت حضرت کی
دربارۂ تقسیم مال غنیمت بیان کی جائے تو نامناسب نہ ہوگا کیونکہ اس سے معلوم
ہوگا کہ خلافت خلیفۂ اول مین حضرت رسول اللہ کی سیرت کس درجہ بدل دی گئی
تھی تو وائے برحال دیگران -
علامہ ابن القیم زاد المعاد فی ہدی خیر العباد مین لکھتے ہین وکان اذا ظفر بعدو
امر منادیا فجمع الغنائم کلھا فبدء بالاسلاب فاعطاھا لاھلھا
ثم اخرج خمس الباقی فوضعہ حیث اراہ اللہ وامرہ بہ من مصالح
الاسلام ثم یرضخ من الباقی لمن لا سھم لہ من النساء والصبیان
والعبید ثم قسم الباقی بالسویۃ بین الجیش للفارس ثلثۃ اسھم لہ
وسھمان لفرسہ وللراجل سھم ھذا ھو الصحیح الثابت پھر لکھتے ہین وکان
یعطی سھم ذوی القربی فی بنی ھاشم وبنی المطلب دون اخوتھم من
بنی عبد شمس وبنی نوفل وقال انما بنو المطلب وبنو ھاشم شئ
واحد وشبک بین اصابعہ وقال انھم لم یفارقونا فی الجاھلیۃ ولا اسلام

... [illegible]

والذی نفسی بیدہ ...

بضها المقاسم لیشتعل عندنا راجعاء رجل بشراک او شراکین مما سمع ذلک فقال شراک او شراکان من النار ص ۳۴۲ جلد اول یعنی جب حضرت اپنے دشمن پر غالب ہوتے تو منادی کو حکم کرتے کہ مال غنیمت کے سپرد کرے کل مال غنیمت کو آپ جمع کراتے پہلے تو جن غازیون نے کسی کو قتل کیا اوسکی خود - زرہ تلوار وغیرہ کو اوسکو دیتے جسنے قتل کیا تھا پھر خمس نکال لیتے اور اسکو اپنی مصلحت کے موافق تقسیم کرتے - پھر کچھ اون لوگون کا حصہ نکالتے جنکا حصہ نہین مقرر تھا لڑکون عورتون - غلامون سے اوسکے بعد باقی کو تمام فوج پر برابر تقسیم کرتے سوار کو تین - پیادہ کو ایک حصہ - اور سہم ذوی القربیٰ کو بنی ہاشم و بنی مطلب کو دیتے عبد الشمس و بنی نوفل کو اوس مین سے کچھ حصہ نہ دیتے اور ممانعت فرماتے لوٹ مار سے اور اس سے کہ مثلہ کیا جائے (یعنی ہاتھ پیر کان ناک کسی کے کاٹے جائین) اور فرماتے کہ جو لوگ کسی کا مال لوٹ لیتے ہین وہ ہم سے نہین ہین یہان تک کہ آپ نے دیگچی کو اولٹوا دیا جس مین مال منہوبہ سے کچھ پک رہا تھا - اور حضرت خیانت مال غنیمت مین نہایت تشدد فرماتے اور کہتے کہ یہ عار ہے - نار ہے - شنار ہے آپ کے غلام مدعم نے ایک شملہ چرایا تھا جب وہ قتل ہوا تو لوگون نے کہا اسکو مبارک ہو جنت تو حضرت نے فرمایا ہرگز نہین قسم اوسکی جسکے ہاتھ مین میری جان ہے کہ اوسنے جو شملہ چرایا تھا بروز خیبر وہ شعلہ ور ہے اوسپر - یہ سن کر ایک شخص ایک نعلبند یا دو نعلبند لایا تو حضرت نے فرمایا یہ نعلبند آتش جہنم سے ہے -

اس سیرت رسول کو ملاحظہ فرمایئے اور پھر ابوبکر صاحب کی اس بے پروائی کو کہ خالد بن ولید

خلیفۂ دوم کی حالت تو آپ ملاحظہ کر چکے تاریخ کامل مین ہی قال لہ عمر انا اکفیک القضا فمکث سنۃ لا یاتیہ رجلان یعنی عمر نے کہا ہم محکمۂ قضا کا تمہاری طرف سے کفایت کرتے ہین جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ سال بھر پھر دو آدمی بھی نہین آئے۔ آپ جانتے ہین محکمۂ قضا کیسا اہم محکمہ ہی کہ تمام خصومات و نزاعات کا فیصلہ اسی محکمہ مین ہوتا ہی۔ اسی صیغہ کو عمر صاحب نے اپنے ہاتھ مین لیا جس سے پھر سال بھر کوئی بھی اُس محکمہ مین نہین آیا۔

یہ تو بدیہی بات ہی کہ نزاع یا خود یا تمدن کے لوازم سے ہی اور جسقدر ترقی زیادہ ہوگی اُسی قدر مقدمات کی رجوعات بھی زیادہ ہوگی۔ مگر یہ کونسا جادو تھا جسنے سب کو مجبور کر دیا کہ اب کوئی آتا ہی نہین۔ یہ اُسی وقت مین ہو سکتا ہی کہ جب قاضی فریقین پر ظلم کرے یا جو فیصلہ اُسکا ہو خلاف حق جس سے فریقین اپنے مطالبہ سے باز آئین کہ جب انصاف ہی نہین ہوتا تو پھر رجوع کیون کی جائے۔

ابو عبیدہ جراح وزیر صیغۂ مال تھے تاریخ کامل مین ہی قال ابو عبیدہ انا اکفیک المال یعنی ابو عبیدہ نے کہا کہ ہم صیغۂ مال کی کفایت کرتے ہین جسکا پہلا تصفیہ یہ ہوا کہ چھ ہزار سالانہ ابو بکر کا بیت المال سے مقرر کیا گیا۔ علاوہ اُسکے جو حصہ اُن کو تقسیم غنیمت سے ملتا۔ اور دس ہزار روپیہ تا وقت وفات بیت المال سے صرف کیا۔

ابو عبیدہ کی امانت و دیانت کے متعلق چونکہ خود بخاری مین چند روایتین موجود ہین لہذا اُنکی تفصیلی حالت تو انشاء اللہ کتاب المناقب مین مذکور ہوگی۔ مگر وہ اپنی جو

خادم مرکبان [illegible]

من الدواب ثلثۃ دابۃ لرجلۃ [illegible]

انا انظر الی بیتی قد امتلاء رقیقا وانظر الی مربطی قد امتلاء دواب وخیلا فکیف القی رسول اللہ بعد ھذا وقد اوصانا رسول اللہ ان احبکم الی واقربکم منی من لقینی علی مثل الحال الذی فارقنی علیہا یعنی مسند احمد بن حنبل مین ہی کہ ایک شخص ابو عبیدہ کے پاس گیا تو دیکھا کہ وہ رو رہے ہین سبب گریہ پوچھا تو کہا کیونکر نہ روئین کہ ایک روز رسول اللہ نے مسلمانون کے فتوحات کا ذکر کیا اور اُنکے مال غنیمت کا تو فتوحات شام کے متعلق فرمایا اگر تو زندہ رہا تو ای ابو عبیدہ تین خادم اور تین جانور تیرے لیے کافی ہونگے ایک خادم تیرے لیے جو تیری خدمت کرے ایک خادم سفر کے لیے ایک خادم اہل وعیال کے لیے اور چارپایون سے ایک جانور تیرے لیے ایک تیرے اسباب کے لیے ایک جانور تیرے غلام کے لیے۔ یہ تو حضرت نے فرمایا تھا اور ہم دیکھتے ہین کہ ہمارا گھر غلامون سے بھر گیا ہی اور اصطبل گھوڑے خچر سے بھرے ہوے ہین۔ پھر کیونکر ہم ملاقات کرینگے رسول اللہ سے حالانکہ حضرت نے فرمایا تھا کہ سب سے زیادہ احب اور قریب ہم سے وہ ہی جو ہم سے اُس حال مین ملاقات کرے جس حال پر ہم چھوڑ گئے ہین انتہی اب آپ ہی انصاف کیجیے کہ اگر یہ امانت دار ہوتے مال مسلمین مین خیانت نہ کی ہوتی تو اسقدر لونڈی غلام گھوڑے خچر کہان سے ملتے۔ کیا جو شخص دنیا دار ہوتا ہی وہ اس طرح مال جمع کرسکتا ہی اور کیا بغیر خیانت اسقدر مال جمع ہو سکتا ہی اور کیا ممکن تھا

...نا بن عبید... بن ابو سفیان کی رائے ہوئی
کہ ہم اپنے اہل و عیال دیرہ و شہر حمص مین ٹھہرائین کیونکہ اُن لوگون سے مصالحہ ہوچکا تھا
اور وہ اہل ذمہ قرار پا چکے تھے ہم اُنپر ہر طرح سے اعتماد تھا - تو اُسپر شرجبیل بن حسنہ نے
کہا ممکن ہی اہل حمص ہم سے غدر و بیوفائی کرین کیونکہ اگرچہ اہل ذمہ ہوگئے ہین مصالحہ
ہوگیا ہی مگر ممکن ہی یہ رومیون کا ساتھ دین کیونکہ دونون ہم مذہب ہین اُسپر ابو عبیدہ
نے کہا اگر ایسا ہی تو ہم پہلے ہی اہل حمص کی صفائی کردین اُنکو شہر سے باہر کردین - تو
شرجبیل نے کہا یہ کیونکر ہوسکتا ہی کیونکہ اُن سے معاہدہ ہوچکا ہی صلح ہوچکی ہی - غدر
کیونکر کرسکتے ہین چنانچہ روضۃ الصفا مین ہی "چون عزیمت لشکر روم وکثرت عدد ایشان
بسمع شریف ابو عبیدہ بن الجراح رسید اندیشناک شدہ با اہل کیاست و دانش در
باب اقامت و انتقال و ثبات و ارتحال مشورت فرمود یزید بن ابو سفیان گفت صواب
آنست کہ متعلقات خود را در شہر حمص گذاشتہ خود بیرون رویم و ظاہر شہر را معسکر ساختہ
باستحضار لشکر دمشق و فلسطین وارہ ون فرمان دہیم و چون سپاہ مجتمع گردد بادلی قوی و بالی فسیح
روی بقلع و قمع دشمنان نہیم شرجبیل بن حسنہ گفت گذاشتن اہل و عیال در شہر و اعتماد
نمودن بر ترسایان مصلحت نیست چہ می شاید کہ ایشان نقض عہد نمودہ ہنگام فرصت متعلقات
ما بہم کیشان خود سپارند ابو عبیدہ گفت بر مکان قلعہ اعتماد نیست ایشان را از حصار
بیرون کنیم تا مردم ما مطمئن و آسودہ خاطر باشند شرجبیل گفت این صورت خلاف پیمان
اہل اسلام است چہ ما با جماعتی عہد کردہ ایم کہ ایشان را از مساکن خود اخراج نکنیم"
اور روضۃ الاحباب مین ہی "ابو عبیدہ گفت اہل حمص را یارای آن نباشد کہ چنین غدری

محافظت و ...

بسنہ ایم نقصل نمائیم"

اس عبارت سے تو آپ کو بخوبی معلوم ہوا کہ یہ کس طبیعت کے آدمی تھے کہ غدر و بیوفائی مین اُنکو مطلق تامل نہ ہوا حالانکہ حسب روایات اہل سنت اُنکو امین ھذہ الامۃ کا خطاب تھا کیا کوئی گمان کر سکتا ہی کہ جس شخص کی طبیعت کا یہ اندازہ ہو کہ اُسکو غدر مین ذرہ برابر عذر نہ ہو وہ امین ہو سکتا ہی۔

اب آپ کو اسکی وجہ بھی معلوم ہو گئی ہو گی کہ ابوبکر صاحب نے کیون ایسے لوگون کو انتخاب کیا۔ اس لیے کہ جانتے تھے غدر و بیوفائی مین یہ ہر طرح ہمارے معین و مددگار ہونگے۔

اس روایت مین چونکہ ذکر شرجبیل بن حسنہ بھی آگیا ہی اور تاریخ کامل مین ہی کہ ابوبکر صاحب کی طرف سے شام کے حاکم ابوعبیدہ تھے اور شرجبیل لہذا اچھے اُنکے حالات بھی سن لیجیے تاکہ معلوم ہو جن لوگون کو خلیفۂ اول نے ملکی اور فوجی اختیارات دیے تھے وہ کیسے تھے۔

شرجبیل چھ صحابیون کا نام ہی ایک شرجبیل بن حسنہ جو عمر بن الخطاب کی طرف سے حاکم ربع شام تھے المتوفی ۱۸ھ

دوسرے شرجبیل بن سمط کندی اُنکے بارہ مین استیعاب مین ہی وکان امیرا علی حمص لمعاویۃ ومات بہا وصلی علیہ حبیب بن سلمہ وقیل انہ مات سنۃ اربعین قال ابو عمر کان شرجبیل بن السمط علی حمص فلما قدم جریر علی معاویۃ رسولا من عند علی حبسہ اشہرا یتحیر ویتردد فی

...بن عبد الله القسری و
ابو الاعور السلمی وجابس بن سعد الطائی ومخارق بن الحارث الزبیدی
وحمزہ بن مالک الہمدانی قد واطاهم معویۃ علی ذلک فشهدوا
عنده ان علیا قتل عثمان فلقی جریرا فناظره فابی ان یرجع وقال
قد صح عندی ان علیا قد قتل عثمان ثم خرج الی مدائن الشام یخبر
بذلک ویندب الی الطلب بدم عثمان وله قصص طویلہ وفیها اشعار
کثیرة لیس کتابنا هذا موضوع بها وهو معدود فی طبقۃ بسر بن ارطاة
والی الاعور السلمی صفحہ ۲۰۵ جلد ۲ - یعنی شرجبیل بن سمط معاویہ کی طرف سے
حمص کا حاکم تھا۔ سنہ ۴۰ھ میں اسنے وفات کی جب جریر منجانب جناب امیرؑ معاویہ کے
پاس قاصد بن کر آئے اور معاویہ نے انکو چند ماہ تک روکا کیونکہ وہ متحیر تھا کہ حضرت کو
کیا جواب دے اور اپنے امر میں تردد کر رہا تھا۔ تو لوگوں نے معاویہ سے کہا کہ جریر نے
اہل شام کے خیالات کو دربارۂ جناب امیرؑ بالکل بدل دیا انکو معلوم ہو گیا کہ جناب امیرؑ نے
عثمان کو قتل نہیں کیا۔ کوئی آدمی ایسا ہونا چاہیے جو جریر کے مقابلہ میں اسکو ثابت
کرے کہ جناب امیرؑ نے عثمان کو قتل کیا۔ اس کام کے لیے ایسا شخص ہو جو صحابی رسول
اور صاحب قدر و منزلت ہو۔ اس کام کا کوئی دوسرا شخص نہیں نظر آتا بجز شرجبیل
بن سمط کے کیونکہ اُس سے اور جریر سے قدیمی عداوت بھی ہے۔ معاویہ نے شرجبیل کو
بلا بھیجا اور چند آدمیوں کو اسپر آمادہ کیا کہ اسکی گواہی دیں کہ حضرت علیؑ نے عثمان
کو قتل کیا چنانچہ معاویہ نے بسر بن ارطاة یزید بن اسد حد خالد بن عبد اللہ قسری
ابو الاعور سلمی جابس بن سعد طائی مخارق بن حارث زبیدی حمزہ بن مالک ہمدانی کو

اسلی خبر دینے [illegible]

ابی طالب سے۔ یہ قصہ بہت طولانی ہی جسکو ہماری اس کتاب سے تعلق نہین۔ ہی
اس واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ خود معاویہ اس امر مین متردد تھا۔ مگر ایسے ایسے
مقدس صحابہ اُسکو جھوٹی گواہی دینے کو مل گئے جنھون نے نہ خود معاویہ کو آمادہ کیا
بلکہ ایک عالم کو فساد مین ڈالا پھر کیونکر نہ یہ لوگ ابو بکر کے ہمراہ ہوتے۔
عمال ابو بکر مین ایک معاذ بن جبل تھے جیسا کہ کامل مین ہی وعلی الجند معاذ بن
جبل انکی حالت بالاجمال یہ ہی صحیح ترمذی مین ہی باب ماجاء فی ھدایا الامرا
حدثنا ابو کریب حدثنا ابو اسامہ عن داود بن یزید الاودی عن المغیرة
بن شبیل عن قیس بن ابی حازم عن معاذ بن جبل قال بعثنی رسول الله
الی الیمن فلما سرت ارسل فی اثری فرددت فقال اتدری لم بعثت
الیک لا تقبلن شیئاً بغیر اذنی فانہ غلول ومن یغلل یات بما غل یوم
القیامة لہذا دعوتک فامض لعملک روی فی الباب عن عدی بن عمیرہ
وبریدہ والمستورد بن شداد وابی حمید وابن عمر ص۱۶۹ یعنی معاذ بن جبل کہتے
ہین کہ رسول اللہ نے ہم کو طرف یمن کے حاکم مقرر کر کے روانہ کیا پھر ہمارے پیچھے ایک
آدمی کو بھیجکر ہم کو بلوا بھیجا جب آئے تو حضرت نے فرمایا جانتے ہو کیون ہم نے تم کو بلا
بھیجا ہی۔ دیکھو ایسا نہ ہو کہ بغیر ہماری اجازت کے کوئی چیز نہ لینا کہ یہ غلول ہی اور خدا نے
فرمایا ہی جو شخص غلول کریگا لائیگا بروز قیامت اُس چیز کو جسکو غلول (خیانت) کیا
ہی اس لیے تجھے بلایا تھا اب جا اپنے کام پر۔
اس حدیث سے آپ کو معلوم ہوگا کہ رسول اللہ ص نے جس طرح ابو عبیدہ سے خاص طور پر
فرمایا تھا اُسی طرح معاذ بن جبل کو بھی کافی نصیحت کی تھی اور فرمادیا تھا کہ خیانت نہ کرنا

مگر یہ بھی اسی رنگ کے نکلے جو رنگ ابو عبیدہ کا تھا چنانچہ طبقات ابن سعد میں ہی قال
فخرج معاذ الی الیمن فلم یزل بہا حتی توفی رسول اللہ فوافی السنة التی
حج فیہا عمر بن الخطاب استعملہ ابو بکر علی الحج فالتقیا یوم التروية
بمنی فاعتنقا وعزی کل واحد منہما صاحبہ برسول اللہ ثم اخلدا
الی الارض یتحدثان فرای عمر عند معاذ غلمانا فقال ما هؤلاء
یا ابا عبد الرحمن قال اصبتہم فی وجہی ہذا فقال عمر من ای وجہ
قال اہدوا الی واکرمت بہم فقال عمر اذکرہم لابی بکر فقال ما
ذکری ہذا لابی بکر ونام معاذ فرای فی النوم کانہ علی شفیر النار
وعمر اخذ بحجزتہ من ورائہ یمنعہ ان یقع فی النار ففزع معاذ فقال
ہذا ما امرنی بہ عمر فقدم معاذ فذکرہم لابی بکر فسوغہ ابو بکر
ذلک وقضی بقیة غرمائہ وقال انی سمعت رسول اللہ یقول لعل اللہ
یجبرک یعنی معاذ جب یمن گئے تو تا وفات رسول وہان حاکم رہے جس سال عمر
بغرض حج مکہ معظمہ گئے تو یہ بھی یمن سے آئے۔ دونون مین بروز ترویہ ملاقات
ہوئی اور گلے ملے۔ ہر ایک نے رسول اللہ کی تعزیت کی۔ بعد اسکے زمین پر بیٹھ کر
باتین کرنے لگے۔ اسکے بعد عمر نے دیکھا کہ معاذ کے پاس بہت سے غلام ہین پوچھا
یہ سب کہان سے آئے۔ کہا کہ اس سفر یمن مین حاصل ہوے۔ عمر نے کہا کہان سے
ملے۔ کہا لوگون نے بطور ہدیہ دیا۔ عمر نے کہا تو اسکو ابو بکر سے ذکر کر دو۔ معاذ
نے کہا ابو بکر سے اسکے کہنے کی کیا ضرورت ہی۔ اسکے بعد معاذ نے خواب مین
دیکھا کہ ہم جہنم کے کنارے ہین اور عمر ہمارا نیفہ پکڑے ہوے ہین کہ جہنم مین نہین
جانے دیتے۔ اسپر معاذ کو یاد پڑا اور جا کر ابو بکر سے غلامون کا حال کہا تو ابو بکر
نے اسکی اجازت دی اور کہا ہم نے رسول اللہ سے سنا تھا کہ فرمایا شاید خدا اس
ذریعہ سے جبر کرے۔

ہم کو اس روایت سے اس حصہ سے بحث نہین کہ معاذ نے ایسا خواب دیکھا یا نہین کیونکہ ہوا خواہ

ے تو نہ معلوم کہاں سے کہاں پہونچایا ہی مگر یہ تو معلوم ہوا کہ باوصفیکہ رسول اللہ نے بنص صریح اُن سے منع کیا تھا کہ بغیر ہماری اجازت کے کچھ نہ لینا یہ غلول ہی۔ مگر یہ ایسے جری تھے کہ اسقدر لونڈی غلام جمع کیے۔ دوسرے مال وغیرہ کا حال خدا کو معلوم ہی پھر کیوں نہ یہ ابوبکر کے طرفدار ہوتے۔

الحمد اللہ کہاں تو وہ احتیاط رسول اللہ کی کہ ایک ایک تسمہ کے لیے اسطرح تاکید فرما رہے ہین اور یہان یہ حال ہی کہ لونڈی غلام بھرے جاتے ہین۔

استیعاب مین ہی وکان اول من اتجر فی مال اللہ فمکث حتی قبض رسول اللہ فلما قدم قال عمر لابی بکر ارسل الی ھذا الرجل فدع لہ ما یعیشہ وخذ سائرہ منہ فقال لہ ابو بکر انما بعثہ رسول اللہ صلعم لیجبرہ و لست باخذ منہ شیئا الا ان یعطینی فانطلق عمر الیہ اذ الم یطعہ ابو بکر فذکر ذلک لمعاذ فقال معاذ انما ارسلنی النبی صلعم لیجبرنی و لست بفاعل ثم لقی معاذ عمر فقال قد اطعتک و انا فاعل ما امرتنی بہ انی رایت فی المنام انی فی خوض ماء قد خشیت الغرق فخلصتنی منہ یا عمر فاتی معاذ ابا بکر فذکر ذلک لہ وحلف ان لا یکتمہ شیئا فقال ابو بکر لا اخذ منک شیئا قد وھبتہ فقال عمر ھذا احین فطاب وخرج معاذ عند ذلک الی الشام صفحہ ۲۴۶ جلد اول یعنی معاذ بن جبل پہلے وہ شخص ہین جنھون نے مال خدا ومال غنیمت سے تجارت کی۔ بعد وفات رسول جب آئے تو عمر نے ابوبکر سے کہا کہ بقدر ضرورت اُسکے پاس چھوڑ دو باقی مال لے لو۔ ابو بکر نے کہا جب تک وہ خود کچھ نہ دیگا۔ ہم نہ لینگے۔ تب عمر نے معاذ سے جاکر کہا کیونکہ ابو بکر مخالفت کر چکے تھے۔ معاذ نے کہا ہم کو رسول اللہ صلعم نے تو اس غرض سے بھیجا تھا کہ کچھ جبر کسر ہو جائے۔ ہم ابو بکر کو کچھ نہ دینگے۔ دوسرے روز معاذ نے عمر سے کہا کہ اچھا جو تم نے کہا تھا ہم اُسپر عمل کرینگے کیونکہ خواب مین دیکھا ہم گڑھے مین گر رہے ہین تم نے نکالا ہی۔ اس کے بعد جاکر معاذ نے ابو بکر سے بیان کیا اور جو کچھ حاصل

کیا تھا سب کہہ سنایا - ابوبکر نے کہا ہم نے تجھے ہبہ کیا - اُسکے بعد معاذ جانب ملک
شام روانہ ہوے -

یہان آپ کو ضرور حیرت ہوگی کہ خلیفۂ اول ہین یہ کہان کی فیاضی آگئی کہ اس طرح
معاذ بن جبل کو بخشش کر رہے ہین اور جناب سیدہ کے لیے وہ تنگ چشمی تھی کہ نہ دعوی
میراث سنا نہ دعوی ہبہ - یہ بھی نہ ہوا کہ یہی کہدیتے رسول اللہ کا یہ حکم ہی اب آپ جانیے
مگر نہین اصلی غرض تو یہی تھی کہ مدعیان وراثت وخلافت کا زور اس درجہ کم کیا جائے
کہ پھر کچھ حوصلہ ہی نہ ہو - اور غیر لوگ اس طرح رام کیے جائین کہ خلافت کے دست و
بازو بن جائیں -

بہرحال ان حالات سے جہان آپ کو ان معاذ و ابوعبیدہ کی فطرت کا حال معلوم ہوا
کہ کیسے دیندار تھے وہان یہ بھی معلوم ہوا کہ عمر صاحب مین اور ابوبکر صاحب مین کیا
فرق ہی - عمر صاحب کی غرض یہ ہی کہ جہان تک ہوسکے لوگ کمزور رہین کہ سرکشی کا مادہ
نہ آنے پائے اور ابوبکر صاحب کا یہ مطلب ہی کہ اصلی وارث کو کچھ نہ ملے اور دوسرے
لوگ جس طرح چاہین اُس سے منتفع ہون کہ اُنکی قوت ہماری قوت کو بڑھاتی ہی
رہے گی -

غرض یہ ترکیبین تھین جن سے خلیفۂ اول نے اپنی خلافت قائم کی کہ ہر ہر شخص کو جو
ارکان سلطنت سے تھے وہ وہ اختیارات دیے کہ ہر شخص کی ہمتین بڑھ گئین سیاست
ہی تو ایسی کہ چنگیز خان و ہلاکو خان بھی شرما جائین بخشش ہی تو ایسی کہ مسلمانون کا
مال لٹ رہا ہی غارت ہو رہا ہی اُنکو کوئی فکر نہین کیونکہ خالد بن ولید سپہ سالار ہی
جو ہر جگہ سرکوبی کرتا ہی اور ہر طرح کی عیاشی - پھر وہ کیونکر روکا جائے -
بخلاف جناب امیر کہ خلافت کو رسول اللہ کی نیابت سمجھ رہے ہین نہ سلطنت وحکومت
احکام خدا ورسول پیش نظر ہین - مال غنیمت کو مال خدا سمجھ رہے ہین - پھر کیونکر
ممکن ہی اُس مین جنبیت و میل ہونے دین - پھر ملکی افسر یا فوجی افسر کیونکر راضی
ہو سکتے ہین -

جب حضرت سے استدعاے قبول خلافت کی گئی ہی تو آپ نے فرمایا دعونی و التمسوا غیری فانا مستقبلون امرا له وجوه وله الوان لا تقوم به القلوب ولا تثبت علیه العقول (تاریخ کامل ص۷۵) یعنی ہم کو چھوڑ دو اور کسی دوسرے سے اس کام کے لیے التماس کرو کہ ہم اس امر پر اقبال کرنے والے ہین جسکے لیے بہت سے وجوہ اور الوان ہین کہ نہ اُسپر قلوب قائم ہو سکتے ہین نہ عقول اُسپر ثابت ہو سکتی ہین جس سے آپ سمجھ سکتے ہین کہ حضرت کیا فرما رہے ہین کیونکہ آپ دیکھ رہے ہین آج پچیس چھبیس برس سے ان صحابہ کے اخلاق کیا ہو رہے ہین کیسی عادتین انکی پڑگئی ہین یہ کیونکر ہمارے حکم کو مان سکتے ہین۔ اس لیے آپ نے فرمایا دوسرے کو ڈھونڈو اور اُسکو خلیفہ بناؤ۔

پھر دوبارہ آپ اسکی تصریح فرما رہے ہین واعلموا انی ان اجبتکم رکبت بکم ما اعلم وان ترکتمونی فانما انا کاحدکم الا انی من اسمعکم واطوعکم لمن ولیتموه ص۷۵ یعنی یہ جان رکھو کہ اگر ہم تمھاری راے کے مطابق خلافت کو قبول کرینگے تو وہی کرینگے جو ہمارے علم مین ہی اور اگر ہم کو چھوڑ دوگے تو ہم بھی تم لوگون مین سے ایک آدمی ہونگے مگر تم سے سب سے زیادہ مطیع و منقاد اُسکے جسے خلیفہ بناؤگے۔

دیکھیے یہ عبارت آپ سے کیا کہہ رہی ہی کہ حضرت کو خلافت سے دست برداری منظور رہی۔ مگر یہ نہین ہو سکتا کہ اپنے علم کے خلاف کوئی کام کرین۔ پھر جو لوگ اسکے خوگر ہو رہے تھے کہ خلفا ہماری راے کے ماتحت ہوا کرتے وہ کیونکر آپکی خلافت کو قبول کر سکتے تھے اور کیونکر آپ کے مددگار ہوتے۔

دیکھیے جو خطبہ جناب امیر نے بعد قبول خلافت پہلے پہل فرمایا ہی حسب نقل تاریخ کامل یہی ہی اول خطبة خطبہا علی حین استخلف حمد الله واثنی علیه ثم قال ان الله انزل کتابا هادیا یبین فیه الخیر والشر فخذوا بالخیر ودعوا الشر الفرائض الفرائض ادوها الی الله تعالی یؤدکم الی الجنة ان الله

حرم حرمات غیر مجہول و فضل حرمۃ المسلم علی الحرم کلہا و شد بالاخلاص والتوحید حقوق المسلمین فالمسلم من سلم المسلمون من لسانہ و یدہ الا بالحق لا یحل دم امرء مسلم الا بما یجب بادروا امر العامۃ و خاصۃ احدکم الموت فان الناس امامکم وان ما خلفکم الساعۃ تحدوکم تخففوا تلحقوا فانما ینتظر بالناس اخراھم اتقوا اللہ فی بلادہ و عبادہ انکم مسئولون حتی عن البقاع والبہائم اطیعوا اللہ فلا تعصوہ واذا اخذتم الخیر فخذوا بہ واذا رایتم الشر فدعوہ واذکروا اذ انتم قلیل مستضعفون فی الارض الخ خلاصہ اسکا یہ ہے کہ حضرت نے بعد حمد و نعت فرمایا خدا نے نازل کی وہ کتاب جو ہادی ہی جس مین خیر و شر کو بیان کر دیا اب کسی توضیح کی ضرورت نہین۔ پس خیر کو لے لو اور شر کو ترک کرو۔ فرائض۔ فرائض ہین انکو ادا کرو کہ جنت تک وہ پہونچا دینگے۔ خدا نے جن چیزون کو حرام کیا ہی وہ مشہور ہین۔ مجہول نہین (کہ تعلیم کی حاجت ہو) اور حرمت مسلم کو خدا نے کل حرمات پر ترجیح دی ہی۔ اور اخلاص و توحید سے حقوق مسلمین کی اور بھی تاکید کی ہی۔ پس مسلمان وہی ہی جسکی زبان اور ہاتھ سے مسلمین کو سلامتی نصیب ہو مگر بحق۔ نہین حلال ہی کسی مسلمان کا خون مگر اُن چیزون سے جو واجب ہین۔ جلدی کرو امور عامہ و خاصہ مین۔ اور خاص کر وہ لوگ جنکو موت لیے جاتی ہی کیونکہ لوگ تمہارے آگے ہین اور پیچھے تم لوگون کے قیامت ہی جو جلد جلد لیے جاتی ہی۔ بوجھ اُتار کر جلد چلو کہ مل جاؤ۔ کیونکہ لوگ اپنے پیچھے والون کا انتظار کرتے ہین۔ تقوی کرو اے بندگان خدا۔ خدا کے شہرون مین اور اُسکے بندون مین۔ کیونکہ تم سب سے سوال کیا جاے گا یہان تک کہ بقاع اور جانورون سے۔ اطاعت کرو خدا کی۔ اُسکی معصیت نہ کرو۔ جب خیر کو دیکھو تو اُسکو لے لو اور جہان شر دیکھو اُسکو چھوڑ دو۔ اور یاد کرو اُس زمانہ کو کہ تم قلیل تھے اور ضعیف کیے گئے زمین مین۔

یہ خطبہ ایسا ہی جسکے ایک فقرہ کی نسبت جناب سید رضی علیہ الرحمہ نہج البلاغۃ مین

فرماتے ہین لو وزن بعد کلام اللہ سبحانہ و بعد کلام النبیؐ بکل کلام لمال به راجحا و برز علیه سابقا فاما قوله تخففوا تلحقوا فما سمع کلام اقل منه مسموعا و لا اکثر محصولا و ما ابعد غورها من کلمة و انفع نطفتها من حکمة و قد نبہتنا فی کتاب الخصایص علی عظم قدرها و شرف جوهرها یعنی اگر اس کلام کا موازنہ کیا جائے بعد کلام خدا و رسول کل کلامون سے تو اس کلام کا وزن سب سے بھاری ہوگا اور عظمت وجلالت مین پلہ اسکا سب سے وزنی ہوگا۔ خصوصاً حضرت کا یہ کلام کہ تخففوا تلحقوا ایسا کلام ہے کہ نہ اس سے کبھی مختصر کلام سنا گیا جسکے فوائد لاتعد ولاتحصی ہون نہ ایسا کوئی کلام کسی کا ہوا جسکے مطالب ایسے غامض ہون اور الفاظ ایسے آسان۔

مین نے یہ کلام جناب سید رضی علیہ الرحمہ کا اس لیے نقل کیا ہے کہ ناظرین کو معلوم ہو یہ خطبہ باوصف اختصار کیسا عظیم الشان ہے اور اگر ترجمہ مین کوئی خطا ہوئی ہو تو قابل معافی ہے کیونکہ شرح نہج البلاغہ مین اور اس مین اختلاف ہے جسکو مین انشاء اللہ شرح نہج البلاغہ مین توضیح سے بیان کرونگا واللہ بالغ امرہ۔

ہان یہان جو میرا مقصود اس خطبہ سے ہے وہ یہ ہے کہ غور فرمایئے جناب امیرؑ کیا فرما رہے ہین کیونکہ سارا زور اس خطبہ کا اسپر ہے کہ حقوق مسلمین کی حفاظت کی جائے۔ انکی حرمت قائم کی جائے۔ انکی خونریزی موقوف کی جائے۔ اسی واسطے حضرت نے اسکی تصریح کی کہ مسلمانون کی حرمت تمام حرمتون سے زیادہ ہے جسکی غرض بھی آپ سمجھ سکتے ہین کہ سابق خلافتون مین چونکہ مسلمانون کی پورے طور سے حق تلفی ہوئی تھی اور ہر طرح سے انکے حقوق پامال کیے گئے تھے اس لیے حضرت کو اسکی ضرورت ہوئی کہ آپ پہلے خطبہ مین اسکو ظاہر کرین کہ ہماری غرض اس خلافت سے صرف حفظ حقوق مسلمین ہے کہ انکو ظلم وتعدی سے محفوظ رکھین۔

ہان اس خطبہ سے آپ کو یہ بھی معلوم ہوگا کہ مین نے جو اس حدیث المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ کی شرح مین کچھ تطویل سے کام لیا ہے اسکی کیا وجہ ہے

کیونکہ اس خطبہ نے آپ کو بتا دیا ہوگا کہ یہ حدیث کیسی کثیر الفائدہ حدیث ہی کہ حضرت
نے اسی حدیث کو اپنے خطبہ کی غرض وغایت قرار دی۔
اس سے آپ کو یہ بھی معلوم ہوگا کہ خلفاے ثلاثہ کے زمانہ مین اس حدیث کی کس طرح
مخالفت کی گئی تھی کہ نہ مسلمانون کی جان محفوظ تھی۔ نہ اُنکا مال۔ نہ اُنکی آبرو سب ہی
معرض خطر مین تھے اسی لئے حضرت نے اس خلافت کو قبول کیا ہی اور اصل الاصول
اپنی خلافت کا اسکو قرار دیا۔
اب اس خطبہ کو ملاحظہ فرمائیے اور صحابہ کے اس قول کو کہ اسکے بعد وہ کہنے لگے
واللہ ان علیا لمستغن برایہ ولیکونن اشد علی قریش من غیرہ فسمع
ذلک فخطبہم و ذکر فضلہم وحاجتہ الیہم ونظرہ لہم وقیامہ دونہم
وانہ لیس لہ من سلطانہم الا ذلک ولا اجر من اللہ عنہ کامل جلد ۳
کہ قسم خدا کی علی اپنی راے مین مستغنی ہین اور وہ قریش پر بہ نسبت دوسرون کے
زیادہ سخت ہونگے۔ جب حضرت نے اُنکا یہ کلام سنا تو خطبہ مین اُنکے فضل وکمال کو
ذکر کیا اور یہ کہ ہمکو اُنکی ضرورت ہی اور ہم ہر طرح اُنکی پرداخت کرنے کو تیار ہین اور
سلطنت سے ہماری کوئی غرض نہین بجز اُنکی خیر خواہی کے۔
ان خطبات سے اور حضرت کے کلام سے آپ خود استشمام کر سکتے ہین کہ باوصفیکہ حضرت
ہر طرح اُنکی خاطر داری کر رہے ہین اور خیر خواہی کا کوئی دقیقہ اُٹھا نہین رکھتے۔
مگر جو خیال اُنکے دل مین جما ہوا تھا کسی طرح نہین ہٹتا حضرت لاکھ سمجھاتے ہین مگر وہ
نہین مانتے۔ کیون؟ صرف اس وجہ سے کہ جانتے ہین حضرت ظالمون کی کسی طرح
مدد نہ کرینگے۔ مظلوم کی فریادرسی مین کسی طرح کوتاہی نہ کرینگے۔ مال خدا کو کسی طرح
ضائع نہ ہونے دینگے۔ پھر وہ لوگ کیونکر راضی ہوتے جب اپنے اعمال وافعال
سب اُنکی پیش نظر ہین۔
جس قسم کے خدمات خالد نے بعہد ابوبکر صاحب کیے تھے اور ابوبکر صاحب نے
اُسکے افعال قبیحہ سے چشم پوشی کی تھی اُسی قسم کا واقعہ جناب امیرؑ کو بھی پیش آیا مگر دیکھیے

حضرت نے کیا کیا ہی۔

خریب بن راشد ناجی ایک خارجی تھا جو اہل بصرہ سے تھا بعد قصۂ تحکیم وہ بھی جناب امیرؑ کا مخالف ہوا اُس سے جنگ کرنے کو حضرت نے معقل بن قیس کو روانہ کیا۔ خریب سے قریب جبل اہوا ز جنگ ہوئی جس مین خریب خارجی نے شکست کھائی اور وہان سے فرار کر کے مقام اسیاف مین آیا اور یہان پھر جنگ ہوئی جس مین وہ مارا گیا معقل وہان سے اسیرون کو لیکر مصقلہ کے پاس پہونچا۔ جو جناب امیرؑ کی طرف سے اردشیر خرہ کا والی تھا مصقلہ نے پانچ لاکھ پر تصفیہ کیا کہ قیدی سب آزاد کر دیے جائین معقل نے کہا تو اس مال کو جلد امیر المومنینؑ کے پاس پہونچا۔ مصقلہ نے دو لاکھ تو حضرت کے پاس بھیجے اور باقی کو دبا رکھا۔

قال ذهل بن الحرث فاستدعانی لیلة فطعمنا ثم قال ان امیر المومنین یسالنی هذا المال ولا اقدر علیه فقلت والله لو شئت ما مضت جمعة حتی تحمله فقال والله ما کنت لاحملها قومی اما والله لو کان ابن هند ما طالبنی بها ولو کان ابن عفان لوهبها لی الم تره اطعم الاشعث بن قیس کل سنة من خراج اذربیجان مائة الف قال فقلت ان هذا لایری ذلك الرای ولا یترك منها شیئا فهرب مصقلة من لیلته فلحق بمعاویة وبلغ علیا ذلك فقال ماله ترحه الله فعل فعل السید وفر فرار العبد وخان خیانة الفاجر اما انه لو اقام فعجز ما زدنا علی حبسه فان وجد ناله شیئا اخذ ناه والا ترکناه ثم سار علی الی دارہ فهدمها واجاز عتق السبی وقال اعتقهم مبتاعهم وصارت اثمانهم دینا علی معتقهم ص۱۳۶ تاریخ کامل یعنی ذہل بن حارث بیان کرتا ہو کہ مصقلہ نے ایک شب ہم کو بلا بھیجا اور کہا کہ امیر المومنین ہم سے اُس مال کا مطالبہ کرتے ہین اور ہم کو اسکی قدرت نہین ہی مین نے کہا قسم خدا کی اگر تم چاہو تو

ایک ہفتہ مین یہ مال فراہم کر سکتے ہو۔ مصقلہ نے کہا۔ مگر ہم اپنی قوم پر اسکا بار دینا
نہین چاہتے قسم خدا کی اگر تمہاری جگہ معاویہ ہوتا تو کبھی وہ اسکا مطالبہ نہ کرتا۔ اگر اس
جگہ عثمان بن عفان ہوتے تو وہ کبھی ہم سے اس مال کا مطالبہ نہ کرتے حالانکہ تم جانتے
ہو کہ عثمان ہر سال خراج آذربیجان ایک لاکھ اشعث بن قیس کو بخشدیا کرتے۔ ذہل
بن حارث نے کہا ہان مگر یہ اسکو نہین جائز رکھتے اور اس مین سے کچھ بھی نہ چھوڑین گے۔
اسی شب کو مصقلہ بھاگ کر معاویہ کے پاس چلا گیا۔ جب یہ خبر جناب امیرؑ کو پہونچی تو
حضرت نے فرمایا خدا نہ سمجھے اُس سے کہ کام تو کیا اُسنے سید کا اور فرار کیا مثل غلامون
کے۔ اور خیانت کی مثل فاجرون کے۔ اگر وہ اپنی جگہ پر رہتا تو ہم بہت کرتے تو یہی
کہ اسکو قید کرتے۔ اگر کچھ مال ملتا تو لے لیتے ورنہ چھوڑ دیتے۔ اُسکے بعد حضرت
نے اُسکا گھر گروا دیا۔ اور جن لوگون کو اُسنے آزاد کر دیا تھا اُنکی آزادی کو قائم رکھا
اور فرمایا کہ جسنے اُنھین خریدا تھا اُسنے آزاد کیا۔ قیمت اُسکے ذمہ دین خداہی۔
اب آپ اس طرز عمل کو خلفائے ثلاثہ کے طرز عمل سے ملائیے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ حضرت
ان وجوہ سے مجبور تھے کیونکہ جن لوگون کو حاکم بنا کر کہین کا بھیجتے ہین وہ پہلے خلفا
کا طرز عمل دیکھ چکے ہین کہ کس طرح وہ مال خدا کو ضائع کرتے۔ وہی طمع اُنکو بھی دامنگیر
ہوتی۔ اور حضرت چاہتے تھے کہ جو طرز عمل رسول اللہ کا تھا اُسکو جاری کرین۔ پھر
کیونکر موافقت ہو سکتی تھی۔
اگر کوئی شخص اسپر بھی جناب امیرؑ کو الزام دے کہ کیون آپ نے سنت رسولؐ کی
پیروی کی اور کیون سنت شیخین پر نہ عمل کیا تو اُسکے جواب مین بجز سکوت کوئی جواب
نہین ہے۔

اس سے آپ کو یہ بھی معلوم ہوگا کہ کتاب خدا و سنت رسولؐ کے ساتھ سیرت شیخین کی
جو شرط کی جاتی تھی بیعت مین اُسکا کیا مطلب تھا۔ یہی کہ ارکان سلطنت ہر طرح
آزاد ہون جو چاہین کرین اُن سے کوئی بازپرس نہ کی جائے۔ مال خدا کو تلف کرین
جو جی مین آوے کرین۔ ناحق لوگون کو قتل کرین۔ آپ کسی سے معترض نہ ہون۔ مگر

جو شخص مال کو خدا کا مال نہ سمجھے اور رعیت کو بندگان خدا - وہ کیونکر سکوت کر سکتا ہو -

دوسرا واقعہ عبد اللہ بن عباس کا ہو جن سے بڑھ کر دنیا مین نہ کوئی قرابت مند ہو سکتا ہی بجز اپنی اولاد یا حقیقی بھائی کے - نہ اُن سے بڑھکر کوئی دوست و خیر خواہ - کیونکہ حضرت کے حقیقی چچا عباس بن عبد المطلب کے بیٹے ہین - مگر خدا برا کرے اس دنیا کا جو کیا کچھ نہین کراتی - تاریخ کامل مین ہو ذکر فراق ابن عباس البصرۃ فی ھذہ السنۃ خرج عبد اللہ بن عباس من البصرہ و لحق بمکۃ فی قول اکثر اھل السیر و قد انکر ذلک بعضہم و قال لم یزل عاملا علیہا لعلی حتی قتل علی و شھد صلح الحسن من معاویۃ ثم خرج الی مکۃ والاول اصح وانما کان الذی شھد صلح الحسن عبید اللہ بن عباس وکان سبب خروجہ انہ مر علی باب اسود فقال لو کنت من البہائم لکنت جملا و لو کنت راعیا لما بلغت المرعی فکتب ابو الاسود الی علی اما بعد فان اللہ عز و جل جعلک والیا مؤتمنا و راعیا مستولیا و قد بلوناک وجدناک عظیم الامانۃ ناصحا للرعیۃ توفر لہم فیئہم و تکفل نفسک عن دنیاہم ولا تاکل اموالہم ولا ترتشی فی احکامہم وان ابن عمک قد اکل ما تحت یدیہ بغیر علمک ولم یسعنی کتمانک رحمک اللہ فانظر فیما ھناک واکتب الی برایک فیما احببت والسلام فکتب الیہ علی اما بعد فمثلک نصح الامام والامۃ ودال علی الحق و قد کتبت الی صاحبک فیما کتبت الی و لم اعلمہ بکتابک فلا تدع اعلامی بما یکون بحضرتک مما النظر فیہ صلاح للامۃ فانک بذلک جدیر وھو حق واجب علیک والسلام

وکتب الی ابن عباس فی ذلک فکتب الیہ ابن عباس اما بعد فان الذی بلغک باطل وانی لما تحت یدی ضابط و لہ حافظ فلا تصدق الظنین والسلام - فکتب الیہ علی اما بعد فاعلمنی بما اخذتہ من الجزیۃ ومن

این اخذت و فیما وضعت فکتب الیہ ابن عباس فقد فہمت تعظیمک
مرزاہ ما بلغک انی رزئت من اہل ہذہ البلاد فابعث الی عملک
من احببت فانی ظاعن عنہ والسلام واستدعی اخوالہ من بنی ہلال
بن عامر فاجتمعت معہ قیس کلہا فحمل مالا وقال ہذہ ارزاقنا
اجتمعت فتبعہ اہل البصرۃ فلحقوہ بالطف یریدون اخذ المال
فقال قیس واللہ لایوصل الیہ و فینا عین تطرف صٓـ۱۵۶ جلد ۳

عبداللہ بن عباس کی مفارقت حضرت علی سے اسی سنہ ۴۰ھ مین عبداللہ بن عباس
بصرہ سے علیحدہ ہوے اور مکہ چلے گئے - یہی قول اہل سیر کا ہی اور بعض نے یہ
کہا ہی کہ وہ ہمیشہ حضرت علیؑ کے عامل رہے یہان تک کہ صلح امام حسنؑ مین شریک تھے
اسکے بعد مکہ گئے - لیکن قول اول صحیح اصح ہی - اور وہ عبید اللہ بن عباس تھے جو شریک
صلح امام حسنؑ تھے - وجہ مفارقت یہ ہوئی کہ انکا گذر ابو الاسود پر ہوا جو قاضی تھے
منجانب جناب امیرؑ - پس کہا ابن عباس نے اگر ہم بہائم سے ہوتے تو جمل ہوتے
اور اگر راعی ہوتے تو چراگاہ تک نہ پہونچتے - اسپر ابو الاسود نے جناب امیرؑ کو
لکھا خدا نے آپ کو والی بنایا ہی امانت دار اور راعی بنایا ہی مستولی - ہم نے آپ کی
جب آزمائش کی تو آپ کو عظیم الامانۃ پایا اور خیر خواہ امت - کہ آپ ہر شخص کو
مال غنیمت سے پورا حصہ دیتے ہین اور اپنے نفس کو انکی دنیا سے بچائے رہتے
ہین - نہ انکا مال کھاتے ہین نہ حکام مین رشوت لیتے ہین - آپ کے ابن عم نے جو
انکی ماتحتی مین تھا بغیر آپ کے علم کے اسپر تصرف کیا اور ہم کو جائز نہ تھا کہ اسکو
آپ سے پوشیدہ رکھتے جو کچھ آپ کی رائے ہو اس سے مطلع فرمائیے -
جناب امیرؑ نے لکھا بیشک تم ان لوگون سے ہو جو امام و امت دونون کے خیر خواہ
ہین - اور محض حق کے خیال سے دوستی کرتے ہو - ہم نے تمھارے صاحب کو بھی
لکھا اور تمھارے خط کے مضمون سے نہین مطلع کیا - تو جو کچھ وہان پیش آئے
اسکی ہم کو برابر خبر دیا کرو جس مین امت کی صلاح ہو یہ حق واجب ہی تم پر -

ایک خط ابن عباس کو بھی لکھا تو اُنھون نے جواب دیا کہ جو خبر آپ کو ملی ہے وہ بالکل باطل ہو۔ ہم کل امور کے مناابط ہین اور ہر طرح سے محافظ بدگویون کی بات نہ سنیے والسلام۔

جناب امیرؑ نے لکھا کہ لکھو کس قدر مال تم کو جزیہ مین وصول ہوا اور کہان سے وصول کیا اور کہان خرچ کیا۔

ابن عباس نے لکھا کہ آپ کے خط سے معلوم ہوا کہ آپ اُس خبر کو عظیم جانتے ہین۔ ہم نے جو کچھ لیا وہ انھین شہرون سے۔ آپ اپنے عمل کے لیے جس شخص کو چاہے بھیجیے کہ ہم رخصت ہوتے ہین والسلام۔

اسکے بعد اپنے مامون لوگون سے کچھ لوگون کو بلوایا جن مین سے قیس اپنے قبیلہ کے ساتھ آیا اور اُسکے ساتھ مال لیکر روانہ مکہ ہوے۔ کہا کہ یہ مال ہمارے ارزاق سے ہی جو جمع ہو گیا ہو۔ اہل بصرہ سے کچھ لوگون نے چاہا کہ چھینین اسپر قیس نے کہا کہ جب تک ہم لوگون سے ایک آدمی کی بھی آنکھ کھلی ہو تم لوگ اس مال سے نہین پاسکتے"

ہم نہین چاہتے تھے کہ اس واقعہ کو یہان لکھین کیونکہ حضرت عبد اللہ بن عباس کوئی معمولی شخص نہین ہین۔ مگر اس خیال نے اور بھی مجبور کیا کہ اہل فہم کو معلوم ہو کہ خلیفۂ رسول کے لیے معصوم ہونا کیسا ضروری ہو۔ کیونکہ عبد اللہ بن عباس ابن عم رسول بھی ہین اور ابن عم جناب امیر بھی۔ ان سے بڑھ کر کون اسرار شریعت سے واقف ہو سکتا ہو اور ان سے بڑھ کر کون خیر خواہ امت و خیر خواہ جناب امیر ہو سکتا ہو۔ مگر جب حب دنیا نے انکو بھی نہ چھوڑا تو خلفاے ثلاثہ کس شمار مین ہین جنکا اسلام جنکا ایمان جو کچھ تھا اسی دنیا کے لیے۔

اس حالت سے آپ کو اسکی بھی وجہ معلوم ہو گی کہ اُنھون نے بھی بروایت تاریخ کامل جناب امیرؑ کو مشورہ دیا تھا کہ معاویہ کو اپنے حال پر رہنے دیجیے اور معزول نہ کیجیے کہ بعد اقرار بیعت ہم اُسکو اس طرح نکال دینگے جس طرح بال خمیر سے نکالا جاتا ہو تو جناب امیرؑ نے فرمایا لست من ھناتک ولامن ھنات معویۃ فی شئی منک

جناب امیر المومنین ؑ نے جو ابتدا مین اس خلافت کا مطالبہ کیا ہو اور مدۃ العمر اُس کو اپنا حق سمجھتے رہے وہ سب کے پیش نظر ہی۔ پھر بوقت خلافت عثمان جو آپ نے عمل سیرت شیخین کی شرط سے مخالفت فرما کر علیحدگی اختیار کی۔ اور بعد قتل عثمان جو آپ نے قبول خلافت سے انکار کیا وہ سب آپ کے پیش نظر ہی جس سے آپ بدیہی طور پر اس نتیجہ تک پہونچ سکتے ہین کہ پہلے مطالبہ کس اصول پر تھا اور انکار کس اصول پر کیونکہ اگر محض حصول خلافت سے مطلب ہوتا تو کسی وقت مین اُس سے انکار کیا۔

نہین نہین حضرت کی غرض خلافت سے نہ حکومت کرنی تھی نہ ملک گیری۔ بلکہ جس کام کے لیئے رسول اللہ مامور ہوے تھے اور جس کام کی تکمیل باقی تھی اُسکو انجام دینا تھا کہ دنیا کو معلوم ہو اسلام کس کا نام ہی اور اُسکے کیا فرائض ہین۔ جہاد کیونکر ہوتا ہی۔ ملک لیا جاتا ہی۔ اسلام کیونکر شائع کیا جاتا ہی۔ اگر اُسوقت آپ کو خلافت ملتی تو آپ ان سب امور کو دکھا دیتے۔ مگر اب کہ خلفاے ثلاثہ کی بدولت سب کے دیدۂ طمع وا ہو گئے تھے۔ دندان طمع دراز ہو گئے تھے دنیا کا خیال جم گیا تھا۔ آپ خلافت لیکر اُس غرض کو کیونکر پورا کر سکتے تھے۔

آپ نے خالد بن ولید کے حالات دیکھے۔ ابو عبیدہ کے حالات سے مطلع ہوے معاذ بن جبل کی کارگذاریان دیکھین جو اعاظم صحابہ سے ہین اور اُنکے مقابلہ مین باتفاق اہل سنت کوئی صحابی واجب الاحترام نہین۔ مگر دنیا نے اُن کو کیونکر اندھا کر دیا۔

اب خلیفۂ اول کی حالت ملاحظہ ہو کہ خلافت سے کیا کچھ نہ لیا۔ اسی تاریخ کامل مین ہی وکان الذی فرض لہ ستۃ آلاف کہ چھ ہزار سالانہ خلافت سے اُنکو ملتا تھا اور بوقت مرگ حساب سے بیت المال کا آٹھ ہزار اُنکے ذمہ نکلا تھا کتاب الامامۃ والسیاسۃ مین ہی فقال لہم انظروا ما ذا انفقت من بیت المال فنظروا فاذا ہو ثمانیۃ آلاف درہم ص۳۲

خلیفۂ دوم کے عدل و انصاف کا تمام عالم مین شہرہ ہی مگر صحیح بخاری مین ہی یا عبد اللہ

ابن عمر انظر ما علی من الدین فحسبوہ فوجدوہ ستة وثمانین الفا او
نحوہ یعنی عمر صاحب کا حساب کیا گیا تو بیت المال کا چھیاسی ہزار اُنکے ذمہ نکلا۔
جس پر نافع اعتراض کرتا ہے وقد انکر نافع مولی عمر ان یکون علی عمر دین
فروی عمر بن شبة فی کتاب المدینة باسناد صحیح ان نافعا قال
من این یکون علی عمر دین وقد باع رجل من ورثته میراثه بمائة
الف فتح الباری ص۔ یعنی عمر پر دین کیونکر ہو سکتا ہے حالانکہ عمر کے ایک وارث
نے اپنا ترکہ لاکھ درہم پر بیع کیا تھا جس سے آپ سمجھ سکتے ہیں کہ اصلی متروکہ اُن کا
کس قدر ہوگا۔
طلحہ کے حال میں لکھا ہے جو ابوبکر کے داماد تھے اور تینوں خلافتوں کے دست بازو
رہے ہیں تاریخ خمیس میں ہے روی عمرو بن دینار عن مولی لطلحة قال ان
دخل طلحة کان کل یوم الف درهم ویقال خلف من المال الفی الف
درهم ومائتی الف دینار۔ وروی ابن سعد باسناده قومت اصول
طلحة وعقاره بثلاثین الف الف درهم۔ قال ابن الجوزی خلف
طلحة ثلث مائة حمل ذهبا ص۳۱۱ جلد ۲ یعنی عمرو بن دینار ایک غلام طلحہ سے
روایت کرتے ہیں کہ طلحہ کی روزانہ آمدنی ہزار درہم تھی اور مرتے وقت دو کرور درہم
اور دو لاکھ اشرفیاں چھوڑ گئے تھے۔
ابن سعد روایت کرتے ہیں کہ طلحہ کے اصول وعقار کی قیمت کی گئی تو ۳ کرور کی
مالیت قرار پائی۔
ابن الجوزی لکھتے ہیں کہ وہ طلائے خالص اسقدر چھوڑ گئے تھے جو تین سو اونٹ کا
بار تھا۔
زبیر بن العوام کے حالات میں لکھا ہے اُسی تاریخ خمیس میں کان له الف مملوك
یؤدون الخراج۔ وقد خلف املاکا بیعت بنحو اربعین الف الف درهم
وهذا لم یسمع بمثله۔ قسط ص۳۱۱ یعنی اُنکے ہزار غلام تھے جو خراج ادا کیا کرتے

عبدالرحمٰن کی املاک جو بیچی گئی تو اسکی قیمت چالیس کروڑ تھی۔ یہ ایسے مقدار ہے جو کبھی سنی نہین گئی۔

عبدالرحمٰن بن عوف کے حال مین خود شاہ عبدالعزیز صاحب تحفۂ اثنا عشریہ مین لکھتے ہین "مثلاً ہمین اثنا عبدالرحمٰن بن عوف کہ بالقطع مبشر بجنت دیگر ازدہ یار بہشتی بود رحلت فرمود و مال فراوان گذاشت بحدی کہ بعد از اداے دیون و تنفیذ وصایاے او چون ترکۂ او را تقسیم نمودند ثمن یا قیمش بچہار زن او رسید و منجملۂ آن چہار یک زن را زیادہ بر ہشتاد ہزار درہم در حصہ می رسید و چون او را در مرض مطلقہ نمودہ بود تمام حصہ اش ندادند بر ہشتاد ہزار درہم صلح نمودند" ص ۵۹۵ چھاپہ کلکتہ

یعنی عبدالرحمٰن کے متروکہ کے آٹھوین حصہ کا چوتھا حصہ اسی ہزار درہم سے زیادہ تھا جو ایک زوجہ کو بطور صلح دیا گیا کیونکہ اسکو عبدالرحمٰن اپنے مرض مین طلاق دیچکے تھے لہذا پورا ترکہ نہین دیا گیا بلکہ اسی ہزار درہم پر مصالحہ ہوا۔

اب ان حالات کے ساتھ جناب امیر کی اس حالت کو ملاحظہ فرمائیے جو اسی تاریخ کامل مین ہے کان ابو رافع مولیٰ رسول اللہ خازنا لعلی علی بیت المال فدخل علی یوما وقد زینت ابنتہ فرای علیہا لؤلؤۃ کان عرفہا لبیت المال فقال من این لہا ھذہ لاقطعن یدھا فلما رای ابو رافع جدہ فی ذلک قال انا واللہ یا امیر المومنین زینتہا بہا فقال علی لقد تزوجت بفاطمۃ ومالی فراش الاجلد کبش ننام علیہ باللیل ونعلف علیہ ناضحنا بالنہار ومالی خادم غیرھا قال ابن عباس قسم العلم الناس خمسۃ اجزاء فکان لعلی منہا اربعۃ اجزاء ولسائر الناس جزء یشارکہم علی فیہ فکان اعلمہم بہ وقال احمد بن حنبل ما جاء لاحد من اصحاب النبی ما جاء لعلی۔ وقال عمرو بن میمون لما ضرب عمر بن الخطاب وجعل الخلافۃ فی الستۃ من الصحابۃ فلما خرجوا من عندہ قال ان ولوھا الاجلح سلک بہم الطریق فقال لہ ابنہ عبد اللہ فما یمنعک یا امیر المومنین من

تولیته قال اکره ان اتحملها حیا ومیتا۔ قال عاصم بن کلیب عن
ابیه قدم علی علی مال من اصبهان فقسمه علی سبعة اسهم فوجد
فیه رغیفا فقسمه علی سبعة ودعا امراء الاسباع فاقرع بینهم لینظر
ایهم یعطی اولا وقال هرون بن عنترة عن ابیه دخلت علی علی بالخورنق
وهو فصل شتاء وعلیه خلق قطیفة وهو یرعد فیه فقلت یا امیر
المومنین ان الله قد جعل لك ولاهلك فی هذه المال نصیبا وانت
تفعل هذا بنفسك فقال والله ما ارزؤکم شیئا وما هی الا قطیفتی
التی اخرجتها من المدینة وقال یحیی بن سلمه استعمل علی عمرو
بن سلمة علی اصبهان فقدم ومعه مال وزقاق فیها عسل وسمن
فارسلت ام کلثوم بنت علی الی عمرو فطلبت منه سمنا وعسلا فارسل
الیها ظرف عسل وظرف سمن فلما کان الغد خرج علی واحضر
المال والعسل والسمن لیقسم فعد الزقاق فنقص زقین
فساله عنهما فکتمه وقال نحن نحضرهما فعزم علیه الا ذکرهما له فاخبره
فارسل الی ام کلثوم فاخذ الزقین منها فراهما قد نقص فامر التجار
بتقویم ما نقص منهما فکان ثلثة دراهم فارسل الیها فاخذها
منها ثم قسم الجمیع قیل وخرج من همذان فرای رجلین یقتتلان
ففرق بینهما ثم قضی فسمع صوتا یا غوثاه بالله فخرج یحضر نحوه
وهو یقول اتاك الغوث فاذا رجل یلازم رجلا فقال یا امیر المومنین
بعت هذه ثوبا لسبعة دراهم وشرطت ان لا یعطینی معمورا و
لا مقطوعا وکان شرطهم یومئذ فاتانی بهذه الدراهم فاتیت ولزمته
فلطمنی فقال للاطم ما تقول فقال صدق یا امیر المومنین فقال
اعطه شرطه فاعطاه وقال للمنظوم اقتص قال او اعفو یا امیر
المومنین قال ذلك الیك ثم قال یا معشر المسلمین خذوه فاخذوه

فحمد على ظهر رجل كما يحمل صبيان الكتاب ثم ضربه بخمس عشرة
درة وقال هذه لما انتهكت من حرمته ولما قتل على قام ابنه
الحسن خطيبا فقال لقد قتلتم الليلة رجلا فى ليلة نزل فيها القرآن و
فيها رفع عيسى وفيها قتل يوشع ابن نون والله ما سبقه احد كان قبله
ولا يدركه احد يكون بعده والله ان كان رسول الله يبعثه فى السرية
وجبرئيل عن يمينه وميكائيل عن يساره والله ما ترك صفراء ولا بيضاء
الا ثمانمائة او سبعمائة ارصدها لجاريه - وقال سفيان ان عليا
لم يبن اجرة على اجرة ولا لبنة على لبنة ولا قصبة على قصبة وان كان
ليوتى بحبوبه من المدينة فى جراب وقيل انه اخرج سيفا له الى السوق
فباعه وقال لو كان عندى اربعة دراهم ثمن ازار لما بعته وكان لا
يشترى ممن يعرفه واذا اشترى قميصا قدر كمه على طول يده و
قطع الباقى وكان يختم على الجراب الذى فيه دقيق الشعير الذى ياكل
منه ويقول لا احب ان يدخل بطنى الا ما اعلم وقال الشعبى وجد
على درعا له عند نصرانى فاقبل به الى شريح وجلس الى جانبه وقال
لو كان خصمى مسلما لساويته وقال هذه درعى فقال النصرانى ما هى
الا درعى ولم يكذب امير المومنين فقال شريح لعلى الك بينة قال لا وهو
يضحك فاخذ النصرانى الدرع ومشى يسيرا ثم عاد وقال اشهد ان
هذه احكام الانبياء امير المومنين قدمنى الى قاضيه يقضى عليه ثم
اسلم واعترف ان الدرع سقطت من على عند مسيره الى صفين
ففرح على باسلامه ووهب له الدرع وفرسا وشهد معه قتال الخوارج
وقيل ان عليا روى وهو يحمل فى ملحفة تمرا قد اشتراه بدرهم
فقيل له يا امير المومنين لا نحمله عنك فقال ابو العيال احق بحمله
وقال الحسن بن صالح تذاكروا الزهاد عند عمر بن عبد العزيز

فقال عمر ازهد الناس فی الدنیا علی بن ابی طالب و قال المدائنی نظر علی الی قوم ببابه فقال لقنبر مولاه من هؤلاء قال شیعتك یا امیر المومنین قال ومالی لا اری فیهم سیما الشیعة قال وما سیماهم قال خمص البطون من الطوی یبس الشفاه من الظما عمش العیون من البکا ومناقبه لا یحصر قد جمعت قضایاه فی کتاب المفرد یعنی ابو رافع جناب امیرؑ کے خزانچی کا نام تھا۔ ایک روز جناب امیرؑ داخل خزانہ ہوے تو آپ نے ایک لڑکی کو دیکھا کہ کچھ زیور پہنے ہوے ہی اُس مین ایک موتی بھی ہی جسکو آپ پہچانتے تھے۔ پوچھا اسکو کہان سے ملا یہ تو بیت المال کا مال ہی۔ مین اسکا ہاتھ کاٹون گا۔ (یہان خیال کیجیے قول رسول اللہ جیسا کہ صحیح بخاری مین ہی کہ اگر میری بیٹی فاطمہؑ بھی چوری کرے تو ہم اسکا ہاتھ کاٹینگے) ابو رافع نے جب حضرت کا اصرار دیکھا تو کہا قسم خدا کی مین نے یہ موتی اسکو پہنچایا ہی۔ اُسپر حضرت نے فرمایا جب ہمارا عقد فاطمہؑ سے ہوا تو ہمارے پاس کوئی ایسا فرش نہین تھا جسپر ہم سوتے۔ صرف ایک بھیڑ کی کھال تھی جسپر شب کو سوتے تھے اور دن کو اُسپر ہمارا اونٹ دانہ کھاتا تھا۔ اور بجز جناب سیدہ کوئی خادم نہ تھا جو خدمت کرتا۔ ابن عباس کہتے ہین کہ تمام آدمیون کے علوم کی تقسیم کی گئی تو پانچ حصہ نکلا جس مین سے چار حصہ تو حضرت علیؑ کا حصہ تھا اور پانچوین حصہ مین سب کے شریک تھے مگر اُس مین بھی سب سے زیادہ اعلم تھے۔ احمد بن حنبل کہتے ہین کہ جسقدر فضیلتین جناب امیرؑ کی وارد ہوئی ہین کسی دوسرے صحابی کی نہین آئی ہین۔ عمر بن میمون کہتے ہین کہ جب عمر نے ضربت کھائی اور خلافت کو چھ آدمیون کے شورے مین دائر کیا تو کہا اگر اس اجلح (جسکے سر پہ بال نہین ہوتے اشارہ ہی جناب امیرؑ کی طرف) کو والی بنائین تو ضرور انکو راہ پر لے چلے۔ اُنکے بیٹے عبد اللہ نے کہا پھر آپ کیون اُنکو خلیفہ نہین بناتے تو عمر نے کہا ہم کو یہ گوارا نہین کہ زندگی و موت دونون مین اسکا بار اُٹھائین (اسپر بھی عبد اللہ بن عمر نے بیعت نہین کی) عاصم بن کلیب کہتے ہین کہ جناب امیرؑ کے پاس کچھ مال آیا اصفہان سے تو آپ نے

صـ ۱۹۰ جلد ۲ تاریخ ما ۱

اُسکو سات حصون پر تقسیم کیا جس مین ایک روٹی تھی اُسکو بھی حضرت نے سات حصہ
کیا اور ساتون حصہ فوج کے سردارون کو بلا کر تقسیم کیے اور اسپر قرعہ ڈالا کہ پہلے
کس کو دیا جائے۔ ہارون بن عنترہ راوی ہین کہ مین جناب امیرؑ کی خدمت مین بمقام
خورنق گیا وہ فصل سرما تھی۔ تو دیکھا آپ ایک پُرانی چادر اوڑھے ہوے ہین اور
مارے سردی کے کانپ رہے ہین۔ مین نے کہا کہ یا امیر المومنین خدا نے آپکا اور آپ کے
خاندان کا حصہ بھی تو اس مین مقرر کیا ہی۔ پھر کیون یہ حالت ہی۔ حضرت نے فرمایا قسم خدا
کی ہم کو نہین لینا چاہیے۔ یہ چادر جو تم دیکھ رہے ہو وہ ہی جو ہم مدینہ سے اوڑھ کر آئے
تھے۔ یحیی بن سلمہ کہتے ہین کہ عمر بن سلمہ کچھ مال لیکر اصفہان سے آئے۔ اُنکے ساتھ کچھ مال
بھی تھا اور گھی۔ شہد کی مشکین بھی۔ ام کلثوم بنت امیر المومنینؑ نے کچھ شہد اور گھی
طلب کیا تو شہد اور گھی کا بھرا ہوا ظرف بھیجدیا۔ جب دوسرے روز جناب امیرؑ نے
اسکو تقسیم کرنا چاہا تو شہد اور گھی کی مشکون مین سے دو مشکیزہ کم ہوے۔ پوچھا کیا ہوے
ابن سلمہ نے اصل حال کو چھپا کر کہا کہ ابھی حاضر کرتے ہین۔ پھر حضرت ام کلثوم سے
ابن سلمہ نے منگا بھیجے۔ جب وہ مشکیزہ آئی تو حضرت نے فرمایا یہ تو ناقص ہین۔ تاجرون
کو بلا کر اُسکی قیمت لگائی گئی تو تین درہم کے انداز سے کم تھا۔ اُسقدر منگا کر ملایا گیا
اور تقسیم کیا گیا۔

ایک روز مکان سے باہر تشریف لائے تو دیکھا دو آدمی باہم دیگر لڑ رہے ہین
آپنے دونون کو جدا کر دیا۔ آگے بڑھے تو فریاد کی آواز آئی۔ حضرت نے آکر
جو دیکھا ایک آدمی دوسرے کو پکڑے ہوے ہے۔ دریافت پر اُسنے کہا کہ یا حضرت
مینے اسکے ہاتھ ایک کپڑا بیچا تھا سات درہم کو اور یہ شرط کی کہ مغشوش و مقطوع درہم نہ دے
یہ شرط ہوتی تھی اس زمانہ مین۔ اب وہ شخص یہ درہم لایا ہی جسپر ہم نے واپس
کیا تو اُسنے ہم کو طمانچہ مارا۔ حضرت نے اُس سے پوچھا تو کہا سچ کہا اسنے۔ حضرت
نے فرمایا پھر اسکی شرط پوری کر۔ اُسکے بعد مضروب سے کہا کہ یا تو تو اپنا بدلا اس سے
لے یا معاف کر۔ اُسنے کہا ہم نے آپ کے حوالہ کیا۔ حضرت نے فرمایا اسکو پکڑو۔ راوی

کہتا ہی کہ اُسکو اس طرح اُٹھا کر لائے جس طرح معلم لڑکون کو اُٹھا کر لے جاتے ہین اُسکے
بعد حضرت نے پندرہ کوڑے لگائے اور فرمایا یہ بدلا ہی اُسکا جو تو نے اس کی حرمت

ضائع کی۔
بعد شہادت جناب امیرؑ امام حسنؑ نے خطبہ مین فرمایا آج کی شب قرآن نازل ہوا اور رفع
حضرت عیسیٰؑ و قتل حضرت یوشعؑ اسی شب کو ہوا تم نے اُس شخص کو قتل کیا ہی جسپر قسم
خدا کی نہ کسی نے سبقت کی قبل اُسکے اور نہ کوئی اس درجہ کو اُنکے بعد پہونچ سکتا ہی۔
اکثر رسول اللہ آپ کو سرایا مین بھیجا کرتے کہ جبرئیل آپ کے داہنے ہاتھ اور میکائیل
بائین ہاتھ اُنکے قتل کیا کرتے۔ قسم خدا کی نہ زرد (دینار) چھوڑا ہی نہ سفید (درہم) مگر
سات سو یا آٹھ سو درہم جو اس غرض سے رکھے تھے کہ ایک جاریہ خریدین۔
سفیان کہتے ہین حضرت علیؑ نے نہ کوئی مکان اپنے لیے بنایا۔ نہ اینٹ پر اینٹ رکھی
نہ کڑی پر کڑی (یعنی کسی قسم کا مکان نہین بنایا)
اور حضرت کا غلہ مدینہ سے جراب مین آیا کرتا تھا۔
روایت ہی کہ حضرت نے ایک روز اپنی تلوار لیجا کر بازار مین بیچ ڈالی اور فرماتے تھے
کہ اگر چار درہم بھی ہمارے پاس ہوتے جس سے ایک لنگ خریدتے تو اس تلوار کو نہ بیچتے
آپکا معمول تھا کہ ایسے لوگون سے خریدا کرتے جو آپ کو نہ پہچانتا ہو۔
اور جب قمیص خرید کرتے تو جسقدر آستین اُسکی زیادہ ہوتی اُسکو پھاڑ ڈالتے۔
اور آپ کا معمول تھا کہ جس ہمیانی مین آپ کے کھانے کا جو کا آٹا ہوتا تھا اُسپر آپ مُہر
کر دیتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم نہین پسند کرتے کہ ہمارے شکم مین ایسا کھانا جائے جسکو

ہم نہ جانتے ہون۔
شعبی کہتے ہین کہ حضرت علیؑ نے اپنی زرہ ایک نصرانی کے پاس دیکھی اُسکو لیکر شریح
قاضی کے پاس لائے اور خود قاضی کے پہلو مین بیٹھے اور کہا کہ اگر وہ مسلمان ہوتا تو ہم
اُسکے برابر کھڑے ہوتے۔ اُسکے بعد قاضی سے کہا یہ ہماری زرہ ہی۔ نصرانی نے
کہا کہ نہین یہ ہماری زرہ ہی مگر تکذیب جناب امیرؑ نہین کی۔ شریح نے جناب امیرؑ

کہا کوئی گواہ و بینہ بھی ہی کہ یہ ذرہ آپ کی ہی حضرت نے فرمایا کہ نہین اسکے ساتھ آپ متبسم تھے - نصرانی وہ ذرہ لیکر چلا گیا - تھوڑی دور جاکر پھر آیا اور کہا مین گواہی دیتا ہون کہ یہ احکام انبیا سے ہین کہ خود امیر المومنین نے ہم کو اپنے قاضی کے پاس پیش کیا اور آپ کا قاضی آپ کے خلاف حکم دیتا ہی - اسکے بعد وہ اسلام لایا اور کہا بیشک یہ آپ کی ذرہ ہی - جب آپ جنگ صفین کو جا رہے تھے یہ گر گئی تھی - ہم نے اُٹھا لی - جناب امیرؑ اُسکے اسلام سے بہت خوش ہوے اور وہ ذرہ بھی اُسکو دیدی اور ایک گھوڑا عنایت کیا - وہ نصرانی ملازم رکاب ہوا یہان تک کہ جنگ نہروان مین شہید ہوا -

روایت ہی کہ حضرت علیؑ ایک درہم کے خرمے خرید کر اپنی چادر مین لا رہے تھے لوگون نے کہا کہ ہم کو دیدیجیے پہونچا دین - حضرت نے فرمایا جو شخص صاحب عیال ہے وہ زیادہ مستحق ہے -

حسن بن صالح کہتا ہی کہ عمر بن عبد العزیز کے سامنے زاہدون کا تذکرہ ہوا تو کہا علیؑ بن ابی طالب ازہد الناس تھے دنیا مین -

مدائنی نے کہا کہ ایک قوم کو حضرت نے اپنے مکان پر دیکھا تو قنبر سے پوچھا یہ کون ہین کہا آپ کے شیعہ ہین - فرمایا کیا وجہ کہ انمین علامت شیعہ نہین - پوچھا وہ کون سی علامت ہی - کہا شکم اُنکے خشک ہوتے ہین بھوک سے - لب اُنکے خشک ہوتے ہین تشنگی سے آنکھین ورم آلود ہوتی ہین گریہ و بکا سے - تاریخ کامل صفحہ ۱۶۰ جلد ۳

یہ ایک قطرہ ہی دریا سے - ذرہ ہی بیابان سے - ورنہ کون ہی جو آپ کے فضائل و مناقب کا احصا کر سکے - مگر اہل اسلام اسپر اگر غور کرین تو اُنکو معلوم ہو کہ رسول اللہ کے بعد اگر یہ شخص خلیفہ ہوتا تو کس طرح اسلام کو رواج ہوتا اور کس طرح حق واضح ہوتا کیونکہ آپ دیکھ رہے ہین کہ آپ کی جو بات ہی وہ اعجاز ہی - جو خلق ہی وہ کرامت - کیا آپ کی خلافت کے بعد پھر کوئی گمان کر سکتا ہی کہ دنیا مین کسی طرح کا فتنہ و فساد رہتا کیونکہ رسول اللہ نے اپنی تیئیس برس کی رسالت مین تمام عرب کی کایا پلٹ دی تھی

کفر کی جگہ اسلام - شرک کی جگہ توحید - ظلم کے عوض عدل - بخل کے عوض سخا جاری کر دیا
تھا - اگر انھین اغراض و مقاصد کا چاہنے اور جاننے والا آپ کا نائب ہوتا تو
پھر کس کو اس مین شک رہ سکتا ہی کہ اسلام کی وہ تعلیم ہوتی جو اُسکا اصلی مقصود تھا

ان حالات پر غور کرنے سے آپ کو یہ بھی معلوم ہو سکتا ہی کہ صحابہ کی سرکشی
ایسی کیون تھی - انھین وجوہ سے کہ وہ لوگ بندۂ درہم و دینار تھے - جانتے تھے کہ
اگر حضرت کی خلافت چل گئی تو پھر ہم لوگون کو فائدہ نہ ہو گا - اِس لیئے سب مخالف
تھے کہ آپ مال خدا کی بھی وہی حرمت کرتے تھے جو مسلمانون کی جان کی حرمت تھی کہ
کسی طرح ناجائز طریقہ پر اُسکے صرف کرنے پر راضی نہ ہوتے -

افسوس کہ باوصف قصد اختصار پھر بھی اسوجہ مین کچھ طوالت ہوئی اور کل کیا ایک
جزو مطلب بھی نہ بیان کر سکے -

وجہ نہم - ابوبکر صاحب کو ابتدا ٔ ایسی ایسی چھوٹی چھوٹی لڑائیان پیش آئین کہ جنکے
فتح کرنے مین کسی قسم کی دقت ہی نہ تھی جس سے تمام سپاہیون کی ہمت فوری بڑھ گئی
کیونکہ عام قاعدہ ہی جب آدمی کو کسی کام مین کامیابی ہوتی ہی تو اُسکی ہمت بڑھ جاتی ہی
چونکہ تمامی صحابہ اس راے کے مخالف تھے کہ اُن لوگون سے جنگ کی جائے
جو دراصل خلافت حالیہ کے مخالف تھے اور مرتد کا خطاب اُنکو دیا گیا - لہذا خلیفۂ
اول نے خود قصد کیا کہ جہاد کو نکلین - مگر مقابلہ ایسا خفیف تھا کہ کُل سو آدمیون
کے ساتھ خلیفہ جہاد کے لیے چلے ہین - تاریخ خمیس مین ہی وعزم علی الخروج و
امر الناس بالجہاد وخرج ہو فی مائة من المہاجرین وقیل فی مائة
من المہاجرین والانصار وخالد بن الولید یحمل اللواء حتی نزل الجبّان
وہو ذو القصة ص ۲۲۷ یعنی ابوبکر نے جب جنگ کا مصمم ارادہ کر لیا اور جہاد کا اعلا
دیدیا گیا تو سو مہاجرین مین یا سو مہاجر و انصار ملکر باہر نکلے - علمبردار خالد بن ولید
تھے اور ذو القصہ مین آکر نزول کیا -

ہم یہ نہین کہتے کہ یہی تعداد اُنکے ساتھ تھی اور بھی ہونگے مگر پہلے پہل جو خلیفہ جنگ کو

چلے ہین تو تصریح تعداد یہی تھی کہ سو آدمیون کا یہ لشکر تھا جس سے معلوم ہو سکتا ہو کہ یہ کیسی لڑائی ہوگی اور اسکو کس قدر اہمیت دی جا سکتی ہی کیونکہ یہ لڑائی خارجہ بن حصین سے تھی۔

اس لڑائی کا نتیجہ یہ ہوا فاقتتلوا شیئا من قتال وتحیز المسلمون ولاذ ابوبکر بشجرۃ یعنی اس مختصر لڑائی مین مسلمانون کا قدم اُکھڑ گیا اور ابوبکر ایک جھاڑی کے نیچے چھپ رہے۔

جس سے اسکی بھی وجہ معلوم ہوگی کہ پھر کیون نہ کبھی کسی معرکہ مین شریک ہوے وکرہ ان یعرف فاوی طلحۃ بن عبید اللہ علی شرف فصاح باعلی صوتہ لاباس ہذہ الخیل قد جاءتکم فراجع الناس وجاءت الامداد وتلاحق المسلمون فانکشف خارجۃ بن حصین واصحابہ وتبعہ طلحۃ بن عبید اللہ فیمن خف معہ فلحقوہ فی اسفل ثنایا عوسجۃ وھو ھارب لا یلوی فید رکہ رجل من خریات اصحابہ فحمل طلحۃ علی رجل بالرمح فدق ظہرہ ووقع میتا وھرب من بقی ورجع طلحۃ الی ابی بکر فاخبرہ ان قد ولوا منہزمین ھامش ۲۲۷ یعنی مکروہ سمجھا ابوبکر نے کہ اُنکا نام اس بارے مین مشہور ہونے پائے (کیونکہ خلیفہ بنے تھے) تب طلحہ نے جاکر ایک بلندی سے آواز دی کہ گھبراؤ نہین لشکر آپہونچا۔ اس سے مسلمانون کے لشکر مین جان آئی اور لوگ جمع ہوے اتنے مین فوج بھی مدینہ سے آگئی۔ تب خارجہ بھاگا اور طلحہ نے اُسکا تعاقب کیا۔ اور لوگ بھی مل گئے۔ یہان تک کہ اسفل ثنایا عوسجہ (نام مقام) تک بھگا لے گئے۔ اور وہ بھاگا جاتا تھا کہ مڑکر دیکھتا بھی نہ تھا۔ خارجہ کے لشکر کا ایک آدمی اُنکو آخر مین مل گیا جسپر طلحہ نے نیزہ مارا کہ وہ مرگیا اور سب بھاگے۔ تب طلحہ نے آکر خبر دی کہ سب بھاگ گئے کوئی نہین رہا۔

اس واقعہ سے آپ کو اہمیت اس لڑائی کی معلوم ہو سکتی ہی کہ فریق مخالف کی جمعیت کتنی تھی جسکے مقابلہ مین خود ابوبکر صاحب سو آدمی لیکر نکلے ہین اور وہ کیسے بہادر تھے

کہ صرف ایک شخص کے مارے جانے پر ایسا لوگ دُم بھاگے کہ پھر کسی کا وجود ہی نہ رہا اور طلحہ نے آکر ابوبکر کو مبارکباد دی۔

بخلاف جناب امیر کے کہ آپ کو پہلی لڑائی جو پیش آئی ہی انھین طلحہ سے جنھون نے تن تنہا فوج خارجہ کو شکست دی ہی۔ اور زبیر سے جنگی شجاعت کا بہت کچھ اہل سنت مین فسانہ ہی۔ پھر بتائیے ایسی جنگ کو جنگ ابوبکر سے کیا النسبت۔ اور کیا یہ مہم ایسی تھی جو اس جلدی سے سر ہو جاے۔

اس جنگ کی اہمیت یون سمجھیے کہ فریقین کے لوگ جو اس جنگ مین مارے گئے تو تاریخ خمیس مین ہی یقال ان عدۃ المقتولین من اصحاب الجمل ثمانیۃ الاف وقیل سبعۃ عشر الفا و ذکر انہ قطعت علی خطام الجمل سبعون یدا کلھم من بنی ضبۃ کلما قطعت ید رجل تقدم اخر وقتل من اصحاب علی نحو الف ص ۳۰۹ یعنی جنگ جمل مین جو لوگ مارے گئے وہ اُنکی تعداد بقولے آٹھ ہزار تھی اور بقولے سترہ ہزار۔ صرف حضرت عائشہ کے اونٹ کی مہار تھامنے والے ستر آدمی تھے جو یکے بعد دیگرے مہار تھامتے اور مارے جاتے۔ اور اصحاب جناب امیر سے ہزار آدمی شہید ہوے۔

یہ تعداد ہی آپ کو بتا رہی ہی کہ کتنی جمعیت تھی اور یہ مہم کیسی تھی جس مین سترہ ہزار یا آٹھ ہزار یا دس ہزار آدمی مارے گئے۔

یہ بصرہ وہ مقام ہی جو عہد خلیفۂ دوم مین آباد کیا گیا۔ فاتحین روم و شام کے لیے چھاؤنی ڈالی گئی ہی لاکھو حاد ہی مختلف قبائل کے اس مین آباد ہین طلحہ و زبیر سے ان لوگون سے پہلے سے ساز باز ہی۔ عائشہ طلحہ زبیر کے آجانے سے اور بھی سب انکے طرفدار ہین۔ تاہم جناب امیر نے کس تیزی اور جلدی سے اس معرکہ کو فتح کیا کہ آپ کی فوج سے کُل ہزار آدمی مارے گئے اور فریق مخالف کے سولہ ہزار یا نو ہزار یا سترہ ہزار علی اختلاف الروایات۔

وجہ پنجم۔ ابوبکر صاحب نے مخالفین خلافت کی سرکوبی مین اُس ناجائز طریقے

کام لیا جو وحشی سلطنتون کا قاعدہ تھا کہ ایسی سیاست کرتے جسکے بعد پھر کسی کو مخالفت
کی جرأت نہ ہوتی ملاحظہ ہو صفحہ ۱۴۸ لغایت ۱۵۵ رسالۂ ہذا کہ خلیفہ نے کس طرح جلانے
اور کان ناک کاٹنے کا حکم دیا ہی کہ جسکو مخالف پاؤ اُسکو قتل کرو۔ ہاتھ۔ پیر۔ کان۔
ناک کاٹو۔ زندہ جلادو۔ تاریخ خمیس مین ہی فان اظهره الله عليهم انشاء الله و
مكنه منهم فليقتلهم بالسلاح وليحرقهم بالنار ولا يستبق منهم
احدا ص۲۲۸ یعنی اگر خالد کی فتح ہو تو سب کو سلاح جنگ سے قتل کرے اور آگ
سے جلادے اور کسی کو زندہ نہ چھوڑے۔

یہ تو حکم ابو بکر صاحب کا تھا جو خلیفۂ رسول بنے تھے اب اسکی تعمیل سنیے وصاح
خالد لا يطبخن رجل قدرا ولا يسخن ماء الا اثفيته رأس رجل و
امر خالد بالحظائر ان تبنى ثم اوقد فيها النار ثم امر بالاسرى فالقيت
فيها والقى يومئذ حامية بن سبيع بن الخشخاش الاسدى و هو
الذى كان رسول الله استعمله على صدقات قومه فارتد عن
الاسلام واخذت ام طلحة اخت خنساء بنى اسد فوض عليها الاسلام
فابت ووثبت النار فاقتحمت النار وهى تقول ۔ يا موت عم صباحا
كالحتم كفاحا اذ لم اجد براحا وذكر الواقدى عن يعقوب بن يزيد
بن طلحة ان خالد اجمع الاسارى فى الحظائر ثم اضرمها عليهم
فاحترقوا وهم احياء ص۲۳۱ یعنی خالد نے پکار کر آواز بلند سے کہا کہ کسی شخص
کو اگر کھانا پکانا ہو۔ یا پانی گرم کرنا ہو تو اُسکا چولھا کسی آدمی کا سر بنائے۔ اور حکم
دیا خالد نے کہ خطائر بنائے جائین (یعنی لکڑی کا مکان) پھر اُس مین آگ روشن
کی اور اسیرونکو حکم دیا کہ زندہ اُس مین ڈال دیے جائین۔ حامیہ بن سبیع کو بھی انھین
کے ساتھ جلا دیا حالانکہ یہ وہ صحابی ہو جسے خود رسول اللہ نے اپنی قوم کا عامل صدقہ
مقرر کیا تھا جسکے بعد وہ مرتد ہو گیا اسلام سے (یعنی خلافت ابو بکر سے کہ خلیفہ
مان کر اسکو مال صدقہ نہین دیا) اس واقعہ مین ام طلحہ جو عورت گرفتار ہوئی اُس سے اسلام

لانے کو کہا گیا اُسنے قبول نہ کیا اور آگ مین کود پڑی۔ اسکے بعد خالد نے قیدیونکو جمع کرکے حکم دیا کہ آگ مین جلادیے جائین چنانچہ وہ سب زندہ جلادیے گئے۔

آج کل جو سلطان مراکو اور اسپین والون مین لڑائی ہو رہی ہی جو انتہا درجہ کی وحشی قومون سے ہین اُن کی نسبت اخبارون مین دیکھا ہوگا کہ سلطان مراکو قیدیونکے کان ناک کاٹ رہے ہین۔ اسپر تمام دول یورپ کا اعتراض ہو رہا ہی کہ یہ سزا نہایت وحشیانہ ہی۔ مگر اسلام کا پہلا خلیفہ جو اس جوش سے اپنے باغیون کو سزا دے رہا ہی کہ قیدیون کو زندہ جلوا رہے ہین۔ اُس پر کسی کو غیرت نہین آئی۔ نہ یہی کوئی کہتا ہی کہ وہ خلیفہ ناجائز تھے جنھون نے اسلام کو بدنام کیا اور ہمیشہ کے لیے داغدار بنا دیا کہ پھر کسی مہذب قوم کے مقابلہ مین ہم سر نہین اُٹھا سکتے۔

مگر اس سے یہ نہ سمجھنا کہ اسلام کی یہ تعلیم تھی۔ یا اسلام نے اسکو کبھی جائز کیا ہو حاشا وکلا ایسا نہین ہی۔ چنانچہ خود اُسی وقت مسلمانون نے اس بیرحمی اور شقاوت پر اعتراض کیا۔ چنانچہ اُسی تاریخ خمیس مین ہی ذکر غیر یعقوب ان خالد امر بالاخدود ان تحفر بہا فقیل لہ ما ذا ترید بھذہ الاخدود قال احرقھم بالنار فکلم فی ذلک فقال ھذا عہد ابی بکر الصدیق الی فاقرؤہ فی کل مجمع ان ظفرک اللہ بھم فاحرقھم بالنار ص ۲۳۱ جلد ۲ یعنی خالد نے حکم دیا کہ زمین مین بڑے بڑے گڑھے کھودے جائین جبپر پوچھا گیا کہ یہ گڑھا کس لیے کھودا جاتا ہی تو کہا اس مین لوگ جلائے جائینگے۔ اسپر اعتراض کیا گیا تو کہا دیکھو یہ حکم نامہ ابوبکر صدیق کا ہی اسکو ہر مجمع مین پڑھکر سنا دو۔ ہم کو لکھا ہی "اگر خدا تجھے ظفر دے اُن پر تو سب کو جلا دینا آگ مین"

اب تو اچھی طرح معلوم ہوا کہ یہ حکم خاص ابوبکر کا تھا نہ حکم اسلام۔ اسی وجہ سے صحابہ نے اعتراض کیا کہ یہ کیسا ظلم ہو رہا ہی۔ جب خالد نے وہ حکمنامہ ابوبکر سنا دیا کہ بعد ظفر سب جلا دینا تو وہ ساکت ہوگئے۔ کیونکہ حکم خلیفہ کی مخالفت ہی سے تو بغاوت کا الزام قائم ہوتا۔ مرتد کا خطاب ملتا۔ پھر کیونکر ممکن تھا کہ اب کوئی یہ کہہ سکے کہ یہ حکم خلاف حکم خدا

ورسول ہو۔

اس قتل عام اور آتش افروزی کا نتیجہ یہ ہوا کہ تمام قبائل مین خلافت ابوبکر مسلم ہو گئی جسکی نسبت تاریخ خمیس مین ہو ولما اوقع الله ببنی اسد وفزارة ما اوقع ببزاقة بث خالد بن الولید السرایا لیصیبوا ما قدروا علیہ ممن هو علی ردتہ وجعلت العرب تسیر الی خالد راغبة فی الاسلام او خائفة من السیف فنهم من اصابتہ السریة فیقول جئت راغبا فی الاسلام وقد رجعت الی ما خرجت منہ و منهم من یقول ما رجعنا ولکن منعنا اموالنا وشححنا علیها فقد سلمناها فلیأخذ منها حقہ ص۲۳۱ یعنی جب خدا نے واقع کیا بنی اسد و بنی فزارہ پر وہ جو واقع کیا تھا بنی بزاقہ پر (یہ کلمہ کفر ہے کہ اسکی نسبت خدا کی طرف کی حالانکہ فاعل سکے خالد و ابوبکر ہین) تو خالد نے اپنے لشکر کو حکم دیا کہ تمام عرب مین پھیل جائین اور جہانتک مرتدین ملین اُنکو قتل کرین۔ عرب اب خالد کے پاس آنے لگے خواہ برغبت اسلام لائین یا بخوف تلوار جن مین سے بعض تو یہ کہتے کہ ہم اسلام لائے برغبت اور جس دین سے خارج ہوے تھے اس مین داخل ہوے۔ بعض یہ کہتے تھے کہ اسلام سے نہین پھرے تھے بلکہ اپنے مال کے دینے سے انکار کرتے تھے اب جو چاہو تم اپنا حق اُس سے لے لو۔

اس تحریر سے آپ کو معلوم ہوگا کہ اسلام پر جو بزور شمشیر پھیلانے کا الزام دیا جاتا ہو تو اسکی باعث یہ کارروائیان تھین نہ وہ کارروائیان جو بعہد رسول ہوئین کہ ہر لڑائی کی وجہ خاص تھی نہ اس غرض سے کہ لوگ اسلام لائین۔

دوسرے یہ کہ آجتک جو مذہب شیعہ سے اہل اسلام خائف ہین اسی وجہ سے کہ اُنکو ابوبکر صاحب کی کارروائیان یاد ہین کہ اپنے مخالفون کے ساتھ کیا گیا۔ اسی وجہ سے ہزارون مسلمان نصرانی ہو گئے۔ ہزارون آریہ مگر کبھی اہل سنت کو جوش نہین آتا۔ مگر ادھر کوئی شخص شیعہ ہوا اور ہر طرح کی مخالفت اُس سے شروع کر دی گئی اور وہ ایسا مجبور کیا جاتا ہو کہ پھر اوسکو کوئی چارہ نہین رہتا اسکا باعث یہی ہو کہ ابتداے خلافت

خلیفۂ اول سے اس مین ایسا تشدد کیا گیا کہ کسی کو پھر مخالفت کی جرأت نہین ہوتی۔
حق یہ ہی کہ جو لوگ اسلام کے احکام اور اُسکے حالات مین غور کرتے ہین اُنکو ادنیٰ بھی
اسلام کی حقیت پر یقین پختہ ہوتا جاتا ہی کیونکہ اسلام کی ابتدا کا زمانہ ہی تیرہ برس
اس پر وہ گذر چکے ہین جو رسول اللہ کے لیے قیام مکہ مین انتہاے مصیبت کا زمانہ
تھا۔ ابھی دس برس ہوے ہین کہ اسلام کا نضج شروع ہوا۔ اسلام کی اشاعت
ہونے لگی۔ اسلام کے اغراض معلوم ہونے لگے کہ یہ وہ دین ہی جس مین دین و دنیا
کو خدا نے ایک ساتھ ضم کیا ہی۔ حضرت جنگ بھی کرتے ہین صلح بھی۔ حکومت بھی کرتے
ہین رسالت بھی۔ ہر ہر امر متشابہ کو جدا کرتے ہین۔ ہر امر مین فرق بتاتے ہین کہ اسطرح
قتل کرنا کفر ہی۔ اسطرح قتل کرنا اسلام ہی۔
اس پر یہ مصیبت پڑتی ہی کہ خلیفہ وہ شخص ہوتا ہی جو نہ دل سے اسلام لایا نہ اسلام کا
کسی وقت مین خیر خواہ رہا۔ نہ صاحب راے تھا۔ نہ صاحب تدبیر۔ نہ کبھی اُسکی شجاعت
ظاہر ہوئی۔ نہ علم۔ احکام اُسکے جتنے ہوتے ہین خلاف اسلام۔ اور پھر اسلام ہو کہ
دن دونی رات چوگنی ترقی کر رہا ہی۔ سامان کیا جاتا ہی اسلام کے مٹانے کا اور خدا
اپنا کام کر رہا ہی۔
دیکھیے جو لوگ اسلام لا چکے تھے وہ تو اس طرح جلائے اور بھونے گئے۔ اور جو لوگ
خود عہد رسول مین اعلیٰ درجہ کے منافقون سے تھے وہ اس زمانہ مین بھی باوصف
اظہار ارتداد و جنگ و خونریزی مسلمین کس طرح آزاد کیے جاتے ہین۔ تاریخ خمیس مین
ہی ولما فرغ خالد من بیعۃ بنی عامر اوثق عیینہ بن حصین و قرۃ بن
ھبیرۃ القشیری و بعث بھما الی ابی بکر الصدیق قال ابن عباس
فقدم بھما المدینۃ فی وثاق فنظرت الی عیینہ مجموعۃ یداہ الی
عنقہ بحبل ینخسہ غلمان المدینۃ بالجرید و یضربونہ و یقولون ای
عدو اللہ اکفرت باللہ بعد ایمانک فیقول واللہ ما کنت امنت باللہ
فلم یعاقب ابو بکر قرہ و عفا عنہ و کتب لہ امانا و کتب لعیینہ امانا

وقبل منہ ص۲۳۶ یعنی خالد جب بنی عامر کی بیعت سے فارغ ہوے (اس سے بھی معلوم ہوا کہ لڑائی دراصل بیعت کے لیے تھی) تو عیینہ بن حصین اور قرہ بن ہبیرہ کو قید کرکے ابوبکر کے پاس بھیجدیا۔ ابن عباس کہتے ہین کہ عیینہ کے ہاتھ گردن سے بندھے ہوے تھے۔ مدینہ کے لڑکے اُسکے منھ پر لکڑیون سے مارتے تھے اور خراش ڈالتے تھے اور کہتے تھے ای دشمن خدا تو اسلام لاکر پھر کافر ہوگیا وہ کہتا تھا مین تو کبھی ایمان ہی نہین لایا۔ جب ابوبکر کے پاس لائے تو کچھ سزا نہین کی اور چھوڑدیا اور امان کا پروانہ لکھدیا اسی طرح عیینہ بن حصین کو بھی نامۂ امان لکھدیا۔

دیکھیے عیینہ وقرہ کے ساتھ تو خلیفہ کا یہ سلوک ہی حالانکہ وہ یہ بھی کہہ رہا ہی کہ "ہم تو کبھی ایمان ہی نہین لائے" اور اپنے مخالفین خلافت کے ساتھ وہ سلوک کیا کہ زندہ جلوادیا۔

یہ عیینہ وہ ہی جسنے عمرو بن العاص سے کہا تھا فقال لہ عمرو بن العاص ما وراءک یا عیینۃ من ولی الناس امورھم قال ابوبکر فقال عمرو اللہ اکبر۔ قال عیینۃ یا عمرو استوینا نحن وانتم فقال عمرو کذبت یا ابن الاخابث من مضر وسار عمہ فجعل یقول لمن لقیہ من الناس احبسوا علیکم اموالکم قالوا فانت ما تصنع قال لا یدفع الیہ رجل من فزارۃ عناقا واحدۃ ولحق عند ذلک بطلیحۃ الاسدی فکان معہ ص۲۳۷ یعنی عیینہ سے عمرو بن عاص سے ملاقات ہوئی تو عمرو عاص نے مدینہ کی خبر پوچھی اُسنے حضرت کی وفات کا حال بیان کیا اُس پر عمرو نے پوچھا پھر کون خلیفہ ہوا تو کہا ابوبکر عمرو نے کہا اللہ اکبر۔ اسپر عنیبہ نے کہا کہ اب ہم اور تم برابر ہوگئے (کہ رسول نہین رہے منافقون کا دور دورہ ہی) عمرو نے کہا تو جھوٹ کہتا ہی۔ اسکے بعد عنیبہ نے لوگون کو زکوۃ دینے سے منع کیا اور کہتا تھا کہ ایک بکری بھی نہ دی جائیگی۔ بعدہ طلیحہ اسدی سے جاکر ملحق ہوا جو مدعی نبوت ہوا تھا۔

اب تو آپ کو معلوم ہوا کہ عنیبہ ان لوگون کو بھی اپنا ہم جنس جانتا تھا اور اُس نے

اسکی ابتدا کی کہ صدقات کا دینا موقوف کیا جائے اور طلیحہ اسدی کے ساتھ مسلمانون سے لڑنے لگا - مگر واہ ری سیاست بکری کہ اُن مسلمانون کو تو اس طرح جلا بھنا کر خاک کیا اور اسپر یہ نوازش -

پہلے آپ ازالۃ الخفا سے دیکھ آئے ہین کہ ابو بکر صاحب نے صرف اسی پر اکتفا نہین کی بلکہ ایک جاگیر بھی اُسکو عطا کی جسکو عمر صاحب نے آکر چاک چاک کر دیا - مگر یہ سزا صرف نمائشی تھی ورنہ اسقدر مال وافر دیا کہ خود اُسنے اقرار کیا -

یہ اتحاد و اتفاق اُنکے ساتھ اس درجہ ترقی پا تا گیا کہ آخر عثمان صاحب نے اُسکی بیٹی سے شادی کی جسکا نام ام البنین قرار پایا یعنی عثمان کی اولاد کی ماں -

پھر کون کہہ سکتا ہی کہ یہ لوگ منافق تھے جو اس طرح منافقون سے رشتہ پیوند کرتے -

خالد بن ولید کی یہ کارروائی تو آپ دیکھ چکے ہین کہ مالک کا سر جلایا گیا ہی اور اُس پر دیگچی چڑھائی گئی ہی - مگر تاریخ خمیس سے معلوم ہوتا ہی کہ ابو بکر صاحب نے خالد کو اُس قبیلہ پر چڑھائی کرنے کا حکم نہین دیا تھا - بلکہ خالد نے محض اس غرض سے کہ مالک کی زوجہ حسینہ جمیلہ پر تصرف ناجائز کرے - یہ لڑائی کی وجہ تھی - چنانچہ خمیس مین ہی

لما فرغ خالد من بزاخہ و بنی عامر و من بینہم اظہر ان ابا بکر عہد الیہ ان یسیر الی ارض بنی تمیم والی الیمامہ فقال ثابت بن قیس بن شماس و ہو علی الانصار و خالد علی جماعۃ المسلمین ما عہد الینا ذلک و ما نحن بسائرین لیست بنا قوۃ و قد کل المسلمون و عجفت کراعہم فقال خالد اما انا فلست بمستکرہ احدا منکم صفحہ ۲۳۲ یعنی جب خالد بزاخہ و بنی عامر وغیرہ سے فارغ ہوا تو ظاہر کیا کہ ابو بکر نے بنی تمیم و یمامہ پر بھی جانے کا حکم دیا ہی جس پر ثابت بن قیس نے کہا کہ جو قبیلہ انصار کا افسر بنایا گیا تھا کہ ہم سے تو ابو بکر نے یہ حکم نہین دیا تھا نہ ہم جائینگے نہ مسلمانون کو اتنی قوت ہی -

جس سے ہر شخص سمجھ سکتا ہی کہ خالد نے محض اپنی خواہش نفس سے یہ کام کیا - اور اس کے بعد انصار نے یہ سوچا کہ اگر کوئی واقعہ پیش آیا تو مفت شرمندگی ہوگی - یہ سوچ کر

خالد سے یہ بھی جا کر ملے اور لڑائی ہوئی جسکا نتیجہ معلوم ہی کہ مالک مارا گیا اور اُسکا سر جلایا گیا۔ اور اُسکی زوجہ پر اُسی وقت خالد نے تصرف کیا۔

جب یہ خبر مدینہ مین پہونچی ہی تو کل صحابہ اس سے ناراض ہوے فاشار عمر علی ابوبکر بقتل خالد قصاصاً فقال ابوبکر لا اغمد سیفا شهره الله علی الکفار وقال عمر لخالد لئن ولیت الامر لاقیدنک بہ صفحہ ۲۳۳ یعنی عمر نے راے دی کہ ابوبکر مالک کے قصاص مین خالد کو قتل کرین مگر ابوبکر نے کہا ہم اُس تلوار کو نیام مین نہین کر سکتے جسے خدا نے کفار پر کھینچا ہی۔ اسپر عمر نے کہا اگر ہم خلیفہ ہوے تو ضرور اسکا بدلا لینگے۔

ابوبکر صاحب کے جواب سے آپ سمجھ سکتے ہین کہ اُنکی نیت کیا تھی کیونکہ جرائم کا اقرار ہی اور سزا بھی معلوم ہی مگر چونکہ وہ خونریزی کرکے اُنکی خلافت کا سکہ جما رہا ہی کسی طرح معزول بھی نہین کیا جاتا۔

اگر کم سے کم یہ تو ضرور تھا کہ ابوبکر صاحب اس واقعہ سے کچھ متاثر ہوتے اور کم سے کم اپنے تشدد مین کمی کرتے۔ مگر نہین ایسا نہین ہوا۔ بلکہ جو صحابہ خالد کی ان بے اعتدالیون سے متاثر ہوکر واپس آتے تو ابوبکر کہتے فقال لهو ببعتي ایاکم وامانی لکم ان تلحقوا بخالد بن الولید ومن معه من المسلمین فمن کتب الی خالد بانه حضر معه الیمامه فهو امن لیبلغ شاهدکم لغائبکم ولا تقدموا علی اجعلو وجهکم الی خالد صفحہ ۲۳۲ تمھاری بیعت تمھاری امان بھی ہی کہ خالد کے پاس چلے جاؤ اور اُسکو مدد دو۔ جب تک وہ تمھارے پہونچنے کی اطلاع نہ دیگا کسی کو امان نہین۔

بمقابل اسکے سیرت امیر المومنینؑ ملاحظہ فرمایئے روضۂ مدینہ مین ہی قال قام علی بالزبدہ فقال من احب ان یلحقنا فیلحقنا ومن احب ان یرجع فلیرجع ماذونا غیر حرج صفحہ ۱۳ کہ جب مدینہ سے روانۂ کوفہ ہوے ہین تو بمقام زبدہ آپ نے قیام فرمایا اور کہا کہ جس شخص کا جی چاہے ہمارے ساتھ جہاد کے لیے چلے اور

اور جسکا جی چاہے نہ جائے نہ جبر ہی نہ اکراہ۔ مگر ابو بکر صاحب کا یہ تشدد ہی کہ سب کو خالد کی رفاقت پر مجبور کر رہے ہین۔
پھر بتائیے کیونکر خالد کی ہمت نہ بڑھے اور وہ باتین نہ کر گذرے جو اُسکے دل مین تھین۔ ابو بکر نے اُسکو لکھا تھا ان اظفرك الله باهل اليمامه فاياك والابقاء عليهم اجهز على جريحهم واطلب مدبرهم واحمل اسيرهم على السيف وهول فيهم القتل واحرقهم بالنار واياك ان تخالف امره صـ ۲۳۲
یعنی اگر تجھے اہل یمامہ پر ظفر ملے تو ہرگز کسی کو باقی نہ چھوڑنا۔ زخمی کو تمام کرنا۔ جو بھاگ جائے اُسکا تعاقب کر کے پکڑنا۔ قیدیون کو تلوار کی باڑھ پر رکھ لینا۔ قتل عام کرنا۔ سب کو آگ سے جلا دینا۔ ہرگز ہمارے حکم کے خلاف نہ کرنا۔
اس حکم نامہ کو آپ سمجھ سکتے ہین کہ کیسا سخت اور تاکیدی ہی جس سے بظاہر آپ یہ قیاس کرتے ہونگے کہ چونکہ وہان مسیلمۂ کذاب مدعی نبوت ہوا ہی اس لیے خلیفہ کو یہ غصہ ہوا ہی۔ مگر نہین حاشا وکلا ایسا نہین ہی۔ کیونکہ ابھی طلیحۂ اسدی کو چھوڑ چکے ہین جو اسی مسیلمہ کی طرح مدعی نبوت ہوا تھا جو بھاگ کر شام کو چلا گیا۔ مسیلمہ مارا گیا۔ مگر نہ لاش اُسکی جلائی گئی نہ اُسکے سر پر دیگین پکائی گئین۔ بلکہ یون ہی چھوڑ دیا گیا۔ اُس پر خالد نے یہ ترقی کی کہ اُسی قبیلہ مین اپنی ایک شادی کر لی جس سے اسقدر اسلام کو نقصان پہونچا کہ العظمۃ للہ۔ اور یہی عشق وجہ فوج کشی ہی۔ ا۔
خلاصہ اسکا یون ہی کہ خالد نے طلیحہ کی فوج کو یمامہ کی طرف روانہ کیا اور حکم دیا کہ جو قبیلۂ بنی حنیفہ سے مل جائے تم اُسکو گرفتار کر لینا۔ خالد کا لشکر دو سو تھا جو پہلے روانہ ہوا۔ اُسکو ۲۳ آدمی اُسی قبیلہ کے مل گئے جن سے دریافت کیا تو سب نے مسیلمہ کے رسول اللہ ہونے کا اقرار کیا۔ اُس مین جماعہ نامے بھی ایک شخص تھا جس نے کہا ہم تو رسول اللہ پر ایمان لا چکے ہین ہم سے مسیلمہ سے کیا واسطہ۔ ہم اپنے اسلام سابق پر باقی ہین نہ کسی قسم کا تبدل کیا نہ تغیر۔ بہرحال گرفتار کر لیے گئے اور بجز مجاعہ وساریہ بن مسیلمہ بن عامر کوئی نہین بچا۔ ان دونون کو قید کر لیا۔ خالد اسی حالت قید مین اُسکی

اپنے پاس بلاتا اور باتین کیا کرتا۔ مجاعہ کو یہ خوف تھا کہ خالد قتل کریگا۔ مگر خالد نے
اپنی زوجہ ام متمم کو جو پہلے زوجۂ مالک بن نویرہ تھی اُسپر موکل کیا کہ مجاعہ کو ہر طرح کا
آرام ملے۔

مجاعہ اصل مین قوم بنی حنیفہ کا جاسوس تھا جو اس طرح خالد کی قید مین ہی اور یہان کے
حالات سے اپنی قوم کو برابر خبر دے رہا ہی۔

خالد یمامہ مین پندرہ روز رہا یہانتک کہ مسیلمہ مارا گیا اُس شب کو مجاعہ نے اپنی قوم کو
کہلا بھیجا کہ عورتون کو لباس وسلاح جنگی سے آراستہ کرکے صبح کے وقت آفتاب
کے سامنے قلعہ مین کھڑا کر دینا۔

جب صبح کو خالد مجاعہ کو لیکر کشتون کا تماشا دیکھنے گئے تو مسیلمہ بھی اُن کشتون مین ملا
جسکو مجاعہ نے پہچانا اور وہ اُسی طرح چھوڑ دیا گیا۔ اُسپر خالد نے مجاعہ سے کہا یہی
شخص تھا جسنے یہ سب کام کیا اور یہ آفت تمھاری قوم پر آئی۔ خالد یہ سمجھے تھے کہ
سارا قبیلہ قتل ہو چکا اب کوئی ایسا اس مین باقی نہین رہا جو قابل جنگ ہو۔ مجاعہ نے
کہا یہ نہ خیال کرنا کہ جنگ تمام ہوئی کیونکہ یہ تو وہ لوگ تھے جو جلدی کرکے نکل آئے
ابھی قلعہ اُسی طرح بھرا ہوا ہی۔ گھرون مین ابھی لوگ موجود ہین چنانچہ مجاعہ نے اشارہ
کرکے قلعہ کی طرف بتایا خالد نے جو دیکھا تو واقعا ہزارہا آدمی نظر آئے جو لباس جنگی سے
آراستہ تھے۔ کیونکہ مجاعہ نے شب ہی کو کہلوا بھیجا تھا کہ عورتون کو لباس جنگ سے
آراستہ کرکے کھڑا کر دینا۔

خالد نے جب یہ دیکھا تو بہت گھبرایا اُسوقت مجاعہ نے صلح کی بات چیت کی اور نصف
مال و قیدی پر معاملہ طے ہوا۔ بعد صلح جب قیدی وغیرہ لائے گئے تو بہت ہی کم نظر آئے
اُسپر خالد نے کہا ویلک یا مجاعۃ خدعتنی فی یوم مرتین قال مجاعۃ قومی
فما صنع وما وجدت من ذلک بدا ص۲۴۳ خمیس اے مجاعہ ایک ہی روز
مین تو نے ہم کو دو مرتبہ دھوکھا دیا۔ مجاعہ نے کہا کیا کرین قوم اپنی ہی اور اسکے سوا
کوئی چارہ نہ تھا۔

اب سنیے کہ خالد سے اور انصار سے جو بات چیت ہوئی اُس سے اصلی حال معلوم ہوگا

قال اسید بن حضیر و ابو نائلہ لخالد لما صالح یا خالد ابن الولید ولا
تقبل الصلح قال خالد واللہ قد افناکم السیف قال اسید وانہ قد
افنی غیرنا ایضاً۔ قال فمن بقی منکم جریح قال ولکن لک من بقی من
بقی من القوم جرحی لاتدخل فی الصلح اغد بنا علیہم حتی تظفر
او نبید عن آخرنا احملنا علی کتاب ابی بکر ان اظفرک اللہ ببنی حنیفہ
فلا تبق علیہم فقد اظفرنا اللہ وقتلنا راسہم فمن بقی منہم اکل شوکۃ
فبینا ہم علی ذلک اذ جاء کتاب ابی بکر یقطر الدم ویقال انہم لم
یمسوا حتی قدم مسلمۃ بن سلامہ بن انس من عند ابی بکر بکتابین
فی احدہما بسم اللہ الرحمن الرحیم اما بعد فاذا جاءک کتابی
فانظر ان اظفرک اللہ ببنی حنیفہ فلا تستبق منہم رجلا جرت علیہ
الموسی فتکلمت الانصار فی ذلک وقالوا امر ابی بکر فوق امرک فلا تستبق
منہم فقال خالد واللہ ما صالحت القوم الا لما رایت من رقتکم
لما نہکت الحرب منکم وقوم قد صالحتہم ومضی الصلح فیما بینی وبینہم
واللہ لو لم یعطونا شیئا ما قاتلتہم وقد سلموا قال اسید بن حضیر
قد قتلت مالک بن نویرہ وہو مسلم فسکت عنہ خالد فلم یجبہ وکان
خالد قد خطب الی مجاعۃ بنتہ وکانت اجمل اہل الیمامۃ فقال لہ
مجاعہ مہلا انک قاطع ظہری وظہرک عند صاحبک ان امقالہ
علیک کثیرہ وما اقول ہذہ رغبۃ عنک فقال لہ خالد زوجنی ایہا
الرجل فانہ ان کان امری عند صاحبی علی ما احب فلن یفسدہ ما یخاف
علی وان کان علی ما اکرہ فلیس ہذا باعظم الامور فقال لہ مجاعہ قد
نصحتک ولعل ہذا الامر لایکون عیبہ الا علیک ثم زوجہ فلما بلغ
ذلک ابا بکر غضب وقال لعمر بن الخطاب ان خالد الحریص علی النساء

حین یصاھر عدوہ و ینسی مصیبتہ فوقع عمر فی خالد و عظم الامر فما استطاع فکتب ابوبکر الی خالد مع مسلمہ بن سلامہ یا خالد انک لفارغ تنکح النساء و تعرس بھن و بباب بیتک دماء الف و مائتین من المسلمین لم تجف بعد ثم خدعک مجاعہ فصالحک بمن قومہ وقد امکنک اللہ فیھم صـ ۲۴۳ یعنی جب خالد نے مجاعہ سے صلح کر لی تو اسید بن حضیر و ابو نائلہ نے جو قبیلۂ بنی انصار سے تھے کہا کہ اے خالد اس صلح کو قبول نہ کر۔ (خالد) تلوار نے تم لوگون کو تباہ کر دیا (اسید) اگر ہم فنا ہو گئے تو وہ لوگ بھی تو فنا ہو گئے (خالد) جو تم لوگون سے بچینگے وہ سب زخمی رہین گے (اسید) پھر وہ بھی تو زخمی ہونگے ہرگز صلح نہ کرو بلکہ صبح کو اونپر حملہ کرو کہ فتح و فیروزی ہم کو نصیب ہو یا قتل ہو جائین۔ کتاب ابوبکر کے مطابق عمل کرو کہ تم کو لکھا ہے "اگر اہل یمامہ پر ظفر پاؤ تو ایک کو اُن مین سے نہ چھوڑو"۔ خدا نے ہم کو غلبہ دیا اور اُنکے سردار کو قتل کر چکے اب اگر کوئی بچیگا تو وہ خود ہلاک ہوگا۔ ابھی یہی باتین ہوتی تھین کہ ابوبکر کا دوسرا خط آیا جسمین لکھا تھا کہ "جب یہ خط پہونچے تو دیکھو اگر خدا نے تجھے اہل یمامہ پر ظفر دے تو ایک شخص کو بھی اُن مین سے نہ چھوڑنا"۔ اس خط پر انصار کا دعوی اور بھی تیز ہوا اور کہنے لگے کہ ابوبکر کا حکم زیادہ قابل تعمیل ہے بہ نسبت تیرے حکم کے کسی کو زندہ نہ چھوڑنا چاہیے (خالد) ہم تو اُن سے صلح کر چکے اور صلح تمام ہو چکی اب اگر کچھ بھی ہم کو نہ دینگے تو ہم جنگ نہ کرینگے کیونکہ وہ سب اسلام لا چکے (اسید) مالک بن نویرہ بھی تو مسلمان تھا جسکو تو قتل کر چکا (پھر انکے قتل مین باوصف اسلام کیا عذر رہا) خالد یہ کلام سنکر چپ ہو گیا اور کوئی جواب نہین دیا کیونکہ خالد اسکے قبل مجاعہ کی بیٹی سے خطبہ کر چکا تھا جو تمامی اہل یمامہ سے بڑھکر حسینہ و جمیلہ تھی۔ مجاعہ نے اس گفتگو کے بعد کہا ہماری رائے ہی کہ اس بارے مین اب سکوت کر کیونکہ اس سے تجھے بھی نقصان پہونچیگا اور ہم کو بھی۔ خالد نے کہا تم نکاح کر دو اگر ہمارا صاحب (ابوبکر) ہمارے حسب خواہ ہوا تو پھر کوئی بات ہی نہین اور اگر خلاف بھی ہوگا تو کوئی بڑی بات نہین۔ مجاعہ نے کہا ہم کو

جو نصیحت کرنی تھی کر چکے اب تم جانو اسکے بعد اپنی لڑکی کا نکاح کر دیا۔ جب یہ خبر ابو بکر کو ملی تو بہت غصہ ہوئے اور عمر سے کہا دیکھتے ہو کہ خالد کس درجہ عورتون پر حریص ہی کہ اپنے دشمنون کی بیٹیون سے نکاح کرتا ہی اور مصیبتون کو بھول جاتا ہی۔ عمر نے اور بھی خالد کی شکایت کا دفتر کھولا اور جس قدر بن پڑی اُسکی مذمت کی جسپر ابو بکر نے خالد کو خط لکھا کہ اب تم ایسے فارغ البال ہوگئے کہ نکاح کرتے ہو اور عروسی کرتے ہو حالانکہ تیرے دروازہ پر بارہ سو مسلمانون کا خون ہی جو ہنوز خشک نہین ہوا۔ پھر مجاعہ نے تم کو فریب دیا کہ اپنی قوم کے حسب خواہ صلح کرا لی حالانکہ خدا نے تجھ کو اُن پر مسلط کیا تھا۔

اس عبارت سے بھی آپ کو اچھی طرح معلوم ہوا کہ ابو بکر صاحب نے کیسا حکم سخت صادر کیا تھا کہ اہل یمامہ کے ایک آدمی کو بھی زندہ نہ چھوڑنا جو لوگ حد بلوغ کو پہونچے ہین سب کو قتل کر ڈالنا۔

خالد نے محض اس وجہ سے کہ اُسی قبیلہ مین مجاعہ کی ایک حسینہ وجمیلہ لڑکی سے عقد کرنا چاہتا تھا۔ باوصف کامیابی وغلبہ ایسی صلح کی جس سے مسلمانون کا سخت نقصان ہوا حالانکہ اسید بن حضیر اور ابو نائلہ جو معزز صحابی تھے قبیلہ انصار سے وہ اس صلح سے مانع ہین اور سمجھا رہے ہین کہ یہ بڑی ذلت کی صلح ہی۔ مگر وہ اپنی خود غرضی سے کسی کی شنوائی نہین کرتا۔ نہ حکمنامہ ابو بکر کو مان رہا ہی بلکہ صلح کرتا ہی۔

ابو بکر صاحب اس خبر پر غصہ بھی ہو رہے ہین کہ خالد نے مجاعہ کی لڑکی سے عقد کر لیا۔ اور مسلمانون کے اسقدر مارے جانے کا اُسکو کچھ افسوس نہین ہوا۔ عمر صاحب نے بھی جسقدر ممکن ہوا اُسکی بدگوئی مین کوشش کی مگر ابو بکر صاحب نے نہ کسی طرح اُسکو معزول ہی کیا نہ کوئی انتقام ہی لیا۔ تو کیا کوئی کہہ سکتا ہی کہ یہ سب کارروائیان محض خدا کے لئے ہوئین حاشا وکلا۔ کوئی اسکا گمان بھی نہین کر سکتا۔ جو کچھ تھا محض از راہ خود غرضی دنیاداری ابو بکر صاحب کا تو یہ خیال ہی کہ جس طرح ہو مخالفین خلافت پامال کئے جائین اور کوئی زندہ نہ بچے۔ چنانچہ بعد معاملہ خالد بھی وہ فرمایا کرتے دلیت خالد لم

يصالحهم وانه حملهم على السيف ثم ما بعد هولاء المقتولين يسبق
اهل اليمامه ولن يزالوا من كذابهم في بلية الى يوم القيامه ۲۴۳
یعنی ابوبکر کہتے ہین کہ کاش خالد اُن سے صلح نہ کیئے ہوتا اور سب کو قتل کر ڈالتا کیونکہ
ہمیشہ اُسکے کذابون سے لوگ بلا مین رہین گے تا روز قیامت ۔ دیکھیے ابوبکر صاحب
اپنی رحم دلی کو کن لفظون مین ظاہر کرتے ہین کہ کاش خالد ان مین سے ایک کو بھی
زندہ نہ چھوڑتا ۔

خالد کا یہ خیال ہی کہ ہماری غرض پوری ہو ۔ جو ہمارا مطلب ہو وہ نہ ہو نہ اسلام سے
مطلب ہو نہ ابوبکر کے احکام سے ۔ اسی غرض سے مالک کو قتل کیا کہ بغیر اُسکے قتل
کیئے شہوت رانی نہین ہو سکتی تھی اور یہان بغیر مصالحہ کیئے ہوے کام نہین چلتا تھا
اسی لیئے عین لڑائی مین وہ وہ کام کیا کہ نتیجہ بد پیدا ہوا اور صلح پر مجبوری راضی ہونا
پڑا ۔ چنانچہ براء بن مالک کو اسی غرض سے رسالہ کی سپہ سالاری سے موقوف کر دیا
تاریخ خمیس مین ہی فاستعمل (اسامه) خالد على الخيل وكان البراء بن مالك
وامر البراء ان يقاتل راجلا فاقتحم عن فرسه وكان راجلا لا راحة له
فلما انكشف الناس يوم اليمامه وانكشف اسامه باصحاب الخيل صاح
المسلمون يا خالد ول البراء بن مالك فعزل اسامه ورد الخيل الى البراء
فقال له اركب في الخيل فقال البراء وهل لنا من خيل قد عزلتني وفرقت
الناس عني فقال له خالد ليس حين عتاب اركب ايها الرجل في خيلك
الا ترى ما انت فيه من الامر فركب البراء فرسه وان الخيل لا تنثني الى
وما هي الا الهزيمة فجعل يلحم بسيفه وينادي باصحابه يا للانصار يا خيلاه
يا خيلاه انا البراء بن مالك فثاب اليه الخيل من كل ناحية وثابت اليه
الانصار فارسها وراجلها ۲۴۴ یعنی خالد نے براء بن مالک کو معزول کر کے
اسامہ کو سوارون کا افسر بنایا ۔ اور براء کو حکم دیا کہ پیادہ جنگ کرے ۔ براء فوراً گھوڑے
سے کود پڑا ۔ جب اسامہ کے لشکر کو شکست ہوئی تو مسلمانون نے آواز دی کہ جلد

براء بن مالک کو افسر بنا۔ خالد نے براء کو حکم دیا کہ جلد سوار ہو کر جنگ کر۔ براء نے کہا اب ہمارے پاس سوار کہان ہین تو خالد نے کہا یہ وقت عتاب نہین۔ دیکھتے ہو کہ مسلمانون کا کیا حال ہی شکست ہوا چاہتی ہی۔ براء سوار ہوا اور پکارنا شروع کیا تلوار اپنی دکھاتا جاتا تھا اور کہتا تھا کہ ہم ہین براء بن مالک جس پر سب جمع ہوے اور فتح ہوئی۔

کہیئے براء کی معزولی کیون ہوئی۔ اسی لیے کہ کسی طرح یہ خرابی ہو مگر خدا اپنے دین کا حافظ ہی مسلمانون نے ہر طرف سے آواز دینی شروع کی کہ پھر براء افسر مقرر ہوا اور اُس نے فتح کی۔

عمر کا یہ خیال ہی کہ خالد ہمارا قدیمی دشمن ہی وہ کیون اسقدر عروج پا رہا ہی کہ خلیفہ سب کہنا ہمارا مانتے ہین مگر اس بارہ مین کوئی سماعت نہین ہوتی۔

اسید بن حضیر وغیرہ انصار کا یہ خیال ہی کہ ہمارے قبیلہ کے اتنے لوگ مارے جاچکے ہین انکا خاتمہ ہی کر دینا چاہیے۔

مگر کسی کو نہ اسلام کا خیال ہی نہ اُسکے احکام کا کہ کہانتک وہ قتل کی اجازت دیتا ہی اور کہانتک منع کرتا ہی۔

اب اس سے بڑھ کر کیا جرأت ہو سکتی ہی کہ خالد ابھی وہ حرکت ناشائستہ کر چکا ہی کہ مالک بن نویرہ کو قتل کر کے اُسی شب کو اُسکی زوجہ پر متصرف ہوا۔ پھر یہان مجاعہ کی لڑکی سے اُسکے حسن و جمال پر فریفتہ ہو کر عقد کر رہا ہی جس سے یمامہ کی بنی بنائی لڑائی اس طرح پر خراب کی گئی۔

یہ سب جرأت کیون ہی؟ صرف اسی وجہ سے کہ سمجھ رہا ہی ابو بکر صاحب ہمارے طرفدار ہین ہم ہزار ظلم کرین وہ ناراض نہ ہونگے۔ کیونکہ اصلی غرض اُنکی پوری ہو رہی ہی کہ خلافت کا سکہ جم رہا ہی۔ چنانچہ جب مجاعہ نے کہا تھا کہ اس ارادہ سے باز آؤ اس سے ہم کو بھی نقصان پہونچیگا اور تم کو بھی تو خالد نے اُسیوقت کہہ دیا تھا "اگر ہمارے صاحب راضی ہوے تب تو کوئی بات ہی نہین اور اگر ناخوش ہوے تو کوئی بڑی بات نہین" جس

ہر شخص سمجھ سکتا ہی کہ کیسی جرأت تھی۔

بہرحال ان مجموعی حالات سے آپ کو معلوم ہوا کہ ابو بکر صاحب نے باین کبرسنی اور اسقدر رحیم نرم دل اور رحیم مشہور ہونے کے ساتھ کس درجہ تشدد سے کام لیا کہ اپنے مخالفون کے لیے ایسا سخت حکم نافذ کیا تھا کہ اگر تمام زمانہ کے وحشی بادشاہون کے حکم سے اسکا مقابلہ کیجیے گا تو ابو صاحب کا نمبر اول نکلیگا۔

بخلاف اسکے جناب امیر المومنینؑ کا یہ فرمان ہی تاریخ کامل مین ہی وکان من هبه ان لا تقتل مدبرا ولا يتدفف على جريح ولا يكشف سترا ولا ياخذ مالا ص۱۰۲

یعنی جناب امیرؑ کا یہ حکم تھا کہ جو جنگ سے بھاگ جائے اُسکا تعاقب نہ کرو۔ زخمی پر حملہ نہ کرو۔ کسی مکان کا پردہ نہ کھولو۔ کسی کا مال نہ لو۔

پھر بتایئے کیونکر جناب امیرؑ اپنا تسلط قائم کرتے اسقدر جلد۔ اور کیونکر ایسے سرکشون کو سر کرتے۔

آپ کہیے گا جناب امیرؑ کی یہ سیاسی غلطی تھی جو اس طرح کی کارروائی کرتے تھے جسکو مین تسلیم کرتا ہون کہ بیشک سلطانی قواعد کے ضرور یہ خلاف ہی۔ مگر جو شخص خدا اور رسول کے حکم کا تابع ہو گا وہ اسکے خلاف کیونکر کر سکتا ہی۔ کیونکہ یہی تو حکم رسول ہی وہ حکوبانہ۔

کیا آپ آجکل کی روش زمانہ مین نہین دیکھ رہے ہین کہ مخالفین اسلام کس طرح ان قواعد کی پابندی کر رہے ہین جس سے دنیا مین اُنکا کیا نام ہو رہا ہی اور مہذب کہلاتے ہین۔ بخلاف اسکے وہ لوگ وحشی کے لقب سے ملقب ہوتے ہین جو اس کی مخالفت کرتے ہین۔

اب ہم عام عقلاء عالم سے پوچھتے ہین کہ بتاؤ رحم دلی صفت محمود ہی یا قساوت و شقاوت محمود ہی۔ ابو بکر کے احکام رحم دلی پر محمول ہو سکتے ہین یا جناب امیرؑ کے۔ پھر کیونکر تم اسکا الزام دیتے ہو کہ جناب امیرؑ نے مسلمانون کو قتل کیا۔

حق یہ ہی کہ مسلمانون کو جسنے سب سے زیادہ تباہ و برباد کیا وہ نا انصافی ہی جس سے ابو بکر صاحب اس تشدد و آمیز احکام پر تو موجب آفرین ہین اور جناب امیرؑ اس نرم دلی

۱۰۲ [illegible]

اور رحیمی پر مورد عتاب ہین۔

جناب امیرؑ نے ان حروب مین اسلام کی اُس تعلیم کو جس سے اسلام تمامی ادیان سے ممیز و ممتاز رہا ہم اُسی طرح روشن کیا ہو کہ کوئی نظر اُسکی نہین لا سکتا۔ تاریخ کامل مین ہی ثم راح الی عائشة وھو فی دار عبد اللہ بن خلف وھی اعظم دار بالبصرة فوجد النساء یبکین علی عبد اللہ وعثمان ابنی خلف وکان عبد اللہ قتل مع عائشة وعثمان قتل مع علی وکانت صفیة زوجة عبد اللہ مختمرة تبکی فلما رأته قالت لہ یا علی یا قاتل الاحبة یا مفرق الجمع ایتم اللہ منک بنیک کما ایتمت ولد عبد اللہ منہ فلم یرد علیھا شیئا ودخل علی عائشة فسلم علیھا وقعد عندھا ثم قال جبھتنا صفیة اما انی لم ارھا منذ کانت جاریة فلما خرج علی اعادت علیہ القول فکف بغلتہ وقال لقد ھممت ان افتح ھذا الباب واشار الی باب فی الدار واقتل من فیہ وکان فیہ ناس من الجرحی فاخبر علی بمکانھم فتغافل عنھم فسکت وکان مذھبہ ان لا یقتل مدبرا الخ ملخصاً جلد ۳۔ یعنی جناب امیرؑ جب عائشہ کے پاس گئے تو صفیہ زوجہ عبد اللہ بن خلف کو دیکھا کہ وہ رو رہی ہی کیونکہ خلف کے دونون بیٹے عبد اللہ و عثمان اس معرکہ مین مارے گئے تھے۔ عثمان حضرت علیؑ کی طرف تھا اور عبد اللہ بن خلف عائشہ کی طرف۔ اسی کی زوجہ صفیہ رو رہی تھی۔ اُس نے جناب امیرؑ کو پکار کر کہا ای علی۔ ای قاتل دوستان۔ ای مفرق جماعات۔ خدا تمھاری اولاد کو بھی اُسی طرح یتیم کرے جس طرح تم نے عبد اللہ کے بچون کو یتیم کیا۔ حضرت نے اُسکا کچھ جواب نہ دیا اور عائشہ کے پاس چلے گئے۔ سلام کر کے بیٹھے تو کہا صفیہ کو آج ہم نے دیکھا حالانکہ پہلے جب وہ لڑکی تھی تب دیکھا تھا جب حضرت امیرؑ عائشہ کے پاس سے اُٹھے تو صفیہ نے پھر اُسی قسم کا کلام کیا اُسوقت حضرت نے اپنا نعلینہ روکا اور فرمایا کہ ہم نے چاہا تھا کہ اُس دروازہ کو کھول کر جتنے اُس مین زخمی ہین سب کو قتل کر دین اشارہ کیا مکان کے ایک دروازہ کی طرف۔ جسکے بعد وہ عورت چپ ہو گئی حضرت کو

اسکی خبر دی گئی تھی کہ یہان زخمی ہین مگر حضرت نے تغافل کیا کیونکہ آپ زخمیون کے قتل کو جائز نہین جانتے تھے۔

کیا آپ دنیا مین کوئی نظیر اسکی لا سکتے ہین کہ وہ فاتح جسنے اتنا بڑا معرکہ اس آسانی سے سر کیا ہو وہ اس طرح کا کلام سنے اور پھر صبر کرے۔ حاشا وکلا یہ صفت یا رسول مین تھی یا اُسکے وصی مین۔ کیونکہ رسول اللہ کو ایک یہودیہ نے زہر دیا اور حضرت پر اُسنے اثر بھی کیا مگر آپ نے اُسکو قتل نہین کیا۔ یہان جناب امیرؑ کو اس طرح کی بددعائین دی جاتی ہین اور آپ صبر کرتے ہین نہ اُس عورت کو قتل کرتے ہین نہ اُسکے زخمیونکو جو سب اسیر جنگ تھے۔

جناب امیرؑ کی گو قدر نہین کی گئی۔ خلافت آپ کی نہین مانی گئی۔ دنیا آپ کی مخالف ہی رہی۔ مگر جس غرض کے لیے خدا نے آپ کو پیدا کیا تھا اور جس غرض سے رسول اللہ نے آپ کو خلیفہ بنایا تھا وہ بخوبی پوری ہوئی۔ کیونکہ اصلی غرض آپ کی خلافت سے یا سلطنت وحکومت سے محض تعلیم اسلام تھی جو پورے طور پر حاصل ہوئی۔ چنانچہ علامہ محمد بن اسمعیل بن صلاح روضۂ ندیہ شرح تحفۂ علویہ مین لکھتے ہین ان جهاد الکفار قد کان معروفا للکل احد من زمن رسول اللہ فصارت احکامہ معلومۃ من دین الاسلام بخلاف جهاد البغاۃ فان هذا اول بغی اتفق واول دارِ بغی التقت فیہ الجیوش الاسلامیۃ ولذلک اتفق المسلمون علی ان تفاصیل احکام الجهاد للبغاۃ لا یعرف الا من سیرۃ امیر المومنین فیمن بغی علیہ۔ ولما کانت احکامهم مخالفۃ لاحکام جهاد الکفار فی الغنائم وفی انہ لا یذفف علی جریح ولا یتبع مهزومهم وکان الناس لا یعرفون هذہ الاحکام ولهذا استنکروا اغنیمۃ السلاح والکراع وترک ما عداها حتی جادلوہ فی ذلک واجاب علیهم بانہ لیس لهم الا ما حوی معسکرهم وما کان فی دورهم میراث لاولادهم وقال انا لا ناخذ الصغیر بذنب الکبیر وان الاموال کانت

لهم قبل الفرقة وتزوجوا على رشده وولدوا على الفطرة وانما لكم ما حوى معسكرهم الى اخر كلامه عليه السلام وهو كلام طويل فى خطبة شهيرة ذكرها الحافظ السيوطى وغيره ومن اجوبته عليه السلام فايكم ياخذ عائشه فى قسمته ثم رجعوا الى حلمه ورضوا به بعد اختلاف شديد

ف ۳۵ یعنی کافرون کا جہاد تو عہد رسول اللہ سے معلوم تھا جس سے اُسکے احکام بدیہیات کے حکم مین داخل تھے۔ بخلاف جہاد بغاۃ کہ یہ پہلا موقع پیش آیا اور یہ پہلا خون ہی جو اسلام مین بہایا گیا جس مین فریقین سے مسلمین نے محاربہ کیا۔ اس لیئے تمامی اہل اسلام کا اتفاق ہوا اسپر کہ تفاصیل احکام جہاد باغیون کے سیرت امیر المومنین سے معلوم ہوے۔ اور چونکہ احکام اسکے مغائر ہین احکام جہاد کفار کے غنائم مین اور نیز قتل مین زخمیون کے اور اس مین کہ جو بھاگ جائے اُسکا تعاقب نہ کیا جائے۔ اور ان احکام سے اہل اسلام ناواقف تھے۔ اسی وجہ سے بہت لوگون نے انکار کیا غنیمت سلاح وکراع (سواری کے جانور) مین اور ترک کرنے مین ماسوا اسکے یہانتک کہ مجادلہ کیا ان لوگون نے اس بارہ مین اور حضرت نے اُنکو جواب دیا کہ تمھارا حق صرف اُنھین چیزون مین ہی جو لشکرگاہ مین ہین باقی رہا وہ مال جو اُنکے گھرون مین ہی وہ میراث ہی اُنکی اولاد کی اور فرمایا کہ ہم نہین مواخذہ کر سکتے صغیر پر کبیر کے جرم سے اور یہ کہ قبل اس اختلاف کے وہ اپنے مال کے مالک تھے اور تزویج اُنکی صحیح تھی اولاد اُنکی فطرت اسلام پر پیدا ہوئی۔ تمھارا حق صرف اُسی مال مین ہی جو لشکرگاہ مین ہی۔ حضرت نے ان احکام کو ایک خطبۂ طولانی مین ذکر کیا ہی جو مشہور ہی اور حافظ سیوطی وغیرہ نے اُسکی روایت کی ہی منجملہ جوابون کے حضرت نے یہ بھی فرمایا تھا کہ تم سے کون ہی جو عائشہ کو اپنے حصۂ غنیمت مین لے سکتا ہی تب وہ اپنے اصرار سے باز آئے اور راضی ہوے حضرت کے حکم پر بعد اختلاف شدید۔

اس عبارت سے آپ کو معلوم ہوا کہ جناب امیرؑ کا یہ جہاد کس غرض سے تھا۔ محض بغرض تعلیم احکام جہاد بغاۃ۔ جس سے آپ کو یہ بھی معلوم ہو گا کہ خدا نے جو آیۂ الیوم اکملت

لکم دینکم نازل کیا تھا وہ حضرت کی خلافت و امامت سے متعلق ہی - یا حضرت رسول اللہ کی تعلیم احکام حج سے - کیونکہ یہ تو مسلم ہی کہ احکام جہاد بغاۃ کی تعلیم نہین ہوئی تھی جو اعظم احکام اسلام سے ہی - اور وہ صرف سیرت جناب امیر المومنین ؑ سے معلوم ہوئی تو تکمیل دین کا دعوی باوصف اس نقصان صریح کے ناممکن ہی -

اسی تعلیم کا یہ اثر تھا کہ اگرچہ خاندان رسول معرکۂ کربلا مین تباہ و برباد کر دیا گیا اور وہ ظلم کیا گیا جو کبھی نہ ہوا تھا - مگر یزید کو یہ جرأت نہ ہوئی کہ دختران رسول کو لونڈی غلام بنا سکے - کیونکہ جناب امیرؑ کے جہاد نے شرعی طور پر ثابت کر دیا تھا کہ مسلمان کسی طرح لونڈی غلام نہین بن سکتے - حالانکہ ابوبکر کی سیرت یزید کے لیئے کافی تھی مگر وہ غلط قرار پا چکی تھی -

یہان سے آپ کو اسکی وجہ بھی معلوم ہوگی کہ یہ حضرات ہمیشہ مغلوب کیون نہ رہے اور دین شیعہ کو وہ رواج کیون نہ ہوا ؟ اسی وجہ سے کہ اصل دین تابع حجت و برہان ہی نہ تابع غلبہ و سلطان - مگر ابتدائً اگر اسلام کے ساتھ سلطنت نہ شامل کی جاتی تو ملک عرب مین کسی طرح اسکا ظہور ہی نہ ہوتا - اسی ضرورت سے ابتدائً سلطنت شامل کی گئی - مگر چونکہ شمول سلطنت اصل دین کے منافی ہی - کیونکہ اُس مین خیال قہر و غلبہ ہوتا ہی کہ بوجہ قہر و غلبہ اُسنے رواج پایا نہ از راہ حقانیت - اس لیئے خداوند عالم نے اصلی اسلام کو جو تابع تعلیم اہل بیت طاہرین ہی قہر و غلبہ سے معرا رکھا کہ حجت و برہان سے اسکی حقیقت دریافت کر کے قبول کرو جسپر خدا فرماتا ہی فمن شاء فلیؤمن و من شاء فلیکفر -

جناب امیرؑ نے جو سیرت شیخین کے قبول کرنے سے شرائط بیعت مین انکار کیا تھا اسکی وجہ بھی آپ کو معلوم ہوئی ہوگی کہ شیخین کا کیا انداز تھا اور جناب امیرؑ کا کیا عمل تھا کیونکہ آپ دیکھ چکے ہین ابوبکر نے عام طور پر حکم دیا تھا ”نہ زخمی بچے نہ قیدی نہ بھاگنے والا سب تہ تیغ کیے جائین اور آگ مین جلا دیے جائین ،،

اس سے آپ کو یہ بھی معلوم ہوگا کہ جناب امیرؑ کس وجہ سے اپنے باغیون کے سر کرنے مین

اُس طرح نہ کامیاب ہوئے جس طرح ابوبکر کامیاب ہوئے تھے کیونکہ ابوبکر نے عرب وحشیون کا دستور اختیار کیا تھا بلکہ اُسپر بھی ترقی کی تھی۔ اور جناب امیرؑ نے سنت نبوی کا احیا کرنا چاہا تو پھر کیونکر ممکن تھا کہ چار برس مین آپ وہ کام کر گذرتے جو رسول اللہ نے تیئس برس مین کیا تھا حالانکہ اُنکی امداد کو فرشتے بھی آیا کرتے تھے۔

اگر حضرت بھی مثل ابوبکر صاحب خلاف حکم شریعت عام اجازت دیتے کہ "باغیون کو ہر طرح قتل کرو زخمیون کو ہلاک کرو قیدیون کو مار ڈالو۔ اُنکے مال کو لوٹ لو اُنکے اسیر کو لونڈی اور غلام بناؤ" تو اُس سے زیادہ لوگ آپ کے شریک ہوتے۔ مگر حضرت نائب رسول ہوکر کیونکر کوئی امر خلاف شریعت کر سکتے تھے۔ اور جو امر شرعاً ناجائز تھا اُسکے مرتکب ہوتے۔ لہذا جو لوگ دنیادار تھے وہ اپنی خواہشون کے پورا نہ ہونے سے جی چراتے اور دیندار تو ہمیشہ کم ہوتے ہین۔

آپ ہی غور فرمائیے اگر جناب امیرؑ بھی مثل ابوبکر عام لوٹ مار کا حکم دیتے تو صرف طلحہ کے قتل سے کسقدر دولت ملتی کہ تین سو اونٹ کا بوجھ اُسکے پاس طلا تھا۔ مگر آپ کیونکر ایسا حکم دے سکتے تھے۔ بلکہ آپ کا عدل تو ایسا مشہور ہو رہا تھا کہ خود طلحہ کا بیٹا عمرو بن طلحہ معاویہ کے پاس گیا اپنے مال کے لیئے تو معاویہ نے کہا "علیؑ کے پاس جا وہ تیرا مال دیدینگے" روضۂ ندیہ صفحہ ۳۳۔

غرض جناب امیرؑ کو مقابلہ اُن لوگون سے ہی جو کل تک نہ صرف کل ممالک اسلامی کے مالک تھے بلکہ پچیس یا چھبیس برس سے حضرت کو اس طرح علیحدہ کیئے ہوئے ہین کہ نہ خود مدینہ مین آپ کا چندان اثر ہونے دیتے ہین نہ دیگر ممالک مفتوحہ مین۔ اور اہل مکہ تو قریب قریب سب وہی ہین جنکے آبا و اجداد حضرت کے ہاتھون قتل ہوئے تھے جو خون کے پیاسے تھے پھر کیونکر اسقدر جلد کامیاب ہوتے۔

حضرت کے ہاتھ مین نہ ممالک اسلامی کا دفتر ہو نہ اُسکا کوئی صوبہ موافق ہو۔ یہان تک کہ پایۂ تخت قدیمی مین بھی رہنا نہین نصیب ہوتا۔ کیونکہ اسکا سامان پچیس چھبیس برس سے ہو رہا تھا سب معاہدہ کر چکے تھے کہ اس خاندان مین خلافت نہ جانے پائے۔ پھر اس جنگ کا

جنگ ابوبکر سے کیا نسبت۔

کیا مسیلمۂ کذاب اور طلحہ مساوی تھے۔ کیا مالک بن نویرہ اور زبیر مساوی تھے۔ کیا عمرو عاص کا ایسا مکار وہان بھی تھا۔ کیا عائشہ کی ایسی سردار وہان بھی تھی جنکی نسبت خود حضرت فرماتے ہین جیسا کہ استیعاب مین ہے ان علیا رضی اللہ قال فی خطبتہ حین نہض الی الجمل ان اللہ عز وجل فرض الجہاد وجعل نصرتہ وناصرہ وما صلحت دنیا ولا دین الا بہ وانی منیت باربعۃ ادہی الناس واسخاہم طلحۃ واشجع الناس الزبیر واطوع الناس فی الناس عائشۃ واسرع الناس الی فتنۃ یعلی ابن امیۃ واللہ ما انکروا علیّ شیئا منکرا۔ ولا استاثرت بمال ولا ملت بہوی وانہم لیطلبون حقا ترکوہ ودما سفکوہ ولو ولوہ دونی فان کنت شریکا فی الانکار لما انکروہ وما تبعۃ عثمان الا عندہم وانہم لہم الفئۃ الباغیۃ بایعونی ونکثوا بیعتی وما استانوا فی حتی یعرفوا جوری من عدلی وانی لراض بحجۃ اللہ علیہم وعلمہ فیہم۔ وانی مع ہذا لداعیہم ومعذر الیہم فان قبلوا فالتوبۃ مقبولۃ والحق اولی ما انصرف الیہ وان ابوا اعطیتہم حد السیف وکفی بہ شافیا من باطل وناصرا واللہ ان طلحۃ والزبیر وعائشۃ لیعلمون انی علی الحق وانہم مبطلون صفحہ ۲۱۴ جلد اول یعنی جب حضرت جنگ جمل کے لیے تشریف لے چلے تو خطبہ مین فرمایا بعد حمد و نعت کہ خدا نے فرض کیا ہے جہاد کو اور اسی کو نصرت و ناصر قرار دیا۔ اور دین و دنیا کی اصلاح اسی سے ہوئی۔ مین مبتلا ہوا ہون چار آدمیون مین ایک ادہی الناس (بڑا چالباز) اور سب سے زیادہ سخی۔ طلحہ۔ دوسرے جو سب سے زیادہ شجاع ہے۔ زبیر۔ تیسرے جو آدمیون مین سب سے زیادہ ایسا شخص ہے جسکی اطاعت کی جائے۔ عائشہ۔ چوتھے وہ سب سے زیادہ تیزی کرنے والا ہے فتنہ کی طرف یعلی بن امیہ قسم خدا کی انھون نے ہم سے کوئی امر قبیح نہین دیکھا تھا جسپر وہ ناراض ہوے۔ نہ ہم نے کسی مال کو اپنے لیے مخصوص کیا۔ نہ خواہش نفس کو کسی امر مین دخل دیا۔ اسی

حق کو طلب کرتے ہین جسے خود ترک کیا - اور یہ اُس خون کے طالب ہین جسے خود اُنھون نے بہایا ہم انکار کرتے تھے اور روکتے تھے مگر یہ لوگ نہ مانتے تھے - قاتلان عثمان انھین کے پاس ہین - اور یہی لوگ فئہ باغیہ ہین - ان سب نے میری بیعت کی اور پھر نکث بیعت کیا - اُنھون نے اتنا صبر نہ کیا کہ دیکھتے ہم عدل کرتے ہین یا جور - مین راضی ہون خدا کی حجت پر جو اُسنے انپر تمام کی اور اُسکا علم اُنکے بارے مین جاری ہوا - اسکے ساتھ بھی ہم اُنکی دعوت کرتے ہین اور معذرت کرتے ہین اگر قبول کرین تو توبہ مقبول ہوتی اور اگر انکار کرینگے تو ہم اُنکو تلوار کی باڑھ سے سیراب کرینگے - اور وہی شافی ہی باطل سے اور ناصر حق ہی - قسم خدا کی طلحہ و زبیر اور عائشہ جانتے ہین کہ ہم حق پر ہین اور وہ سب باطل پر"

آپ جانتے ہین یہ یعلی بن منیہ کون شخص ہی استیعاب مین ہی استعمل ابو بکر الصدیق یعلی بن امیة علی بلاد حلوان فی الردہ ثم عمل لعمر علی بعض الیمن فحمی لنفسہ حمی فبلغ ذلک عمر فامرہ ان یمشی علی رجلیہ الی المدینۃ فمشی خمسۃ ایام او ستہ الی صعدہ وبلغہ موت عمر فرکب فقدم المدینۃ علی عثمان رض فاستعملہ علی صنعا ثم قدم وافدا علی عثمان فمرّ علی باب عثمان فرای بغلۃ جوفاء عظیمۃ فقال لمن ہذہ البغلۃ فقالوا ہی لیعلی قال لیعلی واللہ وکان عظیم الشان عثمان + ولہ یقول الشاعر اذا ما دعی یعلی و یزید بن ثابت + لامر یئوب الناس او لخطوب + وذکر المدائنی عن ابن جعونہ عن محمد بن یزید بن طلحۃ قال کان یعلی بن امیۃ علی الجند فبلغہ قتل عثمان فاقبل یستنصرہ فسقط عن بعیرہ فی الطریق فانکسرت فخذہ فقدم مکۃ بعد انقضاء الحج فخرج الی المسجد وہو کسیر علی سریر واستشرف الیہ الناس واجتمعوا فقال من خرج لطلب دم عثمان فعلی جہازہ وذکر عن مسلمہ بن عوف قال اعان یعلی بن امیۃ الزبیر باربعمائۃ الف وحمل سبعین رجلا من قریش وحمل عائشۃ

علی جمل یقال لہ عسکر کان اشتراہ بمائتی دینار ص ۶۳۲ یعلی بن امیہ ابن منیہ (دونون نام ایک ہی شخص کے ہین) اُن لوگون سے ہی جو فتح مکہ کے وقت اسلام لایا اُسکو ابو بکر نے زمانۂ ردہ مین حلوان کا عامل مقرر کیا۔ عمر نے ملک یمن کے ایک صوبہ کا اسے عامل مقرر کیا۔ اُسنے وہان ایک چراگاہ اپنے لیئے خاص مقرر کی (ظالم بادشاہون کا قاعدہ تھا کہ جنگل وغیرہ مین اپنے جانورون کے لیئے کچھ زمین مقرر کر دیتے کہ وہان اُنھین کے جانور چرین) یہ خبر جب عمر کو ملی تو اُنھون نے عتاب کیا کہ یمن سے پا پیادہ مدینہ آئے اسی طرح وہ آ رہا تھا۔ پانچ یا چھہ روز چلنا پڑا تھا کہ قتل عمر کی خبر معلوم ہوئی جسپر وہ پھر سوار ہوا اور وارد مدینہ ہوا۔ عثمان نے اُسکو صوبۂ صنعا کا عامل مقرر کیا وہان سے ایک دفعہ بغرض ملاقات عثمان آیا۔ تو حضرت علی ع نے اُسکا خچر جو بہت فربہ اور تیار تھا۔ عثمان کے دروازہ پر دیکھا۔ پوچھا یہ کس کا خچر ہی؟ لوگون نے کہا یعلی کا۔ تو حضرت نے کہا یعلی کا بڑا رتبہ ہی عثمان کے یہان۔

مدائنی نے لکھا ہی کہ جس زمانہ مین عثمان قتل ہوے یعلی فوج پر تعینات تھا۔ قتل عثمان کی خبر سن کر روانۂ مدینہ ہوا کہ عثمان کی مدد کرے۔ راہ مین اونٹ سے گرا جس سے ٹانگ اُسکی ٹوٹ گئی لہذا مکہ مین بعد حج وارد ہوا اور وہین قیام کیا۔ لوگ اسی حال سے اُسکی ٹانگ ٹوٹی ہوئی تھی لیئے جا رہے تھے اُسنے منادی کرائی کہ جو شخص خون عثمان کے انتقام کو جائیگا اُسکے کل اخراجات کا بار ہم پر ہی۔ یعلی نے زبیر کو چار لاکھ درہم دیئے اسی غرض سے۔ اور ستر آدمیون کو قریش سے اپنے خرچ سے لڑائی جنگ جمل کے لیے روانہ کیا۔ اور عائشہ کو ایک اونٹ نر پر سوار کیا جسکا نام عسکر تھا دوسو اشرفی پر اُسنے خریدا تھا۔

ان حالات سے آپ کو معلوم ہوگا کہ یعلی کیسا شخص ہی خاص او ردکان حضرت ابو بکر سے ہی جسکی وہ اس طرح پرورش کرتے۔ پھر کیون نہ وہ عائشہ کو عسکر نامے اونٹ پر چڑھاتا جسکو دوسو اشرفی پہ خریدا تھا اور چار لاکھ اسی غرض سے دیئے کہ جناب امیر علیہ السلام سے جنگ کی جائے۔

تاریخ کامل ہی وجھزھم یعلی بن منیة بست مائة بعیر وست مائة الف درھم وجھزھم ابن عامر بمال کثیر صـ۸۱ جلد ۳ یعنی یعلی نے چھ سو اونٹ دیے تھے اور چھ لاکھ درہم اسی طرح ابن عامر نے بھی بہت سا مال دیا تھا۔

اس روایت کو دیکھیے اور حضرت کے اظہار حق و اتمام حجت کو کہ کس کس طرح آپ حجت خدا تمام کر رہے ہین۔ مگر اُنکو خواہش دنیا نے ایسا سرشار کر دیا ہی کہ نہ کچھ سوجھائی دیتا ہی نہ سنائی۔ تو کیا ایسے لوگون کا فتنہ ایسا ہلکا ہو سکتا ہی جو اس طرح آسانی سے طی ہو جائے۔

با این ہمہ حضرت نے اس فتنہ کو چند ہی روز مین ایسا خاموش کیا کہ تمام عالم کو معلوم ہی کہ طلحہ و زبیر مارے گئے۔ طلحہ کو خود مروان نے مارا جو عثمان کا داماد تھا اور کہا لا اطلب ثاری بعد الیوم۔ بی بی عائشہ مدینہ بھجوائی گئین۔ اسکے بعد معاویہ نے سر اُٹھایا جو اُنیس یا بیس برس تک رسول اللہ سے لڑتا رہا۔ اور آج بیس برس سے شام کا صوبہ دار اسی غرض سے بنایا گیا ہی کہ اگر حضرت علیؑ کسی وقت مین خلیفہ ہون تو یہ اپنی پوری طاقت سے کام لے۔ اسی عرصہ مین خوارج نے خروج کیا۔ جو چند ہی روز مین پیس دیے گئے۔ اب پھر حضرت ملک شام کی تیاری کر رہے ہین کہ ابن ملجم خارجی نے اس نور خدا کو خاموش کیا۔

غرض یہہ کھدینا تو آسان ہے کہ ابوبکر نے دو ڈہائی برس مین بغاوت کو بھی فرو کیا اور اسلامی فتوحات بھی بڑہائی۔ اور جناب امیرؑ کی چالہ سالہ خلافت انہین جنگیون مین بسر ہوئی۔ مگر اسکے اسباب و نتائج پر غور نہ کرنا نہایت نادانی ہے۔ کیونکہ اگر یہ مقولہ مانا جاے تو پھر لازم آتا ہے خلیفہ اول کی شجاعت اور حسن تدبیر رسول اللہؐ سے بھی بڑہ جاے کہ حضرت نے ۲۳ برس کے زمانہ نبوت مین وہ کام نہ کیا جو ابوبکر نے ڈہائی برس کی خلافت مین کر لیا۔ اس حالت مین ہم اسکو بھی مان لینگے کہ جو ابوبکر رسول اللہؐ سے افضل تھے وہ ضرور جناب امیرؑ سے بھی افضل تھے۔

یہہ تو سب جانتے ہین بنے بنائے مکان ہین آکر انتظام کرنا یا کسی جمے جمائے کارخانہ

برا اپنا عمل دخل کرنا آسان ہے مگر اوس مشکل کو وہی جانتا ہے جو کسی نئے کارخانہ کا موجد ہو۔ اسکی لذت رسول اللہ ہی جان سکتے ہیں یا جناب امیر کہ اسلام کو کس طرح قائم کیا اور کن جانکاہیوں سے اسکو نشو ونما دیا جو کچھ صورتیں مسلمانوں کی نظر آنے لگیں۔

پھر جس نے ان جانکاہیوں اور مصیبتوں سے اسلام کو رائج کیا ہو اوس سے کب ممکن ہے کہ وہ خود اسکو تباہ کرے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ کے قتل کا سامان ہو رہا ہے۔ منافقین چاہتے ہیں شب عقبہ آپکو اونٹ سے گرا دین حضرت کے جان نثار صحابہ کہہ رہے ہین کہ آپ اون کا نام بتائیے مین ابھی اونکا سر لاتا ہون حضرت اسکے جواب مین فرماتے ہین نہین لوگ کہینگے کہ محمد اپنے اصحاب کو قتل کر رہے ہین۔

کیا وہ منافق مسلمان تھے۔ ہرگز نہین۔ پھر کیون نہین حضرت نے قتل کیا۔ اسیوجہ سے کہ اسلام بدنام ہوگا۔ اسلام پر بیوفائی کا الزام آئیگا۔ وہ قانون ٹوٹ جائیگا جس کے مقنن خود حضرت ہین کہ بغیر صدور جرم سزا نہین ہو سکتی۔

حضرت کو ایک یہودیہ نے زہر دیا حضرت نے اوس طعام کو نوش بھی فرمایا اوس نے کچھ کو بھی بلا کر دریافت کیا اوسنے بھی اقرار کیا مگر حضرت نے قتل نہین کیا کیونکہ ایک صحابی اوس سے مرنے والا تھا اوسکے انتقام مین وہ قتل ہوگی پھر یہ کیون الزام لیا جائے کہ ایک مومنہ کو قتل کیا۔ اسی طرح رسول اللہ پر عین خانہ کعبہ مین ایک شخص حملہ کیا چاہتا ہے آپ اوسکو قتل نہین کرتے بلکہ اوسکے لئے دعا فرماتے ہین کہ خدایا اسکے شیطان کو دور کر کیونکہ آپ جانتے تھے کہ مسلمان ہونے والا ہے اسکا قلب نور اسلام سے منور ہوگا۔

یہی مصلحت یہان پیش ہے کہ جناب امیر مشغول تجہیز و تکفین رسول ہین جو فرض ہے۔ صحابہ دنیا کی فکر مین ہین اپنا کام کر رہے ہین۔ اب اگر جناب امیر اون سے لڑتے ہین تو اسلام بدنام ہوتا ہے۔ اسلام پر طمع دنیا کا الزام آتا ہے کیونکہ بعد رسول مربی اسلام تو آپ ہی ہین۔ آپکے افعال مین اور صحابہ کے افعال مین بڑا فرق ہے۔ صحابہ تو وہی ہین جنہون نے خود رسول اللہ کو قتل کرنا چاہا۔ اونکی اس حرکت نازیبا سے اسلام

نہین بدنام ہوتا کیونکہ وہ تو خارج از اسلام ہین اون کے افعال کا ذمہ وار اسلام نہین۔ ہان اگر رسول اللہ اون کو قتل کرتے تو ضرور آپ پر الزام آتا۔ اسی طرح صحابہ مہاجرین و انصار نے جو دنیا کے لئے دفن و کفن رسول ص کو چھوڑا تو اسلام پر کوئی الزام نہین آسکتا کیونکہ ان کی حالت سے زمانہ واقف تھا بلکہ کفار بھی جانتے تھے یہ دنیا دار ہین جیسا کہ عروہ نے بروز حدیبیہ صاف صاف ابوبکر کے منہ پر کہدیا جسپر انہون نے خوب سی گالیان بھی دین۔ ہان اگر جناب امیرؑ اوسوقت سوا ے صبر و سکوت کچھ کام کرتے تو ضرور اسلام بدنام ہوتا کیونکہ اسلام تو اونہین اعمال و افعال کا نام ہے جو رسول اللہ و جناب امیرؑ سے صادر ہون۔

یہان آپکو ایک دوسرے عالم کی سیر کرنی چاہیئے کیونکہ یہانتک تو اپنے صرف جناب امیرؑ اور ابوبکر صاحب کی اون جنگون کو دیکھا ہے جو مخالفین کے ساتھ کی گئی کہ ابوبکر صاحب کا یہہ حکم تہا نہ قیدی بچے۔ نہ بھاگا ہو اسکو قتل کرو جلا ڈالو جناب امیرؑ کا یہ حکم ہے جو بہاگ جائے اوسکا پیچھا نہ کرو قیدی کو قتل نہ کرو۔ زخمی کو ہلاک نہ کرو۔

معاملہ ترک بیعت اب اسکو دیکھئے کہ خلیفہ اول کی بیعت سے جناب امیرؑ کنارہ کش ہین حضرت کے ساتھ حسنینؑ بھی ہین اور سائر بنی ہاشم یعنی حضرت عباس و عقیل اور کچھ لوگ صحابہ سے مثل ابوذر سلمان فارسی عمار یاسر وغیرہ۔ انکے ساتھ خلیفہ کا کیا برتاو ہے کہ سبکو معلوم ہے عمر صاحب آگ لکڑی لیکر کھڑے ہین کہ جناب سیدہ کا گھر جلا دین۔ حضرت علیؑ کو گرفتار کر لائے زبیر کی تلوار چھین لی طلحہ۔ عثمان کو ڈانٹ بتائی۔

جناب امیرؑ کا برتاو اپنے تارکین بیعت سے یہہ ہے کہ حضرت عمار سے فرماتے ہین چھوڑ دو۔ ابن عمر ضعیف ہے۔ سعد بن ابی وقاص حسدی ہے۔ محمد بن مسلمہ اسوجہ سے ناراض ہے کہ مینے اوسکے بہائی مرحب یہودی کو بروز خیبر قتل کیا۔

دنیا مین جتنے جابر بادشاہ گذرے ہین خواہ نادر ہو یا چنگیز۔ یا عالمگیر۔ سب کا

دستور العمل آنکو یہی ملیگا کہ جن جن شاہزادون یا رئیسون سے انکو خطرہ ہوتا کہ یہ ہمسری کا دعوی کرینگے یا ہماری سلطنت مین رخنہ انداز ہونگے یا کسی قسم کا فساد کرینگے۔ اونکے ساتہہ انتہا درجہ کی سختی کرتے۔ قتل کرتے۔ قید کرتے۔ آنکہون مین سلائی پھروا تے۔ ایسی سخت عبرتناک سزا دیتے کہ پہر کسی دل و دماغ مین مخالفت کی جرات نہو۔

مگر کسی نبی کی نسبت یا کسی پیغمبر کی نسبت تمنے نہ سنا ہوگا کہ کسی ناکردہ گناہ پر یا بروے شبہہ کسی پر اس سختی کو جائز رکھا ہو۔ کیونکہ وہ رعایا کو مخلوق خدا اور ودیعت خدا سمجھتے ہین۔ بجز اون خاص صورتون کے جنمین خدانے حکم قتل و غارت کو جائز نہین رکھتے۔

بہر حال چونکہ ہمارا مقصود اصلی شرح حدیث من سلم المسلمون من لسانہ و یدہ ہے جسکو ہمنے کافی طور سے ثابت کر چکا کہ خلفائے اہلسنت نے کس طرح اس حدیث کی مخالفت کرکے زبان سے اور ہاتھ سے مسلمانون کو تکلیفین پہونچائی ہین۔ اور جو اصل مربی اسلام تھا اوسنے کیونکر اسکی رعایت کی ہے۔ لہذا اب یہ بھی بیان کرنا ضروری ہے کہ خلفائے اہلسنت کا جدال و قتال مسلمانون کے ساتھ کیسا ہے۔

تحقیقات کفر و اسلام مقتولین ابوبکر

پہلے یہ طے کر لینا چاہیئے کہ جو لوگ ابوبکر صاحب کے حکم سے قتل ہوئے وہ دراصل کیا تھے مسلم تھے یا کافر مرتد تھے یا باغی۔ تاکہ اصل جرم معلوم ہوا ور پھر اوسکی سزا دیکھی جائے کہ کہانتک ایک مہذب شخص اس سزا کو تجویز کرسکتا ہے۔

مولوی حیدر علی صاحب نے منتہی الکلام مین بہت کچھ خاک اوڑایا ہے جسکا جواب کتاب مستطاب استقصاء الافحام اور مجلد دوم ذو الفقار حیدری مین بھی بشرح و لبسط دیا گیا ہے۔ یہان اونہین کی تحقیقات کا ایک حصہ درج کیا جاتا ہے جس سے اجمالی طور پر اونکا حال معلوم ہو گیونکہ اس مضمون کو بڑی تحقیقات

سے اونہوں نے مفاتیح شرح مصابیح سے نقل کیا ہے صفحہ ۹

ووجه الجمع بين اول الحديث
واخره ودفع شبهة الرافضة ان
الذين ارتدوا كانوا صنفين
صنف ارتدوا عن الدين و
خرجوا عن الاسلام وعادوا
الى الكفر وهم الذين عناهم
بقوله وكفر من كفر من العرب
وهو مسيلمه واصحابه من بنى
حنيفه والاسود العنسى و
اصحابه من اهل اليمن وغيره
وناس اخرون ارتدوا عن
الاسلام والايمان وتركوا
الشرايع من الصلوة والزكوة
وغيرها وعادوا الى ما كانوا عليه
فى الجاهلية فلم يكن يسجد لله تع
على بسيط الارض احد الا فى
مسجد مكه والمدينة ومسجد
عبد القيس بالبحرين فى قرية
يقال لها جواثا وهم الذين
عناهم ابو هريرة فى اول الحديث
والصنف الاخر وهم الذين
فرقوا بين الصلوة والزكوة

اور وجہ جمع اول و آخر حدیث میں
اور دفع شبہہ روافض میں یہ ہے
کہ جو لوگ مرتد ہوئے وہ دو قسم کے
تھے - ایک تو وہ جو اسلام سے خارج
ہو کر کافر ہو گئے - انہیں کی نسبت
کہا گیا وکفر من کفر من العرب
یہہ قسم مسیلمہ تھا اور اوسکے اصحاب
اور اسود عنسی اور اوسکے اصحاب
اہل یمن سے - دوسرے وہ لوگ تھے
جو مرتد ہوئے اسلام سے اور ترک کیا
شرایع اسلام نماز اور زکوۃ کو اور
عود کیا طرف جاہلیت کے کہ
نہ سجدہ کیا جاتا تھا بسیط ارض
پر خدا کا بجز مسجد مکہ و مدینہ
و قریہ جواثا - اسی کی نسبت
ابو ہریرہ نے کہا کہ یہہ وہ لوگ
ہیں جنہوں نے تفریق کی نماز اور
زکوۃ میں - اور دوسری قسم
وہ ہے کہ نماز کے تو قائل تھے مگر
وجوب زکوۃ اور ادا طرف
امام کے منکر تھے انہیں کو مراد لیا
ہے ابو ہریرہ نے آخر حدیث میں -

داقروا بالصلوٰۃ وانکروا الزکوٰۃ	الزکوٰۃ کے بارے میں عمر کو شبہہ ہوا اور
ووجوب الاداء الی الامام	ابوبکر سے مناظرہ کیا اور ابوبکر نے
وھو الذین عناھم ابو ھریرۃ	کہا کہ ہم اوس سے ضرور قتال کرینگے
فی اٰخر الحدیث وعرضت لعمر	جو فرق کرے درمیان نماز اور زکوٰۃ کے
الشبھۃ وناظر فیھم ابابکر	یہ آخری قسم درحقیقت باغی
حتی قال واللہ لاقاتلن من	تھے۔ مگر اسوجہ سے باغی کے نام
من فرق بین الصلوٰۃ والزکوٰۃ	سے نہ پکارے گئے کہ ایک تو عمار
وھذا الصنف علی الحقیقۃ	ردہ میں فی الجملہ داخل تھے اور
اھل بغی وانما یدعوا بھذا	اس وجہ سے مرتد کہے گئے کہ
الاسم فی ذلک الوقت لدخولھم	خطیب اسکا عظیم تہا۔“
فی غمار اھل الردۃ فاضیف	اس تحریر سے بوضاحت معلوم
الاسم فی الجملۃ الی الردۃ اذکانت	ہوا کہ مرتد دوہی قسم کے تھے ایک
اعظم الامرین خطبا۔ ص ۹۵	تو وہ جو درحقیقت مرتد تھے اور

دوسرے وہ جو درحقیقت باغی تھے۔ مگر اسوجہ سے مرتد مشہور ہوگئے کہ اس نام سے مسلمانوں کا جوش بڑھے اور آمادہ جہاد ہوں کہ مرتد ہوگئے۔

مگر یہ تحقیق بھی ناقص ہے کیونکہ ابن حزم کتاب الفصل میں لکھتے ہیں۔

والمسلمون کما کانوا لا اختلاف بینھم فی شئ اصلا امۃ واحدۃ ومقالۃ واحدۃ الا ما حدث فی اٰخر حیوۃ رسول اللہ واول خلافۃ ابی بکر من ظھور الاسود العنسی فی جھۃ صنعاء ومسیلمۃ فی جھۃ الیمامۃ یدعیان النبوۃ وھما فی ذلک مقران بنبوۃ محمد معلنان بذلک ومن انقسام العرب ومن بالیمن من غیرھم اربعۃ اقسام فرقۃ ثبتت علی ما کانت علیہ من الاسلام لم تبدل شیئا ولزمت طاعۃ ابی بکر وھم الجمھور

والاكثر وطائفة ثبتت على الاسلام ايضاً الا انهم قالوا نقيم الصلوة وشرايع الاسلام الا لا نودى الزكوة الى ابى بكر ولا نعطى طاعة لاحد بعد رسول الله صلعم وكان هولاء كثيرا الا انهم دون من ثبت على طاعة - وطائفة ثالثة اعلنت بالكفر والردة كاصحاب طليحه وسجاح وسائر من ارتد وهم قليل بالاضافة الى من ذكرنا الا ان فى كل قبيلة من المومنين من يقاوم المرتدين فقد كان باليمامة ثمامة بن اثال الحنفى فى طوائف من المسلمين محاربين لمسيلمه وفى قوم الاسود ايضاً كذلك وفى بنى تميم وبنى اسد الجمهور من المسلمين وطائفة رابعة توقفت فلم تدخل فى احد من الطوائف المذكورة وبقوا يتربصون لمن تكون الغلبة كمالك بن نويرة وغيره فاخرج اليهم ابوبكر البعوث فقتل مسيلمه وقد كان فيروز وداذويه الفارسيان الفاضلان قتلا الاسود العنسى فلم تمض عام واحد حتى راجع الجميع الاسلام اولهم من اخرهم واسلمت سجاح وطليحه وغيرهم صـ جلد ٢ یعنی آخر حیات رسول اللہ اور ابتدائے خلافت ابوبکر میں اسود عنسی نے صنعا میں اور مسیلمہ نے یمامہ میں ادعائے نبوت کیا۔ مگر اسکے ساتھ وہ حضرت کی نبوت کے بھی قائل تھے۔ اسوقت میں عرب اور یمن وغیرہ چار قسم پر منقسم تھا۔ پہلا طائفہ جو سب سے بڑا اور بزرگ تھا جو جمہور اسلام کہلاتا ہے وہ تھا جس نے کسی قسم کا تغیر نہیں دیا اطاعت ابوبکر پر باقی تھا۔ دوسرا طائفہ بھی اسلام پر قائم تھا اور کسی طرح کا اوس میں تغیر نہیں ہوا تھا مگر وہ کہتے تھے کہ ہم کل شرایع اسلام کو بجالاتے ہیں لیکن ابوبکر کو زکوۃ نہیں دینگے اور نہ بعد رسول کسی کی اطاعت قبول کرینگے۔ یہ طائفہ بھی بڑا تھا مگر پہلے طائفہ سے بہت کم۔

تیسرا طائفہ وہ تھا جس نے کفر و ردہ کا اعلان کیا - اصحاب طلیحہ و سجاح وغیرہ
یہ طائفہ سب سے کم تھا - اور ان مین بھی ہر قبیلہ مین بہت سے مسلمین تھے
جو انسے جنگ کرتے - چنانچہ قوم مسیلمہ مین ثمامہ بن آثال حنفی تھے طوائف
مسلمین کے ساتھ جو سب مسیلمہ سے لڑ رہے تھے - اسی طرح قوم اسود و بنی تمیم
و بنی اسد مین بھی جمہور مسلمین سے تھے جو ان مرتدین سے جنگ کرتے -
چوتھا طائفہ وہ تھا جو نہ ادہر تھا نہ اودہر بلکہ وہ اسکے منتظر تھے کہ کدہر غلبہ ہوتا
ہے - مالک بن نویرہ وغیرہ اسی طائفہ مین تھے ابوبکر نے ان سب کیطرف
لشکر بھیجا مسیلمہ مارا گیا اور اسود عنسی پہلے ہی حیات رسول اللہ مین مارا
گیا تھا جسکو فیروز و ذاذویہ فارسی نے قتل کیا تھا سال بھر مین سب رجوع
کر آئے اسلام کی طرف -

اب اس تحقیقات کو مفاتیح شرح مصابیح کی تحقیقات سے ملائیے تو معلوم
ہو کہ دو قسم کے باغی نہین تھے بلکہ چار قسم کے تھے جن مین صرف ایک طائفہ بنا بر
تحقیقات مذکورہ واقعاً مرتد تھا جو بہت ہی قلیل تھا اور باقی سب مسلمان تھے
جنکو صرف خلافت ابوبکر سے اختلاف تھا کہ ہم انکو خلیفہ نہین مانتے جسکے لئے
اونہون نے زکوۃ دینے اور اطاعت کرنے سے انکار کیا تھا نہ یہ کہ در اصل
وہ منکر زکوۃ ہون -

پھر اسکو دیکھیے کہ کہان تو بتحقیق ابن حزم ان لوگون کی تعداد سب سے
کم تھی اور اس مین بھی وہ مسلمین بتعداد کثیر موجود تھے جو ان سے جنگ کیا
کرتے مگر صاحب مفاتیح کہتے ہین کہ بسیط ارض پر سجدہ خدا کہین نہ ہوتا تھا بجز
مکہ و مدینہ و قریہ جواثا اس سے بڑھکر کیا جھوٹھ ہو سکتا ہے کہ محض تعریف ابوبکر
کے لئے اسطرح کی حدیث گڑھی گئی اور اسپر مطلق نہ خیال کیا کہ اصل اسلام پر
کیسا اعتراض آتا ہے -

تو اب آپ ہی بتائیے اس قلیل جماعت کا جو تمامی ملک کا چوتھا بلکہ

اٹھوان حصہ بھی نہین ہے بیرونی کسقدر آسان ہے کیونکہ اگر لشکر ابوبکر نہ بھی جاتا تو وہی مسلمان جو اون قبائل مین تھے وہی کافی تھے اون کے لئے۔

اب یہان تحریر صدر پر بھی خیال فرمائیے کہ خالد نے جو وحشیانہ سلوک کیا ہے تو اون لوگون کے ساتھ جو یا تو کسی طرح مرتد بلکہ باغی بھی نہ تھے مثل مالک ابن نویرہ وغیرہ۔ یہ اون کے ساتھ جو اسلام پر باقی تھے۔ صرف ابوبکر سے باغی تھے اونکو تو جلایا بھونا خاک سیاہ کیا۔ مگر جو اصل مرتد تہا مثل مسیلمہ وغیرہ اوسکے ساتھ اس قسم کی وحشت وغیرہ کچھہ نہ دکھائی جس سے آپ سمجھ سکتے ہین کہ یہ لڑائی بغاوت کے فرو کرنے کو تھی۔ یا ارتداد کے دفعیہ کے لئے۔

اجماع صحابہ بر عدم قتال مانعین زکوۃ

اب ہم پہلی قسم کے مرتدین کو یہان چھوڑ دیتے ہین جنکو صاحب مفاتیح نے مرتد کہا ہے۔ اور قسم دوم کو دیکھتے ہین جنکو باغی کہا ہے کہ وہ کیسے تھے مرتد تھے یا مسلم کیونکہ انکا اسلام ایسا مسلم الثبوت تھا کہ کوئی اہلسنت سے انکار ہی نہین کرسکتا کیونکہ صحابہ کا اجماع تہا۔ چنانچہ ملل ونحل شہرستانی مین ہے الخلاف السابع فی قتال مانعی الزکوۃ فقال قوم لا نقاتلهم قتال الکفرۃ وقال آخرون نقاتلهم حتی قال ابوبکر لو منعونی عقالا مما اعطوا النبی لقاتلتهم علیہ ومضی بنفسه لقتالهم ووافقه الصحابة باسرهم وقد ادی اجتهاد عمر فی ایام خلافته الی رد السبایا والاموال الیهم واطلاق المحبوسین منهم صفحہ ۲۴

یعنی ساتوان اختلاف مانعین زکوۃ کے قتال مین ہوا کہ ایک قوم نے جماعت صحابہ سے کہا کہ ہم ان ایسی جنگ نہین کرسکتے جیسا کہ کافرون سے جنگ کرتے ہین اور ایک قوم نے قصد قتال کیا ابوبکر نے کہا اگر ہمکو وہ ریسمان بھی نہ دینگے جسمین بکریان باندہی جاتین تو ہم ضرور اون سے قتال کرینگے یہانتک کہ خود آمادہ ہوئے تب سب صحابہ نے موافقت کی۔ مگر عمر کا اجتہاد اپنے زمانہ خلافت مین اسطرف مودی ہوا کہ قیدیونکو واپس کیا اور اونکا مال پھیر دیا اور جو قیدی تھے اونکو آزاد کر دیا

کنز العمال میں ہے عن عمر قال لما اجتمع رای المہاجرین وانا فیھم حین ارتدت العرب فقلنا یا خلیفۃ رسول اللہ اترك الناس یصلون ولا یؤدون الزکوۃ فاھمو لوقد دخل الایمان قلوبھم لادوھا یعنی عمر کہتے ہیں کہ تمامی مہاجرین کا اجماع ہو گیا تھا جن میں ہم بھی تھے کہ ان سے جنگ ترک کی جائے جب پر خلیفہ سے کہا کہ چھوڑ دیجئے لوگوں کو کہ نماز پڑھیں اور زکوۃ نہ دیں جب ایمان کو اونکے دلوں میں استحکام ہو جائیگا تو زکوۃ بھی دینگے۔

اور ازالۃ الخفا میں ہے کہ بعد ازان در قتال مرتدین مباحثہ واقع شد صدیق اکبر بجد عظیم درین باب ملہم گشت وآن سر قول آنحضرت بود درین فتنہ کہ العصمۃ بالسیف قال عمر یا خلیفۃ رسول اللہ تألف الناس وارفق بھم فقال اجبار فی الجاھلیۃ وخوار فی الاسلام انہ قد انقطع الوحی وتم الدین اینقص وانا حی مذکور فی المشکوۃ مع ذالورنین ص۲۵

یعنی اے خلیفہ رسول نرمی کیجئے اور تالیف قلوب فرمائیے تو ابو بکر نے کہا جاہلیت میں تو تو جبار تھا اور اسلام میں آکر ذلیل وخوار ہوا جس سے خلیفہ ناطق بالصواب عمر بن الخطاب کا اس جنگ کو ناجائز سمجھنا بدیہی طور پر ظاہر ہوا جنکے بارہ میں ترمذی میں ہے ان اللہ جعل الحق علی لسان عمر وقلبہ۔

اور تاریخ کامل میں ہے قال عبد اللہ بن مسعود لقد قمنا بعد رسول اللہ مقاما کدنا نھلك فیہ لولا ان من اللہ علینا بابی بکر اجمعنا علی ان لا نقاتل علی ابنۃ مخاض وابنۃ لبون وان ناکل قری عربیۃ ونعبد اللہ حتی یاتینا الیقین ص۱۳۰

یعنی ہم سب کا اجماع ہو گیا تھا اسپر کہ زکوہ لینے کے لئے جنگ نہ کریں اونٹ کے بچے یا گائے کے بچھڑے پر مگر ابو بکر نے مخالفت کی۔

جس سے جہاں یہہ معلوم ہوا کہ وہ سب اہل اسلام سے تھے وہاں یہ بھی معلوم ہوا کہ تمامی صحابہ کا اسپر اجماع بھی تھا کہ ان سے قتال نہ کرنا چاہیئے جن میں

عمر صاحب بھی ہین۔ تو کیا کوئی گمان کر سکتا ہے کہ وہ کافر تھے۔
عمر صاحب کا اپنے خیال پر باقی رہنا اور ابوبکر کو اس جنگ مین ناحق پر سمجھنا اس
بھی ظاہر ہے کہ عمر نے جب خلافت کا چارج لیا تو پہلا کام یہی کیا کہ ابوبکر کے سیف
اللہ خالد کو معزول کیا۔ اور جو لوگ قیدی بنائے گئے تھے سبکو آزاد کر دیا اور
جو مال لوٹا گیا وہ سب واپس کیا۔ تو اب آپ ہی فرمایئے فعل ابوبکر مطابق
حق تھا یا فعل عمر جنہون نے برخلاف رائے ابوبکر یہ عمل کیا۔
اب اسپر بھی دیکھیے کیونکہ ابوبکر کا دل اپنے باغیون کے جلانے اور آگ مین ڈالنے
سے سیر نہین ہوا تھا چاہتے تھے کہ اون سے اون لوگون کا خون بہا بھی لین
(تاوان جنگ) جو اس لڑائی مین ابوبکر صاحب کی طرف سے مارے گئے تھے
مگر عمر صاحب نے نہایت اہتمام سے اس ظلم کو روکا ازالۃ الخفا مین ہے از حضرت
صدیق، اور مسئلہ ہل تجب علی المرتدین اذا تابوا دیۃ من قتلوہ
فی ایام الردۃ با حضرت فاروق اختلاف انتاد قال البغوی روی
عن ابی بکر انہ قال لقوم جاؤہ تائبین تدون قتلانا ولا ندی
قتلاکم فقال عمر لا ناخذ لقتلانا دیۃ صفحہ ۳ مقصد دوم
یعنی ابوبکر نے اون لوگون سے جنہون نے توبہ کیا چاہا کہ اون لوگون کا خون
بہا لین جو ابوبکر کی طرفدار دن سے مارے گئے تھے۔ عمر نے کہا کہ ہم اپنے
کشتون کا خون بہا نہین لینگے۔
جس سے صاف ظاہر ہے کہ خلیفہ دوم اس جنگ کو بالکل ناجائز جانتے
تھے کہ خلیفہ اول نے اون سے لڑائی کی تو یہ لڑائی بالکل ناجائز تھی۔ ورنہ
کب ممکن تہا کہ خلیفہ دوم اپنے مقتولین کا اون سے خون بہا نہ لیتے۔
درحقیقت یہہ عجب بات ہے کہ خلیفہ اول نرم دل اور رحیم خلیفہ
مشہور ہین مگر خلافت پاتے ہی ایسی سختی مزاج مین آگئی کہ ایک ریسمان
کے لیئے مسلمانون کے کشت وخون مین انکو تامل نہین ہوتا قسم قسم پر کہانے

جاتے ہین کہ اگر وہ رسی بھی نہ دینگے جس مین دنبیان باندہی جاتین تو مین
ان سے جنگ کرونگا۔ اور خلیفہ دوم جو نہایت سخت مزاج مشہور رہین ان
مرتدون اور باغیون کی حمایت مین اسدرجہ سرگرم ہین کہ خلیفہ اول کے
اس فتوے کو رد در رد کر رہے ہین کہ ہم ان سے اپنے کشتون کا خون
بہانہ لینگے۔

عمر کا خون بہا دلوانا نہین نہین خلیفہ دوم نے اس پر نہین اکتفا کیا کہ
مسلمانون کا خون بہا اون باغیون کو معاف کردیا۔ بلکہ اون باغیون کے
کشتون کا خون بہا خلیفہ اول سے وصول کیا چنانچہ تاریخ طبری مین ہے صـ۱۳۲ جلد ۲
فقال عمر لابی بکر ان سیف خالد فیہ رھق واکثر علیہ فی ذلک
فقال یا عمر تاول فاخطاء فارفع لسانک عن خالد فانی لا اشیم
سلہ اللہ علی الکافرین وودی مالکا۔
یعنی عمر نے ابوبکر سے کہا کہ خالد کی تلوار مین بڑی تیزی ہے اور بہت مبالغہ
کیا اس بارہ مین۔ ابوبکر نے کہا اے عمر خالد نے تاویل کی اور اوس مین خطا
کی تم اپنی زبان اوس سے بند کرو مین اوس تلوار کو غلاف مین نہین کرسکتا
جسے خدا نے کہینچا ہے کافرون پر۔ اسکے بعد دیت دی مالک کی۔
اس تحریر سے صرف خون بہا دینا ابوبکر کا ہی نہین معلوم ہوا۔ بلکہ یہہ بہی ظاہر
ہوا کہ خود ابوبکر صاحب نے بہی اسکا اقرار کیا کہ خالد کا یہہ فعل ناجائز تہا اوس سے
غلطی ہوئی۔

خلیفہ دوم کا اس کارروائی کو ناجائز سمجہنا اس سے بہی ظاہر ہے کہ مرتے وقت
وہ اسپر افسوس کرتے ہین کہ ہم کاش اسکو رسول اللہ سے دریافت کرتے چنانچہ
تفسیر درمنثور سیوطی مین ہے عن عمر قال لان اکون سالت النبی
من ثلث احب الی من حمر النعم عن الخلیفۃ بعدہ وعن قوم قالوا
نقر بالزکوۃ من اموالنا ولانودیھا الیک ایحل قتالھم وعن الکلالۃ

یعنی حضرت عمر سے روایت ہے کہ کہتے ہین اگر تین باتون کو ہین رسول سے پوچھے ہوتا تو سرخ اونٹ کے سے بہی زیادہ مجھے محبوب تھا۔ ایک تو یہ کہ آپکے بعد خلیفہ کون ہوگا دوسرے یہ کہ جو لوگ کہتے ہین کہ ہم زکوۃ کا تو اقرار کرتے ہین کہ اپنے مال سے نکالینگے مگر تمکو نہین دینگے۔ کیا ان سے قتال جائز ہے۔ تیسرے یہ کہ معنی کلالہ دریافت کرتے۔

یہ بھی عجب بات ہے کہ حضرت ابوبکر و عمر دونو اسکا افسوس کرتے ہین کہ کاش ہم حضرت سے خلیفہ کو پوچھے ہوتے کہ آپکے بعد کون خلیفہ ہوگا۔ مگر اتنی خدا ترسی نہین آتی کہ خلافت کو چھوڑ کر الگ ہو جاتے جو اسکے اہل اور مستحق تہا سنبھال لیتا آپ کیون اوسپر قابض ہین جب اسقدر یقینی معلوم ہے کہ بحکم رسول آپ خلیفہ نہین بنائے گئے۔

بہر حال اصل بحث قتال مانعین زکوۃ مین ہے کہ اون سے مقاتلہ کرنے کو نہ ابوبکر صاحب جائز سمجھتے تھے نہ عمر صاحب کیونکہ دونو خطا کا بہی اقرار کرتے ہین اور اسکا بہی افسوس کرتے ہین کہ کاش رسول اللہ سے دریافت کئے ہوتے مگر ناسمجھی اون سے جنگ کی اور ایسی جنگ کی جو ہمیشہ یادگار رہیگی۔

ان سب لڑائیون مین جہان خطا اور ناجوازی کا اقرار ہے وہان بعد فتح و کامیابی اسپر مسرت بھی ظاہر کی جاتی ہے کہ ابوبکر صاحب کامیاب ہوئے اور اس سے اون کا رعب بیٹھ گیا جس سے پہر فتوحات مین خوب ترقی ہوئی۔ مگر افسوس ہے اون عقلون پر کہ کسی مسلمان کے ناحق قتل سے کسی کی کامیابی پر مسرت کی جائے۔ کیا کوئی بدلہ اوس شخص کا مل سکتا ہے جو بلا وجہ مارا جائے۔ کیا آپکو نہین معلوم اس لڑائی مین کتنے لوگ فریقین سے مارے گئے کہ اگر وہ سب اس خانہ جنگی مین تباہ نہ ہوتے تو اسلامی فتوحات مین کتنی ترقی ہوتی۔ تاریخ اوٹھا کر دیکھیے تو معلوم ہو کہ حضرت مسیلمہ کذاب کی جنگ مین مہاجرین و انصار مدینہ سے ۳۶۰ آدمی مارے گئے اور غیر اہل مدینہ سے ۳۰۰ اور مسیلمہ کے طرفدارون سے ۲۱ ہزار جو سب مسلمان تھے کیونکہ گو مسیلمہ مدعی نبوت ہوا تھا

مگر اوسکی قوم جو اوسکے ساتھ تھی یہی کہتی تھی جیسا کہ تاریخ طبری مین ہے فقالوا لا نبایع ابا الفصیل ابدا ص ۱۸۷۰ء مطبوعہ لیڈن
یعنی ہم بکری کے بچہ کے باپ کی بیعت نہین کرتے جس سے معلوم ہوا اونکا انکار صرف بیعت ابوبکر سے تھا نہ صلوۃ و زکوۃ سے۔

ارتداد مسیلمہ بوجہ شرکت مہاجرین

بلکہ مین تو یہہ بھی کہہ سکتا ہون کہ اس مسیلمہ کی لڑائی کے باعث اور اوسکو مخالفت اسلام پر آمادہ کرنے والے بھی ایک جلیل القدر صحابی تھے جو مہاجرین سے تھے کہ اونہین نے مسیلمہ کی نبوت کو چمکانا چاہا جس سے اسقدر خونریزی ہوئی۔ چنانچہ تاریخ کامل مین ہے وکان مع مسیلمہ نہار الرجال بن عنفوہ وکان قد ہاجر الی النبی وقرء القران وفقہ فی الدین وبعثہ معلما لاہل الیمامہ ولیشغب علی مسیلمہ فکان اعظم فتنۃ علی بنی حنیفہ شہد ان محمدا یقول ان مسیلمہ قد اشرک معہ فصدقوہ واستجابوا لہ وکان مسیلمہ ینتہی الی امرہ ص ۱۳۸
یعنی مسیلمہ کے ساتھ نہار الرجال بن عنفوہ تھا۔ جسنے ہجرت کی تھی رسول اللہ کی طرف۔ اور قرآن کو پڑہا تہا اور فقہ دین حاصل کیا حضرت نے اوسکو بغرض تعلیم طرف اہل یمامہ کے روانہ کیا تھا۔ پس وہ اعظم فتنہ ہوا بنی حنیفہ کے لئے کیونکہ اوسنے گواہی دی کہ محمد کہتے تہے کہ مسیلمہ شریک کیا گیا ہے۔ پس سبنے اوسکی تصدیق کی اور اوسکا کہا مانا اور خود مسیلمہ ہر امر مین اوسکی طرف رجوع کرتا۔

جس سے معلوم ہوا کہ بنی حنیفہ نے دراصل مسیلمہ کی تصدیق نہین کی تھی نہ اوسکو نبی مانا تھا۔ بلکہ ایک صحابی نے جو مہاجرین سے تہا اوسنے گواہی دی کہ حضرت نے فرمایا ہے یہ شریک ہمارا ہے۔ اسوجہ سے وہ اسکے ہمراہ ہوئے۔ تو پھر کون کہہ سکتا ہے کہ وہ سب اسلام سے خارج تھے۔ کیونکہ اہلسنت بھی تو صحابہ ہی کے کہنے پر ایمان لاتے ہین تو پھر اون مین اور ان مین فرق ہی کیا رہا کیونکہ جو مسیلمہ صحابی ہے اور اوسکی تصدیق کرنیوالا اوسپر ایمان لانے والا ایک صحابی ہے جو مہاجر ہے۔ تو ہم

کیونکر نہ وہ ایمان لاتے۔

ان حضرات کو کیا معلوم اس جنگ مین اسلام کا کتنا نقصان ہوا تاریخ کامل مین ہے واشتد القتال ولم یلق المسلمون حربا مثلہ قط وانھزم المسلمون صـ۱۴۲

یعنی ایسی سخت لڑائی ہوئی کہ کبھی مسلمانون کو اس قسم کی لڑائی کا موقع نہ آیا تھا۔ اور اس مین ہزیمت پائی مسلمانون نے۔

دوسرا نقصان سنئے بعد وقعۃ الیمامۃ امر ابوبکر بجمع القرآن لما رای من کثرۃ من قتل من الصحابۃ لیلا یذھب القرآن صـ۱۴۲

یعنی بعد واقعہ یمامہ ابوبکر نے حکم دیا جمع قرآن کا کیونکہ بہت سے صحابہ اس مین مارے گئے تھے۔ اسی خوف سے ابوبکر نے جمع قرآن کا حکم دیا کہ پورا قرآن نہ ضایع ہو۔ جس سے اسقدر تو ضرور معلوم ہوا کہ کچھ حصہ غائب ہوا خوف تھا کہ کہین پورا قرآن نہ غائب ہو جاوے۔ تو کیا کوئی مسلمان ایسی ناجائز لڑائی پر خوش ہو سکتا ہے جس سے اسقدر اسلام کا نقصان ہوتا۔

مگر ہان اسپر خوش ہو سکتے ہین کہ خیر اس نقصان کے بعد کسی طرح اسلام تو باقی رہا ورنہ جیسا کہ مسلمانون نے شکست کھائی تھی اگر دو ایک شکست اور ہوتی تو بالکل اسلام تباہ ہو جاتا۔

جواب احراق جناب امیر ہان یہان اہلسنت یہ بھی کہتے ہین کہ جناب امیر نے بھی کچھ لوگون کو جلوایا ہے۔ لہذا اوسکے متعلق بھی حقیقت حال کو دریافت کر لینا چاہئے کیونکہ سابقاً عبارت فتح الباری اور عمدۃ القاری اور خود صحیح بخاری سے لکھا گیا ہے کہ جناب امیر نے بھی مرتدین کو جلوایا تھا جسکا جواب مطابق اصول شیعہ تو یہ ہے کہ اگر حضرت نے فی الواقع جلوایا تھا تو کسی طرح اسپر اعتراض نہین ہو سکتا۔ کیونکہ امام ہمیشہ معصوم ہوتا ہے اور جناب امیر کی عصمت اور کل ائمہ اطہار کی عصمت باتفاق فریقین ثابت ہے۔ پھر قول یا فعل معصوم پر کوئی اعتراض ہی نہین ہو سکتا اور چونکہ یہہ بھی روایات اہلسنت سے بخوبی ثابت ہے کہ حضرت کا جو فعل تھا بحکم

رسولؐ ہوا جسکے لئے یہانتک تصریح ہے کہ ہر ہر جزئی امر کی حضرت نے خبر دی تھی اور حکم دیا تھا تو اور بھی کوئی محل اعتراض نہیں ہو سکتا کیونکہ جب خود شارع مقدس حکم خاص دے گئے تھے تو اسمین کسیکو عذر ہی کیا ہے۔

یہہ جواب بربنا و تسلیم صحت روایت ہے کہ ہم مان لین یہہ واقعہ ایسا ہی ہوا حالانکہ کوئی ثبوت اسکا کتب شیعہ سے نہین دیا گیا ہے کہ حضرت نے ایسا کیا تھا اور جو روایت صحیح بخاری مین ہے وہ اسوجہ سے باطل ہے کہ راوی اسکا عکرمہ خارجی ہے جو دشمن جناب امیرؑ تھا اور نہایت کاذب و دروغگو پھر اوسکی روایت پر کون اعتماد کر سکتا ہے۔

ان سب کے علاوہ خود فتح الباری اور عمدۃ القاری مین مرقوم ہے فی روایۃ الحمیدی المذکور ان علیاً احرق المرتدین یعنی الزنادقۃ وفی روایۃ ابن ابی عمر ومحمد بن عباد عند الاسمعیلی جمیعاً عن سفیان قال رایت عمرو بن دینار وایوب وعمار الدہنی اجتمعوا فتذکروا الذین حرقہم علیؑ فقال ایوب فذکر الحدیث فقال عمار لم یحرقہم ولکن حفر لہم حفائر وخرق بعضہا الی بعض ثم دخن علیہم فقال عمرو بن دینار قال الشاعر ؎ لترم بی المنایا حیث شاءت ٭ اذا لم ترم بی فی الحفرتین ٭ اذا ما اججوا نارا وحطبا ہناک الموت نقدا غیر دین ٭ انتہی۔ وکان عمرو بن دینار اراد بذلک الرد علی عمار الدہنی فی انکارہ اصل التحریق ثم وجدت فی الجزء الثالث من حدیث ابی طاہر المخلص حدثنا لوین حدثنا سفیان بن عیینہ فذکرہ عن ایوب وحدہ ثم اوردہ عن عمار وحدہ قال ابن عیینہ فذکرتہ لعمرو بن دینار فانکرہ قال فاین قولہ اوقدت ناری ودعوت قنبرا فظہر بہذا صحۃ ما ظننتہ وسیاتی للمصنف فی استتابۃ المرتدین فی اخر الحدود من طریق حماد بن زید عن ایوب عن عکرمہ قال اتی علیؑ بزنادقۃ فاحرقہم ولاحمد من ہذا الوجہ ان علیاً اتی

بقوم من هولاء الزنادقة ومعهم كتب فامر بنار فاججت ثم احرقهم وكتبهم وروى ابن ابی شیبہ من طريق عبد الرحمن بن عبيد عن ابيه قال كان ناس يعبدون الاصنام فی السر ویاخذون العطاء فاتى بهم على فوضعهم فی السجن واستشار الناس فقالوا اقتلهم فقال لا بل اصنع بهم كما صنع بابينا ابراهيم فحرقهم بالنار ص ۱۱ جلد ۱۲

حاصل یہ کہ حمیدی نے روایت کی ہے کہ حضرت علی نے جلایا باتھام مرتدین کو یعنی زنادقہ کو روایت ابن ابی عمر مین یہ ہے کہ عمار دہنی نے کہا حضرت علیؑ نے آگ سے انہین جلایا بلکہ دو گڈہے کھودے گئے جنمین سوراخ کردیا گیا آگ کے دہوین سے ہلاک کئے گئے ۔ عمرو بن دینار نے ایک عربی شاعر کا شعر پڑھا جس سے مقصود رد تہا عمار دہنی کا ۔ ابن عیینہ کہتے ہین کہ ہمنے عمار دہنی کا قول عمرو بن دینار سے بیان کیا تو اوسنے انکار کیا اور کہا کہ پھر حضرت کا وہ قول کیا ہوا کہ مینے آگ روشن کرایا اور قنبر کو بلوایا ۔ اور قریب ہے کہ مصنف آخر کتاب حدود مین یہ روایت لائی کہ حضرت علیؑ نے زنادقہ کو اور اون کی کتابون کو جلوا دیا ۔ ابن ابی شیبہ کی روایت مین ہے کہ یہ لوگ دراصل بت پرست تھے کہ پوشیدہ طور پر بت پرستی کرتے اور ظاہر مین مسلمان بنکر عطیہ لیتے پہلے اونکو حضرت علیؑ نے قید کیا پھر لوگون سے مشورہ لیا کہ کیا کیا جائے تو لوگون نے کہا قتل کر ڈالئے اوسکے جواب مین حضرت نے کہا بلکہ جس طرح ہمارے جد ابراہیم خلیل اللہ کو انہون نے جلایا تہا اوسی طرح جلائینگے پس جلا دیا اونکو ۔

اس روایت سے بوضوح تمام ظاہر ہے کہ اسمین اختلاف ہے کہ آیا حضرت نے جلایا یا نہین کیونکہ دوسری روایت اسکی معارض ہے جسمین یہ بیان کیا گیا ہے کہ گڈہے کھودے گئے تھے اور وہ دہوین سے اوسکے ہلاک کئے گئے جس سے عذاب بالنار کا الزام نہین قایم ہوسکتا ۔

ہان ہمنے جو ابتدا مین لکھا ہے کہ یہ روایت عکرمہ ہے جو خارجی ہے اور قابل

وثوق نہین اوسکی تصدیق اس سے بھی بخوبی ظاہر ہوتی کہ عمادالدین نے اوسکی تکذیب کی۔

اور اس سے بھی زیادہ مزہ دار یہ ہے کہ بخاری نے جو خود بھی خارجی ہین اس حدیث کو ناقص وارد کیا کیونکہ خود ابن حجر لکھتے ہین زاد اسمعیل بن علیہ فی روایتہ فبلغ ذلک علیاً فقال ویح ام ابن عباس کذا عند ابی داؤد وعند الدارقطنی بحذف ام وھو یحتمل انہ لم یرض بما اعترض بہ ورای ان النھی للتنزیہ کما تقدم بیان الاختلاف فیہ ص۲۶۸ جلد۶

یعنی اسمعیل بن علیہ نے اپنی روایت مین زیادہ کیا ہے کہ حضرت علیؑ کو یہ خبر پہونچی تو کہا وائے بمادر ابن عباس یہ زیادتی بروایت ابی داؤد ہے اور دارقطنی کی روایت مین بحذف ام ہے جس سے معلوم ہوا کہ حضرت علیؑ ابن عباس سے راضی نہ تھے اور وہ اس نہی کو نہی تنزیہی پر محمول کرتے جیسا کہ بیان ہوا۔

پس حیف ہے بخاری پر کہ اونہون نے اپنی ناصبیت سے روایت کو ناقص لکھا جس سے ابن عباس کا اعتراض قایم رہے حالانکہ ابوداؤد و دارقطنی وغیرہ مین یہ بھی موجود ہے کہ جناب امیرؑ نے اپنی ناراضی ظاہر کی اعتراض ابن عباس پر کہ یہ اعتراض اون کا غلط ہے اور واقعاً غلط ہے کیونکہ امام معصوم سے کبھی غلطی ہو نہین سکتی۔

اب اس سے بھی بڑھکر اگر جواب لاجواب چاہتے ہو تو عمدۃ القاری شرح بخاری عینی ملاحظہ ہو کہ لکھتے ہین۔ ان علیاً رض بلغہ ان قوماً ارتدوا عن الاسلام فبعث الیھم فاطعمھم ثم دعاھم الی الاسلام فابوا فحفر حفیرۃ ثم اتی بھم فضرب اعناقھم ورماھم فیھا ثم القی علیھم الحطب فاحرقھم ثم قال صدق اللہ ورسولہ ص۲۳۵ جلد۱۱

یعنی حضرت کو ایک قوم کے ارتداد کی خبر پہونچی آپنے اونکو بلوا بھیجا پہلے کھانا کھلایا پھر اسلام کی طرف دعوت کی اونھون نے انکار کیا تو حضرت نے ایک گڑھا

کھود وایا اور سب کو قتل کرایا بعد اوسکے اونکو گڑہے مین ڈلوادیا اور آگ دلوادی
اوسکے بعد کہا صدق اللہ ورسولہ
اب تو معلوم ہو گیا کہ حضرت کو اسکا علم خاص اور حکم خاص تہا جسپر اپنے صدق اللہ
ورسولہ فرمایا تو اب اسپر اعتراض کرنا خاص حکم رسول اللہ پر اعتراض کرنا ہوا۔
افسوس کہ یہ بحث خارج عن البحث ہے کہ ہم یہان اسکو ثابت کرین کہ حضرت کی
جتنی لڑائیان تہین اور جتنی کارروائیان وہ سب بحکم خاص رسول اللہ تہین
جسکو خود علمائے اہلسنت نے بہایت تصریح سے ثابت کیا ہے۔

فرق احراق جناب امیر و ابوبکر اب ہم اس سے بہی درگذر کرین اور
روایتون کی صحت کو بہی تسلیم کرلین تو بہی دونون احراق مین ایسا فرق ہے
کہ ایک عاقل بہی قبول کرسکتا ہے کہ ان دونون مین کس قدر فرق ہے۔ کیونکہ ابوبکر
صاحب نے اپنے باغیون کو جلایا تہا جنہون نے ان کی اوس خلافت کو نہ قبول
کیا جو خلاف حکم خدا اور رسول قایم ہوئی تہی۔ اور جناب امیر نے اون لوگون کو
جلایا جو اسلام سے مرتد ہوئے تہے زندیق تہے چنانچہ خود بخاری مین ہے قالوا اتی
علی بزنادقۃ اور شرح عینی مین ہے ان علیا اتی بناس من الزط یعبدون وثنا
فاحرقہم ص ۲۳۵
اور تصریح ابن حجر سے بہی اون کا زندیق ہونا مذکور ہوا پس اگر حضرت علی نے جلایا
تو بوجہ ارتداد و کفر و زندقہ اور ابوبکر صاحب نے جلایا تو اپنے مخالفون کو نہ
کافر کو یا مشرک کو۔
یہین سے عینی کی غلطی بہی ظاہر ہوئی جو پہلے انہون نے لکہا تہا دعوتہ
علی الخوارج بالنار کیونکہ یہان خود تصریح کی ہے کہ وہ سب زنادقہ تہے نہ خوارج
اب یہان یہ امر قابل غور ہے کہ وہ لوگ اس عقیدہ فاسدہ کے کیون قائل
ہوئے کیونکہ اگر ظاہری حکومت پر خیال کیا جائے تو حضرت کو کسی وقت بہی
بات نہین حاصل ہوئی اور اگر حکومت سے یہ عقیدہ پیدا ہوتا تو اسکے مستحق زیادہ

شیخین تھے جنکی حکومت ہر طرح مسلم تھی۔ لہذا ضرور ہوا کہ یہ فساد عقیدہ اونکا اون معجزات وکرامات سے پیدا ہوا جو حضرت کے مخصوصات سے تہا کہ بعہد رسول ۲ بھی السے صدہا کرامات اسی قسم کے ظاہر ہوئے۔ اور بعد خلافت ظاہری تو ایسے معجزات ہوئے جنسے عقلیں حیران ہوگئیں۔

یہی باعث ہوا اسکا کہ وہ اس عقیدہ فاسدہ مین مبتلا ہون کیونکہ دیکھ رہی ہین خلیفہ آپ کے قبل نہین ہو چکے جنکی خلافت وحکومت تمام عالم پر مسلم تھی۔ مگر خارق عادت کیسی۔ ایسی بھی کوئی بات اون سے نہ دکھائی دی جس مین ذرہ برابر حیرت ہوتی۔ بلکہ جو بات ہوتی بے عقلی کی بے فہمی کی جہالت کی جسکو ادنے ادنے اشخاص درست کرتے تھے اور خلیفہ سر جہکا دیتے تھے یعنی نادانی وبے عقلی کا اعتراف کرتے تھے۔

حضرت نے اون لوگون کی فہمایش کی اور بتایا کہ ہم بھی ایک مخلوق خدا ہین۔ کسی طرح قابل پرستش نہین ہین۔ جب کسی طرح اونہون نے نہ مانا اور راہ حق کو نہ قبول کیا۔ تو اب حضرت مجبور ہوئے اون کی سزا پر۔

سزا کی انتہائی حد یہی قتل ہے جو بہت سی حالات مین جاری ہوتی ہین کسیکو قتل کر ڈالے یا چند مرتبہ حد کے بعد چوری کرے اور شراب پینے مین بھی یہی حد ہے۔ بس اگر یہی سزا دیجاتی تو یہ جرم بھی اوسی درجہ کا قرار پاتا جو اور جرایم کی شان تھی کہ روزمرہ قتل ہوتا ہے شراب پی جاتی ہے زنا ہوتا ہے۔

لہذا عقلی طور پر ضرور تھا کہ اس جرم عظیم کی سزا بھی عظیم دیجائے ورنہ یہ جرم بھی عام جرایم کی طرح رائج وجاری ہوتا۔ کیونکہ یہ جرم ایسا تھا کہ آجتک اسلام مین اس جرم کا وجود بھی نہین ہوا تھا۔ اور جرایم کا عام قاعدہ یہی ہے کہ ایک کو دیکھکر دوسرا بھی اوسکا ارتکاب کرتا ہے۔ اگر پوری انسداد کردی جائے تو ممکن ہے وہ بات نہو اسی کی طرف خداوند عالم اشارہ فرماتا ہے ولکم فی القصاص حیوۃ کہ قصاص انتقام مین تمہاری زندگی ہے کیونکہ اگر ایک شخص قتل ہوتا ہے

تو دوسرون کو عبرت ہوتی ہے۔

اسی کی طرف علامہ محمد بن اسمعیل بن صلاح امیر روضہ ندیہ مین اشارہ کرتے ہین فان قیل کیف حرقهم امیر المومنین وقد نهی رسول الله عن ذلك وهو ثابت فی الاحادیث قلت لعله طمع بایقاد النار والهابها وهم یشاهدون ذلك فی ان یکون داعیا لهم الی الرجوع والتوبة فلما اصروا علی ذلك رای استحقاقهم لاعظم العقوبات لعظم ما جاؤا به وانه فهم من النهی انه لا یحرق بالنار اذا لم یبلغ الذنب الموجب لمثل ذلك وانه کان عنده من الرسول اعلام باحراقهم مخصصا للنهی وسیاتی زیادة فی البحث فی شرح بیت الامر بجهته والنهی عن بغضه انتهٰی ۵۸

یعنی اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ حضرتؑ نے کیونکر اون لوگون کو جلایا حالانکہ رسول اللہ نے اس سے منع کیا ہے۔

تو اسکا جواب یہ ہے کہ شاید حضرت نے آگ روشن کرنے سے اسکی امید کی ہو کہ جب وہ آگ کے شعلون کو دیکھین گے تو رجوع اور توبہ کرینگے۔ جب اسپر بھی اون کا اصرار نہ گیا اور اپنی ضد پر قایم رہے تو حضرت نے مناسب سمجھا کہ سخت ترین سزا دی جائے۔ کیونکہ نہایت ہی امر عظیم کا ارتکاب کیا تھا اور حضرت نے احادیث نہی سے یہ سمجھا کہ یہ نہی مخصوص ہے اون جرایم سے جسکی عظمت اس حد تک نہ پہونچے جسپر جلانا اون کا ضروری ہے اور حضرت کو اس بارہ مین خاص حکم تھا رسول اللہ سے کہ اون کو جلانا چاہیئے لہذا یہ حکم مخصص تھا اوس حکم عام کا۔

افسوس ہے حضرات اہلسنت پر جو عداوت جناب امیرؑ مین اسدرجہ سرشار ہین کہ اون کو یہی نہین معلوم ہوتا کہ ہم کس پر اعتراض کر رہے ہین حالانکہ دیکھ رہے ہین حضرت جو کام کرتے ہین بتعلیم خاص رسول اللہ وجس سے ہر امر پر آپ صدق الله ورسولہ فرماتے ہین جس سے بدیہی طور پر ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ جبتک خدا اور رسول نے کوئی بات کہی نہو اور اوسکے مطابق وقوع مین نہ آیا ہو صدق الله ورسولہ کیونکر کہہ

سکتے ہین -

آپ تحقیقات صدر مین دیکھ چکے ہین وقد احرق ابوبکر البغاۃ بالنار بحضرۃ الصحابۃ صفحہ ۱۵۱

کہ ابوبکر نے اپنے باغیون کو آگ مین جلایا ہے صحابہ کے سامنے - جس سے معلوم ہوا کہ اونکا یہ فعل محض نفسانیت کے لحاظ سے تھا نہ از راہ خدا ترسی - اور جناب امیر نے حسب روایات اہلسنت اون لوگون کو جلایا جو قایل یہ الوہیت جناب امیر ہوئے تھے نہ اون لوگون کو جو باغی تھے - تو اب آپ ہی فرمایئے کس کا فعل مطابق حق و صواب تھا -

استدلال مانعین زکوۃ بہرحال یہ جملہ معترضہ تھا جس سے صرف یہ دکھانا مقصود تھا کہ اگر جناب امیر نے کچھہ لوگون کو جلایا تو کس طرح کہ بتحقیق علامہ عینی بعد قتل حضرت نے اون لوگون کو جلوایا ہے اور وہ بھی بحکم خاص رسول جسکا حضرت حکم دے گئے بخلاف ابوبکر کے کہ نہ خود خلافت انکی بحکم رسول اللہ تھی - نہ کبھی انکو کسی قسم کی دینی خدمت تفویض ہوئی تھی نہ اونکو کوئی حکم خاص یا عام ملا تھا - اسپر انہون نے اس طرح کی آگ لگائی کہ تمام عرب کو بھون دیا -

اب اسکے ساتھہ کہ وہ سب مسلمان تھے - صحابی تھے - بجز اسکے کہ ابوبکر کے ہاتھہ مین زکوۃ دینے سے مانع تھے اور کوئی قصور نہ تھا - صرف باغی تھے - مگر مسلمانون کے بھڑکانے کو مرتد کا خطاب اونہین دیا گیا - اسکو بھی ملاحظہ فرمایئے کہ اون کی کیا دلیل تھی اور کس وجہ سے منکر زکوۃ تھے تا کہ معلوم ہو کہ وہ دراصل مرتد تھے یا نہین - اور یہ کہ اونکا قتل جائز تھا یا نہین -

تفسیر کبیر مین بذیل تفسیر آیہ خذ من اموالھم صدقۃ تطھرھم بھا و تزکیھم و صل علیھم ان صلوٰتک سکن لھم لکھتے ہین احتج مانعوا الزکوۃ فی زمان ابی بکر بھذہ الایۃ وقالوا انہ تعالی امر الرسول باخذ الصدقات ثم امرہ ان یصلی علیھم و ذکر ان صلوتہ سکن لھم فکان وجوب الزکوۃ مشروطا بحصول ذلک السکن و معلوم ان غیر الرسول لا یقوم مقامہ فی حصول ذلک السکن فوجب ان لا یدفع الی احد غیر الرسول صفحہ ۲۷۰ جلد ۱

یعنی مانعین زکوۃ نے بعہد ابوبکر اسی آیہ سے استدلال کیا تھا کہ خدا نے اپنے رسول کو حکم دیا ہے اخذ صدقات پھر اسکا حکم دیا کہ صلوۃ بھیجیں اونپر اور یہ بھی فرمایا کہ صلوۃ رسول موجب سکون نفس ہے اون کیلئے ہیں پس گویا کہ وجوب زکوۃ مشروط ہے حصول سکون کے ساتھ اور معلوم ہے کہ غیر رسول اس سکون مین قایم مقام نہین ہو سکتا تو پھر غیر رسول کو زکوۃ بھی نہین دی جا سکتی - اور شرح قسطلانی مین ہے وقالوا انہا خاصۃ بالزمن النبوی لانہ تم قال خذ من اموالھم صدقۃ تطھرھم بھا وتزکیھم وصل علیھم الایۃ فغیرہ لا یطھرھم ولا یصلی علیھم فیکون صلوتہ سکنا لھم یعنی اون کا دعوی یہ تہا کہ حکم اخذ زکوۃ مخصوص ہے زمانہ نبی سے کیونکہ خدا فرماتا ہے لو اون کے اموال سے صدقہ کہ طاہر کرو اونکو بسبب اوسکے اور تزکیہ کرو اون کا اور صلوۃ بھیجو اونپر کہ صلوۃ تمہاری موجب سکون ہے اون کیلئے پس غیر نبی نہ اونکو طاہر کر سکتا ہے نہ صلوۃ بھیج سکتا ہے جو موجب سکون ہو -

اس تقریر سے آپ سمجھ سکتے ہین کہ اصلی مطلب اونکا کیا تھا کیونکہ نہ وہ وجوب زکوۃ کے منکر ہین نہ کسی امر شریعت سے اونکو انکار ہے - بلکہ وہ چاہتے ہین کہ جن اوصاف وصفات کا نبی تھا وہ نہین اوصاف کا مالک اونکا خلیفہ ہو کیونکہ وہ کہہ رہے ہین حضرت کو حکم تہا کہ ہمسے زکوۃ لیکر ہماری تطہیر کرین - غیر نبی کیونکر یہ کام کر سکتا ہے کیونکہ جو لوگ حضرت کی طرف سے عامل مقرر ہوتے وہ نائب خاص تھے جنکے ہاتھہ مین زکوۃ دینا وہی فوائد حاصل کرتا - جو نبی کے ہاتھ مین دینے سے فوائد حاصل ہوتے - اسلئے اونکو زکوۃ دینے مین کبھی عذر نہین ہوا اور ابوبکر صاحب کو تو سب جانتے تھے نہ کبھی یہ عامل صدقات ہوئے نہ رسول آنحضرت سے کوئی دینی کام لیا نہ اونکو خلیفہ کیا - پھر انکو زکوۃ دینا کیونکر جائز ہوگا - یہی وجہ بغاوت ومخالفت تھی -

مناظرہ مخالفین ابوبکر افسوس کہ خیال اختصار مانع ہے ورنہ ہم اس کو بخوبی دکھاتے کہ یہ ساری لڑائیان صرف اسوجہ سے ہوین کہ خلافت ابوبکر قایم کی گئی ورنہ اگر حسب ارشاد رسول خلافت خاندان رسالت مین رہتی تو کوئی فساد

نہ ہوتا چنانچہ تاریخ اضمحلال اسلام مین بتفصیل لکھ چکا ہون۔ یہان صرف ایک واقعہ
لکھتا ہون جس سے معلوم ہو کہ عرب کے خیالات کیا تھے تاریخ اعثم کوفی مین ہے صـ۴۲ محقعہ
مرتد شدن اہل حضرموت وکندہ وقبایل ایشان چنین گویند کہ حضرت رسول خدا امارت حضرموت وکندہ واستخراج صدقات ایشان زیاد بن لبید انصاری
را فرمودہ بود و در حیات آنحضرت صلعم وے مقیم آن بلاد بود چون خبر وفات آن
حضرت وکیفیت خلافت ابوبکر آنجا شایع شد زیاد اکابر واشراف آن دیار را
حاضر کرد وصورت حال باز نمود و از جہتہ صدیق رض بیعت خواست اشعث بن
قیس کہ از بزرگان آن قبایل بود در جواب گفت کہ اے زیاد سخن تو شنیدیم
و دعوتی کہ میکنی معلوم کردیم چون ہمگنان بر خلافت ابوبکر رض اتفاق کنند ما نیز
موافقت نمائیم زیاد گفت اعتبار اتفاق مہاجر و انصار را باشد اشعث گفت
نتوان دانست کہ بعد ازین کارہا چگونہ شود بعد ازان امراء القیس بن عباس
پسر عم اشعث در سخن آمد و گفت اے اشعث خدای و رسول و ایمان و قرآن
را تو شفیع میاورم کہ خلاف مسلمانان را نہ اندیشی و از اسلام برنگردی کہ اگر
تو درین کار ابتدا کنی و این قبائل متابعت تو نمایند وخداے دین محمدی را
نصرت روزی کند وقایم مقامی بجائے او نشیند آنگاہ اندیشہ تو سبب ہلاکت
جہانی گردد و تو شنیدہ کہ ہمدرین نزدیکی با دیگر کوتہ اندیشان و بدسگالان
چہ رفت اشعث گفت اے ابن عباس محمد صلعم از جہان برفت و عرب بر سر پرستیدن
خدایان پدران خویش شدند و ما از عرب برکرانہ ایم و لشکر ابوبکر بما نرسد و ابوبکر
را با ما رزم نبود امراء القیس گفت اے اشعث یقین دان کہ ابوبکر رض چنانکہ
بدیگرے مخالفان لشکر فرستاد بما ہم فرستد و این زیاد بن لبید کہ درمیان ما ست
رہا نکند کہ کس بر خلاف دمی زند اشعث بخندید و گفت آخر زیاد بدین قانع نباشد
کہ ما تعرض او نکنیم و او درمیان ما بسلامت باشد امراء القیس گفت نیکو اہان
دہند پند ولیک نیک بختان بوند پند پذیر این بگفت وبگشت قائل کندہ

جمائل کنده و اہالی حضرموت دو فرقه شدند جماعتی با نیت ہائے صاف و اعتقاد
ہائے درست عزایم خود را بر ادای نماز و زکوة منصم کرده و قومی در سرگشتگی و ضلالت
روی نهاده زیاد درین معنی اندیشه مندی بود و بخلاص و نجات خورسند چون
روزی چند بر آمد یک روز منادی کرد و مردمان را و گفت ای مسلمانان صدقات
دل ہم آرید که نزدیک صدیق رضی فرستم که لشکر انبوه است و اخراجات بسیار
و خدای عزوجل شر اہل رده را کفایت کرد مردمان ادای صدقات آغاز نهادند
بعضی از جان و دل و قومی باکراه و زیاد اموال بنرمی و تندی میگرفت
تا روزی شتری از آن جوانی زیاد در غ صدقات نهاده و در گله بیت المال
حواله کرد جوان آمد و گفت این شتر را دارم از این دست بدار و دیگری
بهتر ازین بعوض این میدهم زیاد این سخن را اجابت نکرد جوان که نام او
یزید بن معویه القری بود نزدیک حارث بن سراقه آمد که یکی از سادات
آن بلاد بود و گفت حال زیاد با من چنین است طمع دارم که شفاعت
این کار کنی تا آن شتر بمن دهد و دیگری از من بستاند که من با آن بسے
الفتی دارم حارث نزد زیاد بن لبید آمد و این معنی از او التماس نمود که
کار این شتر سهل است عوض آن شتری دیگر میدهد بگیر و آن شتر را باز ده
زیاد انکار کرد که آن شتر بداغ صدقات موسوم شده است باز دادن روا
نباشد پسر سراقه در خشم شد و نزدیک گله شتران آمد و آن جوان را گفت شتر
خویش را باز کن و ببر بحضور من بسلامت در خانه رو و اگر کسی سخنی گوید بشمشیر
رعونت مغز از دماغ او بیرون کنم ما بفرمان خدای رسول او را مطیع بودیم
تا صاحب شریعت بجای بود چون او را فرمان حق رسید اگر از اہل بیت او
کسی بجای او بنشیند آنکس را اطاعت داریم پسر بو قحافه را با ما چه فرمان رسد
و با ما چه کار دارد و درین معنی شعری انشا کرد و در التجا و انتها بخاندان مصطفی
و تبرا از ابوبکر و بر زیاد فرستاد زیاد چون این شعر بشنید هراسان و ترسان

با یاران خویش راہ مدینہ را پیش گرفت از دو منزل شعری در تہدید و وعید باز پس فرستاد چون شعر باشعث بن قیس رسید او و جملگی قبائل کندہ متاثر شدند و گفتند ای قبایل اگر رایہای شما برین جملہ قرار گرفت و عزمہا درست شد اکنون اطراف فراہم گیرید و شرایط احتیاط بجا آرید و شہرہا و ولایات خود را از دشمنان نگاہ دارید کہ مرا یقین حاصل است کہ بتقدیم قبیلہ ابو بکر یعنی تیم بن مرہ تن در ندہند و ترک مہتران بطحا یعنی بنو ہاشم نگیرند کہ معدن رسالت و شایان امامت ایشانند و اگر رواستی کہ خلافت بیرون ہاشم کسی را باشد ہیچکس بدان منصب سزوار تر از ما نیست کہ پدران ما ملوک این زمین بودہ اند پیش ازان کہ در جہان نہ قرشی بود نہ بطحی پس درین باب شعری بگفت و عزائم ایشان بر خلاف مقرر شد پس زیاد بن لبید بقبیلہ از قبایل کندہ رفت کہ آنرا بنی زہد خوانند با ایشان از بنی کندہ شکایت کرد و ایشان را باطاعت ابو بکر رض خواند ایشان گفتند اے زیاد ما را چرا باطاعت کسی میخوانی کہ رسول ص باطاعت او کسی را وصیت نکردہ و درکار او مثالے ندادہ زیاد گفت راست میگوئی ولیکن جماعت مسلمان باتفاق او را اختیار کردہ اند گفتند چون اجتہاد میکردند چرا اہل بیت رسول ص را از میان بیرون نہادند و این کار حق ایشان بود بقول خداے عز و جل آنجا کہ فرمود و اولوا الارحام بعضہم اولی ببعض فی کتاب اللہ زیاد گفت مہاجر و انصار در کار مسلمانی از شما دانا تر اند گفتند بخداے کہ حسد کردند و حق از مستحق بردند و ما را یقین است کہ رسول ص از دنیا بیرون نرفت تا امت را مقتدائے از اہل بیت خویش قبض نکرد اکنون اے زیاد از قبیلہ ما بیرون شو کہ دعوت تو برقرار نیست و سخنان ترا در حق خویش قبول نخواہیم کرد۔ ص ۱۳ مطبوعہ بمبئی

دیکھئے یہ واقعہ آپکو صاف بتا رہا ہے کہ نہ کوئی منکر زکوۃ تھا نہ مرتد بلکہ خود ان مسلمانوں کو جو خلافت ابو بکر کے طرفدار تھے کہ رہا ہے بر عرب بر سر پرستیدن خدایان پدران خویش شدند یعنی جو لوگ خلیفہ بنا رہے ہیں وہی مرتد ہیں۔

پھر کہ رہا ہے کہ ہم احکام رسول خدا کے تابع فرمان ہین اگر خاندان رسول سے کوئی خلیفہ ہوتا ہم اوسکی فرمانبرداری کرتے۔ ابوبکر سے ہمکو کیا مطلب اوسکو کیا حق ہے کہ ہمپر حکومت کرے۔

اگر خاندان رسالت سے باہر خلافت جاسکتی ہے تو اوسکے مستحق ہم ہین کیونکہ ہمارے آباو اجداد ہمیشہ بادشاہ رہے ہین۔ اگر یہ صحابہ مسلمان ہوتے توکبھی خلافت کو خاندان رسالت سے باہر نہ لیجاتے کیونکہ خدا فرماتا ہے اولوا الارحام بعضہم اولی ببعض۔

اس مناظرہ سے آپنے سمجھ لیا ہوگا کہ جن لوگون کو مرتد کا خطاب دیا گیا وہ کیسے قرآن دان تھے اور کس طرح قرآن سے استدلال کرتے کہ کوئی جواب اوسکا نہ بن پڑا۔

تو اب اچھی طرح معلوم ہوا کہ اونکا استدلال آیہ خذ من اموالھم صدقۃ تطھرھم اسی بنیاد پر تھا کہ خلاف حکم خدا اور رسول جو شخص خلیفہ مقرر ہوا وہ کیونکر قایم مقام رسول ہوسکتا ہے اور کیونکر زکوۃ لے سکتا ہے۔

یہ خیال صرف ایک قبیلہ کا نہ تھا بلکہ یہی فطرت عرب تھی کہ وہ کبھی ایسے شخص کے مطیع و منقاد نہین ہوسکتے تھے جو روحانی اور دینی حیثیت سے لیاقت مقتدائی نہ رکھتا ہو چنانچہ علامہ ابن خلدون مقدمہ تاریخ مین اپنے لکھتے ہین۔ صفحہ ۱۴۳

فصل فی ان العرب لا یحصل لھم الملک الا بصبغۃ دینیۃ من نبوۃ او ولایۃ او اثر عظیم من الدین علی الجملۃ - والسبب فی ذلک انھم لخلق التوحش الذی فیھم اصعب الامم انقیادا بعضھم لبعض للغلظۃ والانفۃ وبعد الھمۃ والمنافسۃ فی الریاسۃ فقلما تجتمع اھواؤھم فاذا کان الدین بالنبوۃ او الولایۃ کان الوازع لھم من انفسھم وذھب خلق الکبر والمنافسۃ منھم فسھل انقیادھم واجتماعھم وذلک بما یشملھم من الدین المذھب للغلظۃ والانفۃ الوازع عن التحاسد والتنافس فاذا کان فیھم

النبی او الولی الذی یبعثہم علی القیام بامر اللہ ویذہب عنہم
مذمومات الاخلاق ویاخذہم بمحمودہا ویؤلف کلمتہم لاظہار
الحق تم اجتماعہم وحصل لہم التغلب والملک وہم مع ذلک اسرع
الناس قبولا للحق والہدی لسلامۃ طباعہم من عوج الملکات و
براءتہا من ذمیم الاخلاق الا ما کان من خلق التوحش القریب المعاناۃ
المتہیئ لقبول الخیر ببقائہ علی الفطرۃ الاولی وبعدہ عما ینطبع فی
النفوس من قبیح العوائد وسوء الملکات فان کل مولود یولد علی
الفطرۃ کما ورد فی الحدیث وقد تقدم۔ یعنی عرب کو ملک اور سیوقت حاصل
ہوسکتا ہے جب وہ کسی دینی اثر کے تابع ہوں یا بادشاہ اونکا صاحب ولایت ہو
یا اثر عظیم دین میں رکھتا ہو کیونکہ خلقی طور پر چونکہ وہ وحشی ہیں اسلئے سرکشی زیادہ
ہے۔ ہمت سبکی بڑہی ہوئی ہے منافست کا مادہ زیادہ ہے لہذا اون کی رای نہیں
مجتمع ہوسکتی ہے۔ ہاں جب نبوت یا ولایت ہوگی تو دینی حیثیت سے وہ اوسکے
مطیع ومنقاد ہونگے کبر وغرور کا مادہ دفع ہوگا تو وہ اطاعت کرینگے کیونکہ
دین کا خیال اون کی سب سختیون اور رعونتونکو دفع کردیگا جس سے وہ
حسد وتباغض سے محفوظ رہینگے۔ پس جب اون میں نبی ہوگا یا ولی جو منجانب
اللہ قایم ہوگا اونکے امور کے ساتہہ جس سے اون کے اخلاق قبیحہ کو دفع کرے
اور اخلاق حسنہ کی تعلیم دے اور اتفاق واتحاد کی راہیں بتائے تو اونکا اجتماع
پورا ہوگا اور غلبہ حاصل ہوگا کیونکہ عرب باوصف وحشت بہت جلد قبول
کرنے والے ہیں امر حق کے اور ہدایت کے کیونکہ طبیعتیں اونکی سالم ہیں کجی سے
تو اب بدیہی طور پر معلوم ہوا کہ عرب نے جسق[illegible]بکر سے سرکشی کی اور تمام
بغاوت پہیلی اسی وجہ سے کہ وہ جانتے تھے یہ دینی حیثیت سے نہ خلیفہ ہیں نہ حاکم
اسیوجہ سے زکوۃ بہی روکا جہاد بہی کیا یہانتک کہ وہ مغلوب ہوئے اوسوقت
اور اطاعت قبول کی کیونکہ جو لوگ ابوبکر کی طرف سے جنگ کیلئے مامور ہوے

وہ جہاں جنگ کرتے اسکی بھی فہمایش کرتے کہ یہ خلافت بحکم خدا و رسول ہے جس سے خواہی نخواہی وہ لوگ مغلوب ہوجاتے جسکی ظاہری علامت اونکو یہ بھی نظر آتی کہ خاندان رسالت سے کوئی مخالفت نہیں ہورہی ہے نہ ادہر سے فوج کشی ہے نہ سامان حرب۔

میرے اس کلام کی "وہ کہ عوام پر ثابت کیا جاتا کہ یہ خلافت بحکم خدا و رسول ہے" تصدیق اس سے بھی ہوئی ہے کہ ازالۃ الخفا میں ہے فلولا مقالۃ قالہ عمر عند وفاتہ لم یشك المسلمون ان رسول اللہ قد استخلف ابا بکر ولکنہ قال عند وفاتہ ان استخلف فقد استخلف من ھو خیر منی وان اترکہم فقد ترکہ من ھو خیر منی فعرف الناس ان رسول اللہ لم یستخلف احداً فکان عمر غیر متہم علی ابی بکر صـ ۲۶۵

یعنی اگر عمر اپنے مرتے وقت یہ نہ کہہ جاتے کہ اگر ہم خلیفہ کریں تو اوسنے بھی خلیفہ کیا جو ہمسے بہتر تھا اور اگر نہ کریں تو اوسنے بھی ترک کیا جو ہمسے بہتر تھا۔ تو بھی مسلمانوں کو کسی طرح کا شک ہی اس میں نہ رہتا کہ ابوبکر بحکم رسول خلیفہ مقرر ہوے۔ مگر چونکہ عمر نے مرتے وقت یہ کلمہ کہہ دیا لہذا لوگوں کو معلوم ہوا کہ رسول اللہؐ نے کسی کو خلیفہ نہیں مقرر کیا۔

جس سے بدیہی طور پر معلوم ہوا کہ آجتک جو سکہ خلافت کا قایم تھا اسی خیال کہ یہ خلافت بحکم رسول اللہؐ ہے اور جیسے یہ یقینی طور پر معلوم ہوگیا تو پھر جو کچھ عثمان کو اوٹھانا پڑا سب اوس سے واقف ہیں۔

غرض یہ تقریر بطور جملہ معترضہ تھی ورنہ آپنے حالات صدر سے اچھی طرح سمجھ لیا کہ جو لوگ حقیقت حال سے واقف تھے اور جانتے تھے کہ ابوبکر کسی طرح سے خدا و رسول اس کام کیلئے نہیں مقرر ہوے اونہوں نے برابر مخالفت کی اور کسی طرح اطاعت نہ قبول کی جب تک اوسی درجہ مجبور نہ ہوے۔

اسی اصول پر یہ اعتراض تہا اور اس آیہ کریمہ سے استدلال کرتے کہ

تم کسی طرح اس کام کے لئے مقرر نہیں کیئے گئے ہو نہ وہ شرطیں تم مین پائی جاتی ہین تو پھر تم کس استحقاق سے زکوۃ کا مطالبہ کرتے ہو۔

اگر خلفاے اہلسنت یا علمائے اہلسنت مین ذرہ برابر بھی انصاف کا مادہ ہوتا تو سمجھتے یہ صحابہ جو مانع زکوۃ ہین کسدرجہ کے عالم تھے اور کیسے فاضل کہ ایسا استدلال کیا کہ آجتک علمائے اہلسنت سے اوسکا جواب نہو سکا اور اگر تمامی روایات اہلسنت مین غور کیا جاے تو خلفائے ثلثہ کی روایات وحالات مین ایسا استدلال باریک نظر ہی نہ آئیگا جس سے بخوبی ظاہر ہے کہ جن صحابہ نے زکوۃ کو روکا تھا اور خلیفہ کو ناجائز خلیفہ جانتے تھے وہ کیسے باایمان اور صاحب علم تھے کہ خلیفہ اول ایسے شخص سے بھی اوسکا جواب نہ چل سکا بجز اسکے جھوٹ جھوٹ قسم کھانے لگے اگر ہمکو وہ رسی بھی نہ دینگے جس سے بکریان زکوۃ کی باندہی جاتیں تو ضرور مین لڑونگا۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ خلیفہ کے پاس اس استدلال کا کوئی جواب نہ تھا بجز اسکے کہ قسم کھائین۔

فخر رازی جو اہلسنت مین عام طور پر امام کہلاتے ہین اونکو اسپر بہت غیرت آئی اور چاہا کہ پانچ چھ سو برس بعد اپنے ہمدان خلیفہ کے سر سے اس الزام کو رفع کرین کہ مانعین زکوۃ کا جواب کچھہ نہو سکا۔ چنانچہ لکھتے ہین اس استدلال کے جواب مین واعلم انہ ضعیف لان سائر الایات دلت علی ان الزکوۃ انما وجبت رفعا لحاجۃ الفقیر کما فی قولہ تعالی انما الصدقات للفقراء وکما فی قولہ وفی اموالھم حق للسائل والمحروم صـ ۲۰۹ جلد ۴

یعنی یہ استدلال اونکا ضعیف ہے (مگر باطل نہیں ہے) کیونکہ تمامی آیات دلالت کرتی ہین اسپر کہ زکوۃ اسلئے واجب ہے کہ حاجت فقرا رفع ہو جیسا کہ خدا فرماتا ہے صدقات فقرا کے لئے ہے پھر دوسری آیہ مین فرماتا ہے کہ اون کے مال مین حق ہے سائل و محروم کا۔

مگر اولاً یہ جواب تو مصداق مشتے کہ بعد از جنگ یاد آید بر کلہ خود باید زد۔ ہے کیونکہ آپ پر لازم تہا کہ پہلے ابوبکر کا جواب دکہاتے کہ اونہوں نے اس استدلال کا کیا جواب دیا تا کہ معلوم ہوتا اون کی لڑائی بعد اتمام حجت تھی یا بلا اتمام حجت

ثانیاً یہ جواب ایسا لغو ہے کہ اسکا جواب علامہ ابن ابی الحدید معتزلی دیتے ہیں وھذہ الشبہۃ لاتنافی کون الزکوۃ معلوما وجوبہا ضرورۃ من دین محمد لانہم ما جحدوا وجوبہا ولکنہم قالوا ان وجوبہ مشروط ولیس یعلم بالضرورۃ انتفاء کونہا مشروطۃ وانما یعلم ذلک بنظر کمافی التشدد ص۳۵

یعنی یہ شبہہ جو مانعین زکوۃ نے کیا تہا۔ اسوجہ سے نہیں رفع ہو سکتا کہ وجوب زکوۃ بطور ضروری دین معلوم تھا کیونکہ وہ منکر وجوب زکوۃ نہیں تھے بلکہ وہ یہ کہتے تھے کہ وجوب زکوۃ مشروط ہے اس شرط کے ساتہ اور بحیثیت ضروری دین یہ نہیں معلوم ہو سکتا کہ وجوب زکوۃ بلا شرط ہے۔

جس سے معلوم ہوا کہ فخر رازی نے جو اس دعوی امامت کے ساتھ یہ جواب دیا کیسا لغو ہے۔ کیونکہ اونکا مطلب یہ ہے کہ وجوب زکوۃ ضروری دین ہے۔ جو سبکو معلوم تھا لہذا یہ استدلال بیکار تہا۔ اسکا جواب ابن ابی الحدید نے یہ دیا کہ وہ منکر وجوب زکوۃ نہیں تھے بلکہ اس آیہ کے مطابق وہ مشروط سمجھتے تھے اور اسپر کوئی دلیل ظاہر نہیں قائم ہے کہ خیال مشروطیت بداہۃً باطل ہو۔

اور ہمارا مطلب یہ ہے کہ جب مانعین زکوۃ نے یہ شبہہ پیش کیا تھا اگرچہ بقول رازی وہ شبہہ ضعیف ہی ہو تو خلیفہ کا فرض تہا کہ پہلے وہ اس شبہہ کو آیات واحادیث سے یا دلیل عقلی سے باطل کرتے تب مطالبہ کرتے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہوا۔ بلکہ ابوبکر صاحب نے صرف قسم کھایا کہ اگر وہ رسی بھی نہ دینگے تو ہم اون سے قتال کرینگے جیساکہ صحیح بخاری میں ہے لما توفی رسول اللہ وکان ابوبکر وکفر من کفر من العرب فقال عمر کیف تقاتل الناس

وقد قال رسول اللہ امرت ان اقاتل الناس حتی یقولوا لا الہ الا اللہ
فمن قالہا فقد عصم منی مالہ ونفسہ الا بحقہ وحسابہ علی اللہ فقال واللہ
لاقاتلن من فرق بین الصلوۃ والزکوۃ فان الزکوۃ حق المال واللہ لو
منعونی عقالا کانوا یودونہا الی رسول اللہ ص لقاتلتہم علی منعہا
قال عمر فواللہ ماھو الا ان قد شرح اللہ صدر ابی بکر فعرفت انہ الحق

جس سے معلوم ہوا کہ جب عمر نے حدیث سے استدلال کیا کہ حضرت فرما گئے ہین جو شخص
لا الہ الا اللہ کہتا ہے اوسکی جان اور مال محفوظ ہوتا ہے پھر تم اون سے کیونکر قتال
کر سکتے ہو تو ابوبکر نے کہا قسم بخدا اگر وہ رسی بھی نہ دینگے جس مین بکریان باندہی
جاتی ہین اور وہ دیتے تھے تو ہم ضرور اون سے قتال کرینگے کیونکہ زکوۃ حق مال ہے
اور جو فرق کرے درمیان نماز و زکوۃ کے اوس سے ہم ضرور قتال کرینگے۔ جس سے
معلوم ہوا کہ بجز قسم کھانے کے ابوبکر صاحب نے بمقابلہ حضرت عمر نہ کوئی دلیل پیش
کی قرآن سے نہ حدیث سے۔ تو بھلا مانعین زکوۃ کے سامنے وہ کون سی دلیل پیش
کر سکتے تھے کیونکہ عمر کا استدلال اگر حدیث سے تھا تو مانعین زکوۃ کا قرآن سے۔
جس سے اون لوگون کی قرآن فہمی اعلی درجہ پر نمایان ہے۔ تو کیا کوئی کہہ سکتا
ہے ابوبکر صاحب کا یہ مقاتلہ کسی طرح جائز تھا جبکہ اون کے شبہہ کا کسی طرح بھی
جواب نہ دے سکے۔

امام نووی شارح صحیح مسلم نے درمیان ابوبکر و عمر صاحب خوب فیصلہ کیا ہے
لکھتے ہین فالجمع فی ہذہ القصۃ الاحتجاج بالعموم من عمر و من ابی بکر
بالقیاس

یعنی اس قصہ مین عمر صاحب کا استدلال تو عموم حدیث سے تھا اور ابوبکر کا
استدلال قیاس سے کہ نہ اون کے پاس کوئی حدیث تھی عام یا خاص نہ آیت تھی
بلکہ صرف قیاس پر انکی ساری زور آوری کا مدار تھا حالانکہ حدیث مین ہے
اول من قاس ابلیس یعنی سب سے پہلے قیاس کرنیوالا شیطان ہے۔ پھر

بتائے ابوبکر صاحب کی یہ جنگ جوئی اور خونریزی کیسی ہوئی جب اون کے پاس کوئی دلیل ہی نہ تھی بجز قیاس کے۔

امام نووی کا یہ کہنا کہ ابوبکر کا استدلال قیاس سے تھا یہ بھی ایک طرح کی سرپرستی ابوبکر ہے کیونکہ قیاس مین مقیس علیہ ہونا ضروری ہے یہان کوئی مقیس علیہ نہین۔ کیونکہ حدیث من قال لا الہ الا اللہ عصم منی مالہ ونفسہ الا بحقہ ایسی صحیح اور صریح حدیث ہے کہ کسی طرح اوس کا مقابلہ قیاس سے نہین ہو سکتا دا للہ لو منعونی عقالا لقاتلتھم جسمین صرف قسم ہی قسم ہے کہ ہم ضرور اون سے جنگ کرینگے۔

جس سے معلوم ہوا کہ یہ قتال ابوبکر بوجہ مخالفت کتاب وحدیث واجماع باطل ٹھیرا تو اب اگر اونکے پاس تنہا قیاس ہی مانا جائے تو کیا فائدہ۔

نووی نے ایک اور غضب کیا کہ استدلال ابوبکر وعمر کی نوعیت تو بیان کی کہ عمر کا استدلال عموم حدیث سے ہے اور ابوبکر کا استدلال قیاس فاسد الاساس سے مگر اون صحابہ کبار مانعین زکوۃ کے استدلال کی نوعیت نہ بتائی کہ کس نوع سے ہے کیونکہ وہ خصوص آیہ سے ہے جو بہ نسبت عموم حدیث بھی قوی ہے اور ایسا قوی استدلال ہے کہ کوئی جواب ہی اوسکا آجتک نہو سکا کیونکہ یہ آیہ سورہ توبہ ہے جو نزولاً متاخر ہے جس سے یہ آیہ ناسخ یا مخصص ہوتا ہے عموم آیات سابقہ کا بشرط تسلیم

وضع حدیث اب سنئے کہ علمائے اہلسنت نے جب دیکھا کہ ابوبکر صاحب کی یہ ساری محنتیں رائگان جاتی ہین مرتدین ومانعین زکوۃ کے قتال سے اولٹا الزام مخالفت حدیث واجماع قایم ہوتا ہے۔ تو میان بخاری نے جھٹ سے یہ حدیث داخل صحیح بخاری کردی چنانچہ لکھتے ہین باب فان تابوا واقاموا الصلوۃ واتوا الزکوۃ فخلوا سبیلہم حدثنا عبد اللہ بن محمد المسندی قال حدثنا ابوروح الحرمی بن عمارہ قال حدثنا شعبہ عن واقد بن محمد قال سمعت ابی یحدث عن ابن عمر ان رسول اللہ صلعم قال امرت ان اقاتل الناس حتی یشھدوا ان لا

الہ الا اللہ وان محمدا رسول اللہ ویقیموا الصلوۃ ویوتوا الزکوۃ فاذا فعلوا ذلک عصموا منی دماءھم واموالھم الا بحق الاسلام وحسابھم علی اللہ ۔

یعنی ابن عمر سے روایت ہے کہ حضرت نے فرمایا ہمکو حکم دیا گیا ہے کہ قتال کریں آدمیون سے اوسوقت تک کہ وہ لا الہ الا اللہ و محمد رسول اللہ کہین اور نماز کو قائم کرین اور زکوۃ دین جب ایسا کرینگے تو اونکا خون اور اون کا مال ہمسے محفوظ رہیگا الا بحق اسلام اور حساب اون کا خدا پر ہے ۔

دیکھیے اس حدیث مین کیسی طرفداری ابوبکر ہے کہ اون کی اس خونریزی کے صحیح کرنے کے لئے یہ حدیث نکالی گئی کہ حضرت نے چار امرون کے لئے جہاد کو ضروری قرار دیا اقرار شہادتین و اقامت صلوۃ و ادائے زکوۃ کے لئے ۔

حالانکہ یہ ایسی حدیث ہے کہ خود حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہین ۔

اقرار بموضوعیت حدیث وقد استبعد قوم صحتہ بان الحدیث لو کان عند ابن عمر لما ترک اباہ ینازع فی قتال مانعی الزکوۃ ولو کانوا یعرفونہ لما کان ابوبکر یقر عمر علی الاستدلال بقولہ امرت ان اقاتل الناس حتی یقولوا لا الہ الا اللہ وینتقل عن الاستدلال بھذا النص الی القیاس اذ قال لاقاتلن من فرق بین الصلوۃ والزکوۃ لانھا قرینتھا فی کتاب اللہ والجواب انہ لا یلزم من کون الحدیث المذکور عند ابن عمر ان یکون استحضرہ فی تلک الحالۃ ولو کان مستحضرا لہ فقد یحتمل ان لا یکون حضر المناظرۃ ولا یمتنع ان یکون ذکرہ لھما بعد ۔ ولم یستدل ابوبکر فی قتال مانعی الزکوۃ بالقیاس فقط بل اخذہ ایضا من قولہ ع فی الحدیث الذی رواہ الا بحق الاسلام قال ابوبکر والزکاۃ حق الاسلام ولم ینفرد ابن عمر بالحدیث المذکور بل رواہ

ابو ھریرۃ ایضاً بزیادۃ الصلٰوۃ والزکوۃ کما سیاتی الکلام
علیہ انشاء اللہ فی کتاب الزکوۃ وفی القصۃ دلیل علی ان
السنۃ قد تخفی علی بعض اکابر الصحابۃ ویطلع علیھا احادھم
ولھذا لا یلتفت الی الاٰراء ولو قویت مع وجود سنۃ تخالفھا
ولا یقال کیف خفی ذا علی فلان واللہ الموفق ص۳۲ جلد اول
کہ ایک قوم نے اس حدیث کی صحت سے استبعاد کیا ہے (یعنی وضعی جانا ہے)
کیونکہ یہ حدیث (۱) اگر ابن عمر کے پاس ہوتی (یعنی اونکو معلوم ہوتا) تو اپنے
باپ کو ابوبکر سے دربارہ قتال مانعین زکوۃ منازعت کرنے نہ دیتے (جس سے
معلوم ہوا کہ عمر صاحب ابوبکر سے اس بارہمیں منازعت کرتے تھے اور کسی نے
یہ حدیث نہیں پیش کی لہذا معلوم ہوا یہ حدیث وضعی ہے)۔
(۲) اگر وہ لوگ اس حدیث سے واقف ہوتے تو ابوبکر عمر کو اس حدیث
سے استدلال نہ کرنے دیتے جو وہ اس حدیث سے استدلال کرتے تھے کہ حضرت
نے فرمایا ہمکو حکم قتال اوسوقت تک ہے کہ لا الہ الا اللہ کہیں (جس سے معلوم
ہوا کہ یہ حدیث ابن عمر اوس حدیث کی معارض ہے جس سے عمر نے استدلال
کیا تہا اور ابوبکر نے اسکو پیش نہیں کیا لہذا معلوم ہوا یہ حدیث وضعی ہے)
(۳) اگر یہ حدیث معلوم ہوتی تو ابوبکر اس حدیث کو چھوڑکر قیاس سے
استدلال نہ کرتے کیونکہ ابوبکر نے یہ قیاس کیا تہا کہ قرآن میں زکوۃ و صلوۃ
ایک ساتھ ہے لہذا معلوم ہوا کہ جو حکم ترک صلوۃ ہے وہی حکم ترک زکوۃ
بھی ہے (تو اس سے بھی معلوم ہوا کہ یہ حدیث وضعی ہے کیونکہ اگر یہ حدیث
ہوتی تو ابوبکر صاحب اسی سے استدلال کرتے)
اس تقریر سے صاف معلوم ہوا کہ بہت سے علماء اہلسنت اس حدیث
کو بالکل وضعی جانتے ہیں اور کسی طرح اسکی صحت کے قائل نہیں۔
ابن حجر اسکا یہ جواب دیتے ہیں کہ (۱) یہ ضرور نہیں ہے کہ ابن عمر کو

یہ حدیث اوسوقت یاد بھی پڑی ہو ممکن ہے کہ ابن عمر بھول گئے ہوں لہذا اس سے
یہ نہیں لازم آتا کہ ابن عمر کے پاس یہ حدیث نہ ہو۔"

مگر یہ ایسا جواب ہے کہ جسپر جسقدر مضحکہ کیا جائے کم ہے کیونکہ یہ معرکہ کوئی معمولی معرکہ
نہ تھا سب صحابہ ایک طرف تھے سب کا اجماع ہے کہ یہ اہل اسلام سے ہیں ان سے
جنگ نہ کرنی چاہیئے پھر کیونکر ممکن تھا کہ ابن عمر کو یہ حدیث معلوم ہو اور منہ سے نہ بولیں
حالانکہ یہ ایسا اہم معاملہ تھا کہ کتاب الامامۃ والسیاسۃ میں ہے فقال الناس لعمر
اخل بہ فکلمہ لعلہ یرجع عن رایہ ھذا فیقبل منہم الصلوۃ ویعفیہم عن
الزکوۃ فخلا بہ عمر نھارہ اجمع ص۲۹

یعنی سب نے عمر سے کہا کہ تم تخلیہ میں جاکر ابوبکر کو سمجھاؤ شاید وہ اپنی رائے سے
رجوع کریں اور نماز کو قبول کریں اور زکوۃ سے معافی دیں۔ عمر نے پورے
دن بھر سمجھایا مگر وہ نہ مانے۔

تو آپ ہی غور کیجئے کہ یہ کیسا اہم مسئلہ تھا۔ پھر کیونکر ممکن ہے کہ ابن عمر کو یہ حدیث
معلوم ہو اور وہ سکوت کریں۔

دوسرا جواب ابن حجر یہ دیتے ہیں کہ ممکن ہے ابن عمر کو حدیث یاد ہو مگر اوسوقت
موجود نہوں جو سمجھاتے اور بعد اوسکے سمجھالیا ہو (مگر یہ ایسا جواب ہے کہ اسطرح
کی تاویل ہر جگہ چل سکتی ہے کیونکہ اسکے قبل کوئی معرکہ ایسا پیش نہیں آیا جو وہ
کہیں باہر گئے ہوں وفات رسولؐ کے دسویں روز کا معاملہ ہے۔ پھر اگر ابن عمر
نے یہ حدیث کسی وقت پیش کیا ہوتا تو ضرور منقول ہوتا کہ ابن عمر نے کسی وقت
اس حدیث کو پیش کیا جب کسی حدیث سے ایسا نہیں معلوم ہوتا تو معلوم ہوا یہ ہ
کارروائی بعد کی ہے)

تیسرا جواب یہ دیتے ہیں کہ ابوبکر نے صرف قیاس ہی سے نہیں استدلال کیا بلکہ
حدیث کے فقرہ الا بحق الاسلام سے بھی استدلال کیا (مگر یہ جواب بھی لغو ہے
کیونکہ جسطرح یہ حدیث بنائی گئی اوسی طرح یہ بھی موضوعات سے ہو سکتی ہے ورنہ

نووی اور اتنے علماء کیون لکھتے کہ ابوبکر کا استدلال صرف قیاس سے تہا۔
چوتھا جواب یہ دیا کہ اس حدیث کے راوی صرف ابن عمر ہی نہین ہین بلکہ
ابوہریرہ بھی ہین (مگر اس جواب کا جواب بھی کتاب الزکوٰۃ مین مذکور ہوگا جہان
آپ وعدہ کر رہے ہین لیکن یہان اسیقدر سمجھ لیجئے کہ اس تقریر سے وہ استدلال
نہین اٹھ سکتا جو علماے اہلسنت نے کہا کہ اگر یہ حدیث ابن عمر کو معلوم ہوتی تو
ضرور اوسوقت بیان کرتے کیونکہ اب یہ الزام مضاعف ہوجاتا ہے کہ ابن عمر کے
ساتھ ابوہریرہ پر بھی اتہام کیا گیا)
رہا یہ افادہ جدیدہ کہ اکابر صحابہ کو بہت سی حدیثین نہین معلوم تہین اور
احاد ناس کو معلوم تہین سو اسمین کسیکو عذر نہین خود حضرت عمر فرماتے ہین کل
الناس افقہ من عمر حتی المخدرات فی الحجاب۔ مگر کیا ایسے جہال اس قابل
ہو سکتے ہین کہ خلیفہ رسول مانے جائین۔
بہرحال یہ تقریر یہان ضمناً آگئی اور انشاء اللہ آیندہ تفصیل اسکی شرح مذکور
ہوگی کیونکہ یہان اس حدیث کی شرح سے کوئی غرض نہین ہے ورنہ ہم بتا دیتے
کہ خود الفاظ حدیث بتا رہے ہین کہ یہ حدیث موضوع ہے کیونکہ نہ زکوٰۃ مثل صلوٰۃ
ہر شخص پر واجب ہے جو مشروط ہے بنصاب نہ حضرت نے کبھی صلوٰۃ و زکوٰۃ کیلئے
کہین جہاد کیا پھر یہ حدیث کیونکر صحیح ہوسکتی ہے۔
یہی وجہ ہے کہ عمر صاحب ابوبکر کے اس قتال کو تادم مرگ ناجائز سمجھتے رہے جیسا کہ
پہلے ملل و نحل سے مذکور ہوا کہ عمر نے اپنے زمانہ خلافت مین اون کل قیدیونکو آزاد
کر دیا جنہین ابوبکر صاحب نے اس فتنہ ردہ مین قید کیا تھا۔ اور خود عمر صاحب
اسپر افسوس کرتے ہین کہ کاش رسول اللہ سے پوچھے ہوتے کہ ان سے قتال کرنا جائز
یا نہین جس سے معلوم ہوا کہ یہ حدیث بالکل وضعی ہے جو بعد پرستی خلیفہ اول
وضع کی گئی ورنہ کیونکر ممکن تہا عمر صاحب اپنے عہد خلافت مین اوسکی مخالفت
کرتے۔

مگر ہماری غرض یہان صرف اسقدر ہے کہ مانعین زکوۃ نے جو استدلال کیا تھا اوسکا کوئی جواب نہین دیا نہ اونکا شبہہ کسی طرح رفع کیا گیا۔ پھر تابیے ابوبکر صاحب کی جنگ اون سے جنگ نا جائز ہوئی یا نہین۔ کیونکہ نبی یا امام کا کام قاعدہ یہی ہے کہ پہلے وہ سمجھاتے ہین اونکے شبہات کو دفع کرتے ہین حجت تمام کرتے ہین تب جا کر جہاد کرتے ہین۔

سیرۂ رسول وجناب امیرؑ دربارہ اتمام حجت

رسول اللہ ص نے جسقدر افہام وتفہیم کیا اور اتمام حجت فرمایا اوس سے تو تمامی اہل اسلام واقف ہین کہ کبھی حضرت نے جہاد نہ فرمایا جبتک اتمام حجت نہ کرلیا۔

اسلئے جناب امیرؑ کی سیرت و رفتار کو مختصر طور پر عرض کرتا ہون جس سے تمام عالم واقف ہے کیونکہ حضرت کو بعد قبول خلافت تین لڑائی پیش آئی ہے جنگ جمل جسمین طلحہ زبیر عائشہ سے لڑائی ہوئی۔ دوسری صفین جسمین معویہ سے لڑائی ہوئی۔ تیسری خوارج نہروان سے تینون مین حضرت نے کس طرح اتمام حجت کیا۔

جنگ جمل۔ روضہ ندیہ شرح تحفہ علویہ مین ہے عن بشر الشیبانی فی قصۃ حرب الجمل قال فاجتمع بالبصرۃ فقال علیؑ من یاخذ المصحف ثم یقول لھوما ذا ینقمون یریقون دمائنا ودمائکم فقال رجل انا یا امیر المومنین قال انک مقتول قال لا ابالی فاخذ المصحف فذھب بہ الیھم فقتلوھم ثم قال من الغد مثل ما قال من الامس فقال رجل انا فقال انک مقتول کما قتل صاحبک قال لا ابالی فذھب فقتل ثم قال اخر کل یوم واحد قد حل لکم قتالکم الان فبرز ھولاء و ھولاء فاقتتلوا قتالا شدیدا فرد علیھم ما کان فی المعسکر حتی القدر صہ

یعنی جب جنگ جمل مین لشکر عائشہ آمادہ قتال ہوا تو حضرت نے اپنی لشکر سے فرمایا کون ہے تمسے جو قرآن لیکر انکے پاس جائے اور پوچھے کیون تملوگ مخالفت

کرتے ہو اور اپنا بھی خون کرتے ہو ہمارا ابھی ایک شخص نے کہا ہم جائینگے حضرت فرمایا مگر یہ سمجھ رکھو وہان جاکر قتل ہوگے اوسنے کہا کوئی پروا نہیں۔ آخر وہ گیا اور قتل ہوا دوسرے روز اسی طرح دوسرا آدمی گیا اور مارا گیا تیسرے روز تیسرا۔ تب حضرت نے فرمایا اب تمکو قتال انکا حلال ہوا۔ اسکے بعد لڑائی ہوئی اوسکے بعد حضرت نے فریق مخالف کا جو کچھہ مال لوٹا گیا تھا وہ سب واپس کیا یہانتک کہ دیگچی تک۔

اب اہل اسلام انصاف کرین جناب امیرؑ کس طرح اتمام حجت کر رہے ہین کس طرح خونریزی سے بچا رہے ہین سمجھا رہے ہین نصیحت کرتے ہین قرآن لیکر بھیجتے ہین کہ کچھہ بھی وہ سمجھینگے جب کسی طرح نہ مانا بلکہ اون حاملان قرآن کو قتل کیا جو سفیر بنکر گئے تھے حالانکہ ایلچی کسی مذہب مین قتل نہین ہوتا یہانتک کہ رسول اللہ صلعم نے مسیلمہ کذاب کے ایلچی کو بھی نہین قتل کیا۔ تو پھر بجز جنگ کیا چارہ تہا۔

کیا ابو بکر صاحب اگر مسلمان ہوتے تو اونپر یہ نہین لازم تھا کہ اتمام حجت کرتے اون کے شبہات کا دفعیہ کرتے قرآن کو بیچ مین دیتے۔ مگر وہان تو خلافت کا نشہ سوار تھا کیسا اتمام حجت کیسی فہمایش دن بھر بیچارہ عمر سمجھاتا رہا مگر ایک کی نہ سنی اور ہزارون لاکھون مسلمانون کو جو سب صحابی رسول تھے آگ مین رکھکر بھون دیا حالانکہ وہ اپنی حقیت پر قرآن سے استدلال کرتے ہین۔ مگر کون سنتا ہے قرآن کون سنتا ہے حدیث اپنے قیاس بے اساس کے سامنے۔ کسی کی پروانہ کی۔

جنگ صفین مین سب جانتے ہین معویہ منافق تھا اوسکی جنگ کیسی شبہہ پر مبنی تھی نہ کسی غلط فہمی پر بلکہ محض تحصیل خلافت منظور تہا۔ اسپر بھی حضرت نے کس طرح اتمام حجت فرمایا ہے۔ جب حضرت لشکر روانہ کرچکے ہین تو مالک اشتر کو خط لکھتے ہین وایاك ان تبدء القوم القتال الا

ان یبدؤک بحق تلقاهم فتدعوهم وتسمع منهم ولا یحملک بغضهم على قتالهم قبل دعائهم والاعذار الیهم مرة بعد مرة صـ۱۱۲ تاریخ کامل جلد ۳
یعنی اے اشتر ہرگز تو لڑائی مین ابتدا نہ کرنا جب تک وہ ابتدا کرین۔ اور جب ملاقات ہو تو پہلے اونکو بلا امر حق کی طرف اور سن اون کی باتون کو اور ایسا نہ ہو کہ تمکو جو اوس قوم سے بغض ہے تو اسوجہ سے تو اوپر حملہ کرے قبل از دعوت و نصیحت بلکہ اونکی باتون کو سنو اور اوسکا جواب دو ایک دفعہ نہین بلکہ مکرر۔

ہمنے یہان مالک اشتر اور اس خط کو اس غرض سے منتخب کیا ہے کہ آپ جناب امیرؑ اور ابوبکر مین موازنہ کرین۔ کیونکہ ابوبکر نے جو خط خالد بن ولید کو لکھا تھا وہ دیکھ چکے ہین۔ یہ خط جناب امیرؑ ہے بنام مالک اشتر کس خدا ترسی سے بھرا ہوا کہ ایسا نہ ہو سابق کی کدورتون سے تم بے سمجھائے اونپر حملہ کر بیٹھو۔

اب اسکے بعد اسکو دیکھیے کہ جناب امیرؑ نے۔ ابو عمر۔ بشیر بن عمرو بن محصن انصاری سعید بن قیس ہمدانی کو جو سب صحابہ ہین جناب معویہ کے لئے روانہ کیا ہے اور بہت گفتگو ہوئی ہے ہر طرح حجت تمام کی گئی مگر اوسنے نہ مانا ملاحظہ ہو تاریخ کامل صـ۱۱۳ جلد ۳

تاریخ ابو الفدا مین ہے ثم دخلت سنة سبع وثلاثین والجیشان بصفین ومضى المحرم ولم یکن بینهم قتال بل مراسلات یطول ذکرها ولم ینتظم بها امر ولما دخل صفر وقع بینهما القتال الخ صـ۱۸۱
یعنی پھر داخل ہوا ۳۷ھ اور دونو لشکر صفین مین تھے محرم تمام ہوا اور دونون مین جنگ نہین ہوئی بلکہ دونون مین مراسلات ہوتے رہے جنکا بیان طولانی ہے اور کوئی بات طے نہین ہوئی جب ماہ صفر آیا تب لڑائی شروع ہوئی۔

دیکھیے اسکا نام ہے اتمام حجت کہ اواخر ۳۵ھ مین جناب امیرؑ یہان تشریف لائے اور ۳۶ھ کا پورا محرم فہمایش و افہام و تفہیم مین تمام ہوا اگر حضرتؑ نے جنگ نہ کی۔ اور ابوبکر صاحب نے اتنی مہلت بھی نہ دی کہ اونکی بات سنتے اوسکا جواب تو دیتے۔ مگر اونکو نہ اسلام سے کام تھا نہ اتمام حجت سے صرف اپنی خلافت جمانا تھا کیسی ہی خونریزی کیون نہو۔ اوسکو انجام دیا۔

جنگ نہروان اگرچہ جنگ جمل وصفین کے بارے مین صدہا روایتین اہلسنت کے یہان موجود ہین کہ حضرتؑ کو بالخصوص ان سے جنگ کا حکم تھا۔ مگر جنگ خوارج مین تو کسیکو عذر ہی نہین کہ رسول اللہؐ کا خاص اس بارہ مین حضرتؑ کو حکم تہا۔ تاہم جناب امیرؑ نے اسمین بھی اسطرح اتمام حجت فرمایا کہ پہلے قیس بن سعد کو فہمایش کے لئے بھیجا پھر ابو ایوب انصاری کو پھر ابن عباس کو پھر خود تشریف لائے ملاحظہ ہو صفحہ ۱۳۷ تاریخ کامل جلد ۳

ان سب امور کے بعد حضرتؑ نے حکم جہاد دیا جسمین دس ہزار خوارج سے صرف نو آدمی بچے اور جناب امیرؑ کے لشکر سے صرف نو آدمی شہید ہوئے۔

غرض انبیا اور اوصیا کا ہمیشہ یہی طریقہ رہا ہے کہ پہلے نصیحت کی فہمایش کی حجت تمام کی شبہات کو دفع کیا تب تلوار سے فیصلہ کیا اور یہان ابوبکر صاحب نے نہ اونکے استدلال کا جواب دیا نہ اونکے شبہہ کو رفع کیا۔ پھر بتایئے یہ کیسا جہاد تھا۔

طرہ تو یہ ہے کہ خود ابوبکر صاحب دربارہ خالد تاول فاخطاء کہتے ہین یعنی جب عمر وغیرہ ابوبکر سے کہتے ہین کہ خالد کو قتل کر دو یا سنگسار کر دو یا معزول کر دو تو اوسکی طرف سے جواب دیتے ہین کہ خطائے اجتہادی ہوا مگر ان مخالفین خلافت کے بارہ مین حالانکہ سب صحابی ہین اور استدلال قرآن سے کرتے ہین سارے صحابہ کا انکے اسلام و ایمان پر اجماع ہے مگر نہ اونکی حجت سنتے ہین نہ اوسکا جواب دیتے ہین بلکہ ایک خونخوار کی طرح اونکی خونریزی پر طیار ہین۔

نظر ثانی بر جواب رازی

مگر رازی نے یہ جواب تو دیدیا کہ زکوۃ کا وجوب بطور ضروری دین معلوم تھا مگر اونکو یہ بھی نہیں معلوم کہ زکوۃ کس زمانہ مین واجب ہوئی جس سے وہ سمجھتے کہ ایسا حکم کس طرح ضروری دین کی طرح معلوم ہو سکتا ہے۔

وقت وجوب زکوۃ

فتح الباری مین ہے اختلف فی اول وقت فرض الزکوۃ فذهب الاکثر الی انه وقع بعد الهجرة فقیل کان فی السنة الثانیة قبل فرض رمضان اشار الیه النووی فی باب السیر من الروضة وجزم ابن الاثیر فی التاریخ بان ذلک کان فی التاسعة ص۱۱ جلد ۲

یعنی اول وقت وجوب زکوۃ مین اختلاف ہے اکثر تو اسکے قائل ہین ۲ سنہ ہجری مین واجب ہوئی مگر ابن اثیر نے تاریخ مین اسکا جزم کیا ہے کہ ۹ سنہ مین زکوۃ فرض ہوی۔ پس جب ۹ سنہ مین یہ حکم نازل ہوا تو پھر کیونکر کہ سکتے ہین کہ یہ مسئلہ ایسا ضروری دین تھا کہ سبکو اسکے احکام معلوم ہون۔

یہ قول ابن اثیر ایسا ہے کہ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہین وقوی بعضهم ما ذهب الیه ابن الاثیر بما رفع فی قصة ثعلبه بن حاطب ص۱۱

یعنی ابن الاثیر کا جو قول ہے کہ ۹ سنہ مین زکوۃ واجب ہوئی اوسکی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جو قصہ ثعلبہ بن حاطب مین ہے کہ حضرت نے فرمایا صدقہ خواہر خریہ ہے۔ اور حکم جزیہ ۹ سنہ مین نازل ہوا تو زکوۃ کا حکم ضرور ہے اوسکے بعد ہو۔ پھر کیونکر کہا جا سکتا ہے۔

منع زکوۃ بعہد رسول اللہ

کہ وہ ایسا ضروری دین تھا کہ سبکو معلوم تھا حتی کہ اعراب کو بھی۔ اب اسکو بھی جانے دیجئے خود حضرت کے عہد مین زکوۃ روکی گئی ہے مگر نہ اسپر جہاد ہوا نہ جنگ چنانچہ خود صحیح بخاری مین ہے عن ابی هریرة قال امر رسول اللہ بصدقة فقیل منع ابن جمیل وخالد بن الولید وعباس بن عبد المطلب فقال النبی ما ینقم ابن جمیل الا انه کان فقیرا فاغناه اللہ ورسوله واما خالد فانکم تظلمون خالد اقد احتبس

ادراعہ واعتدہ فی سبیل اللہ واما العباس بن عبد المطلب فعم رسول اللہ فھی علیہ صدقۃ ومثلہا معہا باب الزکوۃ صفحہ فتح الباری جلد
یعنی ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے حکم دیا زکوۃ کے وصول کرنیکا تو حضرت سے کہا گیا (یعنی عمر نے آکر بیان کیا جیسا کہ فتح الباری مین ہے) کہ ابن جمیل وخالد بن الولید وعباس بن عبد المطلب انکار کرتے ہین زکوۃ دینے سے حضرت فرمایا ابن جمیل کیون انکار کرتا ہے حالانکہ وہ فقیر تھا خدا اور رسول نے اوسکو غنی کر دیا۔ اور خالد پر تملوگ ظلم کرتے ہو کہ اوسنے اپنی زرہ کو راہ خدا مین حبس کیا ہے۔ اور عباس تو عم رسول ہین اوپر صدقہ ہے اور مثل اوسکا۔

اس حدیث سے ہمکو معلوم ہوا کہ ان صحابہ نے جو باتفاق اہلسنت اکابر صحابہ سے ہین خود عہد رسول اللہ مین زکوۃ دینے سے انکار کیا۔ مگر نہ حضرت نے اوپر حکم کفر جاری کیا نہ حکم جہاد دیا۔ بلکہ صرف ابن جمیل پر توکچھ ناراضی ظاہر کی کیونکہ وہ بتصریح ابن حجر منافق تھا اما ابن جمیل فقد قیل انہ کان منافقا ثم تاب صفحہ جلد ۴
اور خالد بن الولید وحضرت عباس پر توکچھ اعتراض بھی نہین کیا بلکہ حضرت نے ادنہین لوگو پر ناراضی ظاہر کی جو اون سے زکوۃ لینے گئے تھے۔ پھر مانعین زکوۃ نے اب کیا قصور کیا جو اس طرح مورد عتاب ہوئے کہ ہزارہا مسلمان آگ مین جلادیے گئے۔

اس روایت سے آپ سمجھ سکتے ہین کہ مانعین زکوۃ کا استدلال کیسا قوی تھا کیونکہ اولاً سیرۃ صحابہ سے اونکو معلوم تھا کہ زکوۃ کا روکنا کوئی بڑا بھاری جرم نہیں ہے بلکہ رسول اللہ اسپر زیادہ ناراض نہیں ہوی۔
ثانیاً وہ شرائط نہین پائے گئے جس سے انکو اخذ زکوۃ جائز ہوتا کیونکہ خود ابن حجر آگے چلکر ایک حدیث کی شرح مین لکھتے ہین واستدل بہ علی ان الامام ھو الذی یتولی قبض الزکوۃ وصرفہا اما بنفسہ واما بنائبہ فمن امتنع منہا اخذت منہ قہراً صفحہ جلد ۲
یعنی اس حدیث سے استدلال کیا گیا ہے کہ زکوۃ کو چاہیے کہ امام خود وصول

کرے اور تصرف کرے جو خود یا بذریعہ نائب خاص اوسوقت اگر کوئی منع کرے روکے تو زبردستی لینا چاہیئے۔

پھر بتائے ابوبکر کس حق سے وصول کرتے تھے کہ نہ وہ امام تھے نہ نائب خاص امام تو وہ لوگ کس قاعدہ سے زکوۃ دیتے۔

یہین سے آپکو اسکی بھی وجہ معلوم ہوگی کہ عمر صاحب کو جو اسقدر کد تھی مخالفت ابوبکر مین اوسکی کیا وجہ تھی کیونکہ جو روایت ابھی ممانعت خالد وغیرہ کی مذکور ہوئی اسکا تعلق عمر ہی صاحب سے ہے کیونکہ فتح الباری مین ہے قال قال عمر۔ اوسکے بعد یہ ہے کہ بعث رسول اللہ عمر ساعیا علی الصدقۃ کہ حضرت نے عمر ہی کو وصول صدقہ کے لئے بھیجا تھا اور اونہین نے آکر رسول اللہ سے اسکی چغلی کھائی تھی کہ یہ لوگ زکوۃ نہین دیتے قائل ذلک عمر کما سیاتی۔

جس سے معلوم ہوا کہ یہی واقعہ اونکے پیش نظر تھا جس سے وہ جانتے تھے کہ زکوۃ لینے مین اس طرح کا تشدد جو ابوبکر کر رہے ہین ناجائز ہے۔ اسلیئے ہمیشہ وہ قبل از واقعہ سمجھاتے رہے۔ اور بعد واقعہ بھی اس جنگ ابوبکر کو ایسا ناجائز سمجھا کہ خلافت پاتے ہی اون سب قیدیون کو رہا کر دیا جو عہد ابوبکر سے اس جرم مین مقید تھے اور خالد کو سپہ سالاری سے معزول کیا۔ بلکہ قید کیا۔ اور نصف مال اوسکا لے لیا جسکے صدمہ سے وہ خانہ نشین رہا اور مدینہ ہی مین مرا۔

[ثبو]ت استدلال مانعین زکوۃ اسی سے ظاہر ہے کہ خود صحیح بخاری مین ہے عن عبد اللہ بن ابی اوفی قال کان النبی اذا اتاہ قوم بصدقتہم قال اللہم صل علی آل فلان فاتاہ ابی بصدقتہ فقال اللہم صل علی ابی اوفی صفحہ [illegible] فتح الباری۔

یعنی عبد اللہ بن اوفی سے روایت ہے کہ حضرت کے پاس جب کسی قوم کا صدقہ آتا تھا تو آپ فرماتے تھے اللہم صل علی آل ابی فلان چنانچہ ابن ابی اوفی لائے تو حضرت نے فرمایا اللہم صل علی ابی اوفی۔

جس سے معلوم ہوا کہ حضرت اس حکم کی کس طرح تعمیل فرماتے۔ جس سے یہ بھی نتیجہ نکالا گیا ہے کہ دعا کرنا واجب ہے جیسا کہ اوسی فتح الباری مین ہے واستدل بہ علی استحباب دعاء اخذ الزکوۃ لمعطیھا واوجبہ بعض اھل الظاہر وحکاہ الحناطی وجھا لبعض الشافعیۃ وتعقب بانہ لو کان واجبا لعلمہ النبی السعاۃ ولان سائر ما یاخذہ الامام من الکفارات والدیون وغیرھما لا یجب علیہ فیہا الدعاء فکذلک الزکوۃ واما الآیۃ فیحتمل ان یکون الوجوب خاصا بہ لکون صلاتہ سکنا لھم بخلاف غیرہ منہ

یعنی اس آیہ سے استدلال کیا گیا ہے اسپر کہ زکوۃ لیتے وقت دعا کرنا مستحب ہے۔ بلکہ بعض اہل ظاہر نے واجب کہا ہے اور حناطی بھی بعض شافعیہ سے اسکے قائل ہین۔ مگر اسکا جواب یہ دیا گیا ہے کہ اگر واجب ہوتا تو حضرت ضرور ان لوگون کو تعلیم کرتے جنہین اس کام کے لئے مقرر کیا تہا۔ رہا آیہ تو اوسمین احتمال ہے کہ یہ وجوب حضرت سے مخصوص ہو کیونکہ حضرت ہی کی صلوۃ اونکے لئے باعث تسکین ہوسکتی ہے نہ غیر کی۔

دیکھیے مانعین زکوۃ کا استدلال کیسا قوی ہے کہ خود یہ لوگ بھی قبول کر رہے ہین کہ اس آیہ سے استحباب یا وجوب دعا ثابت ہے جسکا جواب وہ یہ دیتے ہین کہ ممکن ہے کہ یہ حکم حضرت کے ساتھ مخصوص ہو تو جب وہ حکم صلوۃ و تطہیر و تزکیہ حضرت کے ساتھ مخصوص ہوا تو خذ من اموالھم صدقۃ بھی کیون نہ حضرت ہی سے مخصوص ہوگا کہ زکوۃ کا لینا بھی حضرت ہی کا کام تھا نہ ان لوگون کا جو کسی طرح اس کام پر نہ کبھی مقرر ہوئے نہ اون سے متعلق کیا گیا۔

افسوس کہ ہم اسوقت دوسری بحث مین ہین۔ اسلئے تفصیلی بحث نہین کر سکتے مگر خدا نے چاہا تو اسی تنقید بخاری کے اوس حصہ مین اسکی پوری حقیقت دکھائی جائے گی جسمین صحیح بخاری کی کتاب الزکوۃ کی شرح ہوگی۔

تشدد و انتقام ابوبکر	اب ان سب مباحث کے طے ہوجانے کے بعد کہ وہ سب

مسلمان تھے۔ صحابی تھے جنسے ابوبکر نے جنگ کیا۔ اور کسی طرح جنگ کرنا اون سے جائز نہتا بنص قرآن وحدیث و اجماع صحابہ اب اسکی ضرورت نہین رہی کہ کچھ اور روشنی اس بحث پر ڈالی جائے۔ کیونکہ ابوبکر صاحب کا یہ تشددیہ وحشیانہ سزا کہ آگ مین زندہ جلواتے ہین۔ اوسی زمانہ سے نہین مخصوص ہے جبکہ جنگ ہورہی تھی کہ اوسمین جو کچھ چاہا کیا۔ بلکہ بعد جنگ بھی اون کا غیظ وغضب اور انتقام ویساہی موجزن رہا جیسا کہ تاریخ کامل مین ہے ولم یقبل من احد من اسد وغطفان وطی وسلیم وعامر الا ان یاتوہ بالذین حرقوا ومثلوا وعدوا علی الاسلام فی حال ردتھم فاتوہ بھم فمثل بھم وحرقھم ورضخھم بالحجارۃ ورمی بھم من الجبال ونکسھم فی الآبار صہ ۱۳۲ جلد ۲

یعنی نہ قبول کیا گیا کوئی عذر کسی سے نہ بنی اسد سے نہ غطفان سے نہ طے سے نہ سلیم سے نہ عامر سے مگر یہ کہ حاضر کرین اون لوگون کو جنہون نے جلایا تھا اور مثلہ کیا تھا اور زیادتی کی تھی مسلمانون پر حالت ردہ مین۔ پس سب لائے گئے اونکے ساتھ مثلہ کیا گیا۔ جلائے گئے۔ پتھرون سے سر اونکے کچلے گئے۔ پہاڑون سے نیچے گرائے گئے۔ کوودون مین ڈالے گئے۔

یہ ہے حضرت ابوبکر صدیق نرم دل رحیم خلیفہ کا جوش انتقام کہ اپنے باغیونکی کس طرح سرکوبی کی۔

جسپر حضرات اہلسنت نازان ہین۔ اور بتفخر ومباہات بیان کرتے ہین کہ کیسا جلد خلیفہ نے بغاوت کو فرو کیا اور دو ڈہائی برس مین اسلامی فتوحات بھی کئے۔

کہان ہین وہ اسلام کے شیدائی جو اسلام کے عدل و انصاف رحمدلی پر ناز کرتے ہین دیکھین خدا نے اپنے رسول کو کن لفظون سے اسکی ممانعت کی ہے۔ وان عاقبتم فعاقبوا بمثل ما عوقبتم بہ ولئن صبرتم لھو خیر للصابرین جسمین خدا حکم دیتا ہے کہ اگر انتقام لو تو اوسیقدر جتنا کہ اونہون نے تمکو ستایا ہی اور اگر صبر کرو تو بہتر ہے۔ یہ حکم حضرت پر اوسوقت نازل ہوا تھا جبکہ مادر معویہ نے

حضرت حمزہ عم رسول کا مثلہ کرایا تھا تو حضرت نے فرمایا تھا اگر ہمکو موقع ملا تو ہم ستر آدمی کا اسطرح مثلہ کرینگے اوسپر حکم نازل ہوا اور پھر حضرت نے کبھی اسکا قصد نہیں کیا بلکہ ممانعت فرمائی لیکن ابوبکر صاحب کا جوش ہے کہ قید کرتے ہین آگ سے جلاتے ہین۔ پھر کیونکر وہ کہ سکتے ہین کہ یہ لوگ مسلمان تھے جنسے ایسے افعال سرزد ہوئے اب اسپر ترقی سنیئے کہ خالد نے مالک کے ساتھ تو اور بھی کمال کیا کہ عہد کرتے ہین ہم اب ذمہ خدا اور رسول و ابوبکر کی قسم کھاتے ہین کہ تیرے ساتھ کوئی بدسلوکی نہ کرینگے اسپر بھی اوسکو اسطرح قتل کرتے ہین مرأۃ الزمان سبط ابن جوزی مین ہے

فقال له ای لمالك لخالد هلم الی الاسلام فقال مالك وتعطینی ما ذا فقال اعطیك ذمة الله وذمة رسوله وذمة ابی بکر وذمة خالد ان لا اجاوز الیك وان اقبل منك فاعطاه مالك بیده و خالد علی تلك العزیمة من ابی بکر فی قتله فقال یا مالك انی قاتلك فقال لا تقتلنی فقال لابد وامر بقتله فتهیبت المسلمون ذلك وقال المهاجرون اتقتل رجلا مسلما وقد اعطیته ذمة الله و ذمة رسوله کما فی التشئید صنہ

یعنی خالد نے مالک سے کہا اسلام لا۔ مالک نے کہا پھر کیا دوگے۔ خالد نے کہا ذمہ خدا و رسول و ذمہ ابوبکر و ذمہ خالد کہ اسکے بعد پھر تجاوز نہ کرینگے اور تجھسے قبول کرینگے مالک نے اپنا ہاتھ دیدیا حالانکہ خالد اپنے اوسی ارادہ پر تھا جو ابوبکر کا حکم تھا تب خالد نے مالک سے کہا ہم تجھے قتل کرینگے مالک نے کہا ہمکو نہ قتل کر۔ خالد۔ ضرور قتل کرونگا۔ اسکے بعد خالد نے حکم قتل دیا جسپر مسلمان طیار ہوگئے۔ مہاجرین نے کہا کیونکر اوسکو قتل کرتا ہے جسکو ذمہ خدا اور رسول دیچکا ہے۔

اب اہل اسلام غور کرین کہ یہ خلافت تھی یا قیامت جسمین اس بے رحمی بے دردی سے مسلمان ذبح کئے جاتے ہین۔ آگ مین بھونے جاتے ہین۔ کووون مین زندہ گرائے جاتے ہین۔ پہاڑون سے اونڈیلے جاتے ہین۔ نہ خدا کا خوف ہے نہ رسول

وشریعت رسول کا پاس۔ آخر یہ مسلمان تھے یا کافر کس شریعت نے کفار کے ساتھہ اسی برتاو
کی اجازت دی ہے۔ کس دین نے اسکو جائز رکھا ہے۔
اگر ابو بکر کی نسبت کہو کہ اونکو اپنی خلافت کا سکہ جمانا تھا اپنا رعب بیٹھالنا تھا جسکے لئے
نہ جائز دیکھنے کی ضرورت تھی نہ ناجائز کی۔ بلکہ جس سے خوف وخطرہ زیادہ تھا اوسکو ایسی
ہی سخت سزا دی اگرچہ اوسکا جرم کمتر ہو۔ چنانچہ مالک کی نسبت عام طور سے آپ دیکھ
چلے کہ کوئی اوسکے کفر کا قائل نہ تھا کسی طرح وہ مرتد نہیں ہوا تھا۔ بلکہ اسلام پر اپنے باقی
تھا۔ اور بحکم رسول وہ اپنی قوم کے صدقات کا عامل تھا۔ سب صحابہ مہاجرین وانصار
اوسکے ایمان کی گواہی دے رہے ہین۔
تو علمائے اہلسنت کی نسبت کیا کہا جائیگا جو اسطرح ابو بکر کی طرفداری کر رہے ہین کہ
اونکے ہر ناجائز کو جائز اور ہر خطا کو صواب کہہ رہے ہین۔ حالانکہ وہ ایک ایسی نظیر اسلام
مین قائم کر رہے ہین جس سے اسلام ہمیشہ کیلئے بدنام اور ذلیل وخوار ہو۔
آپنے تقریر ماسبق مین دیکھا ہے کہ جو لوگ مانعین زکوۃ ہین جنمین مالک بن نویرہ
بھی داخل ہین اونکے انکار کا اصلی منشا یہ تھا کہ خاندان رسالت کے رہتے ہوے یہ لوگ
خلاف حکم خدا ورسول کیون خلیفہ ہوئے؟ اگر خاندان رسالت سے اسکو نکلنا چاہئے
تو پھر ہم مین آنا چاہیئے کہ ہم ہمیشہ کے معزز اور اصل قوم کے سلاطین سے ہین۔ چنانچہ
اسیوجہ سے ان لوگونکو سخت سزائین دی گئین بخلاف اسکے جو لوگ مدعی نبوت ہوئے
تھے اونکو نہ سخت سزا دی گئی نہ کچھ چنانچہ اسود عنسی تو حضرت ہی کے زمانہ مین قتل
ہوا۔ مسیلمہ جنگ خالد مین مارا گیا مگر نہ اوسکی لاش جلائی گئی نہ کوین مین ڈالا گیا
طلیحہ بن خالد۔ سجاح بنت منذر نے بظاہر اسلام قبول کیا اور وہ چھوڑ دئے گئے۔ بلکہ
طلیحہ (جو مدعی نبوت ہوا تھا) تو ایسا دست وبازوئے خلافت بنایا گیا کہ تاریخ کامل مین
ہے صفحہ جلد ۳

وامر عمار بن شہاب فلما بلغ ن بالہ لقیہ طلیحہ بن خویلد وکان خرج یطلب
بثار عثمان وھو یقول لھفی علی امر لو سیبقنی ولم ادرکہ وکان خروجہ

عند عود القعقاع من اغاثة عثمان فلما لقی عمارۃ قال لہ ارجع فان القوم لا یریدون بامیرھم بدلا فان ابیت ضربت عنقک فرجع عمارۃ الی علی بالخبر۔

یعنی جناب امیرؑ نے بعد قبول خلافت اپنے عمال ہر طرف روانہ کیے عثمان بن حنیف کو حاکم بصرہ مقرر کیا اور عمارہ بن شہاب کو حاکم کوفہ۔ جب عمارہ بمقام زبالہ پہونچے جو راہ کوفہ کی منزلون سے ایک منزل ہے تو وہان طلیحہ بن خویلد مدعی نبوت بعہد ابوبکر سے ملاقات ہوئی جو طلب خون عثمان کیلئے جا رہا تھا اور کہتا تھا کہ افسوس ہمکو پہلے اسکی خبر نہ ہوئی تو اوسنے عمارہ (حاکم کوفہ منجانب امیر المومنینؑ) سے کہا کہ تم کہان جاتے ہو پھر جاؤ کہ قوم اپنے امیر کے بدلہ مین کسی کو قبول نہین کریگی اگر تم نہ پھر جاؤگے تو ہم تمکو قتل کرینگے۔ چنانچہ عمارہ پھر آئے اور اس واقعہ کو جناب امیرؑ سے عرض کیا اس واقعہ سے تو آپ خود سمجھ سکتے ہین کہ اوسکی کسقدر عزت افزائی کی گئی تھی کہ اسقدر لشکر فراہم ہوا کہ خون عثمان کا انتقام لینے چلا اور عامل جناب امیرؑ سے اس طرح کا کلام کیا۔

تو کیا کوئی کہ سکتا ہے کہ یہ سب کارروائیان کچھ بھی ایمانداری کا پہلو رکھتی ہین کہ جو لوگ مسلمان تھے اور کسی طرح اسلام سے مرتد نہ ہوئے اونکے ساتھ تو یہ سلوک کیا گیا کہ زندہ آگ مین ڈلوائے گئے اور جو لوگ خود نبوت کے مدعی ہوئے اونکی یہ عزت افزائی کی گئی کہ آج لشکر اسلام کو اسطرح اپنے رعب وداب سے پھیر رہا ہے کسقدر سچا ہے یہ مقولہ الکفر ملۃ واحدۃ کہ ابوبکر صاحب اس خلافت کے درستی کیلئے کیا کیا کر رہے ہین ایک طرف ابوسفیان کو ملا رہے ہین جس نے شروع سے آخر تک رسول اللہؐ سے برابر جنگ کی اور ایک طرف طلیحہ بن خویلد سے ساز باز کر رہے ہین جسنے بعد حضرت ادعائے نبوت کیا تیسری طرف کیسے کیسے جلیل القدر صحابہ کو جنہین خود رسول اللہؐ نے عامل صدقات مقرر کیا تھا اس بیرحمی سے آگ مین ڈلوا رہے ہین کہ پھر کوئی شخص ایمانداری وحق گوئی وطرفداری اہلبیت طاہرینؑ

کا نام بھی نہ لے۔

معاف کرنا رسول اللہ کا صدقہ کو اگرچہ بعد اسکے کہ ابوبکر کا قتال باجماع صحابہ ناجائز تھا اور وہ لوگ کسی طرح جائز القتل نہ تھے۔ سیرۃ رسول اللہ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپنے وفد ثقیف کو صدقہ یعنی زکوٰۃ دینا معاف کر دیا تھا اور یہی فرمایا جو صحابہ ابوبکر سے کہہ رہے تھے کہ جب ایمان انکا قوی ہوگا تو زکوٰۃ بھی دینگے چنانچہ زاد المعاد ابن القیم میں ہے دہ دینا فی سنن ابی داؤد عن جابر قال اشترطت ثقیف علی النبی ان لا صدقۃ علیها ولا جهاد فقال النبی بعد ذلک سیتصدقون ویجاهدون ان اسلموا صـ ۲۶ جلد ثانی

یعنی سنن ابو داؤد میں ہے جابر سے کہ قوم ثقیف نے حضرت سے شرط کیا تھا کہ نہ وہ صدقہ دینگے نہ جہاد کرینگے۔ حضرت نے قبول فرمایا اور بعد اسکے کہا کہ قریب ہے وہ صدقہ بھی دینگے جہاد بھی کرینگے اگر اسلام لائے۔ جس سے معلوم ہوا کہ حضرت نے اونکے صدقہ کو معاف کر دیا تھا اور اونکے اسلام کو قبول کیا۔ مگر ابوبکر صاحب کو اپنی ناجائز سلطنت پر جوش تھا کہ فرماتے تھے اگر وہ رسی بھی نہ دینگے جس میں دنبیان بندھتی ہیں تو میں ضرور اون سے جنگ کرونگا پھر بتلایئے یہ جنگ خلاف قرآن و سنت و اجماع ہوئی یا نہیں اور اہلسنت کا فخر و مباہات کیسا ہے۔

احراق عمر چونکہ ابوبکر صاحب کے جلانیکا حال اس واقعہ میں بتفصیل مذکور ہو چکا ہے اور فتح الباری و شرح عینی سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عمر صاحب کا مذہب اسکے خلاف تھا کہ وہ کسی طرح بھی جلانے کو جائز نہ جانتے تھے لہذا ممکن ہے کہ ناظرین کو خیال ہو عمر صاحب بڑے رحیم تھے اسلئے انکے جلانے کا حال بھی سن لیجئے زاد المعاد میں ہے وقد حرق عمر بن الخطاب قریۃ بکمالها یباع فیها الخمر وحرق حانوت رویشد الثقفی وسماہ فویسقا وحرق قصر سعد علیها احتجب فیه عن الرعیۃ صـ ۱۷ جلد ۲

یعنی عمر بن الخطاب نے ایک پورے قریہ کو جلا ڈالا جسمیں شراب بکتی تھی۔ اور رویشد ثقفی کے حانوت (دکان) کو جلا دیا اور اوسکا نام فویسق رکھا اور سعد بن ابی وقاص کا گھر جلوا دیا صرف اس وجہ سے کہ وہ رعیت سے چھپ کر بیٹھے تھے بتلایئے کیسے خلیفہ تھے کہ ایک وقت تو مذہب کا حکم آگ سے جلانا نہ چاہتے اور جب انکو غصہ آجاتا تو پھر نہ دین کا خیال ہوتا نہ مذہب کا حالانکہ

خود جیسے شرابی تھے سبکو معلوم ہے۔

سلوک جناب امیرؑ اپنے باغیون کے ساتھ

بہرحال یہانتک تو آپنے حضرت ابوبکر کے اون اعمال کو مشاہدہ کیا جو اونہون نے اپنے مخالفون کے ساتھہ سلوک کیا۔ اب ان حالات کو بھی ملاحظہ فرمایئے کہ جناب امیرؑ نے اپنے باغیون کے ساتھہ کیا سلوک کیا۔

سب سے پہلے آپکے اوس حکم کو ملاحظہ فرمایئے جو حضرت نے اپنے قاتل ابن ملجم ملعون کی نسبت فرمایا ہے بعد اسکے کہ وہ حضرت کو قتل کر چکا۔ روضۂ ندیہ علامہ محمد بن اسمٰعیل صلاح امیر یمن ہے جو اعاظم علمائے اہلحدیث سے ہین فلما اخذ قال علیؑ احبسوه فان مت فاقتلوه ولا تمثلوا به وان لم امت فالامر الی العفو والقصاص اخرجه ابن عمرو بن عبد البر ص ۱۴۴

پھر لکھتے ہین اوصی الی الحسن والحسینؑ وصیة طویلة فی اٰخرها یا بنی عبد المطلب لا تخوضوا دماء المسلمین خوضا یقولون قتل امیر المومنین الا لا یقتلن بی الا قاتلی انظروا اذا انا مت من ضربتی هذه فاضربوه ضربة بضربة ولا تمثلوا به فانی سمعت رسول اللہ یقول ایاکم والمثلة ولو بالکلب العقور

یعنی جب ابن ملجم گرفتار ہوا تو حضرت نے فرمایا اسکو قید کرو اگر ہم مر جائین تو اوسکو قتل کرنا اور مثلہ نہ کرنا (ہاتھہ پیر کان آنکھ کاٹنا) اور اگر ہم نہ مرے تو ہم عفو کرینگے یا قصاص لینگے۔

جب حضرت نے حسنینؑ کو وصیت کی تو اوسمین بھی فرمایا کہ دیکھو مسلمانون کے خون سے بچنا ایسا نہ ہو کہ ہمارے قتل سے لوگونکو قتل کرو صرف اوس شخص پر ایک ضربت لگانا جسکے ہاتھہ سے ہم قتل ہون بشرطیکہ اسی ضربت کی وجہ سے ہم مرین اور ہرگز اوسکا مثلہ نہ کرنا کیونکہ رسول خدا نے منع فرمایا ہے کہ کلب درندہ کا بھی مثلہ نہ کرنا چاہیے۔

اسی پر قیاس کیجیے حضرت کے اوس طریقہ جہاد کو جو آپ دشمنان دین کے ساتھہ فرماتے کہ اوس مین کسقدر عدل و انصاف سے کام لیتے۔

قتل عبد اللہ بن عمر بعوض عمر

اب اسکے مقابلہ مین سیرت شیخین کو دیکھیے کہ ... کسی مسلمان کو قتل کردا الا ... تا ... مدرسے گئے تو اونکے بیٹے عبد اللہ بن عمر نے صرف شبہہ مین

مین ہے۔ اول حادثہ کہ پیش آمد ان بود کہ عبید اللہ بن عمر بظن آنکہ در قتل حضرت فاروق
شرکتے دارند جمعے را از ضعیف الاسلام مثل ہرمزان و جمعے از نصاری مثل حفینہ بقتل آورد
در اوائل خلافت این قضیہ را پیش حضرت ذی النورین مرافعہ نمودند و از ہر طرف کشاکش
افتاد حضرت ذی النورین از خالص مال خود مبلغے بہ اولیاء مقتول داد و خصومت از میان
مسلمانان کیفما اتفق فرو نشاند صـ۲۳۵

جس سے معلوم ہوا کہ صرف شبہہ قتل عمر مین بہت سے کمزور مسلمان قتل کئے گئے اور اونکی کوئی
حق رسی نہین ہوئی شاہ صاحب نے تو اس واقعہ کو بہت ہلکا کر کے لکھا ہی مگر تواریخ دیکھیے تو معلوم
ہو یہ واقعہ کیسا عظیم ہے تاریخ کامل مین ہے ثم جلس عثمان فی جانب المسجد بعد
بیعتہ ودعا عبید اللہ بن عمر بن الخطاب وکان قتل قاتل ابیہ ابا لولوۃ وقتل حفینہ
رجلا نصرانیا من اہل الحیرۃ کان ظہیر السعد بن مالک وقتل الہرمزان
فلما ضربہ بالسیف قال لا الہ الا اللہ فلما قتل ہولاء اخذہ سعد بن ابی
وقاص وحبسہ فی دارہ واخذ سیفہ واحضرہ عند عثمان وکان عبید اللہ
یقول واللہ لاقتلن رجالا ممن شرک فی دم ابی یعرض بالمہاجرین و
الانصار وانما قتل ہولاء النفر لان عبد الرحمن ابن ابی بکر قال
غداۃ قتل عمر رایت عشیۃ امس الہرمزان وابا لولوۃ وجفینۃ وہم
یتناجون فلما راونی ثاروا وسقط منہم خنجر لہ راسان نصابہ فی وسطہ
وہو الخنجر الذی ضرب بہ عمر فقتلہم عبید اللہ فلما احضرہ عثمان
قال اشیروا علی فی ہذا الرجل الذی فتق فی الاسلام ما فتق فقال علی
اری ان تقتلہ فقال بعض المہاجرین قتل عمر امس ویقتل ابنہ الیوم فقال
عمرو بن العاص ان اللہ قد اعفاک ان یکون ہذا الحدث ولک
علی المسلمین سلطان فقال عثمان انا ولیہ وقد جعلتہا دیۃ واحتملہا
فی مالی صـ۲۹ جلد۳

عبید اللہ بن عمر نے ابو لولو (غلط ہے) اور ہرمزان اور جفینہ کو جو ایک نصرانی تھا اہل

ذمہ سے اس تہمت میں قتل کیا کہ یہ سب قتل عمر میں شریک تھے ہرمزان کو جب قتل کرنے لگا تو
اوسنے لا الہ الا اللہ کہا مگر عبید اللہ نے اوسکو بھی قتل کیا۔ تب سعد بن ابی وقاص نے اوسکو
پکڑ کر اپنے مکان مین قید کیا اور تلوار چھین لی۔ جب عثمان خلیفہ ہوئے تو یہ واقعہ پیش ہوا
اور یہ بھی کہا گیا کہ عبید اللہ بہت سے مہاجرین و انصار کو بھی دہمکاتا تہا کہ بعوض خون عمر
لوگون کو قتل کرینگے۔ عثمان نے مشورہ طلب کیا کہ کیا کرنا چاہیئے حضرت علیؓ نے کہا ہماری رائے
ہے اسکو قتل کرنا چاہیئے۔ بعض مہاجرین نے کہا یہ نہایت نامناسب ہے کہ کل تو عمر مارے گئے اور
آج اونکا بیٹا عبید اللہ مارا جائے۔ عمرو عاص نے کہا کہ اب تو آپ مسلمانون کے بادشاہ ہین پہر
کیون یہ بدنامی لیجائے عثمان نے کہا کہ ہم اس مقتول کے ولی بنتے ہین اور اسکا خون بہا قبول
کرتے ہین پھر اپنے مال سے خون بہا دیا۔

ہمکو عبید اللہ بن عمر سے بحث نہین۔ مطلب عثمان سے ہے کہ دو خون ناجائز کا مقدمہ
اونکے سامنے پیش ہوکہ ایک مسلمان اور ایک اہل الذمہ کو ناحق قتل کیا ہے وسکا انصاف
یہ کر رہے ہین کہ نہ قاتل کو قتل کرتے ہین نہ وارثان مقتول کو راضی کرتے ہین خود ولی بنکر خون
بہا اونکا دیتے ہین جس سے وہ خون ناحق ہضم ہوگیا۔

عبید اللہ بن عمر کا یہ قتل ایسا ناجائز تھا کہ تاریخ کامل مین ہے والاول اصح فی
اطلاق عبید اللہ لان علیا لما ولی الخلافۃ اراد قتلہ فہرب منہ الی معاویۃ
بالشام ولو کان اطلاقہ بامر ولی الدم لم یتعرض لہ علیؓ ص۳ جلد۳
یعنی جب حضرت علیؑ خلیفہ ہوے تو آپنے چاہا کہ عبید اللہ بن عمر کو اوس خون کے بدلہ مین قتل کرین جسپر
وہ بھاگ کر معویہ کے پاس ملک شام مین چلا گیا۔ پس اگر عبید اللہ ولی الدم کی اجازت سے رہا ہوتا
تو ہرگز حضرت علیؑ اوس سے متعرض نہ ہوتے۔

دیکھیئے اسکا نام ہے انصاف اسکا نام ہے عدل کہ اون دونو مسلمانون کے خون ناحق نے حضرت
علیؑ کو مجبور کیا کہ اوسکا قصاص عبید اللہ سے لین جسپر وہ شام کیطرف بہاگ گیا اور عثمان نے
ویسی خون کو اسطرح باطل کردیا یہی فرق رہا ہے ہر دو فریق مین۔

اب کہیئے حدیث المسلم من سلم المسلمون من لسانہ و یدہ کا کون محافظ ہے

اور کون اوسکا منکر ہے اسپر بھی جو دعوائے اسلام خلفائے ثلثہ کیا جاتا ہے تو عجیب ہے
یہی امور تھے جنسے وہ صحابہ جناب امیرؑ سے ناراض رہا کرتے کیونکہ جانتے تھے جناب امیرؑ کسی
کا مال ناجائز لینے دینگے کیسا ہی معزز ہو کیسا ہی ذی عزت مگر حکم شرع کی تعمیل ضروری ہے
بخلاف خلفائے ثلثہ کے جو ہر کام مین اپنے اغراض نفسانی کو مقدم کرتے۔

شرح بقیہ فوائد حدیث

اب ہم اس حدیث المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ کی شرح کو یہان تمام کرتے ہین اور دوسری حدیث پر توجہ کرتے ہین کیونکہ ملال ناظرین کا خیال ہے۔ مگر جو لوگ اہل فہم ہین وہ اس تحریر مختصر سے سمجھ سکتے ہین کہ کہانتک خلفائے اہلسنت نے اس حدیث کی رعایت کی ہی۔ اسیلئے شارحین حدیث نے پہلے ہی سے کاٹ چھانٹ شروع کی فتح الباری مین ہے قولہ المسلم قیل الالف واللام فیہ للکمال نحو زید الرجل ای کامل فی الرجولیۃ وتعقب بانہ یستلزم ان من اتصف بھذا خاصۃ کان کاملا ویجاب بان المراد بذلک مع مراعاۃ باقی الارکان قال الخطابی المراد افضل المسلمین من جمع الی اداء حقوق اللہ اداء حقوق المسلمین و اثبات الشیٔ علی معنی اثبات الکمال لہ مستفیض فی کلامہم ص۲۹

یعنی حدیث مین لفظ مسلم پر جو الف ولام ہے یہ کمال کیلئے ہے کہ مسلم کامل وہی ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہین۔ اسپر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ پھر چاہیے جسمین یہی اوصاف پائے جائین وہ کامل الاسلام ہو تو اوسکا جواب یہ ہے کہ مراد اس سے یہ ہے کہ ان صفتون کے ساتھ اور ارکان کی بھی رعایت کی جائے۔

خطابی نے کہا مراد اس سے افضل المسلمین ہے کہ جو شخص حقوق خدا کے ساتھ اداے حقوق مسلمین بھی کرے وہ افضل مسلمین ہے ۱۲

اس سوال وجواب سے آپ سمجھ سکتے ہین کہ مقصود اصلی کیا ہے حدیث نبوی کہ حضرت نے جو بکلمہ حصر فرمایا کہ مسلمان وہی ہے جسکی زبان اور ہاتھ سے مسلمین سلامتی مین رہین جسکا مفہوم یہ ہے کہ جو شخص ایسا نہین ہے وہ مسلمان نہین ہے۔ لہذا انلوگو نکو اسکی فکر پڑی کہ کسی طرح اس حدیث مین تاویل کرین تاکہ وہ لوگ بھی مسلمان قرار پائین جو اسکی خلاف ورزی

کرتے ہین ۔ حالانکہ یہ حدیث شریف ایسی صریح اور واضح ہے کہ کسی تاویل کی گنجایش ہی نہین ۔
کیونکہ اگر یہ تاویل کی جاے کہ مراد اس سے نفی کمال اسلام ہے نہ نفی اسلام تو لازم آتا ہے جو لوگ
رسول اللہ کو ایذا دین وہ مسلمان رہین حالانکہ خدا فرماتا ہے ان الذین یوذون اللہ ورسولہ
جس سے بدیہی طور پر ظاہر ہے کہ خدا و رسول کے ایذا دینے والے کافر ہین نہ مسلمان ۔

افسوس صد افسوس کہ صرف اسلام خلفاے ثلثہ کے قائم رکھنے کیلئے کیسی کیسی تحریفین
اور تاویلین انکو قرآن و حدیث مین کرنی پڑتی ہین جس سے حدیث و قرآن کے معنی ہی بدلجاتے
ہین ۔ حالانکہ حضرت بنص صریح فرماتے ہین وہی مسلمان ہے جسکی زبان اور ہاتھ سے مسلمان
محفوظ رہین اور مہاجر وہی ہے ۔ جو منہیات خدا کو ترک کرے نہ وہ شخص جو صرف گھر چھوڑ کر
چلا جائے ۔

مگر خدا رحم کرے اہلسنت پر جو سمجھ بوجھ کر پھر تحریف کرتے ہین چنانچہ ابن حجر لکھتے ہین وکان
المهاجرین خوطبوا بذلك لئلا یتکلوا علی مجرد التحول من دارهم حتی یمتثلوا
اوامر الشرع ونواهیه ویحتمل ان یکون ذلك بعد انقطاع الهجرة لما فتحت
مكة تطییبا لقلوب من لم یدرك ذلك بل حقیقة الهجرة تحصل لمن هجر
ما نهی الله عنه فاشتملت هذان الجملتان علی جوامع من معانی الحکم
والاحکام ص ۲۹

یعنی گویا کہ اسمین خطاب ہے مہاجرین سے تا کہ صرف نقل مکان پر نہ اعتماد کر لین بلکہ احکام شرع کی
تعمیل کرین (یہ مطلب تو ظاہر ہے اب تاویل شروع ہوتی ہے) اور محتمل ہے کہ حضرت نے یہ
حدیث اونلوگونکو دل خوش کرنے کو فرمایا ہو جو فتح مکہ کے بعد جب ہجرت منقطع ہو گئی تھی ہجرت
کرتے تھے کہ اصلی ہجرت وہی ہے جسمین منہیات خدا ترک کئے جائین (جسکا مطلب یہ ہوا کہ
حقیقت مین یہ بات نہین ہے بلکہ صرف دل خوش کن کلمہ ہے پھر بتائیے کہان ایمان رہا جو حضرت
کے کلام کو اصلیت و واقعیت سے معرا سمجھتے ہین) پس یہ دونو جملہ مشتمل ہے معانی حکم و احکام
پر (مگر بعد اس تاویل کے یہ حدیث بیکار ہو گئی)"

عینی اس حدیث کی شرح مین لکھتے ہین کہ اس حدیث سے بہت سے فوائد معلوم ہوئے ۔

(۱) اسمین ترغیب ہے اسکی کہ ایذائے مسلمین کو بالکل ترک کر دینا چاہیئے تاکہ حسن خلق حاصل ہو حسن بصری نے تفسیر ابرار مین کہا ھم الذین لا یوذون الذر ولا یرضون الشر کہ ذرہ کو بھی ایذا نہین دیتے نہ شر پر راضی ہوتے ہین (مگر تحقیقات صدر سے معلوم ہوا کہ صحابہ خصوصاً خلفائے ثلثہ نے تمامتر اسکے خلاف رفتار کی) (۲) اسمین رد ہے مرجیہ پر جو اسلام ناقص کے قائل ہین (پھر وہ مسلمان کہان رہے جو آیہ الیوم اکملت لکم دینکم کے منکر تھے) (۳) اسمین ترغیب ہے ترک معاصی و اجتناب مناہی پر (مگر جب اسلام کامل کی قید لگائین گے تو پھر یہ فائدہ جاتا رہیگا۔

سوال و جواب عینی نے اسپر ایک اچھا مکالمہ لکھا ہے۔ سوال۔ ہاتھہ کو بالخصوص کیون ذکر کیا حالانکہ بغیر ہاتھہ کے بھی بہت سی باتین ہوتی ہین جن سے ایذا ہوپہنچے جواب چونکہ اکثر افعال ہاتھہ ہی سے ہوتے ہین اسلئے ہاتھہ کو خاص طور پر حدیث مین ذکر کیا۔ سوال۔ زبان کو ہاتھ کے ساتھہ کیون ذکر کیا جواب اسلئے کہ ہاتھہ اور زبان کی ایذا زیادہ ہوتی ہے۔ سوال۔ زبان کو ہاتھہ پر مقدم کیون کیا۔ جواب اسلئے کہ زبان کی ایذا اکثر ہوتی ہے اور وہ آسان بھی ہے اور اوسکا اثر زیادہ ہوتا ہے اسلئے حضرت نے حسان سے فرمایا کہ ہجو کر مشرکین کی کہ اسکا اثر اونپر تیر سے بھی زیادہ ہوتا ہے (اہل حق یعنی شیعہ بھی اسی سنت پر عمل کرتے ہین جس سے قلوب مخالفین زخمی ہوئے ہین الحق مر) اسی لئے شاعر نے کہا ہے جراحات السنان لہا التیام ولا یلتام ما جرح اللسان سوال مفہوم حدیث کہتا ہے کہ جس شخص کے ہاتھہ سے مسلمانونکو سلامتی نہ ملے وہ مسلمان نہ رہے حالانکہ بالاجماع وہ مسلمان ہے۔ جواب مراد اس سے کامل الاسلام ہے (مگر یہ صریح مخالفت حدیث ہے) سوال پھر حدود وغیرہ کی اقامت کیونکر ہوگی کیونکہ اس سے تکلیف ہونا ضروری ہے جو سلامتی کے خلاف ہے جواب یہ امور بذریعہ اجماع اس سے مستثنیٰ ہے۔ یا یہ کہ یہ ایذا ہی نہین ہے بلکہ یہ تو عین صلاح ہے جو سلامتی (جواب اول تو بالکل لغو ہے مگر جواب ثانی البتہ درست ہے کیونکہ خدا فرماتا ہے ولکم فی القصاص حیوٰۃ جس سے معلوم ہوا یہ عین صلاح و سلامتی ہے) سوال پھر ذمی کو اگر تکلیف دین تو اوسکا کیا حکم ہے کیونکہ حدیث مین صرف ذکر مسلمین ہے جواب ذکر مسلمین تغلیباً ہے اور نیز۔

اسوجہ سے کہ اسکی تاکید زیادہ ہی برعایت اسلام۔ اور نیز اسوجہ سے کہ کفار تو در پے مقاتلہ تھے لہذا اونکا ذکر نہین ہوا اگرچہ اون مین بھی ایسے ہوتے ہین جنکو ایذا نہ دینا چاہیئے (مگر اس جواب کی ضرورت نہین ہے کیونکہ دوسری حدیث مین من سلم الناس ہے کہ مسلمان وہ ہی جس کے ہاتھہ سے آدمیونکو امان ملے جیساکہ عنقریب آتا ہے اور چونکہ حضرت کو معلوم تہا کہ اہل اسلام خود مسلمانونکو زیادہ ایذا دینگے اسلئے اس حدیث مین مسلمین کی تخصیص ہے تاکہ معلوم ہو یہ لوگ اسلام سے خارج ہین جو مسلمانون کو ایذا دین)

سوال مسلمات کو کیون نہ ذکر کیا جواب تغلیبا کیونکہ عورتین بھی اوسی طرح مخاطبات مین شامل ہین جسطرح مرد دوسری وجہ یہ ہی کہ جب مسلمین کی ایذا سے مخالفت اسلام لازم آتی ہی تو ایذائے مسلمات زیادہ اسکا باعث ہوگا تو یہ حدیث حکم لاتقل لہما اف مین ہے)

سوال لسان کیون کہا اوسکی عوض مین قول کیون نہین کہا کیونکہ قول بھی بدون زبان ناممکن ہے جواب تاکہ اسمین وہ لوگ بھی داخل ہون جو زبان نکالتے ہین بطور استہزا (یہان تو ایک لطیفہ یاد پڑا جو حضرت ابن عباس نے تفسیر آیہ لا تحرک بہ لسانک مین زبان ہلا کر دکھایا تھا دیکھو تنقید بخاری حصہ اول

سوال ایذا باللسان و ایذا بالید مین کیا فرق ہے جواب ایذاء لسانی عام ہے زمانہ ماضی و حال و مستقبل سب کو بخلاف ایذائے دستی کہ وہ مخصوص ہے موجود سے۔ مگر یہ کہ جب ہاتھہ سے کچھ لکھدیا جائے تو اسکا بھی وہی حکم ہوگا"۔

تمام ہوا ترجمہ کلام عینی بہ اختصار۔ مگر آپکو اس تقریر سے ان لوگون کی خوش فہمی بخوبی معلوم ہوئی ہوگی کہ حدیث رسول سمجھنے مین کیسا ملکہ رکھتے ہین کہ باتین تو ہر طرح کی کہہ گئے مگر اس حدیث پر ایمان نہ لائے کہ جنلوگون نے اسکی مخالفت کی اونکو خارج الاسلام سمجھتے بلکہ برعکس اسکے حدیث ہی مین ایسی تاویل کی کہ مفہوم و مطلب حدیث بدل جائے۔

اب ہم بقیہ عبارت بخاری کی طرف توجہ کرتے ہین جو اسی باب مین لکھتے ہین۔

متن بخاری | قال ابو عبد اللہ وقال ابو معاویہ ثنا داؤد ابن ابی ھند عن عامر قال سمعت عبد اللہ بن عمرو یحدث عن النبیؐ وقال عبد الاعلی عن

داؤد عن عامر عن عبد اللہ عن النبی ۔ کہا عبد اللہ (بخاری) نے اور کہا ابو معاویہ نے بیان کیا ہے داؤد بن ابی ہند نے ۔ عامر (شعبی) سے کہ کہا سنا مین نے عبد اللہ بن عمر کو اونہون نے یہ حدیث بیان کیا رسول اللہ سے اور عبد الاعلی نے اس حدیث کو روایت کیا داؤد سے اونہون نے عامر (شعبی) سے اونہون نے عبد اللہ سے اونہون نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے۔

اس قسم کا بیان جو آخر حدیث مین بخاری لکھتے ہین یا کوئی حدیث بلا سند لکھ جاتے ہین تو اوسکا نام تعلیق بخاری ہے جو حکم صحت سے اکثر خارج ہوتا ہے۔

عینی لکھتے ہین کہ بخاری نے یہان دو تعلیق لکھی ہے جسمین پانچ راویونکا نام لکھا ہے (۱) ابو معاویہ محمد بن خازم بخاء و زای معجمہ آنکھ کے اندہے تھے ۔ کوفہ کے رہنے والے مگر مذہب انکا مرجئی تہا ۱۹۵ھ مین انکی وفات ہے اعمش کے بارہ مین البتہ موثق ہین۔ مگر بخاری سے ملاقات نہین ہوئی کیونکہ بخاری کی ولادت ۱۹۴ھ مین ہوئی ۔ لہذا سند منقطع ہے جو شان صحت کے خلاف ہے اسیوجہ سے انکی تعلیقات عام طور سے غیر صحیح ہوتی ہین پہر صحیح بخاری کہنا کیسا

(۲) دوسرا راوی داؤد بن ابی ہند ہے جو ایک عورت کا غلام تہا وفات ۱۳۹ھ بصرہ مین ہے یہ نام ایک ہے اور کہین نہین۔

(۳) عبد الاعلی بن عبد الاعلی شامی قریشی ہے مگر مذہب اسکا قدری تہا وفات ۱۸۹ھ

(۴) عامر شعبی کا حال بعد اسکے مذکور ہوگا۔

(۵) عبد اللہ بن عمرو عاص صحابی جسکا حال سابقاً مرقوم ہوا کہ یہ بڑا جہوٹا تہا۔

غرض اس تعلیق کی یہ بیان کی گئی ہے کہ معلوم ہو شعبی نے خود عبد اللہ عمر سے یہ حدیث سنی اور دوسری تعلیق کی یہ غرض ہے کہ ممکن ہے شعبی نے پہلے دوسرے سے سنا ہو پہر عبد اللہ بن عمرو عاص سے سنا ہو۔

مگر ابن حبان نے اس حدیث کو اپنی صحیح مین ان الفاظ سے لکہا ہے عن الشعبی قال سمعت عبد اللہ بن عمرو ورب ہذہ البنیۃ سمعت رسول اللہ المہاجر من ہجر السیئات والمسلم من سلم الناس من لسانہ ویدہ صـ۱۵۴ عینی

شعبی نے عبد اللہ بن عمرو سے روایت کی ہے کہ وہ خانہ کعبہ کی قسم کہا کر کہتا ہے حضرت نے فرمایا مہا جر

وہ ہے جو سیئات کو ترک کرے اور مسلمان وہ ہے جس سے آدمی سلامتی مین رہین۔
کسقدر افسوسناک ہے کہ اصل حدیث تو اسطرح ہو اور اوسکو بخاری نہ لکھا خالی یہ کہکر چھوڑ دیا کہ ابومعاویہ نے کہا اور اوسکو نہ لکھین کہ کیا کہا۔

دوسری تعلیق قال عبد الاعلی سے شروع ہوئی اوسکی غرض یہ بتائی جاتی ہے کہ اسمین جو عبداللہ کو بہ ابہام لکھا ہے کہ باپ وغیرہ کا نام نہین ہے تو اوس سے بھی عبداللہ بن عمر کو سمجھنا چاہیئے۔ مگر افسوس کہ عبارت سے یہ بات کسی طرح نہین معلوم ہوتین۔ بہرحال قطب الدین کہتے ہین کہ یہ دونو تعلیقات بخاری سے ہے کیونکہ بخاری کو نہ ابومعویہ سے ملاقات ہوئی نہ عبد الاعلی سے۔ پھر نہ معلوم اونکی حدیث انکو معلوم کیونکر ہوئی کیونکہ بیچ مین کوئی واسطہ تو مذکور نہین۔ بہ اصطلاح اہلحدیث یہی حدیث معلق ہے جسکی ابتدائی سند نہ ذکر کی جائے۔

بہرحال جس حدیث کو بخاری نے ترک کر دیا کہ المسلم من سلم الناس من لسانہ ویدہ کہ مسلمان وہ ہے جسکی زبان اور ہاتھ سے آدمی سلامتی مین رہین اوسکی شرح مین عینی کہتے ہین کہ لفظ ناس عام ہے جو شامل ہے مسلمان اور اہل ذمہ سب کو اور بعض نے یہ کہا ہے کہ ناس سے مراد مسلمان ہین کیونکہ حقیقۃ انسان وہی ہین اور ممکن ہے کہ حمل کرین عموم پر بہ ارادہ شرط الا بحق اور ارادہ اس شرط کا ہر حال مین متعین ہے۔
اسپر عینی اعتراض کرتے ہین کہ اسکا مطلب یہ ہے کہ مسلمانونکے سوا جو اور انسان ہین وہ حقیقۃ انسان نہ رہین حالانکہ یقیناً یہ غلط ہے پھر لفظ امکان لکھنا بھی غلط ہے کہ ممکن ہے حمل کیا جائے کیونکہ یقیناً عام ہے۔

صحیح بخاری باب ای الاسلام افضل

حدثنا سعید بن یحیی بن سعید القرشی قال حدثنا ابی قال حدثنا ابوداود بن عبداللہ بن ابی بردہ عن ابی موسی رض قال قالوا یا رسول اللہ صلعم ای الاسلام افضل قال من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ یعنی ابوموسی سے روایت ہے کہ لوگون نے کہا یا رسول اللہ صلعم اسلام کونسا افضل ہے تو فرمایا جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان لوگ سلامتی مین رہین۔
روایت تو وہی ہے جو پہلے مذکور ہوئی فرق اسقدر ہے کہ حدیث اول مین اسلام کی نفی ہو

ادن لوگون سے جنکی زبان اور ہاتھ سے مسلمانوکو سلامتی نہ ملے - اور اس حدیث مین اوس اسلام
کی افضلیت بیان کی گئی ہے جسکی زبان اور ہاتھ سے مسلمان سلامت رہین اور کوئی فرق نہین ہے
راوی اول سعید بن یحیی بن سعید قریشی لکھا ہے حالانکہ اصل مین یہ بنی امیہ سے ہے جیسا کہ
عینی لکھتے ہین منہا انہ ذکر فی سعید بن یحیی شیخہ القرشی ولم یقل الاموی مع کونہ
الاموی اشہر فی نسبتہ نظراً الی الاعمیۃ صفحہ ۱۵۹

یعنی اپنے شیخ سعید بن یحیی کو قرشی لکھا نہ اموی حالانکہ اوسکا بنی امیہ سے ہونا مشہور تھا یہ نسبت
نظر عموم ہے - جس سے آپ سمجھہ سکتے ہین کہ یہ کارروائی کس قسم کی ہے کیونکہ یہی اقسام تدلیس سے ہے
اسکا اصلی نسب نامہ یون ہے سعید بن یحیی - بن سعید - بن ابان - بن سعید - بن العاص بن امیہ
بن عبد الشمس والعاص قتل یوم بدر کافراً یعنی عاص بروز جنگ بدر حالت کفر مین قتل
ہوا - جناب امیرؑ نے اسکو قتل کیا تھا - ابان بن سعید کو عثمان نے کاتبان قرآن مین داخل کیا
علامہ عینی لکھتے ہین قال صالح بن محمد ہو ثقۃ الا انہ کان
یغلط صفحہ ۱۵۹

یعنی صالح بن محمد اسکو ثقہ لکھتے ہین مگر وہ غلطی بہت کرتا تھا - پہر بتایئے اسکی روایت کا کیا حال
ہوگا لطف یہ ہے کہ اس راوی سے صرف بخاری ہی نے نہین روایت کی ہے - بلکہ باستثنائے
ابن ماجہ یہ سبکا اُستاد ہے - اس سے بڑھکر کیا دلیل ناصبیت ہو سکتی ہے کہ ایک اموی کو ان لوگون نے
اپنا شیخ بنایا اور پہر دہوکہ دینے کیلئے اوسکی نسبت کو بنی امیہ کی طرف نہین ظاہر کرتے بلکہ قرشی کہتے ہین
المتوفی ۲۴۹ھ بہ روایت ابن حجر یہ اموی قرشی ہے -
راوی دوم اوسکا باپ یحیی بن سعید ہے المتوفی ۱۹۴ھ
راوی سوم ابو بُردہ ہے بضم الباء جسکا نام برید ہے قال ابو حاتم لیس بالمتقن یکتب
وقال النسائی لیس بذلک القوی عینی صفحہ ۱۵۹
یعنی یہ متقن نہین ہے کہا نسائی نے کہ ویسا قوی نہین ہے اور میزان الاعتدال مین ہے قال احمد
یروی مناکیر وطلحہ بن یحیی احب الی منہ ابن عیینہ عن برید بن عبد اللہ ابی
بردہ الی ان سوق الطیر بروميہ فرسخ فی فرسخ صفحہ ۱۲۲ جلد اول

یعنی امام احمد کہتے ہیں کہ یہ شخص مناکیر کا راوی ہے ابن عیینہ روایت کرتے ہیں کہ اسنے ایک یہودی سے روایت کی یہ راوی بابو موسی اشعری کی اولاد سے ہیں۔

راوی چہارم ابو بردہ ہیں جو راوی سوم کے دادا ہیں انکا نام عامر تھا اور بعض نے عامر کہا ہی شریح قاضی کے بعد یہ قاضی کوفہ مقرر ہوئے المتوفی ۱۰۴ھ

راوی پنجم ابو موسی اشعری ہیں جنکے حالات سے زمانہ واقف ہی کہ جناب امیرؑ کے نہایت درجہ دشمن تھے تین سو ساٹھ حدیثیں ان سے مروی ہیں جنمیں سے پچاس پر تو بخاری و مسلم کا اتفاق ہے اور خاص بخاری میں ۴ ہے اور خاص مسلم میں ۲۵ ہیں۔

اس حدیث پر یہ اعتراض کیا گیا ہی کہ بروایت ابن مندہ خود ابو موسی نے سوال کیا تھا فتعین من هذا ان السائل هو ابو موسی وحده ومن رواية مسلم ان اباموسی احد السائلين صفحہ ۱۶۷ عینی

یعنی روایت ابن مندہ سے معلوم ہوا کہ خود ابو موسی نے سوال کیا تھا اور روایت مسلم سے معلوم ہوتا ہے کہ ابو موسی بھی سائلین میں داخل تھے مگر روایت بخاری کہ رہی ہی کہ ابو موسی کو سوال سے کوئی تعلق نہیں کیونکہ وہ کہتے ہیں قالوا لوگوں نے پوچھا۔ عینی اسکا جواب یہ دیتے ہیں کہ دونوں روایتوں میں منافات نہیں ہی کیونکہ ممکن ہی کئی مرتبہ اسکا سوال ہوا ہو ایک سوال میں ابو موسی بھی شامل تھے دوسرے میں نہ تھے۔ یہی جواب ابن حجر نے بھی دیا ہے۔ مگر افسوس کہ اسپر کسی نے خیال نہیں کیا کہ یہ ساری خرابی اس سے ہے کہ بخاری روایت بالمعنی کرتے ہیں یعنی الفاظ حدیث کی پابندی نہیں کرتے ورنہ کون کہہ سکتا ہے کہ قلت سقانا قالوا میں منافات نہیں ہی کیونکہ اس کتاب کا نام تو صحیح رکھا گیا ہی کیونکر معلوم ہو سکتا ہی کہ ان دونوں میں صحیح کونسا ہے۔ اور تعدد واقعہ کا دعوی تو ہر جگہ چل سکتا ہی۔

دوسرا اعتراض یہ کیا گیا ہی کہ سوال ہے افضل اسلام سے کہ کون اسلام افضل ہی جواب یہ دیا جاتا ہے کہ وہ مسلمان افضل ہے جسکی زبان اور ہاتھ سے لوگ سلامتی میں رہیں۔ صحیح مسلم میں ای المسلمين افضل ہے جس سے معلوم ہوا کہ مسلم کی روایت بہ اعتبار قواعد نحو وغیرہ زیادہ درست ہے۔

باب اطعام الطعام من الاسلام حدثنا عمرو بن خالد قال
ثنا اللیث عن یزید عن ابی الخیر عن عبد اللہ بن عمرو ان رجلا سال رسول
اللہ صلعم ای الاسلام خیر قال تطعم الطعام وتقرء السلام علی من عرفت ومن
لم تعرف - یعنی ایک شخص نے حضرت سے پوچھا کون اسلام افضل ہے تو حضرت نے فرمایا کھلاتو
کھانا اور اسلام کر ہر شخص پر خواہ پہچانے یا نہ پہچانے مولوی وحید الزمان نے یہ ترجمہ کیا ہے کہ ایک
مرد نے آنحضرت سے پوچھا اسلام کی کونسی خصلت بہتر ہے آپنے فرمایا کھانا کھلانا اور ہر ایک
مسلمان کو سلام کرنا اسکو پہچانتا ہو یا نہ پہچانتا ہو۔
مگر یہ ایسا ترجمہ ہی کہ علامہ عینی اسپر پہلے ہی اعتراض کر چکے ہین قلت هذا التعسف
کلہ لاجل تقدیرہ ای خصال الاسلام افضل ولو قدرنا ما قدرنا لاستغنی
عن هذا السوال والجواب فافهم صفحہ ۱۶۰
یعنی یہ سب تکلف ہی کہ خصلت کا لفظ شامل کیا جائے پھر تعجب ہی مولوی صاحب سے
کہ ادوسی قسم کا ترجمہ کر رہے ہین حالانکہ بقول عینی یہ ترجمہ بہتر ہے کہ کونسا صاحب اسلام افضل
ہے یہ تقریر عینی کی اس حدیث کے پہلے جو حدیث تھی اوسکے متعلق ہی مگر چونکہ الفاظ حدیث ایک
ہی ہین لہذا دونو جگہ وہی تقریر جاری ہوگی۔
بخاری نے اسی حدیث کو باب الایمان مین بھی لکھا ہی اور پھر باب الاستیذان مین۔ اور صحیح
مسلم مین یہ حدیث صرف باب الایمان مین ہے جس سے بخاری کی خوش فہمی ظاہر ہی۔
راوی اس حدیث کے سب مصری ہین جو بہت کم اتفاق ہوتا ہی انتہا اس روایت کی بھی
عبد اللہ بن عمرو عاص پر ہی جسکا حال پہلے مذکور ہوا کہ صحابہ انکی تکذیب کرتے تھے۔
اس حدیث پر یہ اعتراض کیا گیا ہی کہ پہلی حدیثون مین تو حضرت نے بجواب اسی سوال
سوال کے فرمایا تھا کہ بہترین اسلام وہ ہے جسکے ہاتھ اور زبان سے لوگ سلامتی مین رہین
اور یہان آپنے کھانا کھلانے اور سلام کرنے کو افضل اسلام فرمایا ہے اسکا جواب عینی یہ دیتے
ہین واجیب بان الجوابین کانا فی وقتین فاجاب فی کل وقت بما هو الافضل
فی حق السامع او اهل المجلس فقد یکون ظهر من احدهما قلة المراعاة بیده

ولسانہ وایذاء المسلمین ومن الثانی امساکہ من الطعام وتکبر فاجابہما علی حسب
حالہما او علم ان السائل الاول یسال عن افضل التروک والثانی عن خیر
الافعال او ان الاول یسال عما یقع المضار والثانی عما یجلب المسار او انہما
بالحقیقۃ متلازمان اذ الاطعام مستلزم لسلامۃ الید والسلام لسلامۃ
اللسان قلت ینبغی ان یقید ھذا بالغالب او فی العادۃ ص ۱۶۳

کہ حضرت نے جو دو مختلف جواب دیا تو ایک وقت مین نہین بلکہ مختلف اوقات مین۔ اور ہر دفعہ وہ
جواب دیا جو اوس مجلس یا سامع کے حق مین افضل تھا کیونکہ ممکن ہے کہ ایک شخص حضرت پر یہ بات ظاہر
ہوئی ہو کہ اوسکے ہاتھہ اور زبان سے مسلمانونکی امداد دینے مین کم ہوتی ہے۔ اور دوسرے
مین بخل وتکبر زیادہ تہا لہذا حسب حال ہر ایک کے جواب دیا یا حضرت نے سائل اول کے سوال
سے یہ سمجہا کہ وہ اون باتونکو پوچھتا ہے جسکو ترک کرنا چاہیئے اور دوسرے کے کلام سے حضرت نے
یہ سمجہا کہ وہ بہترین افعال کو پوچھتا ہے۔ یا پہلے کا سوال اوس سے تھا جس سے مضرتین پیدا ہون
اور دوسرے کا سوال اون چیزون سے تھا جس سے جلب ہو اوسکا جو موجب مسرت ہے یا یہ کہ
چونکہ دونون باہم دیگر لازم ہین کیونکہ اطعام طعام مستلزم سلامتی دست ہے۔ اور افشاء سلام مستلزم
سلامتی لسان اسلیے حضرت نے دو جواب دیا عینی کہتے ہین کہ اسکو مقید بعادت وغالب
کرنا چاہیئے۔

غرض ان احادیث سے اولا اختلاف بدیہی طور پر ظاہر ہے کہ حضرت نے پہلے حدیث مین
نفی اسلام کیا ہے اوس سے جسکی زبان اور ہاتھہ سے مسلمانونکو سلامتی نہ ملے دوسری حدیث مین
اوس اسلام کو افضل کہا ہے اور تیسری حدیث مین افضل اسلام اسکو فرمایا کہ اطعام طعام
وافشاء سلام بہترین اسلام ہے ثانیا اس اختلاف کی وجہ مین اسقدر اہتمام کیا گیا ہے
کہ کس وجہ سے اختلاف ہوا حضرت کے کلام مین جسمین ہمکو کلام کی ضرورت نہین کیونکہ رسول

اللہ صادق ومصدق ہین۔
مگر کاش حضرات اہلسنت اسی ایک حدیث سے جسمین اسقدر اختلاف ہے اس
اعتراض کا بہی جواب سمجھہ لین جو ائمہ اطہار کی نسبت کہتے ہین کہ حضرات ائمہ

جواب دیا کرتے تھے۔ تو بہت کچھ انکی اصلاح ہو سکتی ہی کیونکہ جب خود رسول اللہ ایک سوال کا مختلف جواب دیتے تھے تو جو حضرات آپکے نائب اور جانشین ہون وہ بھی کیون نہ آپکی تاسی فرمائین۔ ولکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ

؎ یہان آپکو مین نصیحۃ الشیعہ کی سیر کراتا ہون جسمین کس دریدہ دہنی و شوخ چشمی سے حضرات ائمہ اطہار کی نسبت اسی مختلف جواب پر اعتراض کیا گیا ہی ملاحظہ ہو صفحہ جلد اول۔

علمائے شیعہ کو یہی خوف درپیش ہے کہ اگر عوام شیعہ کو بھید معلوم ہو گیا کہ جن ائمہ کی اطاعت نہایت تاکید کے ساتھ واجب کی گئی ہے وہ خود بھی ایک بات پر قائم نہ تھے ایک سوال کا جواب کسی کو کچھ دیتے کسی کو کچھ تو عوام کو سخت حیرانی ہوگی کہ ائمہ کی کس بات کا اعتبار کرین اور قسم قسم کے شکوک پیدا ہون گے چنانچہ اصول کافی مین ہی کہ زرارہ بن اعین نے امام باقر علیہ السلام سے روایت کی ہی عن زرارۃ بن اعین عن ابی جعفر ع قال سالتہ عن مسئلۃ فاجابنی ثم جاءہ رجل فسالہ فاجابہ بخلاف ما اجابنی ثم جاء رجل آخر فاجابہ بخلاف ما اجابنی واجاب صاحبی فلما خرج الرجلان قلت یا ابن رسول اللہ رجلان من اہل العراق من شیعتکم قدما یسئلان فاجبت کل واحد منہما بغیر ما اجبت صاحبہ فقال یا زرارہ ان ہذا خیر لنا وابقی لنا ولکم ولو اجتمعتم علی امر واحد لصدقکم الناس علینا ولکان اقل لبقاءنا وبقاءکم ثم قال قلت لابی عبد اللہ شیعتکم لو حملتموہم علی الاسنۃ او علی النار لمضوا وہم یخرجون من عندکم مختلفین قال فاجابنی بمثل جواب ابیہ۔

زرارہ کہتا ہے کہ مینے امام باقر علیہ السلام سے ایک مسئلہ پوچھا مجھکو اونھون نے ایک جواب دیا پھر ایک اور شخص آیا اسنے بھی وہی مسئلہ پوچھا اور جواب دیا جو میرے جواب کے خلاف تھا پھر ایک تیسرے شخص نے آکر وہی مسئلہ پوچھا اوسکو ہم دونون کے خلاف جواب دیا جب وہ دونون چلے گئے تو مینے کہا کہ اے فرزند رسول اللہ صلعم دونون شخص عراق کے رہنے والے تمھارے شیعون مین سے ہین یہ دونون تم سے مسئلہ پوچھنے آئے تمنے ایک کو کچھ جواب دیا دوسرے کو اوسکے خلاف جواب دیا تو امام نے فرمایا کہ اے زرارہ یہی بہتر ہے ہمارے لئے اور باقی رکھنے والا ہے ہمکو اور تمکو اور اگر تم سب ایک مذہب مین جمع ہو جاؤ تو سب آدمی تصدیق کرینگے کہ تم ہمارے گروہ مین ہو تو اس مین ہماری اور تمہاری دونون

ابن حجر نے یہان ایک دوسری وجہ بتائی ہے ویحتمل ان یکون الجواب اختلف
لاختلاف السوال عن الافضلیۃ ان لوحظ بین لفظ وخیر فرق یعنی جواب
سوال میں اختلاف اسوجہ سے ہوا کہ ایک سوال مین لفظ افضل ہے دوسرے مین لفظ خیر
مگر یہ جواب الیا لغو ہے کہ آخر ابن حجر کو کہنا پڑا وعلی تقدیر اتحاد السوالین جواب مشہور

بقیہ نوٹ صفحہ ۳۱۱ کی بقا لم ہوجائیگی۔

پھر زرارہ نے کہا کہ مینے امام جعفر صادق سے ایک مرتبہ پوچھا کہ تمہارے ایسے شیعہ کہ اگر تم اون کو
برچھیون مین یا آگ مین بھیجدو تو چلے جاوین وہ تمہارے پاس سے مختلف ہوکر نکلتے ہین یعنی ایک کو تم کچھ
تعلیم کرتے ہو اور دوسرے کو اوسکے خلاف زرارہ کہتا ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے مجھکو اسکا
وہی جواب دیا جو اونکے باپ امام باقر علیہ السلام نے دیا تھا۔

ایک سوال اور سیکڑون اوسکے جواب ہمسے کچھ غیرون سے کچھ دربان سے کچھ

اگر عوام ان اسرار پر مطلع ہوجاوین تو اُن مین وہ خوش اعتقادی کہان ہے جو علما مین ہے وہ تو صاف کہہ
بیٹھین گے کہ ایسے آئمہ کو سلام ہے جنکی بات کو قرار نہین وہ اپنے مخلصین شیعہ کو عمداً اختلاف مین ڈالتے تھے
حالانکہ مخلصین شیعہ سے کچھ خوف بھی نہ تھا جو تقیہ کا احتمال ہو۔

اس روایت سے یہ معلوم ہوا کہ امام باقر اور امام جعفر صادق علیہما السلام دونون کا شیوہ تھا کہ اپنے
مخلصین مین عمداً اختلاف ڈالتے تھے دو مختلف قولون مین ایک حق ہوگا اور ایک ناحق پس ایک سے
حق کہدیا اور دوسرے سے ناحق۔

دلفریبون نے کہی جس سے نئی بات کہی ایک سے ون کہا اور دوسرے سے بات کہی

حضرات شیعہ انصاف فرمائین کہ اپنی گروہ مین اختلاف ڈالدینا اور عمداً خلاف حق حکم دینا کیسا
ہے درحقیقت ائمہ پر یہ سب افترا ہے ہرگز اونکی یہ شان نہ تھی کہ خلاف حق جواب دیتے یہ ادنھین بداد یو
کا کام ہے جنھون نے ایک سبز باغ کی طرح مذہب شیعہ کو تصنیف کیا اور ائمہ کرام کیطرف منسوب کردیا
مگر نہ معلوم اس شخص نے حدیث کے کس جملہ سے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے "عمداً اختلاف ڈالتے تھے" کیونکہ حدیث
اول مین صرف اسقدر ہے کہ حضرت نے ایک کو جو جواب دیا اوسکا مغائر دوسرے کو جواب دیا جسمین سے
نہ اختلاف ہی معلوم ہوتا ہے نہ اختلاف ڈالنا کیونکہ مغایرت اور چیز ہے مخالفت اور چیز۔

(وھو المحمل علی اختلاف حال السائلین او السامعین یعنی جب سوال متحد ہوا تو اختلاف کی وجہ وہی ہے کہ سائلین و سامعین کے حال مختلف تھے اسلئے جواب مختلف دیا گیا۔ آخر مین لکھتے ہین وحض ھاتین الخصلتین بالذکر لمسیس الحاجۃ الیہما فی ذلک الوقت لما کانوا فیہ من الجھد و لمصلحۃ التالیف و یدل علی ذلک انہ صلعم حث علیہما اول ما دخل المدینۃ کما رواہ الترمذی وغیرہ مصححا من حدیث عبد السلام صنہ

یعنی حضرت نے جو اطعام طعام و افشاء سلام کو اسوقت خاص طور پر ذکر کیا تو وجہ اسکی حاجت تھی کیونکہ وہ لوگ سخت تنگی مین مبتلا تھے اور بغرض مصلحت تالیف کیونکہ حضرت نے یہ حدیث اوسوقت فرمایا تھا جب آپ اول اول داخل مدینہ ہوئے تھے جیسا کہ ترمذی نے عبد السلام سے بطریق سند صحیح روایت کیا ہے۔

اس تحریر سے بھی اختلاف جواب بسوال واحد تو بدیہی طور پر معلوم ہوا اور اسکے ساتھ یہ بھی کہ یہ حدیث خاص مصلحت سے کہی گئی تھی کیونکہ آپکے اصحاب جو ہجرت کر کے آئے تھے وہ نہایت تنگی مین مبتلا تھے اسلئے یون فرمایا کہ اہل مدینہ اس وقت سے اونکو خوب کھلائین۔

خدا محفوظ رکھے ایسے عقائد فاسدہ سے جو حضرت کے کلام کو اصلیت سے گراتے ہین اور اس طرح کی تاویل کرتے ہین جس سے حضرت کا کلام ایک خود غرضانہ کلام قرار پائے۔

نوٹ صفحہ ٣١٨ دوسری حدیث مین ہے کہ وہ لوگ باخودہا مختلف نکلتے ہین حضرت اختلاف ڈالتے ہون۔ بلکہ ممکن ہے کہ یہ اختلاف اونکے فہم سے پیدا ہوتا ہو۔ بہرحال جو اعتراض مولف نے حدیث سے قائم کیا ہے وہ تو کسی طرح حل نہین سکتا۔ بعد تسلیم جو جواب رسول اللہ صلعم کے اختلاف کے نسبت دیا گیا ہے وہی جواب تو ائمہ اطہار کی طرف سے بھی قبول کرنا چاہیئے کہ ہر شخص کی ضرورت اور فہم کے مطابق جواب دیا جاتا تھا۔ علی حیدر عفی عنہ

حالانکہ حضرت کا کوئی کلام ایسا نہین ہوسکتا جو اصلیت وحقانیت سے معرا ہو و ماینطق عن الهوی ان هو الا وحی یوحی۔

چونکہ بخاری نے اسکے بعد باب من الایمان شروع کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ان حدیثون کو خاص اسلام کے متعلق سمجھتے ہین لہذا ہم بھی اس حصہ کو یہین ختم کرتے ہین اور حصہ ثالث انشاء اللہ باب من الایمان سے شروع ہوگا۔ والحمد للہ اولا و اخرا والصلوۃ علی محمد و آلہ باطنا و ظاھرا و لعنۃ اللہ علی اعدائھم سرا و جاھرا کتبہ العبد

الاحقر السید علی اظہر

عفی عنہ یوم الخمیس ۲۷

صفر ۱۳۲۸ھ